وافوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد

الحمد للہ والمنۃ کہ ذریعہ تحصیل سعادت و حصول طریقت

یعنی حصہ اول

گلشن معرفت

اردو شرح دیوان حافظؒ

بحسن اہتمام بسعی ملا کلام محمد اسمٰعیل خان مؤلف کتاب ہٰذا

در مطبع افضل المطابع ۱۲ باطبع درشد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

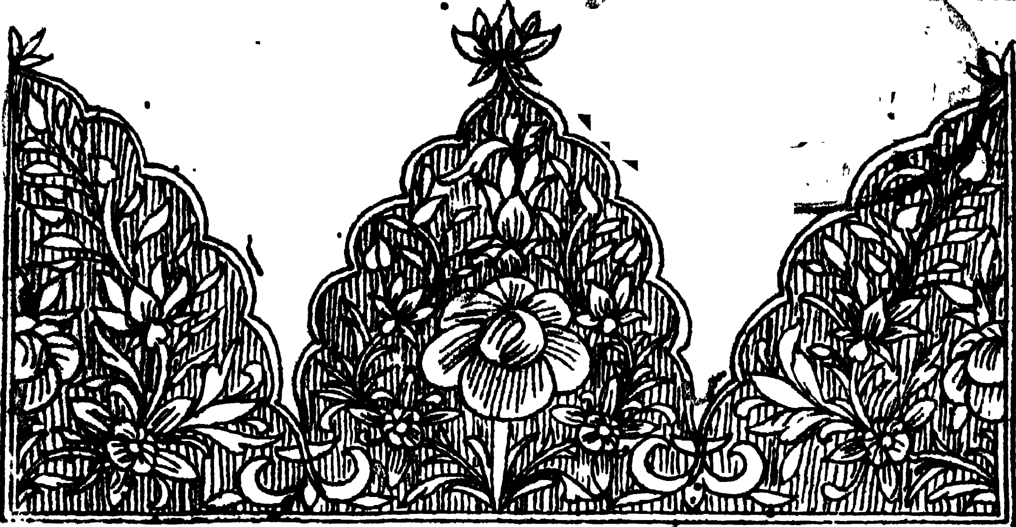
اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْهَا　　کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

اے ساقی ہوشیار ہو جام دائر کر پی اور پلا　　کیونکہ عشق اول آسان معلوم ہوا مگر اب مشکلین پڑتی ہین

الا کلمہ تنبیہ و توجیہہ۔ ساقی سے مراد مرشد کامل۔ اَدِرْ بمعنی دور ساغر چلا۔ یا جام شراب دائر کر۔ ناول صیغہ امر از مصدر تناول والناولۃ۔ یعنی کوئی شے اورونکو بھی دینا۔ جسکے یہہ معنی لئے گئے ہین کہ پی اور پلا۔ عشق سے مراد عشق حقیقی۔ اور اول سے مقصود روز میثاق۔ مشکلون سے عبارت منازل مقامات ہین یعنی ہم عدم سے وجود مین اسلئے آئے تہے کہ حصول معرفت الٰہی اور مشاہدہ حق آسان ہو جاوے۔ مگر معلوم ہوا کہ عشق الٰہی جیسا کہ بمقابلہ عدم کے وجود مین آسان معلوم ہوتا تھا اوس سے کہین مشکل نکلا۔ کیونکہ وجود فانی چیز ہے۔ اور عشق حقیقی باقی پس فانی شے باقی پر کسطرح حاوی ہو سکتی ہے۔ یہی بڑی مشکل تہی جو ہمکو عدم سے وجود مین آکر پیش آئی۔

محققین کے نزدیک اہل معرفت کو حصول معرفت سے پہلے دس منزلین طے کرنی پڑتی ہین اور عشق کی منزل گیارہوین ہے۔ لہذا کوئی طالب حقیقت بلا ان دسون منزلونکو طے کئے ہوئے منزل عشق تک نہین پہونچ سکتا۔ اور نہ عارف کامل بن سکتا ہے۔ چنانچہ پہلی منزل طالب حقیقت کے واسطے منزل **موافقت** ہے۔ یعنی دوست کے دشمنون کو جس سے شیطان و نفس امارہ و مکروہات دنیا مراد ہین دشمن جانے۔ دوم منزل **میل** یعنی ماسوائے اللہ کو دل سے بھلا دے سوم منزل **موانست** یعنی ہر حال مین اللہ کو ڈہونڈہے۔ اور سب سے بہاگے چہارم **مودت** یعنی بخشوع و خضوع قلب متوجہ الی اللہ ہو۔ پنجم **ہوا** کہ دل کو ریاضت اور مجاہدہ مین محو کر دے۔ ششم **خلت** کہ تمام اعضائے بدن کو ماسوا اللہ سے خالی کرکے یاد الٰہی سے پُر کرے۔ ہفتم **الفت** کہ تمام خصائل ذمیمہ سے پاک و صاف ہو کر متصف بصفات حمیدہ ہو ہشتم منزل **شغف** یعنی غلبہ حرارت کے شوق سے دل دو نیم کرکے رموز عشق کے افشا کو برا سمجھے۔ مگر بصورت حال

ردیف الف



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ امابعد یہ خاکسار ہیچمدان محمد اسمٰعیل خان صاحبان اہل طریقت نیز شائقینان ذیمرتبت کی خدمت سراپا برکت مین ملتمس ہی کہ گو دیوان خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ سراسر اسرار معرفت اور رموز حقیقت سی پُر ہے ۔ مگر چونکہ عبارت اسکی ادق اور مشکل الفہم فارسی ہی اسلئے اکثر اصحاب اردودان اس پُرلطف دیوان کے مطالعہ سے حظ نہین حاصل کرسکتے ۔ چونکہ اسوقت تک اسکی کوئی شرح اردو مین نہین ہوئی ہے ۔ لہذا مین نے اسکی شرح لکھنے کا قصد کیا اور اول کے دوچار شعر کے معنی معہ شرح لکھکر اصحاب نکتہ دان کو سنائے منجملہ اونکے میرے نہایت ہی مکرم جناب مولوی معزالدین خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ وکیسی نیشن ملک چشن نے بہت ہی پسند کیا اور مجھے اسکے تمام وکمال لکھنے کی ترغیب دلائی ۔ اور اسکے اہتمام طبع مین مالی مدد بھی فرمائی ہے ۔ چنانچہ مین نے خدا کے توکل اور مولوی صاحب موصوف کی تحریک پر شرح کا لکھنا شروع کردیا اور نام اسکا گلبن معرفت رکھا ۔ اب خدائے کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھے اسکے پورا کردینے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اور پسندیدگی شائقین سے میری محنت کو ٹھکانے لگائے ۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

عام ساقی نہین ہے۔ بلکہ خاص وہ ہی ساقی ہے۔ جو شراب معرفت پلانے کا اوستاد ہے اور
گو ساقی خم وحدت یا مرشد کامل شراب معرفت پلانے مین تساہل نہین کرتا تاہم شوق کا یہی مقتضا ہے
کہ اوس کو ہر وقت اپنی طرف متوجہ ہی رکہا جاوے۔ جسطرح کہ بچہ اپنی مان سے دودہ مانگنے مین تقاضہ
کیا کرتا ہے درحالیکہ وہ کسی وقت اوس سے دریغ نہین کرتی۔

بوی نافہ کاخر صبا زان طرہ بکشاید ز تاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

بسبب نافہ کی بو کہ آخر شب مین صبا اوس طرہ کو کہولتی ہے اوسکی مشکین چوٹی کے پیچ سے دلون مین خون ہوتا ہے

بوے نافہ مشک کی بو کاخر کے بعد لفظ شب محذوف ہے۔ جس سے مراد پیغام ترک وجود ظاہری یعنی موت
کا پیغام ہے جو عارفان کامل اور عاشقان صادق کے پاس آخروقت مین منجانب اللہ پہونچا کرتا ہے
مصرع ثانی مین شین کی ضمیر اوسی شب کی طرف راجع ہے۔ چونکہ نافہ سیاہ ہوتا ہے۔ اور تاتاری ہرن
کے ناف کے خون سے بنتا ہے اسلئے برعایت سیاہی بالونکی چوٹی اور شب کی تشبیہ اور تعلیل مین کمال شاعری
دکہلایا گیا ہے علاوہ اسکے دل جو تمام انسانی خواہشونکا مرکز ہے۔ اوسمین بہی صرف ایک قطرہ خون کا
ہونا مشہور ہے اور کہتے ہین کہ یہ خون سیاہ ہوتا ہے۔ اس رعایت سے قطرہ خون کا دل مین ہونا۔ اور
ہرن کی ناف مین نافہ بنجانا جو دونون سیاہی مائل ہوتے ہین فارس کی شاعری کی قابل تعریف تشبیہین ہین۔
چونکہ خواجہ علیہ الرحمۃ موصل الی اللہ شاعر تہے۔ لہذا اس لطیف شاعری کے پیرایہ مین اونہون نے وہ ہی اسرار
معرفت بیان فرمائے ہین۔ اور خلاصہ **مطلب** یہہ ہے کہ پیغام وصال جو حصول معرفت کی صبا آخر شب مین
یعنی آخروقت مین بوی پیغام حضرت صمدیت مشتاقان حق کے پاس پہونچاتی یعنی مژدہ وصل سناتی
ہے تو اوسکے سننے سے دل جو ظاہری وجود کا سرراہ کار ہے غم وغصہ سے خون ہوجاتا ہے۔ اور نہین چاہتا
کہ ہستی مستعار برباد ہوکر اوسکی سلطنت ویران ہوجاے۔ چونکہ عارف کامل کا وصال موت سے ہوتا ہے اور
دل وجود انسانی کا بادشاہ ہے۔ پس اوسکو اس بربادی سے کمال رنج ہوتا ہے۔ اس شعر کا یہی منشا ہے جو
اس سے اچہی طرح پر حل نہین ہوسکتا تہا۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جانماز کو شراب سے رنگ اگر پیر مغان تجکو حکم دے کیونکہ ہادی منزلونکی راہ ورسم سے بیخبر نہین ہوتا

مے سے عشق الٰہی اور سجادہ سے دل عارف مراد ہے۔ پیر مغان سے مرشد کامل اور منزلون سے

نہم تتیم یعنی اپنے آپ کو محبت کا بندہ سمجھے۔ دہم ذلہ یعنے آئینۂ دلکو جمال حق کی برابر کرکر شمہ
محبت سے سرشار ہوجائے۔ گیارہوین منزل عشق کی ہے کہ اس مین زبان پر ذکر خدا اور طبیعت مین
فکر حق سبحانہ تعالی۔ اور روح کو مشاہدہ جمال لم یزلی مین ایسا مستغرق ومحو بنا دے کہ خودی سے
بیخود ہوکر از خود رفتگی کیحالت مین ذات احدیت مین شامل ہوجائے۔ اسی کو عشق حقیقی کہتے ہین اور یہی
مقام معرفت ہے۔ لہذا اس شعر مین مشکلو نسے یہی دس منزلین مراد ہین۔ جو عشق حقیقی تک پہونچنے
مین پیش آتی ہین۔

مطلب شعر کا یہہ ہے کہ اے ساقی خم معرفت۔ یا اے مرشد کامل اٹھ اور شراب عشق حقیقی کا جام دائر
کر یعنی تو بھی پی اور ہمکو بھی پلا۔ اسلیے کہ عشق حقیقی جو ایک دشوار کام ہے سرور مین آسان ہوجائے
اور جو جو مشکلین اسمین حائل ہین وہ کیفیت نشۂ عرفان مین محسوس نہو سکین جسطرح کہ شراب کے نشے مین مشکل اور
محنت طلب کام آسانی سے انجام ہوجاتے ہین۔ اسی طرح عشق الٰہی کا کام جسکو ہم اول مین آسان سمجھے
تھے مشکل ہے پس اوسکو آسان کرنے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ ہم اوسی شراب معرفت کے نشے مین مخمور
ہوکر اوس کو اپنے واسطے آسان کرلین۔ یہان ایک یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حافظ علیہ الرحمتہ
ابھی عشق حقیقی کی منزل تک نہین پہونچے تھے جو وہ پہلے کی دس منزلونکو مشکل سمجھ کر ساقی سے دور
ساغر کی التجا کرتے ہین۔ تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ عارف کامل تھے۔ اور اونکو منازل عشق کی ابتدائی
منزلین سطے کرنیکی ضرورت اب باقی نہ تھی۔ لیکن قاعدہ عام یہ ہے کہ کامل اپنے آپ کو کبھی کامل نہین کہا کرتا
بلکہ ناقص ہی بیان کرتا رہتا ہے۔ اسی اعتبار سے خواجہ صاحب بھی باوجود پورے عارف ہونے کے اپنے
آپ کو مبتدی ہی ظاہر کرتے ہین۔

فائدہ اہل معرفت یا اصحاب طریقت کو لفظی معنے سے بحث نہین ہوتی بلکہ معنوی سے ہوتی ہے۔ اور
ہر ایک جملہ کا ماہو المقصود خواہ وہ کسی طرح کہا جاوے صوفی لوگ وہی مراد لیتے ہین جو اونکے دل مین ہوتا ہے چونکہ
حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ ارباب طریقت سے ہین۔ لہذا اونہون نے لفظ ساقی سے مرشد کامل اور [illegible] سے
اوسکو اپنی طرف مائل کرنا مراد لیا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان الفاظ سے مرشد کی سوء ادبی مقصود
اور اوس سے ساغر کا تقاضا کرنا عقل سے بعید ہے۔ کیونکہ جب وہ خود شراب معرفت پلانی کو ہر وقت موجود
رہتا ہے تو اوسپر ایسے سقیم الفاظ سے تقاضہ کرنا کیا معنی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خواجہ کا مقصود کوئی

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین حایل کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

اندہیری رات موج کا خوف گرداب کا یہ زور بزفکر کنار رہنیوالی ہمارا حال کیا جانین

شب تاریک سے دنیا - اور بیم موج و گرداب سے تفکرات زندگانی اور مکروہات دنیا مراد ہین۔ سبکسار یا سبکبار وہ لوگ جو دریائے موت سے پار اوتر گئے ہون - اور آرام سے عدم کی خشکی پر سوئے ہون مطلب یہ کہ جسطرح منجدہار مین پہنسی ہوئی اور جلد ڈوب جانے والی کشتی کے بیٹھنے والونکی تکالیف اور مصیبت کو ساکنان خشکی جو آرام سے اپنے اپنے مکانونمین پیر پہیلائے سوتے ہون نہین جان سکتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہمسے پہلے دریائے موت کے پار اوتر گئے۔ اور چھین سے عالم قدس مین ہین۔ یعنی واصل بحق ہو گئے ہم دنیا کے رہنیوالون اور بیم دہراس موت یا مکروہات خیالی باطلہ مین پہنسے ہوؤن کے حال کو کیا جانین کہ کس مصیبت مین ہین۔ اور ہمپر کیا گذرتی ہے۔ دنیا کو شب تاریک سے تشبیہ دینے کا بہت عمدہ قرینہ ہے۔ کیونکہ اسمین بذات خاص کوئی مادہ روشنی کا نہین سورج یا چاند جو اسکو روشن کئے رہتے ہین وہ آسمانونسے متعلق ہین۔ اگر سورج زمین کو روشن نہ کرے تو یہ کرہ ارض متعلق بہ عالم سفلی ہونے کی وجہ سے شب تاریک سے بھی کہین زیادہ تاریک ہو جائے۔

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر نہان کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا

تمام کام مین مین نے خود کامی سے بدنامی اوٹھائی وہ بہید کب پوشیدہ رہ سکتا ہے کہ جسکو محفلون نے گیا ہو

فرماتے ہین کہ مین نے تمام کامون مین جو اپنے ارادہ اور اختیار سے کئے آخرکار بدنامی اوٹھائی یعنی جب مین عالم وحدت سے عالم تعین اور کثرت مین آیا تو جو افعال مجہسے سرزد ہوے وہ میری صحیح العقل اور حواس خمسہ کے سبب ہو کر رسوائی کا باعث ہوگئی۔ اونہا حال عشق یا راز توحید نہ چھپ سکا کیونکہ جس پوشیدہ کام کو بہت سے لوگ ملکر کرین تو اوسکا راز کبھی نہ کبھی ضرور طشت از بام ہو جاتا ہے اسی طرح میرا اصلی راز کہ جو خاص عالم لاہوت سے متعلق تھا وہ حواس خمسہ اور اونکے تابعین اعضاء کی وجہ سے کہ جو جسمانی مقاصد کے کام انجام دیتے ہین فاش ہو گیا۔ اگر مین اس عالم کثرت مین نہ آتا تو میرا راز بھی حواس خمسہ اور اعضائے ظاہری کے اختیار مین نہ ہوتا۔ اور اگر کثرت مین بھی آتا تو بجائے

وہ ہی معرفت حق کی گیا رہون منزلین مقصود ہین۔
شعر ہذا کا مطلب تو یہہ ہے کہ اے طالب تجکو مرشد کامل کے حکم کا یہانتک اتباع کرنا چاہئے کہ اگر وہ جانماز کو شراب سے آلودہ کرنے کو کہے تو تو بیخوف وخطر اوس مین ڈبودے۔ کیونکہ وہ عشق حقیقی کے مراحل طے کرنے کے راز سے بخوبی واقف ہے اور کبھی راستہ سے نہین بہک سکتا۔ اس سے مرشد کامل کی بجاآوری احکام مین تاکید مقصود ہے۔ جو طالب پر بمنزلہ فرض ہے۔ ورنہ ہادی کبھی ایسی ناجائز بات کی ہدایت سے آزمایش نہین کریگا۔ مگر طالب کو بھی لازم ہے کہ اوسکے حکم سے کسیوقت اور کسی حالت مین سرتابی نکرے۔ اور معنوی **مطلب** یہ ہے کہ اے مخاطب اپنے دل کو مے وحدت سے رنگین کرکے یکرنگ ہوجا۔ اور مرشد حقیقی کے حکم کی تعمیل اقوال اور افعال سے بجالا یعنی تمام حرکات وسکنات یا خطرات مین اوسی مے وحدت کے سرور کا اتباع کئے جا۔ اسلئے کہ سالک راہ معرفت اور طریق حقیقت سے بیخبر نہین ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہردم ۔۔۔ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

مجکو راہ جانان مین کیا عیش وآرام جبکہ ہر وقت ۔۔۔ جرس شور مچاتا ہے کہ محملون کو باندھو

جرس اون ٹالون کی آواز کو کہتے ہین کہ جو قافلہ والے اپنے مرکبون کے گلے مین باندھا کرتے ہین اور ان سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ جسوقت پڑاؤ سے چلین تو ہر کاروانی آگاہ ہوجائے کہ اب چلنے کی طیاری ہورہی ہے اور کسی وجہ سے رہ نجائے۔ یا ٹالونکا بجنا اسباب کی علامت ہوتی ہے کہ اسباب سفر درست کرکے منزل کے لئے طیار ہوجاؤ۔ اس اعتبار سے گویا جرس چلنے کا تقاضہ کیا کرتا ہے کہ بیخبر نہو۔ بلکہ اسباب سنبھالو۔ محمل یعنی کجاوہ یا عماری جو اونٹ پر کسا جاتا ہو منزل جانان سے وصال الٰہی اور جرس سے آواز ملک الموت مراد ہے۔ **مطلب** یہہ ہے کہ جب مجکو منزل جانان یعنی راہ عدم درپیش ہے اور وہان پہونچنے کے لئے ملک الموت ہر وقت شور مچاتا یا کوس الرحیل بجاتا ہے تو مجھکو دنیا کی مستعار زندگی مین کیا راحت مل سکتی ہے۔ جبکہ تقاضائے موت کسی جگہہ چین نہین لینے دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا آرام کی جگہہ نہین اور یہانسے جلد اپنا رخت زندگی باندھکر سفر کی طیاری کرنی چاہئے۔ کیونکہ دنیا مین ٹھیرنے کی جگہہ نہ یہہ ہے نہ وہ ہے۔ لہذا ہر کاروانی کو لازم ہے کہ اپنا محمل اونٹ پر کسے اور جلد چلنے کو طیار ہوجائے

اور وصال محبوب حقیقی بھی ہو جائے۔ بلکہ طالبان حق حضوری کا ارادہ اوسیوقت کرتے ہین کہ جب دنیا اور اوسکے جھگڑون بکھیڑون کو خیر باد کہکر سب سے الگ تھلگ ہو جاتے ہین

ای فروغ ماہ حسن از روی رخشان شما — آبروی خوبی از چاہ زنخدان شما

اے خوبرویو تمہارے روی روشن سے ماہ حسن کو فروغ ہوا — تمہارے چاہ زنخدان سے خوبی کو آبرو ملی

اے کلمۂ ندائیہ ہے جو لفظ شما سے متعلق ہے۔ اور چاہ زنخدان اوس نشیب کو کہتے ہین جو کسیقدر ٹھوڑی کے بیچ مین ہوتا ہے۔ شعرائے فارس کے نزدیک یہ ٹھوڑی کا نشیب گویا خوبصورتی چہرہ کی علامت ہے۔ شعر کا مجازی مطلب یہ ہے کہ اے حسینو تمہارے چہرۂ تابان کے سبب چاند کو روشنی اور تمہارے چاہ زنخدان سے لفظ خوبی کو آبرو ملی ہے۔ مگر حقیقی معنے اس شعر کے اسطرح پر ہین کہ لفظ شما سے محبوب حقیقی کیطرف خطاب ہے یہ شاعرونکا طریقہ ہے کہ وہ معشوق کو جمع مخاطب کی ضمیر سے بھی خطاب کرتے ہین۔ گو یہان اس شما کا مخاطب حق سبحانہ تعالی ہے۔ مگر شاعری اور قافیہ کے اعتبار سے یہ ضمیر لانا صحیح ہوگا۔ ماہ حسن سے حسن معشوقان مجازی اور روے رخشان سے تجلیات انوار حق مقصود ہین۔ تو اس صورت مین یہ مطلب ہے کہ اے بے نظیر محبوب حقیقی جو کچہ تماشہ اس دنیا مین نظر آتا ہے یا جتنے حسین نظر پڑتے ہین ان سب مین تیرے ہی جمال کا پرتو ہے اور تیرا ہی عکس ان سب پر سایہ افگن ہو رہا ہے کیونکہ اللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ اللہ حسین ہے اور حسینونکو بھی دوست رکھتا ہے۔ اور نیز یہہ بھی ممکن ہے کہ اس شعر سے حضور سرور کائنات مفخر موجودات کیطرف خطاب کیا گیا ہو اس صورت مین شما کی ضمیر کا شک بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اور باقی مطلب وہی رہیگا جو معنوی طور کا بیان ہوا۔

عزم دیدار تو دارد جان برلب آمدہ — باز گردد یا بر آید چیست فرمان شما

تیرے دیدار کے ارادہ سے جان لب پر آئی ہے — لوٹ جائے یا نکل آئے اسکے واسطے کیا حکم ہے

یہان پہلے مصرع مین تو آیا ہے اور دوسرے مین شما۔ پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ شعرا اکثر معشوق کو تم کے لفظ سے [illegible] کیا کیے ہین۔ اس سے جمع مقصود نہین ہوتی۔ بلکہ ادب مقصود ہوتا ہے۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اے شاہ حقیقی میری جان تیرے دیدار کے اشتیاق مین نکلنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ یعنے تیرا ... چاہتی ہے۔ اگر وقت اوس سے نکے

صحیح الحواسی کے حالت مجذوبانہ رکہتا تو بھی بہتر اور انسب تھا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب لامین کچھ نہ تھا یعنی طلب لسانی نہ رکہتا تھا تو اپنے اختیار مین بھی نہ تھا۔ اور جبکہ عالم وجود مین آیا اور اپنے اختیار مین ہوا تو میرا پردہ اور راز وحدت فاش ہو گیا۔ اور کیون نہو جاتا جبکہ حالت وجود کا انصرام حواس ظاہری و باطنی کے متعلق ہے۔

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ ٭ متٰی ما تلق من تھوی دع الدنیا واہملہا

ای حافظ اگر تو حضوری چاہتا ہے تو اوس سے الگ مت ہو ٭ جبکہ کسی سے ملاقات کا ارادہ کرے تو دنیا کو خیرباد کہدے

اس شعر کا یہ مطلب ہے کہ اے عاشق جب تو محبوب کا وصال چاہتا ہے تو اوس سے جدا مت ہو کیونکہ جب محبوب سے وصال کا ارادہ رکھے تو اسکے منافی مقصود یعنی دنیا کو ترک کر دے لیکن دوسری مصرع کے معنون پر اسصورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پہلے دنیا ترک کرکے بعد کو ملاقات وصل محبوب کی آرزو کرنی چاہئے مگر یہان الٹا مضمون ہے کہ ملاقات پیدا کرکے حافظ صاحب بعد مین ترک دنیا کی ہدایت کرتے ہین۔ چنانچہ بعض محققین نے رفع اعتراض کے واسطے لفظ متٰی کے بعد اردت کو مقدر مانا ہے اور مصرع کا فقرہ بنا کر یون پڑھا ہے۔ متٰی اردت ما تلق من تھوی دع الدنیا واہملہا جس کے معنے یہہ ہوے کہ جب تو وصل محبوب کا ارادہ رکھے تو دنیا کو ترک کرکے خیرباد کہدے۔ چنانچہ ہمنے بھی دوسرے مصرع کا ترجمہ اردت کو شامل کرکے کیا ہے۔ اسموقع پر ملاقات کے معنے عشق پیدا کرنے کے نہین لئے ہین بلکہ وصل کے لئے گئے ہین جیسا کہ اول مصرع کے لفظ حضوری سے ظاہر ہے۔ ایک عالم کو اس مصرع کی ترکیب پر یہہ بھی اعتراض ہے کہ جسوقت جزا شرط اور امر و نہی جملہ اسمیہ ہو تو فا کا لانا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر جزا مقدم ہو تو بغیر ف کے جائز ہو جائیگا۔ بہر حال مصرع مذکور ترکیب نحوی مین ذرا پیچدار ہے اور ہمکو اوس پیچ کی اردو شرح کرنے سے مطلب کو طول دینے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ لہذا ہمنے اسکا خلاصہ یہہ نکالا ہے کہ حضوری سے وصل یار مراد ہے یعنی اے حافظ اگر تو وصال محبوب حقیقی چاہتا ہے تو ہر وقت یاد الٰہی سے حضور مین حاضر رہا اور دم بھر کو الگ نہو اسلئے کہ کسی سے ملاقات کر کر وصال کی آرزو کرنا یا دولت حضوری پا جانا اوسوقت ممکن ہے کہ جب اسکو چیزون یا اوسکی منافیات کو ترک کر دیا جائے۔ یعنی یہہ ممکن نہین کہ دنیا بھی رہے

اور تمہاری نظر جو ہمارے فائدہ کے واسطے تھی وہ ہم سے نرگس کی طرح حجاب آلود رہی
اس سے تو بہتر تھا کہ تم ہمکو پہلے ہی سے اپنا شیدا نہ بناتے اور جب ابتدا ہی سے تمنی ہمارے
حال پر مہربانی فرمائی ہے تو اب پوری توجہ سے با کامل نگاہ سے ہمین منزل مقصود تک پہونچادو
فائدہ چونکہ دیوان ہذا مین قریب قریب مجازی اور حقیقی دونون قسم کے معنی پیدا ہوتی
ہین اور اسی اعتبار سے شعر تصنیف بھی کئے گئے ہین۔ لہذا ایک ہی رنگ مین اسکی شرح نہین
ہو سکتی۔ تمام دیوان ظاہر مین مجازی مگر باطن مین حقیقی معنی کا پہلو لئے ہوے ہے۔

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر • زانکہ زد بر دیدہ آبی روی رخشان شما

ہمارا خواب آلود نصیب جاگ جائیگا لیکن • اس سبب سے کہ اوسکی آنکھونپر تمہاری روی روشن نے پانی چھڑ[کا]

قاعدہ کلیہ ہے کہ جب خواب آلود یا نیند اسے کے مونہہ پر پانی چھڑکا جائے تو نیند بھاگ جاتی ہے
اور یہہ بھی قاعدہ عام ہے کہ تیز روشنی کے دیکھنے سے آنکھون مین چکاچوند پیدا ہوکر پانی بھر آتا ہے
اس موقع پر روے رخشان سے انوار تجلیات ایزدی اور شما سے وہی محبوب حقیقی مراد ہے
اور مطلب یہہ کہ تیری تجلیات معانی سے جب عاشق کی آنکھون مین چکاچوند پیدا ہوئی تو اونمین
پانی بھر آیا۔ پانی سوتے ہوے بخت کے واسطے خواب غفلت سے بیدار کرنیوالی مثال رکھتا
ہے کہ جیسے سوتے ہوے کے مونہہ پر پانی چھڑک دینا۔ مختصر یہ کہ جو پانی تجلی الٰہی دیکھنے سے آنکھون مین
پیدا ہوا وہ اوسی عاشق کے یا اوسکے بخت خفتہ کے بیدار کرنیکو کافی ہوگیا۔ پس حافظ صاحب
فرماتے ہین کہ جب تک مین جمال جہان آرا سے مشرف نہوا تھا تو میرے بخت سوے ہوے تھے
لیکن جبکہ جلوہ الٰہی نظر آگیا تو اوسکی تیزی سے جو پانی آنکھونسے نکلا وہ خفتہ کے مونہہ پر پانی چھڑکنا
ہوگیا لہذا اب میری نصیب پورے طور پر بیدار ہوجاینگے۔

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ • بو کہ بوی بشنویم از خاک بستان شما

اپنی رخ سے صبا کے ہمراہ گلدستہ بھیج • شاید کہ بو پائین ہم تمہاری باغ کی خاک سے

خاک سے مراد قدر ہی خفیف۔ یعنے اگر تم اپنے باغ حسن سے باد صبا کے ہاتھ ایک گلدستہ بھی
بھیجدو تو شاید ہم اوسکی تھوڑی سی بو پا جائین۔ یعنی کچھہ نہ کچھہ لطف تو حاصل کر ہی لین:
معنوی مطلب اسطرح پر ہے کہ گلدستہ سے مجمع اہل یقین اور صبا سے الہام ربانی یا

نکلنے کا آگیا ہو تو حکم دے۔ کہ نکل آوے۔ اور جو ابھی وقت نہین آیا ہے تو ارشاد کر کہ پھر اپنے قیدخانۂ تن مین چلی جاے اس شعر مین گویا وصال کی آرزو کیگئی ہے۔ مگر مرضی محبوب کا پہلو لئے ہوئے

کی دہد دست این غرض یارب کہ ہمدستان شود ٭ خاطر مجموع ما زلف پریشان شما

اے خدا یہ مراد کب برآویگی کہ ہم صحبت ہونگی ٭ ہماری خاطر مجموع اور تمہاری زلف پریشان

ہمدستان ہمداستان کا مخفف ہے جس کے معنی ہم کلام اور ہم صحبت کے ہین۔ دوسرے مصرع مین خاطر مجموع یا دلجمعی سے شاہد وحدت پر بلا تفرقہ خیالات جبر یا اختیار سے فریفتہ ہونا مراد ہے دلجمعی اوسیوقت ہوتی ہے کہ سواے ایک کے اور کسیکا خیال نہو۔ زلف پریشان شما سے اوسکی قدرت کے گوناگون جلوے مقصود ہین کہ کہین کچھہ اور کہین کچھہ نظر آتا ہے۔ گویا یہ جلوہ ہاے قدرت یا مظاہرات حق زلف پریشان کیطرح ہین۔ اور خاطر مجموع زلف پریشان کی ضد یہ تشبیہ بہت ہی پُرمعنی ہے۔ چونکہ اہل معرفت روح کا عدم سے وجود مین آنا اوسکا اپنی اصل سے جدا ہوجانا قرار دیتے ہین۔ مگر موت کے بعد وہ پھر اپنی اوسی اصل سے جا ملتی ہے۔ لہذا مطلب خواجہ صاحب کا یہ ہے کہ اے خدا وہ کونسا دن ہوگا کہ جب یہ مراد برآوے گی کہ ہماری خاطر مجموع یعنی روح تیری زلف پریشان سے یعنی شاہد حقیقی سے وابستہ ہوکر حال اشتیاق بیان کریگی اور اوس سے اسطرح ملیگی جسطرح کہ بچھڑے ہوے ہم صحبت ہوا کرتے ہین۔ اس شعر سے بھی تمناے وصال پائی جاتی ہے۔

کس بدور نرگست طرفی نہ بست از عافیت ٭ بہ کہ بفروشند مستوری بہ مستان شما

تیری نرگسین کے دور مین کسیکو آخر کوئی فائدہ نہوا ٭ بہتر ہے کہ پردہ نشینی کو تمہارے مستان چشم کے ہاتھہ بیچڈالین

حجاب آلودگی کی صفت مین شعراے فارس آنکھہ کو نرگس کے پھول سے تشبیہ دیا کرتے ہین۔ طرف بستن فارسی محاورہ کسی چیز سے فائدہ اوٹھانا طرفے نہ بست کوئی فائدہ نہ اوٹھایا۔ مستوری گوشہ نشینی مستان یعنی مستان چشم۔ یعنی کسی شخص نے تمہاری نرگسین آنکھون کے دور مین کوئی فائدہ نہ اوٹھایا اس سے تو یہی بہتر ہے کہ گوشہ نشینی کو اونکے ہاتھہ بیچڈالا جائے۔ یعنے جب وہ کسی فائدہ کے لئے نہین ہین تو اونکا گوشہ مین ہی رہنا بہتر ہے۔ اور معنوی مطلب اس شعر کا یون ہے کہ شما سے مرشد کامل یا سالک راہ طریقت کی طرف خطاب ہے۔ اور طلب حقیقت مین زیادتی کا تقاضہ مقصود ہے یعنی اے مرشد کامل تمہارے دور دورہ مین ہم تمہاری ایک نظر عنایت کے مشتاق رہے

کہ ہے۔ اب ہم حقیقی مطلب کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ ساقیان بزم جم سے مراد مقبول اولیاء
اللہ اور مے سے معرفت مراد ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اے مرشدان کامل گو ہمارا جام
تمہاری بدولت مے معرفت سے جیسا کہ بھرنا چاہیے تھا نہین بھرا گیا۔ یعنی ہماری طلب طریقت
کی سیری نہوئی تو بھی ہم تمہارے دعا گو ہین کہ خدا تمہاری عمر دراز کرے اور تم ہمیشہ اپنا فیضان
صحبت اسی طرح طالبونکو پہونچاتے رہو۔ واضح ہو کہ جو قاعدہ مخمورونکا شراب کی طلبی مین ساقی سے
ہوتا ہے وہی طریقہ مخموران بادۂ معرفت کا مرشد کامل سے سمجھنا چاہیے کہ جیسا ہے وہ کتنا ہی سلوک
کرے مگر وہ سیر نہین ہوتے اور طلب ہی کیے جاتے ہین۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شعر حضور
سرور کائنات کی نعت شریف مین ہو۔ اور جم سے بذات خاص حضور اور ساقیون سے صحابہ کرام مراد
ہون اور معنے یہ ہون کہ اے رسول اللہ کی بزم رشک ارم کے جلیسو یعنی اے صحابہ محترم کہ اگرچہ
تمہارے زمانہ مین ہم پیدا نہوے اور نہ تمہاری صحبت سے فیضیاب ہوے تاہم تم اپنی بےعدیل
خصلت اور فیض صحبت کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ یادگار زمانہ رہو۔ اور تاقیامت تمہارے نامون
کی شہرت بنائے اسلام کے سبب باقی رہے

اے صبا با ساکنان شہر یزد از ما بگو — کای سر ناحق شناسان گوی میدان شما

اے صبا شہر یزد کے رہنے والونکو ہماری طرف سے کہیو — کہ ای ناحق شناسونکے سر تمہارے میدان کی گیند ہین

گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست — بندۂ شاہ شمائیم و ثناخوان شما

اگرچہ ہم تمسے دور ہین لیکن ارادہ دور نہین ہے — تمہارے بادشاہ کے غلام اور تمہارے ثناخوان ہین

یہ دونون شعر قطعہ بند ہین۔ اور حسب قاعدہ پہلے ہم ان شعرونکا مجازی مطلب بیان کرتے ہین
ممکن ہے کہ خواجہ علیہ الرحمۃ شہر یزد کے رہنے والے ہون۔ یا کم از کم وہان رہے ہون اب چونکہ
وہ شیراز مین تھے۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کل غزل اونہون نے بطور اشتیاق نامہ کے لکھی ہے۔
اور صبا کو شاعرون کی عادت کے موافق اپنا پیغامبر یا نامہ بر بنایا ہے۔ اور کہتے ہین کہ اے باد صبا
ہمارے دوست احباب سے جو شہر یزد مین ہین تو یون کہنا کہ ہم تمسے دور ہین اور ناحق شناسونکے
سرونکو تمنے اپنے کھیلنے کی گیند بنایا ہے۔ یعنی غیرون سے ربط وضبط پیدا کیا ہے گو ہم دور سہی تاہم
دل ہمارا دور نہین۔ اور ہر وقت تمہین یاد کرتے ہین یا ہمت و ارادہ سے دور نہین ہین۔ لیکن کیا فرق ہے

وحی خفی مراد ہے جسکو القا کہتے ہیں ۔ اور خاک بستان شما سے مشاہد یزدانی مقصود ہے۔ یعنی اے محبوب حقیقی اگر تو اپنے باغ معرفت سے بذریعہ اپنے الہام کریم اہل یقین یا مرشدان کاملین کو میرے پاس بھیجدے تو کیا عجب ہے کہ مین بھی تیری باغ معرفت سے کچھ نہ کچھ پا جاؤن۔ اور اس ذریعہ سے مقصود اصلی تک پہونچ جاؤن۔

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید   زینہار ای دوستان جان من و جان شما

دلدار کو خبر کردو کہ دل خرابی ڈالتا ہے   ضرور ضرور ای دوستو تمہین اپنی اور میری جان کی قسم

یعنی میرا دل بوجہ شیفتگی اور راز خود رفتگی کے حال عشق کو ظاہر کئے دیتا ہے چونکہ عاشقان صادق راز عشق کو ظاہر نہین کیا کرتے لہذا اسی افشاء راز کو خرابی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دلدار کو آگاہ کرنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ اوس کو اخفا کی توفیق دے۔ دوستو نسے مراد صوفیان ہم شرب ہین اور جان من و جان شما سے مقصود تمہین اپنی اور میری جان کی قسم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اے دوستان حقیقت طلب تمکو تمہاری اور میری جان کی قسم ہے کہ تم خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے دلکو راز عشق کی پوشیدہ رکھنے کی توفیق دے۔ کیونکہ دل کی خود رفتگی سے راز محبت کے آشکارا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ بڑی خرابی ہوگی۔ ممکن ہے کہ الفقراء کنفس واحد کے اعتبار سے جان من جان شما کا یہ مطلب ہو کہ جیسے میری جان ہے ویسی ہی تمہاری اور جب اس حالت مین ہم تم واحد ہین تو میری خرابی سے تمہاری خرابی بھی متصور ہوگی تو اس صورت مین زینہار کے معنے البتہ کے لئے جائینگے۔

عمتان باد دراز ای ساقیان بزم جم   گرچہ جام ما نشد پر می بدوران شما

عمر تمہاری دراز ہو جیو اے بزم جم کے ساقیو   اگرچہ ہمارا جام تمہارے دور مین شراب سے بھرا

تان بمعنے شما۔ شاہ جمشید کی محفل مشہور تھی کہ جسمین ہزارون آدمی ہوتے تھے اور تمام سامان عیش وطرب مہیا ہوتا تھا۔ حافظ علیہ الرحمتہ بطور استعارہ فرماتے ہین کہ ای بزم جمشید کے ساقیو اگرچہ تمہارے زمانہ مین جبکہ کسیکے واسطے شراب کی کمی نہین ہوتی تھی ہمارا جام کبھی نہ بھر اگیا تاہم ہم مست روز الست تمہین دعا سے ہی یاد کرینگے کہ خدا تمہاری عمر بہت دراز کرے۔ قاعدہ ہے کہ میخانہ کے مست ساقی کو دعائین ہی دیا کرتے ہین۔ خواہ وہ اونکے ساتھ کیسی ہی بے رخی اور کج ادائی

پہاؤڑہ کی مدد کے کسی کا محل بالکل نہیں بن سکتا پس پہاؤڑہ بنکر بھی محل کی خاک چومنا کچھہ معنے رکہتا ہی۔ بلحاظ باطنی یہہ غرض ہے کہ اے شہنشاہ بلند اختر برائے خدا میری مدد کر اور اسباب کی ہمت عطا فرما کہ مین مرتبہ اعلیٰ پر پہونچون اور تیرے ایوان معلےٰ کا آسمان کی طرح خاک بوس ہون۔ گو آسمان اسقدر بلند ہی تو بھی کنگرہ عرش اعظم کا خاک بوس ہی سمجھا جاتا ہے پس اسواسطے خواجہ علیہ الرحمۃ اپنے آپ کو خاک بوس ایوان معلےٰ کا ہونے کے لئے آسمان سے تشبیہ دیتے ہین۔ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ شاہ بلند اختر سے رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہون آپکا مرتبہ اتنا بلند ہی کہ آسمان بھی قبہ دار صورت مین حضور کی جائے قیام اور جائے مزار مبارک ہونے کے سبب زمین کی طرف جھکا ہوا ہے۔ یعنی آسمان اسیوجہہ سے زمین کا قدمبوس ہے کہ اوسپر رسول اللہ صلعم ہی کا مزار ہے اب حافظ صاحب حضور اقدس سے ملتجی ہین کہ اے شاہنشاہ بلند اختر برائے خدا میری مدد کر اور ہمت دے کہ مین آسمان کی طرح تیری ایوان پاک یعنی مزار مقدس کا خاک بوس ہون اور مدینہ جاکر مزار شریف کی خاک بوسی کرون۔

میکند حافظ دعائی بشنو آمینے بگو ۔ روزی ما باد لعل شکر افشان شما

حافظ دعا کرتا ہے سنو اور آمین کہو ۔ تیرا لعل شکر افشان ہماری روزی نصیب ہو

چونکہ لعل یا عقیق یمنی سے اور لب سے شعرا اکثر تشبیہ دیتے ہین لہذا یہان صرف تشبیہ معہ توصیف شکر افشان کے ہے جس سے لب معشوق مراد ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ اے سننے والو حافظ دعا مانگتا ہے اور تم سب ملکر آمین کہو وہ دعا یہہ ہی کہ محبوب حقیقی کے لب شکر افشان یعنے کہ وصال مقصود ہے مجھے اور تمہین اور سب عاشقان صادق کو نصیب ہون یعنے ہم سب طالبان حقیقت کو خدا کامیاب کرے اور اپنے وصال سے سیراب فرمائے۔

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا ۔ دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

اے اہل دل خدا کے واسطے دیکھنا دل ہاتہہ سے نکلا جاتا ہی ۔ افسوس کہ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے گا

صاحبدلون سے عارفان وقت اور راز پنہان سے عشق حقیقی مراد ہے۔ چونکہ عارفان کامل کے نزدیک راز عشق کا پوشیدہ رکہنا عین سعادت ہی لہذا مطلب یہہ ہی کہ اے صوفیان ہم مشرب خدا کے واسطے کچھہ تدبیر بتلاؤ کہ میرا دل حالت بے صبری مین میری اختیار سے باہر ہوا جاتا ہی

جب پہلے سے تمہاری شاہ وقت کے غلام اور تمہارے تعریف کنندہ ہین اور ہمیشہ دعاے خیر سے یاد کیا کرتے ہین۔ معنوی مطلب یہہ ہے کہ شہر تیرہ سے عدم آباد یا مقام علیین مراد ہے اور ساکنان شہر تیرہ دوہ اولیا سلف ہین جو اس سے پہلے واصل بحق ہوچکے ہین۔ اور ناحق قضا سونے غیر مربوط اور ظاہر پرست لوگ مقصود ہین۔ صبا سے وہ پیغام پہونچانے کی طرف اشارہ ہے کہ جو مشتاقان حق کے دلون مین پنہان ہوتا ہے اور جب وقت آتا ہے تو سالک اپنے دلسے نکالکر خدا کیطرف روانہ کرتا ہے اور اسکو روز الست کا عہد بھی کہتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہر مین تیرا اور دلسے عشق حقیقی کا جذبہ نہ رکہتے تہے تمہاری پاس پہونچ گئے۔ گو ہم ظاہر مین دور ہین۔ لیکن ارادہ یہی ہے کہ جلد اوس جناب مین پہونچین۔ اور وصال محبوب حقیقی حاصل کرین۔ شما کا لفظ شاہد حقیقی کے واسطے سمجھنا چاہیئے۔ اس سے جمع مقصود نہین ہے۔ بلکہ ادب مقصود ہے جیسا کہ اول عرض کردیا گیا ہے۔

دور دار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری   کاندرین رہ کشتہ بسیار اند قربان شما

خاک وخون سے دامن بچا اگر تو ہماری پاس ہوکر گذرے   کہ اس راستہ مین تیری لئے بہت سے قربان ہوے ہین

اس شعر کا مجازی مطلب صاف ہے۔ اور تشریح طلب نہین۔ حقیقی یہہ ہے کہ خاک اور خون سے ظاہر پرست لوگ اور اس سے اصلی طالب حقیقت مراد ہین۔ شما کی ضمیر مرشد کامل کیطرف راجع ہے۔ خلاصہ یہہ کہ اے مرشد کامل اگر تو ہمارے پاس ہوکر گذرے یعنی لوگون کو اپنا مرید بنائے تو خاک وخون سے دامن بچائے رہنا یعنی دنیا دارون اور ظاہر پرستون سے پرہیز کرنا کیونکہ ایسے لوگ جب کسی کو اپنا پیر بناتے اور بیعت کرتے ہین تو اونکی کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض اسمین پوشیدہ ہوتی ہے دوسری مصرع کا ربط پہلے سے صاف ظاہر ہورہا ہے۔ یعنی گو ہم بھی تیرے طالب ہین اور غیر بھی تابع فرمان بلکہ بہت سے بدل و جان قربان ہین اور بعض انمین سے ایسے بھی ہین کہ جنکا قربان اور فدا ہونا اوسکو ذاتی فائدہ پر مبنی ہوگا پس ایسے ظاہر دارون کی باتون مین آکر اپنے فیضان کو ضایع نہ کرا اور انسے بچا رہ۔

ای شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتی   تا ببوسم ہمچون گردون خاک ایوان شما

اے شہنشاہ بلند اختر برائے خدا ہمت دے   تاکہ چوموں تیرا ایوان کی خاک مثل گردون کے

اس موقع پر گردون کے معنی پہاڑ کے بھی لئے جاسکتے ہین اور صاف ظاہر ہے کہ بلا

بڑی خوش الحانی سی کہہ رہا تھا کہ ای ساقی معرفت شراب صبوحی لا اور ای مستان طریقت جلدی اوٹھو اور مست ہونیکی فکر کرو یعنی صبوحی پیو۔ صبوحی اوس شراب کو کہتے ہین جو صبح کیوقت نیند کا خمار دور کرنیکو پی جایا کرتی ہے۔ علاوہ اسکی فارس کا بلبل بہت ہی خوش الحان پرندہ ہے وہ اکثر صبح کو بولتا ہے گویا دوسرا مصرع ہات الصبوح حیوایا ایہا السکارا۔ بلبل کی بولی ہے اور صبوحی کا لفظ صبح کے اعتبار سے لائے ہین۔

ای صاحب کرامت شکرانہ سلامت روزی تفقدی کن درویش بینوا

اے صاحب کرامت سلامتی کا شکر کر کسی روز مہربانی لازم ہے بے سامان فقیر پر

صاحب کرامت سے مرشد کامل مراد ہے اور مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل اپنی سلامتی سلوک کے شکریہ مین جو تجہے آپ بے نیاز کی جناب مین اپنی مرتبہ کے بابت ادا کرنا چاہیے کسی روز بے سامان فقیر یعنی طالب معرفت پر نظر عنایت فرما اور اوسکا بھی بہا اکروز۔ اسکا ماحصل رضا سے طلب ہے۔

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

دونون جہان کا آسایش ان دو حرفونکی تفسیر ہے کہ دوستون کیساتھ مہربانی اور دشمنون کیساتھ تواضع

یہہ مسلک برگزیدہ لوگون کا ہے کہ وہ کسیکو برا نہین جانتے اسلئے کہ دنیا کی بہلائی برائی ظاہری ہے اور دنیا ہی کے سبب ایک دوسری کو بہلا یا برا سمجہتا ہے پس جو لوگ تارک الدنیا ہین اونکو کسیکی اچہی بری سے بحث ہی نہین خدا کے نزدیک بندی پر ونکو بہی برا نہین کہتے مولانا روم فرماتے ہین مگر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ نیکان برد + ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس + کم زند در عیب معیوبان نفس۔

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

کوچہ نیکنامی مین ہمکو نہ گہسنے دیا۔ اگر تو بہی پسند نہین کرتا ہے تو حکم کو بدل

یعنی دنیا مین ہمکو نیکنامی نصیب نہوی پس ای اللہ اگر تو ہمکو پسند نہین کرتا ہے تو حکم کو بدل دے حکم سے مراد کلام مجید کی آیۃ قل کل من عند اللہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ سب خدا کی ہی بندے ہین جو اوسکی اطاعت کریگا اور اوسکو پہچانیگا وہ بہی اوسکی نزدیک بزرگ ہے خدا کے یہان نہ ذات پوچہی جاتی ہے نہ دولت نہ صورت بلکہ اعمال پوچہے جاتے ہین پس خلاصہ یہ ہے کہ ای اللہ دنیا کی لوگ تو ہمکو نیکنام نہین جانتے کیا تو بہی ہمکو ایسا نہین سمجہتا مین تو تیرا ہی ہون اگر تو مجہے اپنا نہین جانتا تو حکم کو بدل دے اسمین عالم ظاہری کی مرد شکایت مقصود ہے ورنہ خدا اسکی نزدیک جو رتبہ عاشقان حقیقی کا ہوتا ہے وہ اور کسیکا نہین ہو سکتا چاہے دنیا کی لوگ انکو برا سمجہین مگر خدا اچہا سمجہتا ہے۔

اگر یون نہ رک سکا تو افسوس صد افسوس عشق کا راز فاش ہو جائیگا۔ اور جو سعادت اسکو پوشیدہ
رکھنے مین ہے وہ ہاتھہ سے جاتی رہیگی

دوروزہ مہر گردون افسانہ است افسون — نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

دوروزہ مہر گردون ایک افسانہ یا افسون ہے — یارونکے ساتھہ نیکی کرنا ای یار غنیمت جان

دوروزہ مہر گردون فارسی کا محاورہ ہے جس سے دوروزہ زندگی اور یاران سے مسترشد یا ہم صحبت
لوگ یعنی طالب اور یارا سے مرشد کامل مراد ہین۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ زندگی چندروزہ ہے اس مین یارون
اور طالبون کے واسطے جو کچھ بھلائی یعنی سلوک ہو اوس کو غنیمت سمجھنا چاہئے اس سے صرف
تقاضائے طلب معرفت مقصود ہے۔ واضح ہو کہ ہم اون اشعار کا مجازی مطلب کہ جو صاف اور
آسان ہین بخوف طول چھوڑتے جاتے ہین اور صرف معنوی پر اکتفا کرتے ہین۔

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز — باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

ہم ٹوٹی ہوئی کشتی مین ہین ای باد مراد چل — کہین ایسا ہو کہ ہم پھر اوس یار دوستکو دیکھہ لین

باد شرطہ۔ باد موافق یا باد مراد کو کہتے ہین۔ اور یہان اس سے مرشد کامل مقصود ہے۔ اور یار آشنا سے
ذات واجب الوجود مراد ہے جو کہ انسان کامل کی اصل ہے۔ لہذا بحالت پریشانی مرشد کامل سے
عرض کرتے ہین کہ ہمارا وجود ایک شکستہ کشتی کیطرح ہے اور ہم اوسپر سیکڑون آرزوؤن کے ساتھہ سوار ہین
پس ای مرشد ہماری مدد کر کہ تیرے طفیل سے ہم پار ہو جاوین۔ اور دریائے فنا مین غرق نہوون۔ خدا نے
ہمین عدم سے اس ٹوٹے ہوئے سفینہ پر سوار کیا ہے۔ اور یہ کشتی دریائے وحدت مین ڈالکر عدم سے وجود
کی طرف کو روانہ کی تاکہ ہم (روحین) دریائے مذکور سے گوہر مقصود پاکر صحیح و سلامت اوسی کی جناب مین
لوٹ جاوین۔ پس اگر تو نہ اوٹھیگا اور ہماری مدد نہ کریگا تو ہمین اس ٹوٹی ہوئی کشتی سے کسی طرح
امید نہین ہے کہ یہ کنارہ پر پہونچا ویگی۔

در حلقہ گل و مل خوش خواند دوش بلبل — ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا

گل و مل کے حلقہ مین کل بلبل خوب پڑہتا تہا کہ — ای ساقی شراب صبوحی لا ای مستو جلد آؤ

گل سے نور سیدگان حدیقہ وحدت اور مل سے واصلان عشق و محبت مراد ہین۔ بلبل سے مرشد
ہونا مقصود ہے۔ مطلب یہ کہ سالکان طریقت کے حلقہ مین کل صبح کے وقت بلبل باغ وحدت

کہ گو شراب کو سردار صوفیان نے ام الخبائث کہا ہی مگر ہمین تو یہہ رخسار کی بوسہ سی بھی زیادہ شیرین معلوم ہوتی ہی تلخوش کی دوسری رعایت شیرین ہی اور قاعدہ ہی کہ عاشق کو رخ محبوب کا بوسہ بہت ہی شیرین معلوم ہوا کرتا ہی۔

ہنگام تنگدستی در عیش کوش مستی کین کیمیائی مستی قارون کند گدا را

تنگدستی کیوقت عیش و مستی مین کوشش کر کہ یہہ زندگی کی کیمیا فقیرونکو قارون بناتی ہی

فقیر سی وہ شخص مراد ہے جو عشق الٰہی مین تنگدست ہوا ور قارون سے وہ جسکی پاس دولت معرفت ہو مطلب یہ کہ اگر تو تنگدست ہی تو اسکی پروا نکر یہ تنگدستی تنگدستی نہین ہے بلکہ اصل تنگدست وہ ہوتا ہی جسکی پاس سرمایہ عشق مین سی کچہ نہین ہوتا تنگدستی مین یاد الٰہی کیئے جا اور زندگی مین کچھ جمع کرے یہ زندگی وہ کیمیا ہی جس سی فقیر قارون کی برابر مالدار بنجاتا ہی یعنی عشق و محبت مین طالب سی پورا مرشد ہو سکتا ہے۔

خوبان پارسی گو بخشندگان عمر اند ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

فارسی بولنیوالی محبوب عمر کی بخشنیوالے ہین ساقی بوڑہی پارساؤن کو یہ خوشخبری سنا

روایت ہی کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میکائیل سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فارسی زبان مین بھی کچہ کہتا ہی یا نہین میکائیل نے جواب دیا کہ ہان کہتا ہی اور فارسی زبان مین یہہ کہتا ہی چون کنم با این مشت ستمگار جز آنکہ بیامرزم پس یہ بخشش عفو گناہ اور بخشش عمر جاوید کی معنون مین ہے۔ اس شعر مین ساقی سی مراد مرشد اور پیران پارسا سے یاران طریقت مقصود ہین خوبان پارسی گو کا اشارا خدا کی طرف ہی یعنی اللہ تعالیٰ گناہون کا بخشنے والا اور عمر جاوید عطا فرمانیوالا پارسی خوان ہے اس مطلب مین دو اعتراض پیدا ہوتے ہین۔ اول یہہ کہ خوبان پارسی گو جب خدا کی طرف اشارہ ہی تو لفظ جمع کیون لائے۔ دوم خدا کو یہہ طاقت بیشک ہی کہ وہ بوڑہون کو ہزارہا سال تک زندہ رکہی مگر وہ قرآن مین خود فرما چکا ہے اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ط یعنی جب موت آتی ہے تو ذرا دیر کو بھی نہین تل سکتی اس اعتبار سی بوڑہون کو عمر بخشنے کا کیا قرینہ ہے پہلی اعتراض کا یہہ جواب ہی کہ شعراء فارس اکثر محبوب کو صیغہ جمع سے مخاطب کیا کرتے ہین جس سی تعظیم مقصود ہوتی ہی نہ تعدد۔ علاوہ اسکے خدا کیواسطے جمع کا صیغہ استعمال کرنا مشاہدات کی اعتبار سی بھی صحیح ہے

آئینہ سکندر جام جم است بنگر — تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

آئینہ سکندر یا جام جم سب ہے دیکھ — تا کہ تجھپر ظاہر ہوجائے حال دارا کی ملک کا

جام جم سے دل عارف اور ملک دارا سے حالات عشق حقیقی مراد ہین مشہور ہے کہ سکندر نے اپنے آئینہ مین دیکھکر دارا کے ملک کا سب حال معلوم کر لیا تھا اور ساغر جمشید مین بھی یہی وصف تھا کہ اُسمین دوسرے ملک کا حال معلوم ہوجاتا تھا لہذا مطلب شعر کا یہہ ہے کہ عارف کا دل آئینہ سکندر یا جام جم ہے جس سے تمام حالات معرفت اور نکات حقیقت ظاہر و ہویدا ہوسکتے ہین ۔

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرت بسوزد — دلبر کہ در کف او موم است سنگ خارا

مغرور مت ہو کہ مثل شمع کی تجھ غیرت سے گھلا دیگا — محبوب کہ اوسکے ہاتھ مین سنگ خارا بھی موم ہوتا ہے

دلبر سے مراد خدا تعالی ہے اور مطلب یہہ کہ اے نفس سرکش مغرور مت ہو کیونکہ یہہ صفت کبریا کی ہے اور اگر تکبر کریگا تو وہ خدا جسکے ہاتھ مین سخت پتھر بھی مثل موم کے ہے تجھکو غیرت سے گھلا دیگا اور شرم سے پانی پانی کر دیگا بعض محققین نے اس شعر کو اپنی صاحب کرامت سکرانہ سلامت کے نیچے لکھا ہے اور دونون کو قطع بند خیال کیا ہے ۔

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند — در رقص حالت آرد پیران پارسا را

گر مطرب حریف اس غزل کو پڑہین — تو بوڑھے پارسا حالت رقص مین آجاوین

پہلے مصرع مین پارسی اور دوسرے مین پارسا کا لفظ پر معنی ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ اگر صوفی دوست اس غزل کو پڑہین تو اچھے اچھے بوڑھے پارسا حالت وجد مین آکر ناچنے لگین کیونکہ اسمین سراسر معرفت بھری ہوئی ہے ۔

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند — اشهى لنا و احلى من قبلة العذارا

وہ تلخ چیز کہ جسکو صوفی نے برائیونکی مان بتلایا ہے — ہمین بہت ہی مرغوب اور بوسہ رخ سے زیادہ شیرین ہے

تلخوش سے شراب مجازی اور صوفی سے سرور انبیا برہان الاصفیا محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین یعنے آپ نے شراب کو تمام برائیون کی جڑ فرمایا ہے اور اسوجہ سے شرع مین حرام کردیا گیا۔ مگر حافظ صاحب کی غرض اس موقع پر اس مجازی شراب سے نہین ہے حقیقی سے ہے اور شراب کی مناسبت سے لفظ تلخوش لاے ہین کیونکہ شراب عشق حقیقی بھی ایک قسم کا نشہ رکھتی ہے جو اس سے کہین زیادہ خوشگوار ہوتا ہے پس مطلب یہ ہے

پیالہ سے محبوب مجازی یا مرشد کامل اور عکس رخ یار سے انوار الٰہی مراد ہین مطلب یہہ کہ ای مخاطب ہم نے
معشوق مجازی یا مرشد کامل مین تجلیات جمال باریتعالیٰ کو مشاہدہ کیا ہی اور تو اس ہماری ہمیشہ کے
نی محبت پینے سے بیخبر ہے اور نہین جانتا کہ ہم کیون ہمیشہ نشہ عرفان سے سرشار رہتے ہین۔

چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

اسوقت تک سہی قدونکا کرشمہ ناز ہے جبتک کہ ہمارا سرو صنوبر خرام ظاہر نہین ہوتا

شعرای فارسی معشوقون کے نام تشبیہ جیکہ باعتبار سے رکھہ لیتے ہین مثلاً سہی قد معشوق کے قد کی
تعریف ہے لیکن سہی قد کا لفظ اونکا نام ہوگیا ہی اسطرح سرو قد اور صنوبر خرام بہی معشوق ہی کے نام
ہین یہان پہلا مصرعہ اسم صفت مجازی محبوب کیواسطے ہی اور دوسرے دونون نام شاہد حقیقی کیلئے آئے
ہین مطلب صرف یہ ہی کہ مجازی معشوقونکا کرشمہ و ناز اوسیوقت تک ہی جبتک ہمارا سرو صنوبر خرام
یعنی محبوب حقیقی نہین ملتا اور جب وہ ملجائیگا تو پھر ان کی کچھہ ضرورت نہ رہیگی گویا عشق مجازی عشق
حقیقی کی سیڑہی ہے جب بام پر پہونچے تو سیڑہی بیکار ہوگئی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ ہرگز نہین مرتا کہ جسکا دل عشق سے زندہ ہی ہماری ہمیشگی دفتر عالم پر ثبت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو عاشقان کامل ہین مرتے نہین ہین بلکہ اس
جہان سے دوسری جہان کی طرف منتقل ہوجاتے ہین پس خواجہ علیہ الرحمۃ کا یہہ مطلب ہی کہ جسکا
دل عشق الٰہی سے زندہ ہی وہ ہرگز نہین مرتا ہماری یعنی عاشقان خدا کی ہمیشگی دفتر عالم پر ثبت
ہوچکی ہے اس سے حضور سرور کائنات کی اسی قول کی طرف کو اشارہ ہے۔

مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش است زانرو سپردہ اند بمستی زمام ما

ہماری شاہد دلبند کی آنکہہ مین مستی اچھی ہے اسلئے ہماری مستی کی لگام اوسکو سپرد کی گئی

شاہد دلبند سے محبوب حقیقی مقصود ہی مطلب یہ کہ ہماری محبوب کی چشم کو مستی اچھی معلوم ہوتی ہے
اسیواسطے قضا و قدرت نے ہماری مستی یعنی حالت جذبہ کو اوس محبوب کی سپرد کردیا ہی گویا ہماری مستی
کی لگام اوسی کے ہاتھہ مین ہے۔ گویا ہماری مستی اوسکی چشمان قدرت سے متعلق ہی جسکو دیکھہ دیکھہ کر یعنی
مشاہدہ حقیقی کرکے ہم مست بادہ معرفت ہوتے ہین۔

کیونکہ سب چیزون مین اوسکا مظہر ہے اور قاعدہ ہی کہ صنعت کی تعریف سے صانع کی اور مملوک کی تعریف سے مالک کی تعریف مقصود ہو جاتی ہے لہذا خدا ای واحد کیواسطے صیغہ جمع کا استعمال کرنا باطناً صحیح ہے۔ اب دوسری اعتراض کا جواب لیجیے کہ خدا کا عمر بخشنا صرف عمر دراز کردینے پر منحصر نہین ہے فرض کرو کہ کوئی شخص سو برس زندہ رہا اور دوسرا دس برس اگر خدا کو منظور ہو تو دس برس والے کو زندگی مین اوس سے اتنی نیکیان کروا دیتا ہی جو سو برس والے سے نہین ہو سکتین۔ نیک عمل کی توفیق تو خدا ہی دیتا ہی تو کیا یہ ممکن نہین کہ بوڑھے پارساؤن سے تھوڑے دنون مین یا چند گھنٹون مین اوتنی ہی نیک کام کرالے کہ جتنی سو برس مین ہو سکتی ہون پس عمر کے بخشنے سے یہی مقصود ہے کہ وہ بوڑھے پارساؤن سے بہت مدت کا کام تھوڑی سی دیر مین لے سکتا ہی اوس اعتبار سے گویا عمر بڑھا سکتا ہے

حافظ بخود نپوشید این خرقۂ می آلود — ای شیخ پاکدامن معذور دار ما را

حافظ نے یہہ می آلودہ خرقہ از خود نہین پہنا ہے — ای پاکدامن شیخ ہمین معذور رکھ

خرقۂ می آلود سے حالت ذوق شوق اور شیخ سے ظاہر پرست مراد ہے لفظ پاکدامن بطور طعن یعنی ای ظاہر بین تو جو ہمارا ایسا حال دیکھتا ہے ہم خود بخود ایسے نہین ہوئے ہین بلکہ کوئی اور ہی ہے جس کے عشق نے ہمارا یہہ حال کیا ہی تو پاکدامن ہے تو بھلا ان رنگون کو کیا جانے لہذا ہمین اپنے طعن و تشنیع سے معذور رکھ۔

ساقی بنور باده برافروز جام ما — مطرب بگو که کار جهان شد بکام ما

ساقی ہمارا پیالہ شراب کی روشنی سے منور کر — ای مطرب کہہ کہ ہماری کام سے جہان کا کام ہو گیا

پہلی مصرعہ کا صرف اتنا مطلب ہی کہ ای ساقی پیالہ شراب سے بھر دی اور ساقی و مطرب سے وہی مرشد کامل مراد ہی اور شراب سے شراب معرفت یعنی ای مرشد کامل ہمارا قلب معرفت کے نور سے منور کر دے دوسری مصرعہ مین نفس الامر کی تو مطلب یہ ہی کہ جب ہمارا کام ٹھیک ہو گیا تو ہمارے نزدیک دنیا جہان کا کام ٹھیک ہو گیا ہمین اپنی کام سے کام ہے پرائی فکر کی کیا ضرورت۔ یہہ خیال سست لوگون کا ہوتا ہی۔ باقی الفاظ تاکید و سہرے لازم و ملزوم ہین۔

ما در پیاله عکس رخ یار دیده ایم — ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

ہمنے پیالہ مین رخ یار کا عکس دیکھا ہے — ای مخاطب تو ہماری شرب مدام کی لذت سے بیخبر ہی

یعنی معشوق حقیقی کا وصال کب میسر ہوگا۔

دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال — ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

دریائے فلک نیلگون اور کشتی ہلال — ہماری حاجی قوام کی نعمت مین غرق ہین

حاجی قوام ایک وزیر کا نام ہے عموماً اسکو بزرگ لوگون سے دلچسپی رہتی تھی اور انکو بلا کر اپنے یہان
دعوتین کیا کرتا خصوصاً خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کا بہت ہی معتقد تھا اور آپکو بھی بجد مونست تھی
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اوسکی ساغر مین آسمان اور ماہ ناتمام کا عکس پڑا تو خواجہ صاحب نے حسب
موقع یہہ شعر تصنیف کیا کہ فلک نیلگون کا ڈبا اور ہلال کی کشتی ہماری حاجی قوام صاحب کی نعمتونسے
غرق رہتی ہین یہہ گویا اوسکی خوان نعمت کی تعریف ہے جو وہ درویش صفت لوگونکے واسطے طیار کرتا تھا
اور اونسے خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ دوستی رکھتا تھا۔

حافظ ز دیدہ دانہ اشکی ہمی فشان — باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

اے حافظ آنکھہ سے دانہ اشک ہی گرا — شاید کہ مرغ وصل جال مین آنیکا ارادہ کرے

شاعرانہ رعایت آنکھہ اور آنسوؤن پر دانہ و مرغ اور جال کی ہے مطلب یہ کہ اے حافظ آنکھون سے اشک
جاری کر شاید کہ اسی ذریعہ سے وصال محبوب میسر ہوجائے۔

صلاح کار کجا و من خراب کجا — ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کہان پرہیزگاری اور کہان مین رند خراب — دیکھہ کہ اس راہ مین کہان سے کہان تک فرق ہے

یعنی پرہیزگاری تو اوسکی واسطے لازم ہے جو رند نہو چونکہ مین رند ہون مجھسے پرہیزگاری کہان ہوسکتی ہے
اے مخاطب اس فرق پر غور کر کہ کتنا فرق ہے کہان مست بادۂ معرفت اور کہان زاہد مطلب یہ کہ عاشقونکو
پرہیزگاری اور تقوی سے کیا غرض ہے واضح ہو کہ طاعت اور پرہیز سے اور معرفت اور ۔ ان دونون مین
بڑا فرق ہے چنانچہ اوسی فرق کو حافظ صاحب بیان فرماتے ہین۔

چہ نسبت ست برندی صلاح و تقوی را — سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

رندی سے پرہیزگاری اور تقوی کو کیا نسبت ہے — کہان سماع وعظ اور کہان رباب کا نغمہ

یہہ شعر اول شعر کی توضیح ہے۔ اور وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی زاہد اور متقی لوگ وعظ کی
مجلسون سے موثر ہوتے ہین اور رند خدا کے مستون کو کسی وعظ و نصیحت سے کیا غرض وہ اپنی چنگ و رباب

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما

مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن غالب نہو جائے — شیخ کی حلال روٹی ہماری حرام پانی پر

صرفہ کے معنی بزرگی کرنا یا غالب آنا۔ اور باز خواست سے روز محشر اور نان حلال شیخ سے تقوی ریائی اور آب حرام سے شراب مراد ہے اور یہہ شراب شراب عشق حقیقی کے لئے ہے نان حلال کے مقابلہ مین آب حرام لائے ہین۔ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مجھے ڈر ہے کہ کہین ہم سے عشق محبوب مین قصور ہو جانیکی وجہہ سے زاہد کا اتقا قیامت کے روز غالب نہو جائے اس صورت مین حلال کا حرام پر غالب ہونا یعنی نہین ہوتا لیکن نبرد کی ضمیر اسجگہہ استفہام کا کام بہی دیرہی ہے اور اصل مطلب یہہ ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہین ایسا نہو کہ قیامت کے دن شیخ کے ریائی تقوی سے ہمارا عشق حقیقی سبقت کرجائے گو یا یہہ استفہام ہے اور ایسا ہی ہوگا اور لفظ ترسم حقیقت مین اپنے واسطے نہین ہے بلکہ شیخ کیواسطے ہے یعنی مین ڈرتا ہون کہ کہین شیخ کے تقوے پر ہمارا عرفان حق غالب نہ آجاوے

ای باد اگر بہ گلشن احباب بگذری — زنہار عرضہ دہ بر جانان پیام ما

ای صبا اگر تو گلشن احباب مین گذرے — تو جانان سے ضرور ہمارا پیام کہدیجیو

گو نام ما ز یاد بعمدا چہ میبری — خود آید آنکہ یاد نیاری ز نام ما

اور کہیو کہ ہمارا نام جان بوجہکر یاد سے کیون نکالتا ہے — خود وقت آتا ہے کہ ہمارے نام کا بہی نہ رہیگا

یعنی ای صبا اگر تو دار بقا مین رہنے والے احباب کے پاس ہو کر گذرے تو اون سے ضرور ہمارا پیام کہیو کہ گو تمکو ہمارے نام کی یاد یعنی ہماری یاد جان بوجہکر بہی نہین آتی لیکن وہ وقت بہی دور نہین ہے کہ سچ مچ ہمارا نام ہی باقی نہ رہیگا اور ہم نام سے بعد فنا کے بالکل محروم رہجاینگے۔ نام تو اوسیوقت تک ہے جبتک زندہ ہین مرنے کے بعد کہان۔

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوای سرو — ای مرغ بخت کی شوی آخر تو رام ما

لالہ کی طرح میرا دل ہوائے عشق مین سر دہوا — اسے مرغ نصیب تو کب تک ہمسے ہلے گا

لالہ مشہور پہول ہے اوسکے بیچ مین سیاہ داغ ہوتا ہے شاعرونکے نزدیک لالہ کے جگر مین یہ داغ عشق کیوجہہ سے ہے مطلب شعر کا یہہ ہے کہ از روی وصال معشوق مین میرا دل بہی لالہ کی طرح عشق کا داغ رکہتا ہے اور ٹہنڈی سانسین بہرتا ہے پس اسے مرغ نصیب تو کب تک جال مین پہنسے گا اور کب یاوری کرے گا

اس شعر مین خداتعالی اور حضور سرور کائنات اور مرشد کامل ان تینون مین سے جسکو چاہین خطاب کرسکتے ہین
باقی مطلب صاف محتاج تشریح نہین۔

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار ای دوست — قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

ای دوست قرار اور نیند کی حافظ سی امید نہ رکھہ — قرار کیا صبر کون چیز نیند کہان

قاعدہ کلیہ ہی کہ عاشق کو نیند جو راحت کی علامت ہی نہین آتی اور نہ کبھی چین پڑتا ہی اسیواسطی حافظ صاحب
فرماتی ہین کہ ای دوست حافظ سی راحت وآرام کی طمع نہ رکھہ اسکو چین نہین ہی۔ اگر چین پڑیگا تو وصال ہی
پر پڑیگا اور صوفیہ کرام وصال موت کو کہتی ہین۔

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

وہ ترک شیرازی اگر ہمارا دل رکھہ لے — تو اوسکی خال ہندو کی عوض سمرقند و بخارا دیڈالون

ترک شیرازی سی معشوق مجازی مراد ہی۔ ترک بہت خوبصورت قوم ہوتی ہی جیساکہ سعدی صاحب
فرماگئی ہین ع سعدیا روز ازل حسن بترکان دادند۔ یعنی خدانے روز ازل مین خوبصورتی ترکونکو ہی
دی ہی۔ خال ہندو صفت بیانیہ ہی شعرائی فارس تل کو سیاہ ہونیکی سبب ہندو سی تشبیہ دیتی ہین
اس لفظ سی کچہہ سیاہی کی ہی تعریف نہین ہوتی بلکہ نافرمانی کیسی خوبی پائی جاتی ہی۔ سمرقند و بخارا
دو بڑی مشہور شہرون کی نام ہین۔ مجازی مطلب یہہ ہی کہ اگر وہ ترک مہ جبین میرا دل رکھہ لی یعنے میرا
کہنا مان لی تو مین اوسکی صرف خال رخ کی اوپر سے دو شہر قربان کردون یا بدلی مین دیڈالون خیال
یہہ کہ یہہ دونون شہر اوسکی خال کی معاوضہ کی لائق ہین کل کا تو ذکر ہی کیا ہی یہہ گویا شاعرون کی نامنا ہی
بخشش ہی جو خالی از لطف نہین۔ حقیقی اعتبار سے ترک شیرازی یعنی محبوب حقیقی آیا ہی اور سمرقند بخارا سی
دونون جہان مراد ہین مطلب یہہ ہی کہ اگر شاہد حقیقی مجھے اپنی محبت کیلئی قبول فرمائی تو اوسکی ذراسی توجہ
یا خال برابر الطاف سی دونون جہان کو چھوڑ بیٹھون اور اوسکا ہو رہون۔

بدہ ساقی می باقی کہ در جنت نخواہی یافت — کنار آب رکناباد و گلگشت مصلی را

ای ساقی شراب باقی پیمانہ لا کہ تو جنت مین — رکنا آباد کا کنارہ گل کی سیر اور عیدگاہ کو نہ پاسکیگا

حافظ صاحب کی وطن شہر شیراز مین رکن آباد نام ایک نہر تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہین کوئی سیر
تفریح کی جگہہ جسکو گلگشت کی لفظ سی تعبیر کیا ہے عیدگاہ تھی۔ یہہ عیدگاہ سیر کا مقام رکن آباد کی کنارہ

اور بانسلی کی آواز سے سرور اور محفوظ ہوا کرتے ہین رباب ایک باجہ کا نام ہے جو سارنگی کی قسم سے ہوتا ہے۔

دلم ز صومعہ بگرفت خرقہ سالوس کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

میرا دل زاہد عبادتخانہ سے خرقہ مکر و فریب کا لیا کہان دیر مغان اور کہان شراب ناب

دیر مغان سے مقام رندان اور شراب ناب سے اسرار عشق و محبت مراد ہے یعنی مین زاہد عبادتخانہ سے مکر و فریب کا جبہ لیلیا ہے۔

بشد زیاد خوشش یاد روزگار وصال خود آن کرشمہ کجا رفت و آن عتاب کجا

اوسکی خوش طبعی سے زمانہ وصال کا یاد آگیا خود وہ کرشمہ کیا ہوا اور وہ عتاب کہان ہے

یعنی محبوب کی خوش طبعی سے زمانہ وصال کا یاد آگیا اب وہ کرشمہ اور وہ عتاب کہان گئی جو خوش طبعی کے منافی ہوا کرتے ہین۔

ز روی دوست دل دشمنان چہ دریابد چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

چہرہ دوست سے دشمنونکے دل کو کیا فائدہ کہان گل شدہ چراغ اور کہان شمع آفتاب

دشمنون سے ناخدا شناس اور دوست سے محبوب حقیقی مقصود ہے۔ مطلب یہہ کہ جو لوگ تیرہ دل ہین اور اسرار معرفت سے تعلق نہین رکھتے اونکی مثال گل شدہ چراغ کیسی ہے ایسے آدمی چہرہ دوست سے اسیطرح فائدہ نہین اوٹھا سکتے کہ جسطرح شمع آفتاب سے نفع اوٹھاش فائدہ نہین اوٹھاتا مردہ چراغ سے وہ تاریک دل مراد ہے جسمین انوار الہی نہ پہونچتے ہون۔

ببین بسیب زنخدان کہ چاہ در راہست کجا ہمی روی ای دل بدین شتاب کجا

سیب زنخدان کو دیکھہ کہ کنوان راستہ مین ہے کہان جاتا ہے اے دل ایسی جلدی کہانکی ہے

زنخدان کو سیب سے تشبیہ اور زنخدان کو چاہ سے تشبیہ دیگئی ہے۔ یعنی اے دل تو طلب عشق مین ایسی جلدی نکر اور دیکھہ کہ راستہ مین کنوان ہے اگر جلدی سے آگے کو بڑہنا چاہیگا تو مبادا کنوئین مین گر جاے۔ معرفت مین دشواریان بہی ہین جلدی چلنے سے قدم پھسلجائیگا اور شاید جلدی مین کنوئین مین گر پڑے اور منزل مقصود تک نہ پہونچے اسواسطے جلدی کرنا اچھا نہین ہے۔

چو کحل بینش ما خاک آستان شماست کجا رویم بفرما ازین جناب کجا

ہماری بینائی کیلئے تمہاری دہلیز کی خاک سرمہ کیمانند ہے بتلاؤ کہ اس جناب سے کہان کو جائین

ز عشق نا تمام ما جمال یار مستغنی ست ... بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را

میری ناقص عشق سے جمال یار بے پروا ہے ... آب اور رنگ اور خال و خط کی چہرہ زیبا کو کیا حاجت

جس طرح کہ چہرہ کے بناو اور سنگہار کیواسطے آب اور خال خط ضروری ہین اسیطرح حسن کا عشق بہی ایک قسم کا بناو سنگہار ہے یعنی معشوق کا حسن عاشق کے عشق سے دوبالا ہو جاتا ہے مگر جب چہرہ خود خوبصورت ہو تو اوسکو سنگہار کی حاجت نہین ہوتی۔ لہذا حافظ صاحب بطور کسر نفسی فرماتے ہین کہ شاہد حقیقی کا جمال ہمسے نا تمام عشق کرنیوالون کے بناو سے مستغنی ہے یعنی جسطرح کہ عام حسینون کے حسن کو عاشق کا عشق بنا دیتا ہے اسیطرح ہمارا عشق جو ناقص ہے وہ محبوب حقیقی کے جمال کو کیا بڑہائیگا کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اوسکے جمال لازوال کو کسیکی عشق کی ضرورت نہین۔

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم ... کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را

مین اوس حسن روز افزون سے کہ جو یوسف رکہتا تہا جانتا تہا ... کہ عشق پردہ عصمت سے زلیخا کو باہر لائیگا

رعایت الفاظ حسن و عشق اور یوسف زلیخا کی ظاہر ہے مجازی معنی صاف حقیقی یہہ ہین۔ یوسف سے مراد وجود مطلق اور زلیخا سے ممکنات مقصود ہین یعنی عالم عدم مین جب مین نے جلوہ جمال حقیقی کو مختلف اوصاف مین مشاہدہ کیا تو مین سمجہہ گیا تہا کہ یہہ حسن روز افزون ہم عاشقون کو عدم سے وجود مین لائیگا اور قیدخانہ دنیا مین اپنی محبت کا پابند کرکے رکہیگا چنانچہ وہی ہوا اور ہم عدم سے وجود مین مشاہدہ جمال باریتعالی کیلئے جو بصورت ممکنات ظہور پذیر ہے پردہ عصمت سے نکلے ہین

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو ... کہ کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

بات مطرب اور مے کی کر اور راز دنیا کا مت ڈہونڈ ... کہ کسی نے نہ کہولا نہ کہول سکتا ہے عقل سے اس معما کو

مطرب سے حق سبحانہ تعالی اور مے سے ذوق مراد ہے حدیث سے وہ عہد مقصود ہے جو روز ازل مین روحین خدا سے کر آئی ہین یعنی جب خدا تعالی نے روحون سے خطاب کیا کہ الست بربکم تو روحون نے جواب مین قالو بلی کہا تہا لہذا خواجہ صاحب اس روز ازل کے عہد کیطرف اشارہ کرتے ہین کہ جو تعلقات خالق اور مخلوق کے ہین تو اونکو مت ڈہونڈو کیونکہ اوس معمہ کو آجتک کسی نے عقل سے حل کیا ہے اور نہ آیندہ کوئی کر سکتا ہے۔

نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند ... جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اے عزیز نصیحت سن کہ جان سے زیادہ دوست رکہتے ہین ... سعادتمند جوان پیر دانا کی نصیحت کو

پر تھا کہ جہان زندہ دل احباب برائی سیر تفریح نہر کے تماشہ کیواسطے جمع ہوا کرتے تھی۔ لہذا حافظ صاحب مجازمین اوسطرف کو اشارہ کرتے ہین کہ ای ساقی جو کچھ باقی شراب ہو وہ بھی دیدی اسواسطے کہ جنت مین رکنا آباد کا کنارہ اور مصلیٰ کی سیر و تفریح نہ ملیگی اور معنوی اعتبار سی ساقی مرشد کامل اور می باقی سے وہ شراب محبت مقصود ہی جو پہلے صوفیان ہم مشرب سی بچ رہی ہو۔ کنار آب رکن آباد اور گلگشت مصلیٰ سے چشم گریان اور دل بریان مقصود ہے خلاصہ یہہ ہی کہ ای پیر کامل جو کچھ می محبت تیری پاس بچی کچی ہو وہ سب دیدی اسواسطے کہ جنت مین چشم گریان اور سوختہ دل تجھکو کوئی نہ ملیگا۔ چونکہ بہشت مین سب بہشتی ایک حالت ہونگی اسواسطے وہان ان دونون صفتونکی نفی کی گئی ہے۔

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا

فریاد کہ یہہ معشوق شوخ شیرین شہر کو تباہ کنندہ دل سی یون صبر لئی جاتی ہین کہ جیسی ترک خوان یغما کو

ترکستان کی رہنی والون مین یہہ ایک رسم تھی کہ سال مین ایک دن مقرر کرکے طرح طرح کے کھانے طیار کئی جاتے تھی اور بعد طیاری کے اونکو کسی بڑی میدان مین لیجاکر رکھدیتے تھی بعد ازان ایک شخص کے اشارہ دینی پر جسکو وہ اپنا سردار بنلاتے اون کھانون پر بیشمار یکایک ٹوٹ پڑتی تھی اور لوٹ لیجاتی تھے یہہ شرح لفظ خوان یغما کی تھی جو عرض کردی گئی۔ اس شعر مین اوس حسینہ جمیلہ عورت کے قصہ کی طرف اشارہ ہی جسکا نام شاخ نبات تہا اوسکا قصہ یون ہی کہ جوانی کی عالم مین خواجہ صاحب اوسپر عاشق ہوگئی تھی اور بہت دنون تک فراق کی مصائب جہیلتی رہی آخرکار بڑی کوششون اور تدبیرون کے بعد اوس عورت کا دل نرم ہوا اور وہ انکی طرف متوجہ ہوکر وصل پر آمادہ ہوگئی مگر اوسوقت خواجہ صاحب نی انکار کردیا کیونکہ اس مجازی عشق نے اون پر حقیقی عشق کا دروازہ کھول دیا تہا اور وہ اب صاحب عرفان ہوگئے تھے۔ لہذا یہہ شعر شاخ نبات کی عشق مین تصنیف فرمایا ہے کہ وہ شیرین کار اور شہر آشوب میرے دل سے اسطرح صبر و قرار لیگئی کہ جسطرح ترک خوان یغما کو لوٹ لیجاتے ہین۔ علاوہ اسکی اس شعر کا مطلب اسطرح بھی بیان کرسکتے ہین فریاد کہ معشوقان مجازی اون مشاہدات اور تجلیات سی کہ جو تجلیات ماسوی اللہ ہین میرے دل کو چھین لیگئی ہین اور مجھکو ایسا بیچین کردیا ہی کہ سلوک عشق مشکل معلوم ہونی لگا اور صبر دل سی یون جاتا رہا کہ جسطرح ترک خوان یغما کو لوٹ لیجاتے ہین۔

ظاہری مطلب صاف باطنی یہہ ہے کہ جان عزیز سے ہمدم نصیحت گو مراد ہے یعنی ای عزیز یا مہربان ہماری آہ کا تیر آسمان سے پار ہو جاتا ہے تو ہمکو راہ عشق و سلوک سے منع نہ کر اور نہ ہمارا اس معاملہ مین مانع بن کیونکہ اگر ہم آہ کرین گے تو تو بہی ہماری طرح زخمی اور ایذا یاب عشق ہو جاے گا پس تجکو اپنی جان پر رحم کر کے ہمارے تیر آہ سے بچنا چاہئے۔

بر در میخانہ خواہم گشت چون حافظ مقیم
میخانہ کے دروازہ پر مین حافظ کیطرح مقیم ہونگا

چون خراباتی شد ای یار طریقت پیر ما
ای یار طریقت اسلئے کہ خراباتی ہمارا پیر ہوا ہے

مجازی معنی ظاہر ہین شرح طلب نہین حقیقی کے اعتبار سے اس غزل کا مطلع و مقطع ہم معنی ہین۔ کیونکہ میخانہ سے اشارہ عشق حقیقت کی طرف ہے اور لفظ خراباتی سے خرابی اوصاف بشریہ مراد ہے قائل اسکا سبب جس سے عبارت غالب ہوگا اور حافظ مشبہ جس سے مقصود قلب ٹہریگا یعنی قالب کہتا ہے کہ مین دلکی طرح عشق حقیقت کی مقام کو جاؤن۔ کیونکہ مین نے خرابی صفات بشر کو اپنا پیر بنایا ہے اور معلوم کرلیا ہے کہ صفات بشری کوئی چیز نہین عارفان کامل اور واصلان حق صفات بشری سے علیحدہ ہوئے ہین کیونکہ اہل معرفت و مقامات کو اون صفتون سے جو انسانین مین کچہہ تعلق نہین رہتا وہ اپنے آپ کو فانی اللہ کر لیتے ہین اور حق سے ملجاتے ہین۔

شب از مطرب کہ دل خوش باد وی را
رات مطرب سے کہ اوسکا دل کو خدا خوش رکہے

شنیدم نالۂ جان سوز نے را
مین نی یا نسلی کے جان سوز نالہ کو سنا

چنان در جان من سوزش اثر کرد
اوسکی سوز نے میری دل مین ایسا اثر کیا

کہ بی رقت ندیدم ہیچ شے را
کہ کسی چیز کو مین نی بلا روتے ہوئے ندیکہا

بانسلی کی آواز سوز و گداز سے بہری ہوئی ہوتی ہے اور صوفیائے کرام اوسکے نغمہ کو پسند کرتے ہین صوفیون کا بانسلی کے نغمہ کو پسند کرنا لہو و لعب پر مبنی نہین ہوتا بلکہ وہ اوسکی آواز دل گداز سے اور ہی نتیجہ نکالتے ہین۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمتہ نے اپنی مثنوی کو نی کی ہی بیان سے شروع کیا ہے پہلے شعر مین مطرب سے مرشد کامل مراد ہے اور نالۂ جانسوز بانسلی سے وہ حالات معرفت مقصود لئے گئے ہین جو مرشد نے ارشاد فرمائے۔ مطلب صرف یہہ ہے کہ رات جب مرشد کامل نے اسرار عشق و حقیقت سوز و گداز سے بیان کئے تو میری اوپر اونکا ایسا اثر ہوا کہ تمام اعضا جسم آبدیدہ ہوگئے اور کوئی چیز میری

یعنی تیری سنگین دل مین کاوی دروازہ کھل سکتا ہی کہ جس مین ہوکر ہماری آہ آتشبار اور نالۂ شبگیر داخل ہون خلاصہ یہہ کہ آہ اور سوز نالۂ شبگیر تیری دل کی پاس نہو نچین. معنوی مطلب یہہ ہی کہ سنگین دلی صفات معشوقان مین سے ایک صفت ہے مگر یہان صفات خدا تعالیٰ مین سے صفت قہر سے مراد ہے شب سے عبارت کسیوقت سے ہی۔ آہ نالہ سے مقصود عرض حال اشتیاق۔ یعنی ای شاہد حقیقی وقتون مین سے کوئی وقت ایسا ہوتا ہی (ضرور ہوتا ہوگا) کہ جب ہمارا حال اشتیاق تیری کانون کے پاس تک پہونچ جاتا ہو۔ اس سے صرف عرض حال وشوق ملاقات مقصود ہے۔

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتادہ بود زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیر ما

مرغ دل کیلئے جمعیت کا شکار دام مین پھنسا ہوا تھا تو نے زلف کھولی اور پھر ہماری ہاتھ سے شکار کھو گیا

مطلب یہہ کہ ہمارا مرغ دل جو فضای عالم قدس کا شہباز تھا صحرای عدم مین دلجمعی کا شکار کھیلا کرتا تھا مگر جب وہان سے عالم کثرت مین یعنے دنیا مین آیا تو اس عالم کے حوادث اور پریشانیون کے سبب دلجمعی رفوچکر ہوگئی یعنے دنیا وہ چیز ہے کہ جسمین حوادثات اور آلام کے باعث عدم کی سی اطمینان خاطر نرہی اور ہم تعینات مین جو اطمینان کا شکار کیا کرتے تھے خود آلام اور اوہام کا شکار ہوگئی۔ اسکا اصلی مقصود دنیا کی برائی سے ہے یا دوسری مصرعہ کا مطلب یون بیان کرسکتی ہین کہ ای اللہ تعالیٰ تو جب ہمکو عالم اطلاق سے عالم شہود مین لایا اور صورت اتحاد کو کثرت و تعدد مین بدلا تو ہماری حالت جالت اطلاق کی نگلگی اور اطمینان خاطری جو ہمکو اچھی طرح نصیب تھی وہ ہماری ہاتھ سے جاتی رہی۔

باد بر زلف تو آمد شد جہان بر من سیاہ نیست از سودای زلفت بیش ازین توقیر ما

جب تیری زلف کو ہوا لگی تو جہان ہم پر سیاہ ہوگیا تیری سودائی زلف سی زیادہ ہماری توقیر نہین ہی

زلف پر ہوا لگنا یعنی پریشان ہونا اس سے دنیا مراد ہی یعنی جب تیری زلف کو ہوا نے پریشان کیا تو حکم تقلید بحالت اطلاق پر غالب آیا تو مجھپر جہان قوت مشاہدہ اطلاق سے سیاہ ہوگیا دوسری مصرع کا یہہ مطلب ہی کہ تیری زلف کی سودی مین (جس سے دنیا عبارت ہی) اس سے زیادہ کیا میری واسطی توقیر وافزونی ہوگی کہ کشاکش دنیا و پریشانی مافیہا مین مبتلا ہوگیا۔

تیر آہ ما ز گردون بگذرد جان عزیز رحم کن بر جان خود پرہیز کن از تیر ما

ای جان عزیز ہماری آہ کا تیر آسمان سی گذرتا ہی اپنی جان پر رحم کرکی ہمارے تیر سی بچا رہ

کیکاؤس اور کیخسرو دونون بادشاہون کی سلطنتون کو جو بہت ہی وسیع تہین۔ ایک جو کی برابر بہی نہین سمجہتا یہہ اہل معرفت کی بیخودی کی تعریف ہو کہ وہ شمار مین ایک اور کرور کو برابر اور مقدار مین سلطنتون کو اور جو کے دانہ کو مساوی سمجہتے ہین یعنے اونکی نزدیک نہ تہوڑا تہوڑا ہوتا ہی اور نہ بہت بہت ہی ہوتا ہے

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را تا بنگری صفائی مے لعل فام را

اے صوفی آکہ آئینہ جام صاف ہے تاکہ تو مے خوشرنگ کی صفائی دیکہہ لے

صوفی سے صوف پوش یعنی وہ ظاہری صوفی مراد ہی جسکا لباس تو صوفیونکا سا ہو مگر دل صاف نہو آئینہ صاف است جام مین اضافت کا بدل واقع ہوا ہی یعنی جام کا صاف آئینہ۔ پس مطلب یہ ہی کہ اے صوف پوش صوفی آ اور تو جام کے آئینہ کو دیکہہ تاکہ تجہکو شراب محبت الٰہی کی صفائی معلوم ہو جاوے۔ یعنی دیکہہ کہ ہماری مرشد کا قلب صاف اور صفائی بخش ہی اور اسکی ساتہہ معرفت الٰہی کی رنگت کے بہی دیکہہ لے کہ وہ کیسی سرخ اور سرخروی دہندہ ہی پس تو بہی ہمارا طریق اختیار کر تاکہ عشق محبت کا مزہ معلوم ہو جاوے۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس کین حال نیست صوفی عالی مقام را

پردہ کے اندر کا راز مست رندونسی پوچہہ کہ یہہ حال صوفی عالی مقام کا نہین ہی

اس شعر کے معنی مین دو احتمال ہین۔ اول یہہ کہ پردہ کی اندر کا راز یعنی راز عشق و محبت رندان مست اور بیخود لوگون سے پوچہہ شاید از خود رفتگی مین ظاہر کر دین ورنہ صوفی عالیمقام نہین بتلائیگا اسواسطی کہ راز عشق کا عمداً افشا عاشقان صادق کے نزدیک جائز نہین ہی۔ مگر بصورت حال دوم اسکا مطلب یہہ بہی ہو سکتا ہی کہ پردہ کی اندر کا بہید یعنی وہ ہی اسرار معرفت شراب معرفت کی مخمور رندونسے پوچہہ کیونکہ اس حال کو ظاہری عالیمقام صوفی یعنی وہ صوفی جو ظاہرا بڑا رتبہ رکہتا ہو اور صدر نشین ہو کیا جانے شعر راز الفت کو نہ ہر ایک ہمنشین سی پوچہو۔ یہہ نہین کچہہ جانتے نہین یہہ نہین سی پوچہو۔ خلاصہ یہہ کہ اگر رند اور بیخود اہل معرفت کے راز کو بتا سکتے ہین صوفی صاف پوشن اور دنیا کی مرتبہ والی نہین جانتے وہ پردہ کی اندرونی راز کیسے بتلاینگے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

عنقا کسی سی شکار نہین ہوتا جال سمیٹ لے کہ یہان ہمیشہ جال کی ہاتہہ مین ہوا ہی ہوتی ہی

قالب کی ایسی نہ تھی کہ ردی ہو۔ مقطع کا مصرع اولیٰ دعائیہ سمجھنا چاہیئے۔

حریفی بُد مرا ساقی کہ ہردم　　زِ زلف و رخ نمودی شمس و دیجیٰ را

ساقی میرے لئے حریف تھا کہ ہر وقت　　زلف اور رخ سے سورج اور اندھیرا دکھایا

ساقی سے کنایہ ہادی سے بیان کنندہ اسرار معرفت کی طرف ہے حریف لفظ مشہور۔ دجی۔ لفظ دیجور کا مخفف ہے اور دیجور شب تار کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیان کنندہ اسرار نے کبھی سورج کا جلوہ دکھایا اور کبھی اندھیری رات کی سی تاریکی ان سے حالات مقام کی نشیب و فراز مقصود ہو سکتی ہیں۔

چو شوقم دید در ساغر مے افزود　　بگفتم ساقی فرخندہ پے را

جب میرا شوق دیکھا تو ساغر میں شراب زیادہ کی　　میں نے ساقی فرخندہ پے سے کہا

رہائیدستے مرا از شر ہستی　　چو پیمودی پیاپی جام مے را

تو نے مجھے شر ہستی سے چھڑا دیا　　جب پے درپے جام شراب پلائے

یعنی جب پیر مرشد نے مجھ میں ذوق استعداد وصول الی اللہ وشوق حصول فنا فی اللہ کا پایا تو مے تعلیم و سلوک اور معرفت الٰہی کے متواتر جام بھر بھر کر مجھکو دیئے۔ چونکہ میں اپنے زعم میں یہ سمجھتا تھا کہ مجھے معرفت آگئی اور میں خدا رسیدہ لوگوں میں سے ہوگیا یہ بات غرور اور خودپرستی اور علامت شر ہستی کی تھی پس یہ تمام خیالات میرے صفحہ دل سے جام شراب معرفت کو متواتر بھر بھر کر دینے سے محو کردی یعنے میں سمجھ گیا کہ یہ زعم غلط تھا اور ہستی کے شر سے چھوٹ گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ساقی سے مراد ذات باریتعالیٰ ہو اور مطلب یہ ہو کہ ہر شخص کو بقدر شوق و استعداد کے جام معرفت سے سیراب کیا اور جیسا جسکا ظرف تھا اوسکی ودیعت میں اوسیقدر رکھدیا۔

حَمَاکَ اللّٰہُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبْ　　جَزَاکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا

حوادثات کی شر سے اللہ تعالیٰ تیرا حامی ہو　　دونوں جہان میں خدا تجھکو نیک عوض دے

یہ شعر دعائیہ ہے مطلب صاف توضیح کی ضرورت نہیں۔ مخاطب اسکا مرشد کامل یا ساقی خم معرفت کو سمجھنا چاہئے

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد　　بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ بیخود ہوا تو کب سمجھتا ہے　　برابر ایک جو کے مملکت کاؤس و کیخسرو کو

یعنی جب حافظ ساقی (مرشد کامل) سے اسرار معرفت الٰہی سنکر خودی سے بیخود ہو گیا تو وہ

حضرت آدم بہشت سے نکالے جانے پر وہان کی عیش کے لیے پچھتاتے تھے۔ بہشت مصدر شش کا مانی ہے جسکو معنی چھوڑا کی لیے گئے ہین۔

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو یعنی طمع مدار وصال دوام را

بزم دور مین ایک دو ساغر پی اور چلدے یعنے وصال دوام کی طمع نکر

ایک دو قدح سے مراد لمحہ دو لمحہ اور مطلب یہہ ہے کہ وصال محبوب حقیقی کو لمحہ دو لمحہ غنیمت جان اور یہہ فکر کر کہ محبوب حقیقی کا وصال تھوڑی ہی دیر رہا کیونکہ وصال کا لطف تھوڑی دیر کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ وصال ہی رہے تو وہ وصال نہین اور نہ اوسمین کچھ لطف آتا ہے۔ گویا اس شعر سے وصال کی لذت کو تھوڑی تھوڑی حاصل کرنے سے ہوس دلائی جاتی ہے۔

ای دل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر پیرانہ سر بکن ہنری ننگ و نام را

ای دل جوانی گئی اور تو نے باغ عمر سے کوئی پھول نچنا۔ بوڑھاپے مین ہنر ننگ نام کا کر

مطلب یہہ کہ ای دل تمام جوانی برباد ہوگئی اور تو نے عمر سے کوئی فائدہ نہ اوٹھایا یعنی محبوب حقیقی کے وصال کی کچھہ فکر نہ کی اب بڑہاپے مین بقاے ننگ نام کی ہوس کر کے خدا کی جناب مین آہ وزاری کر تاکہ عزت وآبرو رہجائے اور وہ خطاؤن کو معاف کردے۔

حافظ مرید جام جمست ای صبا برو وز بندہ بندگی برسان شیخ جام را

ای صبا جا حافظ جام جم کا مرید ہے اور بندہ کی طرف سے بندگی شیخ جام کو پہونچا

جام جم کا نسخہ جام مے بھی ہے جس سے جام شراب معرفت مراد ہے اور شیخ جام سے مرشد کامل مقصود حافظ صاحب فرماتے ہین یہہ کہ ای صبا تو شیخ جام سے (مرشد کامل سے) بندہ کا سلام کہنا اور کہنا کہ حافظ اب جام جم یعنے ساغر معرفت کا مرید ہوگیا ہے تاکہ مین اونکی یاد سے گذرون اور بیادشہ گذرنے کی صورت مین فیضان حقیقت سے جو اوسکی دل مین ہے بہرہ مند ہو جاؤن۔

رونق عہد شبابست دگر بستان را میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحان را

رونق شباب کی عہد کی ہے باغ کو خوشخبری پھول کی پہونچی بلبل خوش الحان کو

مجازی مطلب یہہ ہے کہ باغ مین جوانی کے زمانہ کی رونق ہے یہہ خوشخبری پھول کی طرف سے بلبل خوش آواز کو پہونچے لطف شاعری ہے اور مراعات گل وبلبل وباغ وبہار کی ظاہر ہین۔

عنقا شی معدوم جسکو مراد ذات پاک حق سبحانہ تعالی ہی اور بادبدست وردن محاورہ فارسی ہی مقصود نہ برآئیگا۔ مطلب یہہ ہی کہ ذات پاک خداوند کو کسی نے مشاہدہ نہین کیا پس تو اس فکر مین نہ پڑ کیونکہ کسی عاشق نے ذات پاک کو کسی خاص صورت مین نہین دیکھا ہی اور اگر دیکھا ہی تو غیر ذات کو دیکھا ہی اور وہ اپنی سمجھ کے موافق سمجھہ گئی ہین کہ یہی عین ذات ہی۔ خلاصہ یہہ کہ ای طالب تو خدا کو اوسکی اصلی صورت سے دنیا مین نہین دیکھہ سکتا وہ عنقا صفت ہے جس نے اسکے واسطے جال پہیلایا اوسمین سوائے ہوا کے اور کچھہ نہ پہنسا اسکا مشاہدہ اوسکی مظہرات مین موجود ہی اور عاشقان کامل اونہین مظہرات کو خدا کا جلوہ سمجھتے ہین۔ سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہین کہ مین تیس برس وحدانیت مین اور تیس ہی برس فردانیت مین عقل کو روڑا یا اور کوشش کی کہ کہین خدا کو دیکھہ لون لیکن کچھہ نتیجہ نہ نکلا آخر کار جب نگاہ نیک کی اور صبر کیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھہ مین نے دیکھا تھا وہ مین ہی تھا یعنے جو کچھہ مین دیکھتا ہون یہہ سب وہی ہی اور اوسکی تجلی ہے۔ عین ذات نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی ذات پاک سب سی معرا و منزہ ہے۔

من آنزمان طمع ببریدم ز عافیت کاین دل نہاد در کف عشقت زمام را

مین اوسیوقت ارام کی طمع سے چھوٹا جبکہ اس دل کی لگام کو تیری عشق کی ہاتھہ مین دیا

یعنی جسوقت مین نے تجہسے لو لگائی اور تیرا عشق کیا اوسیوقت سی مین راحت و آرام کو چھوڑ بیٹھا ہون لہذا مجھی آرام کی ضرورت نہین۔

ما را بر آستان تو بس حق خدمت است ای خواجہ باز بین بترحم غلام را

مجھکو تیری ڈیوڑھی پر صرف خدمت کا حق ہی ای مالک رحم کی نگاہ سی غلام کو پھر دیکھہ لیجئے

مطلب یہہ کہ ای مالک مجھسی سوای ڈیوڑھی پر پڑے رہنی کے اور کوئی خدمت نہوی اور نہ مین اور کسی خدمت کے لائق تہا پس اس حق سی میری حال پر رحم فرما۔ یہہ شعر خدا کی جناب مین بطور مناجات و زاری کے ہے

در عیش نقد کوش کہ چون آبخور نماند آدم بہشت روضۂ دار السلام را

نقد عیش مین کوشش کر کہ جو دانہ پانی نرہے جیسے کہ آدم نے بہشت کو چھوڑا

عیش نقد سے زندگی مراد ہی۔ اور آبخور سے موت دانہ پانی نرہا یعنے وقت موت کا آگیا مطلب یہ ہی کہ زندگی ہی مین ذکر و فکر کی کوشش کرنے چاہئے اور جب موت آجائیگی تو ایسے ہی پچھتائیگا جیسے

کمال کو نہین پہونچین گے یعنی اگر اونکو عشق بہی ہوگا تو مجازی تک محدود رہیگا حقیقی تک پہونچ
سکینگے جو عشق کی انتہا ہے۔

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح
ہست خاکی کہ بآبی نخرد طوفان را

مردان خدا کا یار ہو کہ نوح کی کشتی مین
خاک ہے کہ پانی سے طوفان کو نہین خریدتی

طوفان آنے سے پہلے حضرت جبرئیل کے کہنے کے موافق نوح علیہ السلام نے کشتی مین کچہ خاک بہی
رکہہ لی تہی۔ چنانچہ جب طوفان آیا اور سب مین پانی ہی پانی ہوگیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے
نماز کیوقت چاہا کہ طوفان کے پانی مین سے وضو کرین پر اوسیوقت حکم جناب باری آیا کہ اسے
نوح اس پانی سے وضو نکرو کیونکہ طوفان کا پانی قہر الٰہی کا پانی ہے تم وضو کی بجائے مٹی سے
تیمم کر لو لہذا جب ہی سے تیمم کا طریق جاری ہوا ہے۔ یہہ شرح تو الفاظ کشتی و نوح خاک اور
طوفان کی تہی کہ تمام لفظ جو طوفان نوح سے متعلق ہین اس شعر مین جمع کردئے گئے ہین اب معنی لیجئے
کہ مردان خدا سے کاملین لوگ اور نوح کی کشتی سے اہل اللہ کا وجود مراد ہے۔ طوفان سے مقصود
حوادثات دنیا ہین اور مطلب یہہ ہے کہ تو مردان خدا کا دوست بن یعنی اونکی صحبت مین رہ اونکی خاک
(وجود) وہ خاک ہے کہ جو نوح کی کشتی مین تہی اور جو اپنی اعلیٰ رتبہ کے سبب اپنے واسطے تہوڑے سے
پانی کے عوض مین تمام نوح کے طوفان کو نہین خریدتی اسیطرح عارفان کامل کا وجود تہوڑا ہی
تاہم وہ اپنی مقابلہ مین تہوڑی خاک سے بہی تمام سامان (طوفان) دنیا کو نہین مول لین گے۔

بر در خانہ گردون بدر و نان مطلب
کین سیہ کاسہ در آخر بکشد مہمان را

خانہ گردونسی باہر جا اور روٹی مت مانگ
کہ یہ بخیل آخر کار مہمان کو مار ڈالتا ہے

خانہ گردونسی دنیا کی طرف اور مہمان سے اہل دنیا کی طرف اشارہ ہے سیاہ کاسہ معنی بخیل ہے۔ جیسا کہ
ہمنے ترجمہ کیا ہے یہ لفظ دنیا کی صفت مین لائے ہین مطلب یہ ہے کہ اے طالب دنیا گویا تو دنیا مین
بطور مہمان کے آیا ہے۔ بلکہ یہ میزبان بجائے اسکے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اوسکو فنا کردیتا ہے
لہذا تو اس بخیل سے اپنی خاطر کی امید نرکہہ اور اسکا طالب نہ بن کیونکہ نتیجہ مین تجہکو مار ڈالے گا
خلاصہ یہہ ہے کہ اے اہل دنیا تو دنیا کو ترک کردے اور تارک الدنیا ہو جا ورنہ اس سے سوائے فنا کے اور کچہ حاصل
نہ کرسکیگا اور اگر عشق و محبت مین عرفان کا درجہ حاصل کریگا تو فنا فی الدنیا سے نکلکر بقا باللہ کے درجہ تک پہونچ سکتا ہے۔

مگر حقیقی اعتبار سے رونق عہد شباب کنایہ ہے وجود سالک کی طرف کو اور بستان سی پیر مرشد کی مجلس مراد ہی۔ گل سی تجلیات اور بلبل سے طبع عاشق مقصود ہی مطلب یہ کہ وجود سالک کا دم مرشد کامل کی بزم مین غنیمت ہی یہہ بشارت عاشقون کو گل نے یعنی تجلیات انوار مرشد کامل نے دی ہی پس اسی خوشخبری سی بہت سی طالب فیض کیواسطے جمع ہو گئے ہین۔

ای صبا گر بجوانان چمن باز رسی خدمت ما برسان سرو و گل و ریحانرا

ای صبا اگر تو جوانان چمن کے پاس پہونچے تو گل و ریحان سے ہماری دعا کہدینا

جوانان چمن سے مرشد کامل کے مرید اور خدمت ماسی ہماری دعا یا سلام عبارت ہی گل و ریحان سی پھر وہی مرشد کامل کے مرید یا شاگرد مقصود ہین اور مطلب صاف ہی کہ ای صبا جب نوجوانان چمن یعنی مرشد کے مریدون کے پاس جاوے تو ہماری دعا اور سلام و نیاز کہدینا ممکن ہے کہ جوانان چمن سے گذشتگان سلف مقصود ہون تو یہ قرینہ بہی صحیح ہوگا۔

ای کہ بر مہ کشی از عنبر سارا چوگان مضطرب حال مگردان من سرگردانرا

ای کہ مونہہ پر تو زلف سیاہ ڈالتا ہے مجہہ سرگردان کو مضطرب و پریشان مت کر

ظاہری مطلب صاف ہی باطنی یہہ کہ ای شاہد حقیقی تو اپنی جمال پر زلف سیاہ جس سی سرگردانی دنیا مراد ہین مڈال یعنی اپنی معرفت حاصل کراکے مجھکو سوائے اپنے کسی اور شئے کا خیال مت آنے دے مدعا یہہ کہ جب عاشق کسی اور کا خیال کریگا تو گویا محبوب حقیقی نے اپنی جلوہ پر اوسکے واسطے زلف ڈال لی یعنی اوسکو جلوہ رخ دیکہنے سے باز رکھا۔

ترسم آن قوم کہ بر دردکشان میخندند در سر کار خرابات کنند ایمان را

مین اون لوگون سی ڈرتا ہون کہ جو دردمندون پر ہنستی ہین خراب کام مین ایمان کو برباد کرتے ہین

دُرد کشان سے عاشقان الٰہی مراد ہین یعنی مین ڈرتا ہون کہ یہہ ہنسنے والے انکار کرنیکی سبب ایمان سی ہاتہہ نہ دہو بیٹہین۔ یہہ شعر اوس حدیث کی تلمیح ہے جو پیغمبر خدا نے دوسرون پر ہنسنے والونکیواسطے بیان فرمائی وہ یہہ ہی۔ و ہو من غب لاخیہ لم یمت حتیٰ وقع فیہ۔ یعنی جو شخص کہ اپنی بہائی پر عیب لگائیگا وہ اوسوقت تک نہین مریگا جب تک کہ اوس عیب مین خود بہی گرفتار نہو جائیگا لہذا جو لوگ کہ ہمپر ہنستے ہین وہ گویا عشق الٰہی کو عیب سمجھتے ہین وہ خود اگر اسمین گرفتار ہو جائین تو

درسرزلف ندانم که چه سودا داری — که بهم برزده گیسوی مشک افشان را

خیال زلف مین نهین جانتا هون که توکیا سودا رکهتا هی — که باهم کهولدیا گیسوی مشک افشان کو

سرزلف احکام کثرت و تعینات برهم زدن بمعنی پریشان کردن. کاکل مشک افشان سی اشاره زلف کیطرف هی جس سی مقصود وهی تعینات هین
یعنی ای محبوب مین نهین جانتا که تو اس کثرت و تعینات مین کیا خیال رکهتا هی که پهر اوس احکام کثرت کو همپر غالب کردیا او همین مغلوب بنا کر اسکی سبب شاه سی دور رکها

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی ست — که بشمشیر میسر نشود سلطان را

آزادگی ملک اور گوشه قناعت خزانه هی — که بادشاه کو تلوار سے نصیب نهین هو سکتا

یهه درویش کا افتخار هی که آزادی همارا ملک هی اور گوشه قناعت خزانه یهه وه دولت هی که بادشاه کو
تلوار کی زور سے بهی میسر نهین آسکتی. خلاصه یهه که هم حالت فقیری مین بهی بادشاهی سی بڑهکے
هوی هین اور جو دولت فقیری مین حاصل هی وه بادشاه کو نهین۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی — دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

ای حافظ شراب پی مستی کر خوش ره. لیکن — قرآن کو اور ونکی طرح مکر کا جال نه بنا

می سے می محبت الهی اور رندی سے کمال اسرار کا پوشیده رکهنا مراد هی خوش باش بمعنی مرنجان مرنج
دگران سی ظاهر پرستون کی طرف اشاره هی مطلب یهه که ای حافظ عشق الهی کر اسرار حقیقی کو چهپا
اور شعر چه خواهی که آسوده گردی ز رنج + کسی را مرنجان وازکس مرنج + پر عمل کر اور اون لوگونکی
طرح جو ظاهر مین قرآن پرهتی - اور اوسکی معنی بیان کرتے پهرتے هین مگر باطن مین اونهون نی قرآن کو
اپنی مکر و فریب کا جال بنا رکها هی - لوگون کی غیبتین کرکے قرآن کی هی حکم کے مطابق اپنی برادران
اسلام کا گوشت کهاتی هین تو قرآن کو مکر کا جال مت بنا اور کسی کی ایذا دهی اور عیب فاشی مین کوشش
نکر. بزرگان سلف مین سے ایک صاحب فرماتے هین که دگران ایک طائر کا نام هی اور اوسکی پر و نیز
قرآن شریف لکها هوتا هی باوجود اس تقدس اور تبرک کی دگران کی خوراک آدمی کا گوشت هی پس
یهان دوسری مصرع مین دگران سے وه هی مردم خوار پرند مقصود هی جو قرآن کا جامه پهن کر آدمی کا
گوشت کهایا کرتا هی - همارے خیال مین اگر کوئی ایسا پرند ہے تو اس سی بهتر اس موقع پر اور کوئی
قرینه نهین هو سکتا کیونکه حسب عادت خواجه صاحب نی دگران کو پرند باننے کی حالت مین دام کی رعایت کهی هو
کیا عجب هی که اونکی خیال مین بهی کوئی ایسا مردم خوار پرند دنیا پر هو۔

گر چنین جلوہ کند مغبچہ بادہ فروش . خاکروب در میخانہ کنم مژگان را

اگر بادہ فروش مغبچہ اپنے ہی جلوہ دکھائے در میخانہ کو مژگان سے جھاڑو دون

مغبچہ سے مراد وہ مشاہدہ جمال ہی جو کہ سالک کا دل لیجاتا ہی اور میخانہ سے کنایہ عشق و محبت کی طرف ہی یعنی اگر مشاہدہ تجلیات الٰہی جلوہ گری کرتا ہی تو مین اپنی پلکون سے صحن عشق و محبت مین جھاڑو دون ۔ یعنی اتنا روؤن کہ میرا عشق تمام کثافتون اور برائیون سی پاک و صاف ہو جائے اور پوری درجہ تک پہونچے ۔

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود گر تو سرگشتہ شوی دائرہ امکان را

اسرار وجود کی ایک نکتہ سے واقف نہو اگر تو تمام دائرہ امکان مین سرگردان پھری

یعنی اگر تو تمام دائرۂ امکان مین بھی سرگردان و پریشان پھرے تو بھی اسرار وجود ممکنات سی کہ جو حق تعالیٰ نے اوسمین رکھا ہی نہین معلوم کر سکتا ۔ خلاصہ یہہ کہ انسان کو اسرار وجود ممکنات معلوم ہو جانا قطعی غیر ممکن ہی چاہی وہ کتنی ہی کوشش کرے ۔

سر کرا خوابگہ آخر بدو مشتی خاک ست گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایوان را

جس کی خوابگاہ آخر کار ایک مشت خاک ہی کہو کیا حاجت ہے کہ تو اپنے ایوان کو آسمان تک بلند کرتا ہے

ایک مشت خاک سی قبر اور ایوان کو آسمان تک بلند کرنے سے مرتبہ عالی پر پہونچنا مراد ہی ۔ یعنی جس انسان کے آرام کی جگہہ صرف دو مشت خاک ہو اوس سی کہو کہ تو اپنے مرتبہ کی بلندی آسمان تک کیون پہونچانا چاہتا ہی ۔ کیونکہ دنیا ناپائدار چیز ہی اوسمین تھوڑی سی زندگی کیواسطے بہت سا سامان مت کر ماحصل اسکا تحریک ترک دنیا ہی ۔

ماہ کنعانی من مسند مصر آن تو شد وقت آنست کہ بدرود کنی زندان را

میری ماہ کنعان مسند مصر کی تیری سلطنت ہوئی وقت اسکا ہی کہ تو زندان کو رخصت کردے

ماہ کنعان یوسف علیہ السلام کو کہتی ہین اور اسی رعایت سی مصر زندان کے الفاظ لائے ہین مگر یہان یوسف سی روح اور مصر سے عالم ارواح مراد ہے مطلب یہہ کہ ای روح تو درجۂ کمال پر پہونچگئی یعنی پھر عالم ارواح مین جا ملی بس اب وقت اسکا ہی کہ زندان تن یا قید خانۂ دنیا سی رخصت ہو اور اسکی لذتون کو فراموش کردے ۔

عذار بر فروزی کے معنی جلال کی تجلی ظاہر کرنی ہین یعنے انسان کو عدم سے عالم وجود مین لا کر بشمار مشاہدات سی اپنی جمال کو مشہود فرمایا پس تجہ اس سی کیا فائدہ ہی کہ کسی کے پرواہ نہین کرتا صورت دکہا کر بے اعتنائی کرنا عاشقون کو شکایت کا موقع دینا ہوتا ہی لہذا وہ ہی شکایت یہان بہی ہے اور محبوب کی بی نیازی کو ظاہر کیا گیا ہے ۔

مژہ سیاہت ار کرد بخون ما اشارت ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا

تیری مژگان سیاہ نی جو ہماری قتل کا اشارہ کیا ہی اوسکی فریب سی ڈر اور ای محبوب غلطی نکر

مجازی مطلب صاف ہی کہ ای محبوب تیری مژگان سنے ہماری قتل کی طرف اشارہ کیا ہی تو اوسکی فریب مین نہ آ کیونکہ ہم بے قصور ہین اور بے قصورونکا قتل کرنا سراسر غلطی اور گناہ ہے معنوی اعتبار سی مژگان سیاہ سی مراد دنیا ہی اور دنیا ی دون باعتبار ظلمت کے سیاہ ہی یعنی جو کوئی اس دنیا مین آیا ہی وہ فنا ہونیکو آیا ہی بموجب حکم قرآن کریم کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاکرام ۔ اور مطلب یہہ ہی کہ گو دنیا نے بوجہہ ظلمت و غفلت اور کثرت آلام کے ہمارے قتل کی طرف جس سی فنا مراد ہی اشارہ کیا ہی لیکن اگر ہم تیری عشق و محبت مین فنا ہو جائینگی تو بقا باللہ حاصل ہو گا چونکہ ہم تیری عاشق ہین اسلئی دنیا کی فریب سی اندیشہ کر شاید کہ وہ ہمین بہی عام آدمیون کی طرح مار ڈالی اور طبعی معرفت کا ذائقہ چکہادی پس اسمین غلطی نکر اور رہین اپنی عشق مین فنا کر کے بقائی ابدی عنایت فرما۔ فائدہ اندیشہ یا غلطی کرنا یہہ دونون صفتین ادمی کی ہین خدا کی نہین کیونکہ خدا اندیشہ اور غلطی سی پاک ہی مگر چونکہ ایسے اشعار کی مجازی اور حقیقی دونون معنی لیی جاتی ہین اور عارف لوگ اپنی ظاہری اصطلاح مین باطنی نکات رکہتی ہین پس اس لحاظ سے یہ دونون صفتین جو خدا کی واسطے آئی ہین قابل اعتراض نہون گی ۔

ہمہ شب درین امیدم کہ نسیم صبحگاہی بہ پیام آشنائی بنوازد آشنا را

مین تمام رات اس امید مین رہا کہ صبح کی نسیم آشنائی پیام سی آشنا کو سرفراز کرے ۔

تمام شب سی تمام ایام عمر جنکا انقضا موت پر ہوتا ہی اور نسیم صبحگاہی سی حیات دنیا مقصود ہی پیام سے وہ پیام مراد ہی جو فرشتہ موت طالب کی طرف سی مطلوب کی پاس پہونچاتا ہی۔ دوسری مصرع مین اول آشنا سے رب العزت اور دوسری آشنا سی عاشق کامل عبارت ہی ۔ اور مطلب یہہ ہی کہ

بملازمان سلطان کہ رساند این دعا را — کہ بشکر پادشاہی ز نظر مران گدا را

سلطان کے نوکرون مین سے اس دعا کو کون پہونچائے — کہ پادشاہی کے شکریہ مین فقیر سے آنکھہ نہ پھیرا

ملازمان سلطان سے برادران ہم مشرب اور سلطان سے مرشد کامل مراد ہے باقی مطلب صاف ہے یعنی کہ مرشد کامل کے مریدون مین سے کون ایسا ہے کہ یہہ ہماری التماس اوسکے کانون تک پہونچا دے تو انہہ مرتبہ شکریہ مین جن سے مقامات مقصود ہین مجہہ فقیر سے آنکھہ نہ پھیر اور میری اور پر نظر عنایت فرما یعنی مے محبت سے سیراب کر۔

چہ قیامتست جانان کہ بعاشقان نمودی — رخ ہمچو ماہ تابان دل ہمچو سنگ خارا

اے محبوب کیا قیامت ہے کہ تو نے عاشقون کو — رخ چاند روشن کیطرح اور دل خارہ کی مانند دکھلایا

جانان سے وجود مطلق مراد ہے ماہ تابان باعتبار ہے تو حسن وذات کی لائے ہین دل سخت پتھر کی طرح عام طور پر معشوقون کے دل کو سختی مین پتھر سے تشبیہ دیا کرتے ہین یعنی محبوب کا دل ہماری طرف سے سخت ہے۔ گویا دل کا سخت ہونا معشوق کی صفت ہوتی ہے اور یہان جب جانان سے وجود مطلق مراد لین تو سخت دل سے اوسکی بے نیازی مقصود ہوگی۔ مطلب یہ کہ اے محبوب حقیقی تو نے کیا قیامت کی کہ رخ روشن دکھلا کر اور جمال کے شیدائیون کو اپنا شیدا بنا کر بے اعتنائی اختیار کی یعنی عین حالت وصل مین اپنی بے نیازی سے بلائے ہجر مین گرفتار کر لیا۔

ز رقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم — مگر آن شہاب ثاقب مددی کند سہا را

بخدا مین دشمن دیو سیرت سے پناہ ڈھونڈھتا ہون — البتہ اگر وہ روشن ستارہ سہا کی مدد کرے

رقیب سے نفس امارہ مقصود ہے۔ دیو بمعنی شیطان دیو سیرت یا شیطان صفت نفس امارہ کیواسطے آتا ہے کیونکہ جسطرح شیطان کا کام ورغلانے کا ہے نفس امارہ بھی انسان کو ہمیشہ بہکاتا رہتا ہے ہمی پناہم بمعنی پناہ ڈھونڈھتا ہون شہاب ثاقب بڑا اور روشن تارا سہا ایک بہت ہی چھوٹے ستارہ کا نام ہے مطلب یہہ کہ مین شیطان سیرت نفس امارہ سے پناہ ڈھونڈھتا ہون مجھکو اوس سے پناہ مل سکتی ہے اگر پیر طریقت جو مرتبہ معرفت مین شہاب ثاقب کیطرح روشن ہے مجہہ ناچیز سہا کی مدد کرے۔

دل عالمی بسوزی چو عذار بر فروزی — تو ازین چہ سود داری کہ نمیکنی مدارا

ایک عالم کا دل جلایا جبکہ تو نے رخسار کو چمکایا — تجھے اس سے کیا فائدہ کہ تواضع نہین کرتا

مراد حسن گل کی صفت ہے کہ ای مرشد گویا تو گل کی مانند صاحب حسن ہے اور جمال باکمال رکھتا ہے بلبل شیدا سے
اشارہ ہے طالب بے ریا کی طرف یعنی ای مرشد کامل تیری بے پروائی نے جو جمال باکمال کا خاصہ ہے
شاید اسبات کی اجازت تجھے نہ دی کہ طالب بے ریا کی بھی حال پر ملال کو پوچھتا یہہ شعر پہلے شعر کا
مرادف ہے اور غرور کا نسخہ عروس بھی ہے۔ اگر عروس حسن کے اعتبار سے مطلب بیان کرینگے
تو یہہ ہوگا کہ شاید ہماری عروس یعنی تیری بے پروائی نے حال پوچھنے کی اجازت نہ دی۔

بحسن خلق توان کرد صید اہل نظر — بہ بند دام نگیرند مرغ دانا را

خلق کی خوبی سے اہل نظر کو شکار کیا جاسکتا ہے — چالاک پرند کو پھندے اور جال سے نہیں پکڑتے

اہل نظر سے وہ لوگ مراد ہیں جو طالب محبت ہوں اور مرغ دانا باطنی ہوشیار مطلب یہہ ہے کہ ہوشیار
عاشق خلق و مروت کے سبب سے دام عشق میں پھنس سکتے ہیں ورنہ یہہ وہ چالاک پرند ہیں کہ جال یا پھندے
میں جس سے دام دنیا و بند حرص مراد ہے نہیں پھنس سکتے۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفان بادپیما را

اگر تو دوست کے ساتھ بیٹھکر شراب اڑائے — تو حیران و سرگردان پھرنے والے حریفوں کو بھی یاد کیجو۔

حبیب سے مراد حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نشینی سے مرشد کی طرف خطاب ہے بادہ
پیمائی شراب نوشی جس سے حصول فیض مقصود ہے مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل جب تو حبیب حق کی
صحبت میں پہونچکر حصول فیض کرے تو ہم سرگردان و حیران پھرنے والے طالبان حقیقت کو مت بھول
جائیو بلکہ ضرور یاد کیجو۔

ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست — سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را

نہیں معلوم کس سبب سے عادت دوستی کی نہیں ہے — سہی قدان سیہ چشم ماہ جبینوں کو

دوسرے مصرع کی تینوں صفتیں معشوقوں کی ہیں۔ اور ظاہری معنی کے اعتبار سے اس شعر میں
معشوقان مجاز سے محبت کرنیکی مبالغت کی گئی ہے یعنی یہہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ سہی قدوں
اور سیہ چشموں اور ماہ جبینوں کو وفا کی عادت کیوں نہیں ہے۔ باطنی معنی کے خیال سے ایک شارح کا قول ہے
کہ سہی قدان سے پیغمبران صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔ جو باغ شرع کی سرو سہی قد ہوئے ہیں اسپر
حافظ صاحب حالت بیقراری میں فرماتے ہیں نہیں معلوم کہ ان سہی قدوں کو عاشقوں سے کیوں وفا نہیں ہوتی ہمکو کیوں

مین تمام عمر اسبات کا منتظر رہا کہ ملک الموت محبوب کا پیغام مجھ محب کو کب پہونچائی اور ازراہ نوازش وکرم کب مجھکو اس کشاکش دنیا سی چھڑائی گا۔

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بہ حافظ سحرخیز — کہ دعای صبحگاہی اثری کند شمارا

خدا کیلئی تو صبح کو اوٹھنیوالی حافظ کو ایک گھونٹ دی — کہ صبح کیوقت کی دعا تمہاری واسطی اثر کری

جرعہ کی معنی ہی محبت کی لئی جاینگی۔ اس شعر مین مرشد کامل سے خطاب ہی کہ تو صبح کو اوٹھنے والے یعنے زیادہ شائق حافظ کو بھی محبت کا کوئی گھونٹ پلا کیونکہ جب تشنہ کو سیرابی ہوگی تو وہ تیری حق مین دعا کریگا اور چونکہ صبح کی دعا ازبس قبول ہوتی ہی اس اعتبار سی حافظ سحرخیز کی دعا جو وہ تہ دل سے تیری اعلی مراتب کیواسطی کریگا ضرور موثر ہوگی اور بیکار نہ جائیگی۔

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان تو دادہ مارا

صبا اوس غزال رعنا سے بہ نرمی کہیو — کہ تو نے ہماری لئی کوہ و بیابان مین سر اڑا دیا

صبا مشہور غزال رعنا سے مرشد کامل یا سردار انبیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون مراد ہوسکتی ہین کوہ و بیابان مین سر دینا بمعنی محنت اور استقلال کے موقعون پر ثابت قدم رہنا۔ یعنے اے عاشقان خدا تمنے اپنی پیروان کی بہبودی عقبے کے واسطے بڑی بڑی محنتین کین اور مشکل مشکل موقعون پر اپنی استقلال سے ثابت قدمیان دکھلائین۔

شکرفروش کہ عمرش دراز باد چرا — تفقدی نکند طوطی شکرخارا

ای شکرفروش تیری عمر دراز ہو کسواسطی — مہربانی نہین کرتا ہی طوطی شکرخور پر

شکر سے شیرینی معرفت اور شکرفروش سی مرشد کامل مراد ہی۔ طوطی شکرخا بمعنی طالب معرفت مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل تیری عمر دراز ہو تو کسواسطی طالب معرفت کی طرف جلد متوجہ نہین ہوتا اور اوسکو درمراد تک نہین پہونچا دیتا گویا مسترشد اپنی مرشد سے استفسار کرتا ہی کہ اسمین کیا بھید ہے جو تو جلد ترہے دولت عرفان سی مالا مال نہین کر دیتا۔

غرور حسن اجازت مگر ندادی گل — کہ پرسشی بکنی عندلیب شیدارا

ای گل شاید تجھی غرور حسن نے اجازت ندی — کہ بلبل شیدائی کی پرسش احوال کرتا

حسن غرور اور گل وبلبل کی شاعرانہ رعایتین ظاہر ہین۔ گل سی مرشد کامل اور غرور سے بیپروائی

عاقلون سے اہل دنیا مقصود ہین یعنی اگرچہ ہمارا عشق ظاہر بینون کے نزدیک بدنامی کی بات ہی مگر ہم کہ عشق کے دیوانے ہین ہمین ننگ و نام سے کچھہ غرض نہین۔ اور ہم اسی بدنامی کو یعنی عشق کو اچھا جانتے ہین۔

بادہ دردہ چند ازین باد غرور   خاک بر سر نفس نافرجام را

شراب لا یہہ باد غرور کب تک چلے گی   نامبارک نفس کے سر پر خاک ڈالدے

باد غرور سے زہد و پارسائی اور ہستی مستعار مراد ہے۔ اور مطلب یہہ کہ ای مرشد شراب عشق و محبت عطا کر کہ اوسکو پی کر مطلوب کے پاس پہونچون یہہ باد غرور جو تقاضائی نفس ہے کبتک رہیگا اور کبتک اس مستعار زندگی مین جیونگا اس نفس نافرجام کے سر پر خاک تو مجھے شراب محبت دے۔

دود آہ سینۂ سوزان من   سوخت این افسردگان خام را

میری آہ سینۂ سوز کی دہوئین نے   ان افسردگان خام کو جلا دیا

افسردگان خام سے ریاکار یا خام خیال بو الہوس مراد ہین مطلب یہہ کہ مین جو عشق محبت مین محو تھا میری تقریر نے خام خیال لوگون کو گھٹا دیا اور وہ اوس کا کوئی جواب نہ دیسکے۔ یہ گویا پختگی قسمت اور سچی عشق کا اظہار ہی۔

محرم راز دل شیدای من   کس نمی بینم ز خاص و عام را

اپنے دل شیدا کا محرم راز   مین خاص و عام مین سے کسیکو نہین دیکھتا

مطلب صاف ہی تشریح طلب نہین۔ یعنے خاص و عام مین سے کوئی شخص بھی ایسا نہین ہی جو میری دل کا بھید جانتا ہو اسواسطے کہ عاشق کے دل کا بھید وہی خوب سمجھتا ہی کہ جسکو عشق کی چوٹ لگی ہو۔ غمگین ہو تو سوز نفس بسر د کو سمجھے۔ جس دلمین نہ ہو درد وہ کیا درد کو سمجھے۔

با دلارامی مرا خاطر خوشست   کز دلم یکبارہ برد آرام را

اوس دل آرام کیساتھہ میرا دل خوش ہے   جو کہ میری دل سے یکبار گی آرام لیگیا

دلارام سے کنایہ محبوب حقیقی کی طرف ہی اور مطلب یہہ کہ میرا دل اوسکی دہیان مین خوش ہی کہ جسنے اپنی انوار تجلی کی ایک جھلک دکھا کر بیقرار کر دیا۔ اور میری دل سے آرام و چین لیلیا ہی یعنی مین اوسی سے خوش ہون اور کسیکی ضرورت نہین۔

خزاین قدر تو انگفت درجمال تو عیب کہ خال مہرو وفا نیست روی زیبا را
سوا اسقدر عیب کہ تیری حسن مین عیب نہین بتلایا جا سکتا کہ مہرو وفا کا خال روی زیبا پر نہین ہے

یعنی ای محبوب تیرا حسن سب طرح کی عیب سی پاک صاف ہی ہان اوسمین اگر کوئی عیب ہی تو صرف یہہ ہے کہ مہرو وفا کا تل روی زیبا پر نہین۔ وفا اوسکو کہتے ہین کہ کاروبار معشوق کا عاشق کے موافق ہو پس یہان وفا سے یہہ ہی مطلب ہوگا۔ اور عاشق اسی کا شاکی ہی ہے۔

در آسمان چہ عجب گر زگفتۂ حافظ سماع زہرہ برقص آورد مسیحا را
کیا عجب ہی کہ حافظ کی کلام سے آسمان پر زہرہ کا راگ مسیحا کو رقص مین لا دے

خواجہ صاحب فرماتی ہین کہ حافظ کا کلام ایسا موثر ہی کہ اگر آسمان پر زہرہ غزلون کو گاوی تو مسیحا بھی جو چوتھی آسمان پر ہین خوش وخرم ہو جاوین۔ یہان رقص کی معنی خوشی وانبساط کی ہین نہ ناچ کے۔

ساقیا برخیز و در دہ جام را خاک بر سر کن غم ایام را
ای ساقی اوٹھ جام شراب دے غم دنیا کے سر پر خاک ڈال

ساقی سے مرشد اور جام سی (؟) ہی جام شراب معرفت مراد ہی۔ غم ایام سی کشاکش دنیا و فکر ما فیہا مقصود باقی مطلب صاف ہی۔

ساغر می در کفم نہ تا ز سر برکشم این دلق ازرق فام را
شراب کا پیالہ ہاتھہ مین دی تاکہ سر سے اوتار ڈالون اس جبہ خاکی رنگ کو

ساغر می سی پیغام وصال یا موت مراد ہی۔ اور دلق ازرق فام سے کنایہ قالب عنصری کی طرف ہی جو کہ روح کا لباس ہی اور یہی لباس گویا دولت وحشمت ہی۔ یعنی محبوب حقیقی سی عرض کرتی ہین کہ تو پیغام وصال معشوقان جمال کی پاس جلد پہونچا تا کہ یہہ لباس جو میری روح کی ملاقات کے واسطی مسرت پردہ کی ہی اوتار ڈالون اور تیری پاس پہونچ جاؤن۔ دوسرا مطلب یہہ بھی ہی کہ اسے مرشد کامل مجھی شراب محبت کا جام دی یعنی میری دل کو شراب محبت صفا پلا تا کہ لباس وجود ہستی مستعار کو اوتار ڈالون اور فنا فی اللہ ہو جاؤن۔

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان ما نمیخواہیم ننگ و نام را
اگرچہ عاقلون کی نزدیک بدنامی ہی مگر ہم ننگ و نام کو نہین چاہتی ہین

نہین رہینگے۔ پس یہہ شعر گویا ہجر محبوب کے دکہارہا ہی اور حقیقی مطلب اسکا یہہ ہی کہ اب ہم جہان سے جاتی ہین چونکہ ہمنی کوئی کام نیک نہین کیا ہی نہین معلوم کہ ہماری بدبختی کہان پہونچائیگی اور معصیت کیا رنگ لائیگی لہذا بمقتضای افوض امری الی اللہ اپنا کام تیری حوالے کرتے ہین تو جانی یا ہمارا غمخوار دل جانے جو چاہی سو کرے۔ سپردم تو مایۂ خویش را + تو دانی حساب کم و بیش را۔

از نثار مژہ چون زلف تو در در گیرم ۔ قاصدی کز تو سلامی برساند بر ما

در اشک سی تیری زلف کیطرح موتی پرووٴنگا ۔ اگر کوئی قاصد تیری طرف سی مجہی سلام پہونچائے

اس شعر کا ربط اول سی ملا ہوا ہی اور مطلب یہہ ہی کہ اگر تیری طرف سی کسی قاصد نی میرے پاس سلام پہونچا دیا یعنی تونے مجھے یاد کیا اور سلام کہلا بہیجا تو مین گریۂ شادی کے سبب اتنے اشک آنکہون سی گرا کر جمع کرونگا کہ جتنے تیری زلف نے جمع کئے ہین۔ اس سے اشتیاق کی غایت ظاہر کرنا مقصود ہی حقیقی اعتبار سے عاشق کے پاس معشوق حقیقی کی طرف سی سلام پہونچنا یعنی پیغام وصال یعنی جب تیری پاس سی طلبی کا پیغام تیری پاس ملک الموت کی معرفت پہونچے گا تو مین شادی سی رونے لگونگا ؛

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برار ۔ کہ وفا با تو قرین باد و خدا یاور ما

مین دعا کرنی آیا ہون تو بہی دعا کو ہاتہہ اوٹہا ۔ کہ وفا تیری نزدیک آجاوی اور ہمارا خدا مددگار ہو

مطلب یہہ کہ ای محبوب مین دعا مانگتا ہون اور تو بہی دعا کے واسطے ہاتہہ پہیلا یعنی ہم تو دونون ملکر دعا مانگین۔ مین تو یہہ دعا مانگون کہ تجہین وفا کرنا آجائے اور تو یہہ دعا مانگ کہ میرا خدا مددگار ہو یعنی میری دعا تیری لئی ہوگی اور تیری میری واسطی ہونی چاہئی حقیقی لحاظ سے مرشد کامل کو مخاطب کرسکتی ہین لیکن اس صورت مین وفا کی معنی مریدونکی دلجوئی لینگے۔

گرہمہ خلق جہان بر من و تو حیف خورند ۔ بکشد از ہمہ انصاف ستم داور ما

اگرچہ جہان کی تمام خلق مجہپر اور تجہپر افسوس کرتی ہی ۔ لیکن ہمارا خدا اونسی افسوس کو انصاف سے قتل کردیتا

بیت کا دوسرا نسخہ رشک بہی ہی یعنی خلقت جو میری عشق اور تیری لطف پر افسوس کہاتی یا رشک کرتی ہی تو ہم دونون کا خدا اون رشک کو انصاف سی میٹ دیتا ہی یعنی میرا عشق اور تیری عنایت حق بجانب ہی اور مخلوق کا رشک کرنا انصاف سے دور حقیقی طور پر اس شعر مین شاہد حقیقی اور

ننگرد دیگر بسر و اندر چمن ہر کہ دید ان سرو سیم اندام را

اور کسی سرو کو چمن مین نہ دیکھے گا جسنے کہ اوس سرو سیم اندام کو دیکھا

چمن سی مقصود تعینات ہین اور سرو سی مراد ذات باری یعنی جس کسی نے اوسکو (اوسکے پرتو) کو دیکھا ہی وہ اور کسیکو دیکھنا کبھی نہ پسند کریگا

از سر دنیا گذشتی غم مخور خوش بخور ہم خوش بدار ایام را

تو جب دنیاسے چھوٹ گیا غم نکہا خوش کر اور اپنی زمانہ کو خوش رکھہ

اپنی نفس سی خطاب ہی کہ ای نفس مطمئنہ تو جب عاشق الٰہی ہوا تو دنیا کے جھگڑی بکھیڑون سی چھوٹ گیا پس اب کچھہ غم نکر اور خوش وخرم رہ اور اپنا زمانہ عمر خوشی ہی مین گذاردی۔ غم تو دنیا کی بدولت ہی اور جب تارک الدنیا ہو گیا تو غم کس بات کا۔

صبر کن حافظ بسختی روز و شب عاقبت روزی بیابی کام را

ای حافظ روز وشب کی سختی مین صبر کر آخر کار ایک روز مقصد کو پہونچے گا

سختی سے اشارہ حادثات دنیا اور نفس امارہ یا شیطان کی طرف ہی مطلب یہہ کہ ای حافظ سختی مین دن رات صبر کئے جا ایک دن ضرور ایسا ہو گا کہ تیری مراد بر آویگی۔ اس مراد برآنیسی یا تو موت مقصود ہی یا ترک دنیا مثل ہی یہہ مشہور ای ذیشعور۔ کہ ہر رنج کی بعد راحت ضرور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔

ما برفتیم و تو دانی و دل غمخور ما بخت بدتا بکجا میبرد آبشخور ما

ہم تو جاتی ہین تو جانی اور ہمارا دل غمخوار جانی معلوم بدبختی ہمارا دانہ پانی کس جگہہ لیجاتی ہی

خواجہ صاحب نی یہہ غزل اوسوقت تصنیف کی تہی جبکہ اونکی محبوبہ شاخ نبات جس کا ذکر اس سی پہلی بہی آچکا ہی شیراز سے عازم بغداد تہی اور آپ اوسکو رخصت کرنیکواسطے گئی تہی۔ لفظ ما برفتیم جس سے اپنا جانا پایا جاتا ہی اپنی واسطے نہین ہی بلکہ از راہ ادب اور تفاول کہا اب تک دستور ہی کہ اہل فارس دوست کی رخصت کیوقت اسیطرح سی کہتی ہین یعنی یہہ کہتی ہین نہ ہم جاتی ہین جسکا شاید یہہ مطلب ہی کہ تو ہم سی جدا نہین ہوتا بلکہ ہم تجھسے جدا ہوتے ہین اور بخت بد سی بہی اپنی ہی طرف اشارہ ہی یعنی کچھہ معلوم نہین کہ ہماری بدنصیبی ہمکو کہان لیجائیگی اسلئے کہ بلا تیری اس شہر مین

زود باشد کہ بیاید بسلامت یلوم ای خوش آن روز کہ آید بسلامت بر ما

جلد وہ وقت آتا ہی کہ یار سیر اسلامتی سی آئے ای دل وہ دن کیا اچھا ہوگا کہ صحیح سلامت ہم تک آئیگا

عاشق اپنے دل مشتاق کو سمجھاتا ہی کہ ای دل جا بر وہ وقت آرہا ہی کہ محبوب صحیح وسلامت ہم تک آجائیگا حقیقی اعتبار سے یار مرادلی گئی ہی موت سے کیونکہ عارف لوگ موت ہی کو وصال یا پیغام وصال سمجھتے ہیں اسواسطے اوسکو یار سے تشبیہ دیگئی۔

ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدا را حافظ گو بزاری سفری کرد و برفت از بر ما

جو کوئی کہے کہ خدارا حافظ کہاں گیا کہو کہ روتے ہوئے سفر کیا اور ہمارے پاس سے چلا گیا

مطلب یہ کہ ای محبوب اگر کوئی اسکے بعد میری دوستون میں سے تیرے پاس آوے اور پوچھے کہ برائے خدا بتلاؤ کہ حافظ کہان گیا تو اوس سے کہدیجو کہ اوسنے روتے ہوے ہمارے پہلو میں جان دیدی یعنی سفر آخرت اختیار کیا۔

لطف باشد گر نپوشی از گدایان روت را تا بکام دل ببیند دیدہ ماروت را

مہربانی ہو اگر تو فقیرون سے اپنے مونھ کو نہ چھپائے تاکہ دلی مقصد سے ہماری آنکھیں تیرے رخ کو دیکھیں

اسمہ دیوان کے عام نسخون مین یہہ غزل نہین ہی۔ صرف ایک ہی دو دیوان مین پائی گئی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ حافظ صاحب کی تصنیف سے نہوگی کیونکہ اسمین مکرر سہ کرر ایک ہی قافیہ کو باندھا گیا ہی البتہ ایک خوبی اسمین یہہ ہی کہ ہر شعر کے پہلے مصرع مین ہاروت اور دوسرے مین ماروت آیا ہی یہہ وہی ہاروت وماروت ہین جو زہرا کے عشق مین مبتلا ہوکر چاہ بابل مین اسیر ہوے تہے۔ پہلے مصرع مین۔ گدایان روت را بمعنی گدایان روی ترا ہی۔ یہہ فقرہ گویا لفظ ہاروت کا ایہام ہی اسلئے کہ بعض لوگون نے گدا کی جمع بجائے گدایان کے گداہا سے بھی بنائی ہی۔ دوسرے مصرع مین بہی یہی صنعت ہی کہ دیدہ ماروت را بجائے دیدہ ما روی ترا کے ہے اسکو بھی ماروت کا ایہام سمجھنا چاہئے۔ مطلب صرف یہہ ہی اگر تو اپنا مونھہ مہربانی کرکے ہم فقیرون سے نہ چہپائے تو ہماری آنکھیں دل سے تجھے دیکھیں۔ کیونکہ انسانی سرشت کا مقتضا ہی کہ جو چیز سامنے ہوتی ہی اوسکو آدمی اتنے شوق سے نہین دیکھتا جیسا کہ پردہ کی چیز کو دیکھنے کا خواہشمند رہتا ہی پس اسطورے گویا معشوق کو صورت نہ چہپانے کی تحریک کیگئی ہی تاکہ دیکھنے مین سہولیت ہوجائے۔

ہمچو ہاروتیم دایم در بلای عشق زار کاشکی ہرگز ندیدی دیدہ ماروت را

ہم ہاروت کیطرح ہمیشہ بلائے عشق مین زار ہین کیا اچھا ہوتا کہ ہماری آنکھیں تیرے چہرہ کو کبھی نہ دیکھتین

رشک کا مل دونون مراد ہو سکتی ہین۔ باقی خلق کا رشک محبوب کی عنایت معلوم ہی ہو چکی۔

بست گر ہمہ عالم بسرم بحر و شند	نتوان برد ہوای تو برون از سر ما

تیری دہیان ہین اگر تمام عالم میری سر پہ شور مچاوین	ہماری سر سی تیرا سودا دور نہین کیا جا سکتا

ہر دو عشقون مین یہ شعر گویا عاشق کی پختہ کاری ظاہر کرتا ہی کیونکہ سچا عاشق وہی ہی کہ جسکو خلق کی ملامت اور شور کا خیال نہو عشق صادق ایسا نہین ہوتا کہ وہ ملامت۔ یا طعن تشنیع سی کم ہو جائی یا دبکی سی جاتا رہی بلکہ ایسی حالت مین سمند شوق کو اور تازیانہ لگتا چلا جاتا ہی۔

فلک آوارہ بہر سو کندم میدانی	رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما

تو جانتا ہی کہ مجھکو آسمان ہر طرف سرگردان کئی پہرتا ہی	اوسکو ہماری صحبت جان پرور سی رشک ہوتا ہی

اس سی زمانہ ناہنجار اور فلک کجرفتار کی شکایت متصور ہی کہ یا اللہ تو خوب جانتا ہی کہ یہہ آسمان دون پرور ہمکو حوادثات عالم کی سبب ایک جگہہ مین سی بیٹھنے نہین دیتا اسواسطے کہ اسکو دو شخصونکا ہم صحبت ہونا پسند نہین ہی اس سی معلوم ہوا کہ یہہ رشک کرتا ہی چنانچہ میر حسن کا قول ہی شعر دو دل کو کبھی بیٹھا تا نہین کسی کا اسی وصل بہاتا نہین +

دردمندیم و خبر میدہد از سوز درون	دہن خشک و لب تشنہ و چشم تر ما

سوز درون خبر دیتا ہی کہ ہم دردمند ہین	ہمارا خشک دہن پیاسی ہونٹہ اور چشم تر

مونہہ کا خشک ہونا اور پپڑای ہوی ہونٹہ تو سوز درونی کی ظاہری علامت ہی ہین لیکن چشم تری ایک علامت سینہ سوزی ہی کی ہی اسلئے کہ گرمی سے بخارات پانی ہو کر آنکھون کی راستہ نکلا کرتی ہین۔ دردمند سی وہی درد عشق مقصود ہی چاہی مجازی ہو یا حقیقی ہو حاصل یہہ کہ جو عاشق ہے وہ دردمند ضرور ہی اور دردمند کی یہہ تینون علامتین بیان کردی گئین۔

ما ز وصف رخ زیبای تو تا دم زدہ ایم	ورق گل خجلست از ورق دفتر ما

جب تک ہمنی تیری رخ زیبا کو وصف کو لکہا ہی	پتی پہول کی شرمندہ ہی ہماری دفتر کی ورق سی

معشوق کے رخ زیبا کے توصیف مین ہے کہ جب ہم نے تیرے رخ رنگین کی تعریف لکہی تو اوسکی اثر سے ہماری نوشتہ کے ورق گلاب کے پہول کے پتی کی طرح رنگین ہو گئی۔

شعر اس کے حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کہا ہیں لیکن دوسرے مصرع میں حافظ ما۔ روی ترا اوسی صنعت کیواسطے آیا ہے اسلیے ہم اس لفظ ما کو محض برای بیت خیال کرتے ہیں اور ایسا خیال کرنیکے معقول وجہ وہی ماروت کے نام کا ایہام ہے جو بار بار اس غزل میں آیا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ ای محبوب حقیقی میں تیرے جدائی میں صدمون پر صدمے اور ستم پر ستم اوٹھا رہا ہون تو جلد اپنی صورت دکھلا تا کہ حافظ تیرا چہرہ دیکھے اور صدمہ فراق سے چھوٹ جائے۔ روی نما وصال محبوب کی طرف کنایہ ہے۔ جسکا ماحصل موت ہے پس گویا یہہ آرزوی وصال موت کی آرزو سمجھنے چاہیے۔

تا بجمالت عاشقان راز د بوصل خود صلا ۔ جان و دل افتادہ اند از زلف و خالت در بلا

تیرے حسن نے عاشقون کو اپنے وصل کا امیدوار کیا ۔ اور جان و دل تیرے زلف و خال کے سبب بلا میں مبتلا ہین

بوصل خود سے روز قیامت مراد ہے۔ صلا کے معنی دعوت یا عام بلاوے کے ہین مگر یہان امیدوار کرانے ہو سکتے ہین۔ اللہ نے قیامت کے دن اپنا جمال دکھانے کا وعدہ فرمایا ہے اسلئے صلا کا لفظ لائے ہین دوسرے مصرع مین زلف سے اتصفیہ عشق مراد ہے یا انسان کامل کا ذات مطلق سے جدا ہو کر دنیا مین آنا مقصود ہے چونکہ زلف کے واسطے پیچ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس اعتبار سے حوادثات دنیا اوس زلف کے پیچ مقصود ہو سکتے ہین۔ خال بمعنی تل جس سے روح کی طرف کنایہ ہے جو کہ دل کا مرکز ہے اور خال سویدا بھی اسکو کہتے ہین۔ پس مطلب یہہ ہے کہ ای اللہ تیرے جمال نے عاشقون اور طالبون کو صدای دعوت عام دیکر قیامت کے روز دیدار کا امیدوار کر رکھا ہے مگر جان و دل خال و زلف کے پیچ مین پھنسے ہوے ہین یعنی حوادثات دنیا اور روح کا قلبی تعلق اونکو جسم سے رہا نہین ہونے دیتا کہ جلد تر منزل مقصود تک پہونچین۔ اور اوس وعدہ کی پوری امیدوار ہو جائین جو بہشت مین اپنا جمال دکھانیکی بابتہ کیا ہے۔

انچہ جان عاشقان از دست ہجرت میکشد ۔ کس ندیدہ در جہان جز کشتگان کربلا

جو کچھ تیرے ہجر مین عاشقون کی جان پر گذر رہا ہے ۔ اوسکو سوائے شہیدان کربلا کے اور کسی نے نہین دیکھا

کشتگان کربلا سے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اونکے تمام وہ رفقا مراد ہین جو یکے بعد دیگرے شہید ہوے تھے۔ اس مین شک نہین کہ حضرت امام حسین کے وہ مددگار جنھون نے اوس لڑائی مین ایک دوسرے کے سامنے جانین دے ڈالین اور اپنی امادون پر ثابت قدم رہے سب عاشق حق تھے۔ حافظ صاحب

چونکہ ہاروت عشق کی ہی وجہ سے زندان بابل مین گرفتار ہے اسی غرض سے یہہ مثال دی کہ ہم بھی تیرے عشق مین ہمیشہ کیواسطے گرفتار ہوگئے کیا اچھا ہوتا کہ ہم تیری صورت ہی کو نہ دیکھتے۔ مجازی اور حقیقی دونون طرف کو اسکا مطلب ہوسکتا ہے۔

کی شدی ہاروت در چاہ زنخدانش اسیر گر نگفتے شمہ از حسن او ماروت را

ہاروت کب اوسکے چاہ زنخدان مین اسیر ہوتا گر نہ کہتا تھوڑا سا اوسکے حسن سے ماروت کو

پہلے مصرع کے لفظ ہاروت سے ہاروت و ماروت دونون مراد ہین۔ زنخدانش کی ضمیر زہرہ کی طرف کو پھرتی ہے جسپر یہہ دونون فرشتے عاشق ہوئے تھے مصرع ثانی مین اوکی ضمیر بھی زہرہ کی طرف ہے اور ماروت مین ما الگ اور روت الگ ہے اور یہہ دونون لفظ بھی ماروت کے نام کا ایہام رکھتے ہین۔ مطلب یہ کہ ہاروت و ماروت زہرہ پر عاشق ہوتے۔ اگر تیرا چہرہ کچھ تھوڑا سا حال بھی زہرہ کے حسن کا ہمسے ظاہر کرتا زہرہ ایسی خوبصورت عورت تھی جسنے فرشتون تک کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا چونکہ اوسکو خوبصورتی تیرے ہی حسن سے ملی تھی اور ہمنے تیرا رخ جس سے مشاہدہ قدرت مقصود ہے دیکھا ہے تو ہمکو صاف معلوم ہوگیا کہ ہاروت و ماروت زہرہ پر عاشق ہوگئے تو کچھ تعجب کی بات نہین ہے یعنی تیرا رخ انور ہم اگر نہ دیکھتے تو شمہ برابر بھی زہرہ کی خوبصورتی کا حال نہین جان سکتے تھے پس اوسوقت یہ بھی یقین نہوتا کہ ہاروت و ماروت اوسپر کیسے عاشق ہوئے ہونگے۔

بوی گل برخاست گوی در چمنہا روت بود بلبلان ستند گوئی دیدہ چون ماروت را

بوی گل کی منتشر ہوئی گویا باغون مین تیرا چہرہ تھا بلبلین مست ہین گویا دیکھکر مثل ہماری تیرے رخ کو

چونکہ باغون مین تیری حسن کا جلوہ تھا اسلئے از راہ ادب بوی گل منتشر ہوئی یا علیحدہ ہوگئی۔ دوسرے مصرع کے ایک معنی تو یہہ ہی ہوسکتے ہین جیسا کہ ہمنے ترجمہ کیا ہے اور اگر ماروت کو اصلی لفظ تصور کرین تو یہہ معنے ہوتے ہین کہ بلبلین ایسی مست ہین کہ جیسے ماروت کی آنکھین مست تھین۔ ماروت کی آنکھین زہرہ کے عشق مین مست تھین اور بلبلین عشق گل مین مست ہوتی ہین یہان بلبلون سے طالبان معرفت مراد ہین اور گل سے شاہد حقیقی اور بوی گل سے ظاہری گل کی بو مقصود ہے ممکن ہے کہ اس سے عشق مجازی مراد ہو۔

میکشم جور و جفاہا بہ ہجران ای صنم رو نمانا بیند حافظ ماروت را

ای صنم مین تیری فراق مین ظلم و ستم اوٹھا رہا ہون صورت دکھلا تاکہ ہمارا حافظ تیرا مونہہ دیکھے

جان مین سے پہلے قدر دانا نا جائیگا - اور ہستی و زندگی کے اصلی معنی رہ جائینگے

بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب ... پنجروز ایام عشرت را غنیمت دان دلا

عیش کی بزم شادی کا زمانہ خوشی کا وقت ... پانچ روزہ عشرت کے زمانہ کو غنیمت جان

بزم عیش سے حلقہ مرشد اور شادی سے حصول فیض ہنگام طرب سے ایام جوانی مراد ہین - چونکہ دن رات
نامون سے موسوم ہین - اسلئے قدماؤن نے ایک دن پیدایش کا اور ایک دن موت کا
ان رات دونون مین سے منہا کرکے زندگی کو صرف پانچ روزہ کہی ہین اور پنجروزہ زندگی اسی اعتبار سے
مانی جاتی ہے - پس مطلب یہہ ہے کہ اے دل پنج روزہ زندگی مین جسکو عشرت کے روز کہنے چاہئین یا مرشد
کے حلقہ مین شامل ہوکر حصول فیض کرلے یا جوانی مین دیوانہ ہوکر دنیا کے مزے اوڑھالے یعنی زندگی
تھوڑی ہے - اگر اسکو غنیمت سمجھتا ہے تو کچھ نیک کام کر اور نیک کام یہی ہے کہ طالب حقیقت ہوجا

حافظا گر پای بوس شاہ دستت میدہد ... یافتی در ہر دو عالم زینت عز و علا

اے حافظ اگر تیری قسمت مین شاہ کونین کی قدمبوسی ہے ... تو دونون جہانمین اعلے مرتبہ کی زینت پائیگا

شاہ سے حضور سرور کائنات مقصود ہین - باقی مطلب صاف ہے کہ اے حافظ اگر تو حضور کی قدمبوسی
کریگا تو دونون جہان مین عالی مراتب پالیگا -

میدمد صبح و کلہ بستہ سحاب ... الصبوح الصبوح یا اصحاب

صبح بادلون کی نقاب ڈالی ہوئی ہوتی آتی ہے ... اے دوستو صبوحی ہو صبوحی

صبح سے مراد وہ حالت ہے کہ جو طلوع حقیقت سے پہلے سالک پر ظاہر ہوا کرتی ہے اور اوسکو آفتاب حقیقت کی
تجلی اکتساب کرنے کے لائق بناتی ہے کلہ بکسر کاف و تشدید لام بمعنی تنگ پردہ جو کھیون اور مچھرون سے
بچاؤ پانے کیواسطے امرا لوگ اپنی جائے آرام مین لگاتے ہین مگر یہان دل سالک مراد ہے سحاب سے اشارہ
اوس بخار کی طرف ہے جو بسبب نفس کی گرمی سے سالک کے دل و دماغ مین ظاہر ہوکر اوسکو پریشان کرتا ہے
اور بادل کی طرح دل پر برسا کرتا ہے واضح ہو کہ یہہ سب حالتین ایسی ہین کہ جنکو عارفان کامل ہی
سمجھتے ہین عوام الناس محسوس نہین کرسکتے اور ہم شعر کا مطلب صاف کرنیکے واسطے انکو لکھنے پر مجبور ہین
صبوح سے مراد وہی شراب صبوحی ہے تاکید کیلئے یہہ لفظ مکرر آیا ہے اور یہان صبوحی کے معنی شراب معرفت
ہوجائین گے چنانچہ خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ طالب پر آفتاب حقیقت کی تجلی پردہ سے نمودار ہونیکو ہے

ایسا کہتے ہین کہ تیری جدائی مین جو کچھ صدمے عاشقون کی جانین اوٹہاتی ہین اوسکو شہدان کربلا کے سوای
اور کوئی نہین سمجہا کئی مطلب ہین اول تو یہہ کہ وہان بیعت کی بحث تہی جو حق بات نہ تہی اور حضرت امام
حسین علیہ السلام حق پر تہے چنانچہ جب اونسے کہا گیا کہ تم بیعت یزید قبول کرلو ورنہ قتل کئے جاوگے
تو اونہون نے بیعت سے اسلئے انکار کیا کہ اونکو اپنے محبوب کے پاس جلد پہونچنے کی خوشی تہی جبکہ
وہ دنیا مین فراق کے صدمے اوٹہاتے تہے تو پہر کیون خوشی خوشی جانین نہ دیدیتے۔ دوم یہہ کہ جب
کشتگان کربلا صریحاً یہہ دیکہتے جاتے تہے کہ ہمارے بہائی بند بیٹے بہتیجے سب یکے بعد دیگرے قتل ہوچکے ہین
تو ایسے وقت مین وہ ضرور بیعت کرکے جان بچالیتے اگر اونہین محبوب حقیقی کا فراق نہ ہوتا ایسے
ذوق وشوق سے مین گردنین کٹوانا اوسی ہجر کی بدولت تہا۔ سوم یہہ کہ جن لوگون کو عشق الٰہی ہوتا ہی
وہ بیدل ہوتے ہین جسم کی حفاظت اور جان کا خوف اونہین کو ہوتا ہی جو ہوشیار ہون اور جو دل ہی
نرکہتے ہون اونکو دنیا سے اور مال ودولت اور اہل وعیال سے کچہہ غرض نہین ہوتی پس شہدان کربلا
ایسے عاشقان خدا تہے کہ اونہون نے شکستگی ہجر محبوب کی خوشی مین سب کو چہوڑ چہاڑ قتل ہونے کو
سر جہکا دئے۔ چہارم ہر شخص کی یہی خواہش تہی کہ مین پہلے مرون چنانچہ ایک دوسرے سے جنگ مین
پیشقدمی کرنیکو مستعد ہوتی تہی پس خلاصہ کلام کا یہہ ہی کہ تیرے پاس پہونچکر ہجر سے چہوٹ جانے کا
لطف عاشقون کو ملتا ہی وہ دنیا مین سواے شہیدان کربلا کے اور کسی نے نہین دیکہا۔ اور اون مین
وہی خصوصیت تہی جو اوپر بیان ہوئی۔

ترک ما گر میکند رندی و مستی جان من ترک مستوری و زہدت کرد باید اولا

(اے) ترک اگر میری جان رندی ومستی کرتی ہے تو تجہکو پہلے پارسائی و پرہیزگاری ترک کرنی چاہئے

ترک سے معشوق مراد ہی رندی سے عبارت رنگ وحدت مین یکرنگ ہونا اور مستی سے مقصود مستی ہی مستوری کے
معنی پارسائیکی اور زہد کے پرہیزگاری کے ہین۔ ترک سے پہلے حرف ندا مقدر ہی۔ اور اس شعر کا مطلب
دو طرح ہوسکتا ہی اول یہہ کہ اگر میری جان مستی ورندی کرتی ہی یعنی وحدت ویکرنگی کی طالب ہی
تو اے ترک تجہکو لازم ہی کہ تو پہلے زہد اتقا کو ترک کر بعد ازان رنگ وحدت مین بے حجابانہ درآ۔ دوم
یہہ کہ اگر میرا معشوق رندی ومستی کرتا ہی تو اے جان تجہے ترک پرہیزگاری اور تقوی کا ضروری ہی
جو کہ تیری شان مین اولی اور انسب ہی لیکن اس دوسری صورت مین حرف ندا بجاے ترک کے

لب و دندانِ تو حقوق نمک داشت بر جانِ سینہای کباب

تیری دانت اور لب حق نمک رکہتی ہین سینہ کباب لوگون کی جان پر

اسکا مخاطب مرشد کامل ہی اور مطلب یہہ کہ ای پیر و مرشد تیری لب و دندان گویا اون حالات و اسرار کی بیان مین پر ملاحت ہین کہ جو حالات و اسرار مقام معرفت سی تعلق رکہتی ہین چونکہ ہم نے اون سی استفاضہ کیا ہی اسواسطے ہم سینہ کباب عاشقون کی جانون پر اونکا حق نمک ہی بالفاظ دیگر سینہ کباب لوگونکی جانون پر تیری لب و دندان کا نمک کہایا ہی حق نمک بڑا حق سمجہا جاتا ہی یعنے ہم طالبون کی دل اوسی بیان اسرار یا سینون کی کباب اوسی لب و دندان کی نمک سی چٹپٹی ہوئی ہین۔ اس شعر مین اوس احسانکا اظہار کیا گیا ہی جو طالبان حقیقت کی اوپر مرشد کامل کا ہوتا ہی اور جسکی بار سی وہ کبہی سبکدوش نہین ہو سکتی

در میخانہ بستہ اند مگر افتح یا مفتح الابواب

دروازہ میخانہ کے بند ہین لیکن کہول ای دروازون کے کہولنی والی

میخانہ سی مراد عالم غیب ہی جو کہ شراب انوار و تجلیات سی پر ہی اور بند ہونے سے مقصود قبض واردات پس مطلب شعر کا یہہ ہی کہ دروازہ واردات کی مجہپر بند ہین ای بستہ درون کی کہولنی والی اونکو میری لئی کہولدی بمفتح الابواب سے شاہد حقیقی مراد ہی نیز ممکن ہے کہ اسکا مخاطب مرشد کامل ہو یعنی ای معرفت کی مشکلات کی حل کرنیوالے اور سربستہ رازون کی معلوم کرانیوالے پیر مرشد اپنی فیض عام کے دروازہ کہولدی اور طالبون کو شراب معرفت سی خوب سیراب فرما۔

در چنین موسمے عجب باشد کہ ببندند میکدہ بشتاب

تعجب ہے کہ اس موسم مین میخانہ کو جلدی سے بند کر دین۔

یہہ شعر بیت ماسبق کی توضیح ہے۔ موسم سے عبارت سالک کے جذبہ کا وقت اور میکدہ سے شراب خانہ معرفت مراد ہے اور مطلب یہہ کہ ایسے وقت جبکہ جذبہ عشق جوش پر ہے تو نے شراب خانہ معرفت کو بند کر دیا۔ ایسی حالت مین قبض واردات سالک کیلئے بہت سخت ہوتا ہے جبکہ جذبہ دل نہایت جوش پر ہو اس سے مقصود وہی زیادتی طلب ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور میکدہ کو بند کرنیکی شکایت سے مرشد کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔

اور وہ اوس بخارا ور غبار کیساتھہ آتی ہوئی معلوم ہوتی ہی جو سر و دماغ کو پریشان کرتا اور دل کو میلا دیتا ہی لہذا ای دوستو جلد شراب معرفت لاؤ تا کہ دل سی غبار مذکور صاف ہو جائی اور لطف طلوع تجلی آفتاب حقیقت حاصل ہو سکی

می چکد ژاله بر رخ لاله — المدام المدام یا احباب

لالہ کے رخ پر اولے گرتے ہین — ہمیشہ ہمیشہ اے ہمدمو

ژالہ بمعنی اولہ مگر یہان شبنم کا مرادف ہی۔ لالہ دل کا مرادف اسوجہ سے کہ لالہ مین سیاہ داغ ہوتا ہی اور دل بہی قطرہ خون اپنے اندر رکہتا ہی جسکو سویدا کہتی ہین۔ یہہ شعر اول شعر کی توضیح ہے یعنی عاشق حقیقی کے دل داغدار پر ہمیشہ ہمیشہ اولے گراکرتے ہین اور اس ژالہ باری سی وہی تقاطر سحاب مقصود ہی جو پہلے شعر مین بیان ہو چکا۔ گویا دل سالک ہمیشہ خراب وخستہ رہتا ہی اگر وہ شراب معرفت نہ پئے تو دل شوریدہ کو تسکین بہی نہو۔

می وزد از چمن نسیم بهشت — خوش بنوشید دائمًا می ناب

چمن مین نسیم بہشت چلتی ہے — ہمیشہ شراب خوش رنگ خوب پیو

چمن سی صحبت مرشد اور نسیم بہشت سی فیض صحبت مراد ہی مطلب یہہ کہ ای طالبو ریاض مرشدین گویا نسیم بہشت چل رہی ہی یعنی اوسکی صحبت کا فیض جاری ہی پس تم خوب استفاضہ حاصل کرو اور خوب شراب خوشرنگ پیو اس سی کنایہ شراب معرفت کی طرف ہی

تخت زرین زدست گل بچمن — راح چون لعل آتشین دریاب

گل نے چمن تخت زرین بچھایا ہے — شراب مثل لال آتشین کی دیکھہ

ظاہرا چمن و گل کی رعایت ہی مگر باطن مین گل سے مراد مرشد کامل اور چمن سے اوسکا کاشانہ عالی۔ تخت زرین باعتبار رنگت کے لائے ہین جس سی فیض صحبت عبارت ہی۔ راح بمعنی شراب یہان کنایہ اوسی شراب معرفت یا فیض صحبت سی ہی اور مطلب یہہ کہ مرشد کامل نے گلزار خانہ مین اپنی ذات عام فیض رسانی پہیلا رکہی ہے اے مخاطب تو اوس شراب کو سے جو لعل کی سی آتشی رنگت رکہتی ہے یعنی اوس سے استفاضہ حاصل کر اور معرفت الٰہی سیکہہ۔ زدست اصل مین زدہ است ہی۔

چون سکندر حیات اگر طلبی — لب لعل نگار را دریاب

اگر سکندر کی طرح زندگی کا طالب ہے — اور معشوق کے لب لعل کو حاصل کر

مشہور ہے کہ سکندر بادشاہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے آب حیات کی تلاش مین تھا لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ اگر تو سکندر کیطرح ہمیشگی زندگی چاہتا ہے تو مرشد کامل کے بطون کلام کو حاصل کر نگار سے کنایہ مرشد کامل کیطرف ہے۔ یعنی مرتبہ معرفت حاصل کر کے بقا باللہ ہو جا۔

بر رخ ساقی پری پیکر — موسم گل ز نوش بادۂ ناب

ساقی پری پیکر کے رخ پر — موسم گل مین شراب ناب پی

ساقی پری پیکر سے وہی سالک طریقت مقصود ہے۔ دوسرے مصرعہ مین موسم گل سے پہلے لفظ در مقدر مانا جائے گا۔ مطلب یہ ہوگا کہ محبوب حقیقی کی یاد و تصور مین اوس وقت جبکہ جذبہ شوق بہار پر ہو شراب معرفت کا جام پینا چاہئے۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت — عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

اے حافظ غم نہ کھا کہ شاہد نصیب — آخر کار چہرہ سے نقاب اوٹھا دیگا

یعنی اے حافظ کچھ فکر نہ کر کبھی نہ کبھی تیرا نصیب جو معشوق صفت ہے اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دیگا۔ یعنی جاگ جائے گا یا کھل جائیگا۔ اس سے مقصود شاہد حقیقی کا وصل ہونا یا طالب کا مراد کو پہونچنا ہے۔

گفتم اے سلطان خوبان رحم کن برین غریب — گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکین غریب

مین نے کہا کہ اے شاہ خوبان اس عاجز پر رحم کر — جواب دیا کہ مسافر غریب نے دل کے پیچھے راہ گم کر دی

سلطان خوبان سے شاہد حقیقی جو تمام حسینونکا بادشاہ ہے مراد ہے۔ اور مسکین غریب سے راہ فنا کا مسافر یعنی عاشق مقصود ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب مین نے کہا کہ اے خوبون کے شاہ اس عاجز پر بھی رحم کر تو اوس نے جواب دیا کہ تو نے دل کے ہاتھون سے اپنے آپ کو گم کردہ راہ اور پریشان کیا ہے یعنی جو کچھ تو نے کیا وہ اپنے دل کے بس کیا ہے۔ رحم کی ضرورت تو اوس وقت ہوتی ہے کہ جب معشوق اپنی طرف سے کج ادائی کرے۔ ظاہری معنے تو یہ ہین لیکن باطنی کے اعتبار سے اس مضمون کی خوب وضاحت نہین ہوئی لہذا صاف لفظون مین بیان کیا جاتا ہے۔ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شعر مین

زاہدا مے بنوش همچون رندانہ   فاتقوا اللہ یا اولی الالباب

اے زاہد رندون کی طرح مے پی   پس اے اہل دانش خدا سے ڈرو

اے زاہد مے محبت رندون کی طرح سے پی یعنی اسطرح کہ اوسمین ریا کی آمیزش نہو بلکہ ہر طرح سے صفائی ہو۔ زاہد اوسکو کہتے ہین کہ جو اہل دنیا سے تو ہو مگر خدا کی عبادت کرے اور رند اوسے بولتے ہین کہ جو صرف عاشق الٰہی ہو اور دنیا سے کسی قسم کا تعلق نہ رکہے ان دونون حالتون مین بڑا فرق ہے مطلب یہہ کہ ای زاہد تو کار دنیا سے فارغ البال ہو کر بے دہڑک شراب محبت پی اور ہوشیارون کو اوس ذات حقیقی سے ڈر کر اوسکی طلب کرنے چاہیے یہان اولی الالباب سے ذی فہم لوگ مراد ہین جو مجذوبون کے برعکس ہوتے ہین واضح ہو کہ تقویٰ تین قسم کا ہوتا ہے اول مرتبہ اوسکا تقویٰ عوام ہے وہ یہہ کہ کبیرہ گناہون سے پرہیز کیا جائے۔ دوم تقویٰ خواص کہ صغیرہ گناہون سے بہی بچا رہے سوم تقویٰ اخص الخواص یعنے سوائے خدا کے غیر چیز کا خطرہ کسیوقت بہی دل مین نہ لایا جائے۔

گر نشان زاب زندگی جوئے   می نوشین بجو بہانگ رباب

اگر تو آبحیات کا نشان ڈہونڈہتا ہے   شراب سر ڈہونڈہ رباب کی صدا پر

یعنے اگر زندگی کا نام ونشان ڈہونڈہتا ہے تو شراب معرفت سے ڈہونڈہ اور شراب معرفت کا نشہ رباب کی آواز سے حاصل ہوتا ہے چونکہ صوفیائے کرام رباب اوسنے کی آواز سے مسرور ہو کر نشۂ عرفان مین غرقاب ہوا کرتے ہین اسواسطے یہہ پتہ بتلایا گیا ہے۔ اور خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ہمیشہ کی زندگی چاہتا ہے تو عشق الٰہی کی شراب پی۔ کیونکہ عاشقان الٰہی ہمیشہ زندہ رہتے ہین یہہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ دار فنا سے منتقل ہو کر دار بقا مین پہونچ جائین مگر اونکی حیات دائمی ہو جاتی ہے اور وہ کبہی نہین مرتے۔

خفته بر سنجاب شاهی نازنینی را چه غم · گر ز خار و خاره سازد بستر و بالین غریب
سنجاب شاہی پر سونے والے نازنین کو کیا غم · اگر کانٹے اور پتھر سے غریب بستر و تکیہ بنا لے

سنجاب نرم اور بیرنگ گدے بستر کو کہتے ہین۔ شاید یہ بستر سمور یا نرم پوستین کا ہوتا ہوگا۔ مطلب صاف ہے یعنی اوسی کی توضیح ہے جو پہلے دو شعرون مین بیان ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جو نازنین شاہی مخملی بے نرم بستر پر سوتا ہو وہ اوس غریب کی کیا پروا کر سکتا ہے کہ جسکو کانٹون کا بستر اور سنگ خارا کا تکیہ میسر آیا ہو اور اوسنے تکلیف مین رات بسر کی ہو پھر وہی عاشق کی بیقراری اور معشوق کی بے اعتنائی اور بے نیازی کیطرف اشارہ ہے +

ای که در زنجیر زلفت جای چندین آشناست · خوش فتاد آن خال مشکین بر رخ مسکین غریب
اے محبوب تیری زلف کی زنجیر مین جا کتنی ہی آشنا دلی ہے · وہ سیاہ خال مسکین غریب کے رخ پر اچھا پڑا

مطلب یہ کہ بہت سے لوگون کے دل تیری زلف کی زنجیر مین بندھے ہوئے ہین یعنی تجھپر عاشق ہین مسکین غریب یعنی عاشق کے منہ پر خال پڑنا اوسکا عشق محبت کے دام مین پھنسکر اسیر زلف ہوجانا سمجھا جاتا ہے۔ یہان سے خواجہ صاحب اپنا حال عرض کر کے محبوب سے اوسکی بے نیازی کا جواب پالینے کے بعد جیسا کہ مذکور ہوا اب عام اور تمام محبوب کیطرف متوجہ ہوتے ہین تاکہ اس ذریعہ سے اپنے دل نالان کو تھیرا مین۔ چونکہ حقیقی صورتمین ان اشعار سے در پردہ کمالات شاہد حقیقی کا بیان مجازی طور پر کیا گیا ہے مگر مقصود اس سے وہی امورات ہین جو ان اصطلاحات ظاہری سے واضح ہوتے ہین اور اگر مرشد سے خطاب ہے تو انکو اوسکے کمالات کا بیان سمجھنا چاہئے۔ بہرصورت الفاظ ایسے ہین کہ ان سے کسی قسم کی مراد بلا صعوبت کی تاویلین کئے ہوئے لینا مشکل ہے لیکن نکتہ دان اصحاب اور صوفیائے کرام اس سے وہی نتیجہ نکال لینگے کہ جو حافظ صاحب کا مقصود ہے۔ چنانچہ یہ پہلے عرض کردیا گیا ہے کہ اہل معنی کو ظاہری الفاظ سے بحث نہین ہوتی وہ ہر ایک لفظ اور ہر ایک فقرہ سے اپنے موافق نتیجہ نکال لیتے ہین لہذا اوسی پر باقی اشعار کو بھی قیاس کرلینا چاہئے +

بس عجب افتاده است آن مور خط گرد رخت · گر چه نبود در نگارستان خط مشکین غریب
بہت ہی نادر ہے وہ مور جیسا تیرے خط کے گرد · اگرچہ نگارستان مین خط سیاہ عمدہ نہین ہوتا

خط سے عالم اسماء و صفات اور عالم کثرت مین ذات حق کا پوشیدہ ہونا مراد ہے۔ مطلب یہ کہ یہ خط کم سے

اپنے تصورات میں دل اُسکے (کذا) جب میں نے محبوب کے محتاج یعنی شاہد وحدت سی لئے اور رحم اور عنایت کرنے کو کہا تو اوس نے یہ جواب دیا کہ تو نے دل کے پیچھے گم کردہ خود اور عاشق سرگشتہ ہوا ہے۔ یہ عنایت کیا کم ہے کہ تو اہل معرفت ہو گیا جاننے سے زیادہ کسی اور رحم اور الطاف کا سزاوار ہونا چاہتا ہی آمین گویا ایکطرف سے طلب اور دوسری جانب سے عاشق کی تشفی دکھائی گئی ہے کیونکہ اپنا عشق بھی تو خدا ہی دیتا ہے کیا یہ اوسکی عنایت اور نعمتوں سی زیادہ نہیں ہی پس اسیوجہ سے شاہد حقیقی نے یہ جواب دیا کہ اے عاشق تو اپنے دل کے ہاتھوں گم کردہ ہو کر بہت کچھ ڈھونڈھ چکا ہے۔ اب اس کی زیادہ اور کیا چاہتا ہے۔ **فائق** گو خدا کا رحم ہر حال میں بندہ پر مبذول ہوتا ہے تاہم اوس کا لطف و کرم بھی تو بے پایان ہے تو یہ کیا ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے بندہ کو اس سے کہین زیادہ مقبول فرمائے جتنا کہ وہ عاشق صادق بننے سے ہو سکتا ہو۔ لیکن صورت ظاہری اور ربط کلام یہی چاہتا ہے کہ زیادتی طلب کے سوال کا کچھ جواب ہونا چاہیے۔ پس اوس کا یہی جواب ہی کہ ہمنے تجکو ایسا دل دیا ہے جو سب سے گم ہو کر تجھے منزل مقصود کو پہونچا رہا ہے۔ شعر کے لفظی معنی سے فوراً یہ مضمون سمجھ مین نہین آتا مگر ما ہو المقصود تک پہونچکر صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان دونون مصرعون کا یہی نتیجہ نکلے گا جو ہمنے عرض کیا ✦

گفتمش بگذر زمانی گفت معذورم بدار خانہ پروردی چہ تاب آرد غم چندین غریب

مین نے اوس سے کہا کہ کسی وقت میری طرف کو گذر جواب دیا کہ معاف کر ناز پروردہ ایسے غریب کے غم کی کیا تاب لا سکتا ہے

مجازی مطلب صاف ہی محتاج تشریح نہین حقیقی اعتبار سے محبوب کی بے نیازی کا مضمون ادا کیا گیا ہے یعنی مین نے محبوب حقیقی سے کہا کہ کسی وقت تو میرے پاس بیٹھ یا میری طرف کو گذر۔ جواب دیا کہ مجکو ایسی تکلیف سے معذور رکھ اور ایسی گستاخی مت کر کیونکہ میری ذات بے نیاز ہے۔ اور مجھے کسی کی پروا نہین ہے جسطرح کہ ناز پروردہ لوگ غریبونکے غم کی تاب نہین لا سکتے اسی طرح تیرا غم بھی مجھسے نہین دیکھا جائے گا۔ اسلئے کہ جو شخص بستر ناز پر آرام کرنے والا ہو اوسکو دوسرے کی کیا پروا ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ اس شعر مین اور نیز ماسبق مین تمام خطابات مرشد کی طرف ہون اور ان تمام سے جو بے نیازی اور لاپرواہی ثابت ہی وہ مرشد کامل طالب کو طلب معرفت کا زیادہ شوق دلانے کے واسطے کیا ہو کیونکہ ہر مطلب کیواسطے بے اعتنائی یا بے نیازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ خوبی نہین تو طالب کو اوسکے طلب کا اشتیاق نہیں بڑھے گا۔ بلکہ بجائے بڑھنے کے کم ہو جائیگا ✦

گفت حافظ آشنایان در مقام حیرت اند — دور نبود گر نشیند خستہ و مسکین غریب

کہا اے حافظ آشنا لوگ مقام حیرت میں ہین — عجب نہین ہے اگر تو خستہ و مسکین غریب ہو کر بیٹھے

آشناؤن سے خدا دوست لوگ مراد ہین اور مقام حیرت وہ مقام ہے کہ اوس مین عاشق جمال محبوب کے نور سے حیران ہو کر شریعت کے اوامر و نواہی سے محض بے خبر ہو جاتا ہے۔ یعنی محبوب حقیقی نے جواب دیا کہ اے حافظ جو ہمارے دوست ہین وہ سب مقام حیرت مین پہونچ گئے۔ اور ہمارے جمال سے متحیر ہو کر سب کچھ بھول گئے ہین۔ پس کچھ عجب نہین ہے کہ تو بھی ہماری محبت مین خستہ و غریب ہو کر بیٹھے۔ اور غمگین خاطری اختیار کرلے +

آفتاب از روی او شد در حجاب — سایہ را باشد حجاب آز آفتاب

آفتاب اُسکے منہ سے حجاب مین ہو گیا — سایہ کو آفتاب سے شرمندگی ہوتی ہے

پہلے آفتاب سے معشوق مجازی۔ اور دوسرے سے آفتاب وحدت مراد ہے۔ مطلب یہ کہ آفتاب وحدت کے سامنے آفتاب کثرت چھپ گیا جسطرح کہ سایہ آفتاب سے چھپا رہتا ہے۔ یعنی سایہ سورج کے مقابل نہین آتا جب مقابل ہوگا تو سایہ نرہیگا +

دست ماہ و مہر بر بندد بحسن — ماہ بے مہرم چو بر بندد نقاب

ماہ و مہر کے ہاتھ حسن سے باندھے — اگر میرا ماہ بے مہر نقاب کو اوٹھادے۔

ماہ بے مہر سے معشوق یا آشنا مراد ہے۔ یعنی اگر میرا محبوب جو بے مہر ہے اگر چہرہ کو کھولے تو اوس کی تجلی کے سامنے چاند و سورج ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائین یا وہ حسن کی رسی سے اُنکے ہاتھ باندھ لے +

از خیالم باز نشناسند کسے — گر در آغوشش ببینم شب بخواب

پھر کوئی خیال مین بھی مجھے نہ پہچانے — اگر اوسکی آغوش مین رات کو خواب دیکھون۔

مطلب یہ ہے کہ جب مین مر کر محبوب حقیقی کی جناب مین پہونچ جاؤن تو پھر مجھے کوئی خیال مین بھی نہ پہچان سکے۔ کیونکہ جو شخص مر چکا اور وجود سے عدم کو چلا گیا تو کوئی اوسکی صورت کو خیال مین بھی کیسے لاسکیگا۔ نہان اوس کے آغوش مین خواب دیکھنا گویا وصال کا حاصل ہو جانا مراد ہے۔ اور خیال کے لئے خواب کا لفظ رعایتاً لائے ہین +

پردہ اسماء صفات عبارت ہے تیری ذات کے رخ پر چند تحلی یا اور پردہ ہو گیا اگرچہ مانع رویت ہو
لیکن بہت ہی نادر اور عجیب ہے کہ یہ پردہ حسن کی خوبی ترقی دینے والا ہی گو خط سیاہ گلزار ستان میں
چندان زیبا نہیں معلوم ہوتا اور اوس سے عاشق کو اضطراب اور کشیدگی رہتی ہی +

می نماید عکس می در رنگ روی مہوشت — ہمچو برگ ارغوان بر صفحۂ نسرین غریب
تیرے ماہوش چہرے کے رنگ میں شراب کا عکس دکھلائی دیتا ہے — مثل ارغوانی رنگ کے پتے کے نادر تختۂ چنبیلی پر

روے مہوشت سے مقصود مشاہدہ قدرت محبوب حقیقی ہے اور مے سے معرفت مراد ہی یعنی تیرے
مشاہدہ قدرت میں معرفت کا عکس دکھلائی دیتا ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار + ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار + دوسرا مصرع پہلے کی تشبیہ تام ہے +

گفتم اے شام غریبان طرۂ شبرنگ تو — در سحرگاہان حذر کن چون بنالد این غریب
میں نے کہا کہ اے محبوب تیری طرۂ شبرنگ کی شام غریباں — صبح کے وقت پرہیز کر جب یہ غریب روو سے

شام غریبان سے ابتداے شب مراد ہی اور طرۂ پیشانی کے بالون کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں جذبۂ لطف الہی
کیطرف اشارہ سمجھنا چاہیے۔ شبرنگ دلکی تمثیل ہے۔ سحرگاہان سے آخر شب یا ابتداے صبح تصور کرنا چاہیے
لیکن یہاں التماس جذبہ کیطرف کنایہ ہی۔ کیونکہ سالک اسوقت واویلا شروع کرتا ہے، اور یہانتک روتا
ہے کہ قریب مرنے کے ہو جاتا ہے۔ یعنی میں نے محبوب حقیقی سے کہا کہ اے محبوب تیرا طرۂ شبرنگ
غریبون کے واسطے شام اور تیرے موئے سیاہ مسکینو نکے لیے آرام دہ ہیں۔ صبح کے وقت جبکہ جذبۂ عشق
حد کو پہونچتا ہے اور عاشق سہو کی حالت میں گریہ وزاری اور واویلا کرنے لگتے ہیں تو تو اونکی موت سے
پرہیز کر کہ وہ حالت ناکامی میں بلا منزل مقصود تک پہونچے ہوئے ضایع نہوجاوین یعنی مرجاوین +

باز گفتم ماہ من آن عارض گلگون مپوش — ورنہ خواہی ساختن ما خستہ و مسکین غریب
میں نے پھر کہا کہ اے میرے چاند اوس رخسار گلگون کو نہ چھپا — ورنہ تو بے تجھے خستہ حال مسکین غریب بنائے گا

یعنی میں نے محبوب سے پھر کہا کہ تو اپنے چاند سے رخسار کو مجھ سے پوشیدہ نکر یعنی مجھے اپنا جلوہ حسن
دکھا۔ ورنہ میں عاشق پریشان حال یہ سمجھونگا کہ تو مجھے اپنی محبت سے باز رکھنا چاہتا ہے۔
صاف ظاہر ہے کہ جب عاشق کو محبوب کی صورت دیکھنے کو نہ ملے گی تو وہ بہت مفلس اور غریب
ہو جائے گا +

شراب پینے میں دو معنی پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اوسکی آتش اشتیاق کو زیادہ کرے دوسرے یہ کہ شراب سے منع کرنا تو درکنار بلکہ بجائے پانی کے بھی اوسکی آگ پر شراب چھڑکے

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن ترک ترکان ختا نبود صواب

اے حافظ وعظ و نصیحت کر مگر ترکان ختا کا چھوڑنا ٹھیک نہیں

پہلے مصرع کا مکن دوسرے مصرع کے ترک سے متعلق ہے یعنی ترک مکن۔ مطلب یہ کہ اے حافظ تو وعظ و نصیحت جتنی بھی چاہے کئے جا مگر عشق عاشقی کے سلسلہ کو نہ چھوڑ۔ ترکان ختا سے معشوق مراد ہیں۔

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

اللہ اللہ کیا دولت آجکی شب مجھکو ملی ہے کہ یکایک میرا دلدار آیا

ظاہری مطلب صاف ہے۔ لیکن حقیقی اعتبار سے شب اصطلاح صوفیہ کرام میں عالم غم کو کہتے ہیں کہ یہ حالت فراق سمجھنی چاہیے۔ یعنی مجکو عالم غم میں عجب دولت ملی کہ مین نے دفعتہ مشاہدہ محبوب حقیقی کا کرلیا۔

چو دیدم روئے خویش سجدہ کردم بحمد اللہ نکو کردارم امشب

جب میں نے اوسکا چہرہ نورانی دیکھا سجدہ کیا شکر خدا کہ آج کی شب میں نیک کردار ہوں

نہال عیشم از وصلش بر آورد ز بخت خویش برخوردارم امشب

میرے عیش کا درخت اوسکے وصل سے بار آور ہوا اپنے نصیب سے آجکی رات میں نے پھل کھایا

یہ دونوں شعر مطلع کی توضیح ہیں۔ یعنی جب مجھے حالت ذوق میں محبوب حقیقی کا مشاہدہ حاصل ہوا تو میں نے شکر کا سجدہ کیا۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں نے اوس کو سجدہ کیا اور خدا کا شکر ہے آجکی رات نکوکار ہوگیا۔ یعنی میرا کام ٹھیک ہو گیا اور میرا نصیب بار آور ہوا۔ نصیب سے پھل کھایا یعنی مراد کو پہونچا۔

کشد نقش انا الحق بر زمین خون چو منصور ار کشی بر دارم امشب

خون میں سکے اوپر انا الحق کا نقش بنائے جو آجکی شب تو مجھے منصور کیطرح دار پر کھینچے

منصور عارف کامل اور فنا فی اللہ ولی تھا۔ مشہور ہے کہ جب اوس کو انا الحق کہنے پر سولی دی گئی

شاہدان مست و مستان در طلب خانقاہ معمور درویشان خراب

معشوق گوشہ نشین اور مست بے صبر خانقاہ آباد اور درویش لوگ خراب

معشوق سے مراد معشوق حقیقی ہے جو ظاہری نظرون سے پوشیدہ سمجھا جاسکتا ہے اور مست اوسکے عاشق سمجھنے چاہئین جو ہمیشہ بے صبر رہتے ہین ۔ خانقاہ زاہدون کا عبادتخانہ ۔ اور درویش اہل معرفت ۔ خلاصہ یہ کہ خدا کے مست درویش صوفی لوگ خراب عشق اور بے صبر رہتے ہین ۔ زاہدون کا خانقاہ آباد ہے اسواسطے کہ وہ اوس مین عبادت کرتے ہین ۔ اور مستون کی طرح خراب حال نہین پھرتے

خون دل در جام دیدم از سرشک آبرو بربا د دادم از شراب

خون دل سرشک کی وجہ سے مین نے پیالہ مین دیکھا شراب سے اپنی آبرو برباد کردی

شراب سے مراد شراب شوق ہے سرشک آنسوؤنکو کہتے ہین ۔ مطلب یہ کہ مین نے کثرت گریہ سے دل کا خون شراب کے پیالہ مین دیکھا یعنی اوس مین بھی ایک قطرہ گرپڑا اور شراب شوق کی اپنی ظاہری حیثیت اکو برباد کردیا کیونکہ جو لوگ شراب معرفت پی لیتے ہین اون کو ظاہری آبرو سے کچھ بحث ہی نہین رہتی

از برائے بادہ مے باید زدن محتسب را حد وبیحد و حساب

شراب کے لئے مارنا چاہئے محتسب کو بے حد و بیحساب

بادہ سے شراب طہور مراد ہے اور محتسب سے مقصود نفس ۔ بیحد و حساب کے معنے ازل سے ابد تک کے ہین ۔ مطلب یہ کہ سقاھم ربھم شرابا طھورا کے اعتبار سے اپنے نفس کو ابتدا سے انتہا تک مارنا چاہئے ۔ یعنی جس سے نفس امارہ نہ مریگا تو وہ قیامت کے روز شراب طہور پینے کا مستحق نہوگا ۔ شراب طہور تو خدا کے خاص بندون کے واسطے ہے

نور مستان گر بداند محتسب در دم از می شانش ندبر آتش آب

اگر مستونکے نور کو محتسب سمجھ جائے اوسیوقت شراب سے اونکی آتش پر پانی چھڑکے

یعنی اگر مے محبت کے مستونکا نور اشتیاق محتسب کو معلوم ہوجائے تو اونکی سوزش پر بجائے پانی کے شراب چھڑکے اور اوسکا مانع نہو چونکہ شراب آگ کو بھڑکاتی ہے اس سبب سے

زکوۃ بھی اپنے مال میں سے زکوۃ نکالی۔ رہی یہ بات کہ اس زکوۃ کی نوعیت کیا ہوگی یہ اپنی اپنی
قدر اور ہمت پر منحصر ہے اور مجازی طور پر بوسہ بھی زکوۃ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ وصل بھی
لیکن حقیقی اعتبار سے عاشق زکوۃ حسن میں وصال کا خواستگار ہے اور بتا رہا ہے کہ وہ اسکا مستحق
ہوں یہاں محبوب سے شاہد حقیقی اور مرشد کامل دونوں مراد ہو سکتے ہیں شاہد حقیقی کے مراد لینے
میں وصل اور مرشد کی مراد لینے میں فیض سلوک زکوۃ تصور کرنے چاہئیں ◆

ہمے ترسم کہ حافظ محو گردد ازین شوری کہ در سر دارم امشب ◆
ڈرتا ہوں میں کہ حافظ محو ہو جائے گا اس شور سے کہ میں آج میں اپنے سر میں رکھتا ہوں

اس مقطع میں لفظ حافظ کو بجائے متکلم کے صیغہ واحد غائب میں رکھا گیا ہے مگر ایسی حالت میں سمجھنا
چاہئے کہ حافظ سے خود حافظ صاحب کا دل مراد ہے یعنی حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے
کہ کہیں میرا دل اس شور (جذبہ) سے محو ہو جائے کہ جو میں اپنے سر میں رکھتا ہوں۔ جذبہ سے جذبہ
محبت تصور کرنا چاہئے ◆

صبح دولت میدمد کو جام ہمچون آفتاب فرصتے این بہ کجا باشد بدہ جام شراب
صبح دولت نکلتی ہے کہ وہ جام مثل آفتاب کے اس سے بہتر فرصت کونسی ہوگی جام شراب لا

صبح دولت سے اشارہ اوسوقت اور حالت کیطرف ہے کہ جو سالکان کو پیش آتی ہے۔ اور جب ان پر یہ
کیفیت طاری ہوتی ہے تو گویا صبح کیطرح غفلت کی ظلمت دور ہو کر موافق استعداد کے کشف حقائق
ہونا شروع ہوتا ہے۔ جام مثل آفتاب سے دل سالک مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ وقت اور حال
جو کہ مشاہدات اور تجلیات الہی کا اقتضا ہے صبح کیطرح عارف پر نمودار ہوتا ہے وہ دل کہاں ہے
کہ اس دولت کے قابل ہو۔ یا مرشد کامل کسجگہ ہے کہ اوس کے طفیل میں یہ دولت میسر ہو جائے پس گویا
وہ دل مرشد کو جام وقت پا کر اپنا عرض حال کرتا ہے کہ اے مرشد اس سے بہتر کونسا وقت شراب
معرفت پلانے کا ہوگا لہذا تو اون فیوضات کو جو تجھمیں ودیعت رکھے ہیں ظاہر کر اور اپنے مریدوں کو
فیض پہونچا تاکہ ہم لوگ سب تیری بدولت منزل مقصود تک پہونچ جائیں ◆

خانہ بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو موسم عیش ست و دور ساغر عیش شباب
خانہ بے فکر اور ساقی یار مطرب ترانہ گو ہے عیش کا موسم ہے ساغر کا دور شباب کا زمانہ

تو جو قطرے اوسکے خون کے گرے اونسے بھی انا الحق کا ہی نقش زمین پر بنا یہ اوسکے قلبیہ کی صفت تھی
لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ آجکی رات مجھپر ایسا جذبہ شوق طاری ہی کہ اگر مجھکو سولی پر چڑھا دیا جاے
تو منصور کی طرح میرے خون سے بھی زمین پر انا الحق کے نقش بننے لگین یعنی مین نے اپنے آپ کو
آجکی رات محبوب حقیقی کے شوق مین اتنا ہی گم کردیا ہی کہ جتنا منصور نے اپنے آپ کو گم کردیا تھا ٭

برات لیلۃ القدرے بدستم — رسید از طالع بیدار امشب

لیلۃ القدر کی خوشی میرے ہاتھ آئی ہی — آجکی شب میرے طالع بیدار سے

لیلۃ القدر سال مین سے ایک رات ہی کہ جسمین جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندونکی حال کیطرف متوجہ ہوتی ہے یعنی اونکی سمجھون اور ذہنون مین کشادگی کرکے ادراک کو تیز کرتی ہی۔ غرضکہ یہ رات سال کی تمام راتون سے بڑی بابرکت ہے اوراسکی عبادت ہزار مہینونکی عبادت کی برابر ہے ٭ لیکن یہ تحقیق نہین ہی کہ وہ رات کونسی ہے بعض کا خیال ہے کہ شعبان کی پندرہوین شب ہی بعض کہتے ہین کہ رمضان کے آخر عشرہ مین باعتبار طاق کے وہ رات آتی ہی۔ زیادہ خیال ستائیسوین کیطرف ہی۔ مگر شک یہان بھی باقی رہتا ہے بعض اسپر متفق ہین کہ آخری عشرہ رمضان مین طاق تاریخون یعنی ۲۱ و ۲۳ یا ۲۵ و ۲۷ و ۲۹ وغیرہ مین سے کوئی رات ہوگی۔ بہرحال حافظ صاحب کا یہ مطلب ہی کہ آجکی رات میرا نصیب جاگا یعنی مجھے جمال محبوب دکھلائی دیا تو یہ رات مجھے لیلۃ القدر کی برابر ہی کیونکہ اوسی رات کا سا ثواب اور انبساط حاصل ہوگیا ٭

بران عزمم کہ گر خود میرود سر — کہ سرپوش از طبق بردارم امشب

اس ارادہ مین ہون کہ اگر میرا سر جاوے — لیکن طباق پر سے آجکی شب سرپوش اوتاردون

طباق پر سے سرپوش اوتار دینا یعنی حال کہولدینا۔ یعنی مجھے اتنا جوش خوشی اور انبساط کا ہی کہ چاہے جان جاتی رہی مگر اسرار کو اظہار کرڈالون۔ اسرار سے مراد اسرار عشق حقیقی ہین کہ جسکو سالک کبھی ظاہر نہین کرتا مگر حافظ صاحب بحالت خوشی ہین اونکے ظاہر کرنے پر بھی آمادہ ہین ٭

تو صاحب نعمتی من مستحقم — زکوٰۃ حسن دہ حق دارم امشب

تو صاحب نعمت ہے مین مستحق ہون — آجکی رات حسن کی زکوٰۃ دے کہ مین حق رکھتا ہون

صاحب نعمت پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہی۔ چونکہ حسن بھی خدا کی نعمتون سے ایک بڑی نعمت ہی لہذا حسین کو چاہیے

از خیال لطف می مشاطۂ چالاک طبع — در ضمیر برگ گل خوش می‌کند پنہان گلاب

لطف می کے خیال سے مشاطۂ چالاک طبیعت — پھول کی پنکھڑی میں گلاب کو خوب چھپاتی ہے

یا تو مشاطہ چالاک طبع سے صبا مراد ہے کہ جو عروسان چمن کی مشاطگی کرتی ہے یا مشاطہ چالاک طبیعت کی صفت ہے جو اجسام کو درجۂ کمال پر پہونچاتی ہے - یعنی گلاب کی لطافت شراب میں سمجھ مینا یہ کام طبیعت کی چالاکی کا ہے اور ممکن ہے کہ صبا کو اس چالاکی کا فاعل قرار دیا جائے یعنی صبا یا طبیعت گلاب کو گل میں پوشیدہ کر دیتی ہے - مگر بہ اعتبار حقیقی اس شعر کا اور مطلب ہے - اس صورت میں خیال کی خ کو زبر سے پڑھیں گے جسکے معنے قصد کے ہیں - مے سے کنایہ ذات باری کیطرف ہوگا - اور مشاطہ چالاک طبع استعداد سالک مراد ہوگی - اور گل سے اوس کا دل - برگ گل سے اُسکے مقامات میں کوئی مقام مقصود ہوگا جو سالک کی استعداد اور ارادہ لطیف کا محرک ہوتا ہے - اور از روے عشق درویش کامل کے اندر پوشیدہ کرتا ہے - پس اسطرح شعر کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ استعداد سالک مشاہدہ ذات باری میں قصور کرتی ہے مگر ارادہ لطف لطیف جو ہر وقت اوسکا تحریک کنندہ ہے اوسکو ابھارے رہتا ہے اور تمنائے عشق سالک نے [illegible] اچھی طرح پوشیدہ کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اوسکا دل کسی وقت محبت الہی سے سیر نہیں ہونے پاتا -

از پئے تفریح طبع و زیور حسن طرب — خوش بود ترکیب زرین جام با لعل مذاب

طبیعت کی تفریح کیواسطے اور حسن طرب کے زیور کیواسطے — زرین جام مع شراب کا اچھی ترکیب ہے

تفریح طبع یعنی خوش طبعی یعنی دل سے غم و فکر کا دور ہو جانا - زرین جام سے دل سالک کیطرف اشارہ ہے - لعل مذاب شراب سرخ یا انگوری شراب کو کہتے ہیں جس سے یہاں بیان اسرار عشق و حقیقت مقصود ہے جو مرشد اپنے مرید دل سے بیان کرتا ہے - اور مطلب یہ ہے کہ تفریح طبع یا آرایش حسن طرب کے واسطے دل سالک کا اسرار حقایق سے مملو اور اوسکو سنا سمجھنا اچھا اس سے بہتر اوسکے لئے کوئی اور تفریح نہیں ہو سکتی -

تا شد آن زہرہ مشتری دُرہای حافظ را بگوش — میرسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب

جب کبھی وہ ماہ دُرہای حافظ کا نون سے خریدار ہوا ہے — ہر دم زہرہ کے کان میں رباب کی نازک آواز پہونچتی ہے

خاطر سے تشویش سے سالک کا وجود ظاہری مراد ہے جو تعلقات دنیا سے بے فکر ہوتا ہے۔ ساقی اور مطرب دونوں لفظوں سے مرشد کامل کیطرف اشارہ ہے اسلئے کہ مختلف صفات کیوجہ سے یہ دونوں نام اسکے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً باعتبار بیان اسرار کے جس سے طالب کو وجد و سرور ہوتا ہے مرشد کو ساقی کہہ سکتے ہیں۔ اور بلحاظ دلداری اور بندگی یعنی بیان حقایق ہیں اوسی کو مطرب کے نام سے بھی نامزد کرسکتے ہیں۔ بادہ سے عبارت وہی بیان حقائق ہیں۔ اور دوسرے مصرع میں موسم عیش سے ہنگام دریافت مشاہدات سے اور ساغر سے فیضان صحبت۔ عہد شباب سے زیادتی کمال مقصود ہیں یہ شعر مطلع کے تحت میں ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ایسے وقتیں جبکہ تمام دنیا کی باتوں سے بے تعلقی ہے۔ اور مرشد کامل یا دہی یعنی تمام حالات معارف و حقایق سے آگاہ کرتا ہے تو امّا بنعمتِ ربّک فحدّث کے حکم سے اپنے پروردگار کی دی ہوئی نعمتوں کا بیان کرکے دوسروں کا اشتیاق بڑھا۔ اس شعر میں حصول مرادات کا اظہار ہے۔ اور گویا خوداپنی باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پاکوب | **غمزہ ساقی ز چشم می پرستان بردہ خواب**

معشوق اور ساقی ہاتھ جھاڑ رہا اور مطرب پیر کو اچھالتا ہوا | ساقی کا غمزے پرستوں کی آنکھہ سے نیند لے گیا

شاہد ساقی سے سالک و مطرب سے طالب حقیقت مراد ہے مگر مصرع ثانیہ میں ساقی سے مرشد کامل مقصود ہے می پرستوں سے اشارہ طالبان معرفت کیطرف ہے۔ اور مطلب صرف اتنا ہے کہ جب مرشد کامل نے بیان معارف حقایق میں کمی کی تو طالب لوگ ہاتھ جھاڑتے پاؤں پٹکتے پھرتے تھے اور بادہ خواران محبت کی آنکھوں سے فکر کے سبب نیند نکلگئی۔ شعر ہذا میں مرشد کی کم توجہی پر طالبوں کی بیقراری کا بیان ہے ٭

خلوت خاص است و جای امن و نزہتگاہ انس | **اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب**

خلوت خاص ہے اور امن کی جگہ اور انس کی نزہت کا مقام | الٰہی یہ جو کچھہ میں دیکھہ رہا ہوں بیداری ہے یا خواب

خلوت خاص سے مرشد کی خاص صحبت مراد ہے اور اسکو امن کی جگہ اسلئے فرمایا کہ وہاں نفس یا دستِ شیطان کا خوف نہیں ہوتا۔ نزہتگاہ انس میں اس خلوت خاص کی صفت ہے کہ اتحاد میں وحشت نہیں ہوتی۔ اتحاد سے اتحاد روحانی مقصود ہے اور وحشت سے مغایرت۔ پس مطلب یہ ہے کہ جب مجھے مرشد کی خلوت خاص میں کسی طرح کا کھٹکا نہیں ہے نصیب ہے اور ساتھہ اسکے وہ خلوت نزہتگاہ انس بھی ہے تو اوسکی خوشی میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں خواب دیکھہ رہا ہوں۔ یا یہ بیداری کی حالت ہے کہ جو مجھکو ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہو رہی ہے ٭

جو بہار اور باغ وغیرہ کی رعائتیں ظاہر ہیں ۔

بحسن عارض و قد تو بردہ اند پناہ
بہشت طوبی و طوبے لہم و حسن ماٰب

تیری رخسار اور قد کی حسن سے جو پناہ مانگتے ہیں
بہشت اور طوبے اونکے لئے اچھا ٹھکانا ہے

یعنی جو عارفان کامل کہ تیرے عارض اور قد کی پناہ میں ہیں اونکے لئے بہشت اور طوبی کا ٹھکانا اچھا ہے عارض کی علیت کے لئے بہشت اور طوبے کے واسطے قد آیا ہے مقصود اسکا عشق الٰہی کرکے بہشت میں داخل ہونا ہے ۔ یون بھی کہہ سکتے ہیں کہ جن عاشقان صادق نے تیرے عارض اور قد کے حسن سے پناہ مانگی یعنی مر گئے وہ داخل بہشت ہوئے ۔ اور طوبے کے نیچے سیر کنان ہیں ۔

بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل
بہشت ذکر جمیل تو بردہ در ہر باب

بہار نے ہر فصل میں تیرے جمال کی شرح کی ۔
بہشت نے ہر باب میں تیری خوبصورتی کا ذکر کیا

یعنی یہ فصل بہار تیرے ہی جمال کی شرح ہے ۔ اور باغ بہشت تیرے اوصاف و اخلاق کے حسن کا نمونہ ہے ۔ مطلب یہ کہ یہاں دنیا میں بھی تو ہی ہے اور وہان عقبی میں بھی تیرا ہی جلوہ ہوگا ۔

لب و دہان ترا اے بسا حقوق نمک
کہ ہست بر جگر ریش سینہ ہای کباب

ای (مرشد) تیرے لب و دہن کے بہت سے حقوق نمک ہیں
دلریش اور سینہ کباب لوگون پر

یہ شعر اکثر نسخون میں اسجگہ ثبت ہے لیکن بجنسہ اسی قسم کا مضمون اس سے پہلے ۔ لب و دندان تو حقوق نمک + داشت بر جانہای سینہ کباب ۔ میں آچکا ہے اور ہم اوسکی شرح بھی اوس موقع پر لکھہ آئے ہیں ۔ چونکہ مطلب دونوں کا ایک ہے اسلئے دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ ناظرین اس سے قبل کی بھی غزل میں ملاحظہ فرمالیں ۔

بسوخت این دل و بکام دل نرسید
مدام اگر برسیدی نریختی خوناب

یہ ہمارا دل جل گیا اور دل مقصد پر نہ پہونچا ۔
اگر ہمیشہ پہونچتا تو خوناب نہ ہوتا

یعنی یہ ہمارا بے استعداد دل آتش ہجر میں جل گیا اور دل مقصد پر کہ جس سے شہادت مقصود ہے نہ پہونچا یہ ترقی پر ضرور پہونچ جاتا اگر آنکھوں سے اشک گرا کر عشق کا حال اظہار نہ کرتا ۔ جب شہادت کا وہ بل امید رکھتے ہیں جو راز عشق کسیطرح اظہار نہیں کرتے ۔ مطلب یہ کہ دل کو

شاعرانہ رعایتین یہ مشتری اور زہرہ ہین دو تارے حافظ سے مقصود اشعار حافظ ہین اور انکو گوش کے لفظ سے مناسبت ہی۔ ماہ سے مراد معشوق مجازی یا مرشد کامل۔ یعنی جب سے کہ مرشد کامل یا محبوب مجازی حافظ کے اشعار کو کان دیکر سنتا ہے تب سے زہرہ کے کان مین ہر وقت رباب کی نازک آواز پہونچتی رہتی ہے۔ ماہ سے مجازی صورتمین معشوق مجازی اور حقیقی مین مرشد کامل مراد لین گے۔ لیکن اس مقطع مین زیادہ تر شاعری کی خوبی ہے اور کوئی ایسا بیچدار مطلب نہین ہے جسکے واسطے صاف الفاظ کو استعارات کی کہینچ تان مین ڈالا جائے

زباغ وصل تو یابد ریاض رضوان آب ۔ ز تاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب

تیرے وصل کے باغ سے باغ جنت کو پانی ملتا ۔ تیرے ہجر کی حرارت سے دوزخ کی آنچ کو گرمی پہونچی

اس شعر مین صرف معشوق کے وصل و ہجر کی تعریف ہے اسلئے اگر معشوق سے ہر دو قسم مین کوئی معشوق مراد لے لین تو شعر کے مطلب مین کوئی فرق نہین آتا یعنی تیرے باغ وصل سے روضہ رضوان کو پانی ملتا ہے ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ اور ہجر کی حرارت سے دوزخ کی گرمی بھی پناہ مانگنے لگے گی۔ وصل ایسا اچھا ہے اور ہجر اتنا برا۔

چو چشم من ہمہ شب جوی بار باغ بہشت ۔ خیال نرگس مست تو مبیند اندر خواب

میری آنکھہ تمام رات مانند جوی بار بہشت کے ہے ۔ خیال تیری نرگس مست کا خواب مین دیکھتی ہے

یعنی جسطرح کہ میری آنکھہ تیری نرگس مست کا خیال خواب مین دیکھتی ہے اسی طرح جوئبار بہشت بھی اُسکے خیال مین رہتی ہے۔ مگر چونکہ جوئبار کو نیند نہین آتی پس وہ نرگس کے خیال کو کیسے خواب مین دیکھہ سکے گی۔ اس کا ایک نسخہ درچشم بھی ہے لیکن اسصورت مین جوئبار باغ بہشت خبر اول اور مصرع ثانی اسکی خبر دوم مقصود ہوگی اور لفظ جوئبار کو بذریعہ حذف کے رابطہ صفت دیا جائیگا اور مطلب یہ ہوگا کہ میری دونون آنکھین کثرت گریہ سے جوئبار باغ بہشت بنی رہتی ہین جبکہ تیری مشتاق نرگس کا خیال خواب مین لاتی ہین۔ مخفی نرہے کہ جوئبار اور نرگس کو یہ مناسبت بھی ہے کہ باغمین نرگس کی کیاریون کے چارون طرف پانی کی نالی دوڑاتے ہین تاکہ اوسکے پھول کا عکس پانی مین پڑکر لطف دوبالا کرے۔ اس اعتبار سے خیال کا لفظ بفتح خا ہرگز بنا صحیح ہوگا کیونکہ اس خیال کے معنے نقشہ یا عکس کے ہین۔ دوسری صورت خواب و خیال۔ چشم اور نرگس کی

تو وہ کسی مین بھی نہین یعنی سب کچھ فانی ہی۔ ان اعتبار سے اگر وہ اون چیزون مین ہوتا تو فنا ہوتا لیکن
چونکہ وہ باقی ہے اسلئے صاف ظاہر ہے کہ سب مین وہ ہی ہے اور پھر کسی مین بھی نہین ۔

نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر — کہ این حدیث ز پیر طریقتم یاد است

مین تجھے نصیحت کرتا ہون یاد کر لے اور اسپر عمل کر — کہ یہ بات مجھے پیر طریقت سے پہونچی ہے

مذکورہ بالا شعر کے تحت مین ہی یعنی ای مخاطب مین تجھے جو کچھ بتلا رہا ہون یہ نصیحت مجھے مرشد کامل کی ہی کہ خدا سب جگہ ہے اور پھر لطف یہ کہ کہین بھی نہین یہ وحدانیت کی اشارات مین جو مجھے پیر نے تلقین کئے ہین ۔

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد — کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

دنیائے سست نہاد سے درستی مت ڈھونڈ — کہ یہ بڑھیا ہزار خصمونکی جورو ہے

یعنی دنیا کی عہد کا اعتبار نہ کر نہ اوس سے درستی وجود ڈھونڈھ کیونکہ اسکی کسی کے ساتھ عہد پورا نہین کیا کبھی کسی کے موافق ہوتی ہے اور کبھی کسی کے۔ اگر وفادار ہوتی تو صرف ایک ہی شوہر پر قناعت کرتی ۔

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست خراب — سروش عالم غیبم چہ مژدہا داد است

تجھسے کیا کہون کہ کل مست خراب میخانہ مین — سروش عالم غیب نے مجھے کیا خوشخبری سنائی

میخانہ سے مراد منزل حقیقت اور مست خراب سے متکلم مضمون مقصود ہی یعنی حافظ صاحب کہتے ہین کہ ای مخاطب مین جسوقت مست وخراب حال تھا تو تجھسے کیا کہون کہ جو مژدۂ جانفزا میرے پاس عالم غیب سے پہونچا ہے اور وہ مژدہ یہ ہی

کہ اے بلند نظر شاہباز سدرہ نشین — نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد است

کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ کے رہنے والے — تیرا نشیمن اس کنج محنت آباد مین نہین ہے

ترا ز کنگرۂ عرش میزنند صفیر — ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد است

تجھے کنگرۂ عرش کیطرف بلاتے ہین — مین نہین جانتا کہ اس جال مین پھنسنے کا کیا اتفاق ہوا

یعنی مجکو عالم غیب سے فرشتہ نے ندا دی کہ ای شاہباز بلند نظر اور سدرہ کی رہنے والی تو اس دنیای فانی کو اپنا نشیمن مت سمجھ یہ تیرے رہنے کی جگہ نہین ہے بلکہ تجھے گروہ ملائکہ مقربین عرش کے کنگورہ کیطرف بلانے کیلئے آواز دیتے ہین۔ یہان اس آیت کریمہ کیطرف اشارہ ہی واللہ یدعوا الی دار السلام ۔ اور اللہ نے اونکو دار السلام کیطرف بلایا۔ دار السلام سے مراد بہشت ہی [illegible] اللہ تجکو بہشت مین بلاتا ہی اور تیرے لئے وہان سب سامان طیار ہے مین نہین سمجھتا کہ دنیا مین تجھے کیا چیز پسند آئی ہے کہ جو تو اوسکا فریفتہ ہو رہا ہے ۔

ہجر مین رونا نہین چاہیے تہا ؛

گمان مبر کہ بدور تو عاشقان مستند   خبر نداری ز احوال زاہدان خراب

گمان نہ کر کہ تیرے دور مین عاشق مست ہین   کیا خراب حال زاہدونکی تجھے خبر نہین ہے

یعنی تو یہ گمان نہ کر کہ تیرے عہد مین عاشقان ہی مست ہین بلکہ زاہد بھی خراب حال ہو رہے ہین خلاصہ یہ کہ کچھہ عاشقون ہی پر مستی موقوف نہین ہین جو کوئی تیرا عشق کریگا وہ خراب ہو جائیگا - خراب بمعنی مست آیا ہے -

مرا بدور لبت شد یقین کہ جوہر لعل   پدید میشود از آفتاب عالمتاب

تیرے لب کے عہد مین مجھے یقین ہوا کہ گوہر سرخ   آفتاب عالمتاب سے پیدا ہوتا ہے

تمام معدنی اشیا اور جواہرات کی پیدایش کا سبب سورج ہی اور شاعرونکا قاعدہ ہی کہ معشوق کے رخ کو آفتاب سے اور لب کو لعل سے تشبیہ دیا کرتے ہین لہذا حافظ صاحب بطور تجاہل عارفانہ فرماتے ہین کہ مجھے اس سے پہلے یقین تھا یا نہ تھا کہ سورج کے سبب سے لعل و جواہر پیدا ہوتے ہین مگر تیرے لب سرخ اور رخ روشن کو دیکھکر یقین کلی ہو گیا کہ ضرور آفتاب ہی پیدایش لعل کا سبب ہے کیونکہ تیرے روئے روشن کے نیچے لب لعل نمایان ہین ؛

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ   بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب ؛

ای حافظ سستی نکر کہ عمر فضول گذر جاے   کوشش اور حاصل عمر عزیز کو پا ؛

گویا حاصل عمر عزیز مرتبہ عرفان ہی لہذا مطلب یہ ہی کہ اے حافظ سستی نہ کر اور عمر عزیز سے دولت معرفت حاصل کرنیکی کوشش کر کیونکہ زندگی ہی مین انسان کچھہ کر سکتا ہے مرکر کمال حاصل کرنیکا موقع نہین رہتا ؛

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیادست   بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر بادست

آ کہ قصر زندگی بہت سست بنیاد ہے   شراب لا کہ عمر کی جڑ ہوا پر ہے ؛

یعنی انسان کے جسم کی بقا نہین افعال صرف دنیا یا عبادات ظاہری پر منحصر ہی لہذا مطلب یہ ہوا کہ ظاہری عبادت پر مغرور نہونا چاہیے بلکہ شراب محبت الہی پینی لازم ہی اسلئے کہ انسان کی عمر مثل حباب بر آب ہی اور جو کچھہ فرصت ملی اسکو غنیمت سمجھکر شاہد حقیقی کی طرف لو لگانا ہے ؛

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود   ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزادست

مین اوسکی ہمت کا قایل ہون کہ نیلے آسمان کے نیچے   جس کسی رنگ سے تعلق قبول کیا آزاد ہی

یہ شعر خدا کی وحدت کے بارہ مین ہی کہ جتنی چیزین سبز آسمان نیلگون کے نیچے پیدا کین ہین سب مین اوسیکا رنگ ہی یکرنگ ہو دیکھو

بکام تا نرساند مرا لبش چون نای — نصیحت همه عالم بگوش من باد است

جب تک لب اوسکا مجھی بانسلی کیطرح مقصد کو نہ پہونچاوے — تمام جہان کی نصیحت میرے کان میں ہوا کیطرح ہے

یعنی جسوقت تک کہ اوسکا لب مجھے کامیاب نکرائے یعنی بوسہ نہ دے اوسوقت تک اگر تمام جہان بھی مجھے نصیحت کرنے تو وہ نصیحت کان میں ہوا کیطرح ہوگی۔ قاعدہ ہی کہ جب بانسلی بجانا چاہتے ہیں تو پہلے اوسے مونہہ چوموا لیتے ہیں تب پھر طرح طرح کے نغمات اوس سے صادر ہوتے ہیں بلا مونھہ لگائے بانسلی نہیں بج سکتی +

میان او که خدا آفریده است از هیچ — دقیقه ایست که هیچ آفریده نکشاد است

درمیان اوسکے خدا نے زیست سی پیدا کیا ہے — یہ باریکی ہے کہ کوئی مخلوق نہیں جان سکتا

میان سے کنایہ اوس رمز اور رابطہ کیطرف ہے کہ جو طالب اور مطلوب کے درمیان ہوتا ہے دقیقہ کے معنی باریکی کے ہیں کہ جسکا سمجھنا مشکل ہو۔ پس مطلب یہ ہے کہ جو کچھ رابطہ ہمسے اور محبوب سے ہے اوس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ وہ ایک باریکی ہے جسکا تعلق زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم عالم اطلاق سے عالم تعین میں کیوں آئے ہیں اور ہمسے اور ہماری اصل سے کیا رابطہ ہی۔

گدای کوی تو از هشت خلد مستغنی است — اسیر بند تو از هر دو عالم آزاد است

تیرے کوچہ کا فقیر آٹھوں بہشتوں سے بے پرواہ ہے — تیری قید کا اسیر دونوں عالم سے آزاد ہے

یعنی تیرے در کے فقیر کو کسی نعمت ظاہری کی پرواہ نہیں اور جو تیرے عشق میں گرفتار ہے وہ دونوں جہان کے غم سے فارغ البال۔

اگرچه مستی عشقم خراب کرد ولی — اساس هستی من زان خراب آباد است

اگرچہ مجھے عشق کی مستی نے خراب کردیا لیکن — میری زندگی کی بنیاد اس خرابی سے ہی

مطلب صاف ہی کہ گو مجھے عشق حقیقی نے ظاہر میں خراب کردیا ہے مگر میری دائمی زندگی کی بنیاد اسی عشق سے ہی۔ اسلئے کہ عاشقان خدا مرتے نہیں ہیں بلکہ اس جہان سے دوسرے جہان کو منتقل ہو جاتے ہیں

دلا منال ز بیداد و جور یار که یار + — ترا نصیب همین کرده است و این داد است

اے دل یار کے بیداد اور جور سے نہ رو کہ یار نے + — تیرے نصیب میں یہی لکھا ہے اور تجھے یہی دیا ہے

بیداد و جور سے یا تو ہجر مراد ہی۔ یا عتاب یار سے کنایہ خدا تعالے کیطرف ہی اور مطلب یہ ہی کہ [illegible]

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد | کہ این لطیفہ نغزم ز رہروی یاد است

غم دنیا نہ کہا اور یہ میری نصیحت مت بہول | کہ یہ لطیفہ عجیب مجہے ایک مسافر نے بتلایا تہا

مسافر سے مراد مرشد کامل ہی اور جتنے لوگ دنیا مین آتے ہین وہ سب مسافر ہوتے ہین سی اعتبار سے پیر بھی مسافر ہوا یعنی یہ چٹکلہ مجہے میرے اوستاد نے بتلایا تہا پس میری نصیحت کو کبہی نہ بہولنا جو یہ ہی کہ تجہے دنیا کا غم ہرگز نہ کہانا چاہیے ✦

رضا بداده بده و ز جبین گره بگشای | کہ بر من و تو در اختیار نگشاد است

دیے ہوئے پر راضی رہ پیشانی کی گرہ کہول | کہ میرے یا تیرے اوپر در اختیار کشادہ نہین ہے

یعنی جو کچہہ حق نے تجہے دیا ہے اوس پر اپنی رضامندی ظاہر کر اور شاکر رہ اگر زیادہ کی فکر کریگا تو سوا اندوہ و ملال کے کچہہ ہاتھ نہین آئیگا اور خدا کی عطا شدہ شے زیادہ ہاتھ آنا ناممکن ہے مین یا تو کچھ اختیار نہین رکہتے۔ یہان اس لفظ اختیار سے اختیار کلی مراد ہی عرض جزئی ✦

نشان مهر و وفا نیست در تبسم گل | بنال بلبل مسکین کہ جای فریاد است

خندۂ گل مین مہر و وفا کا نشان نہین ہے | اے غریب بلبل رو کہ فریاد کی جگہ ہے

تبسم گل سے دنیا کے چہچہے مراد ہین اور گل کے اعتبار سے بلبل لائے ہین جس سے کنایہ انسان کیطرف ہی مطلب یہ کہ ای غریب مسافر دنیا کی لذتون پر اعتبار کر کے خوش مت ہو بلکہ رو۔ اسواسطے کہ اسکی ہستی مین وفا نہین ہے اس شعر سے دنیا کی ناپائداری اظہار کیگئی ہے اور بلبل مسکین کا نسخہ عاشق بیدل بھی آیا ہے ✦

حسد چہ میبری ای سست نظم بر حافظ | قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

اے سست نظم حافظ پر کسلئے حسد کرتا ہی | دلی مقبولیت اور لطف سخن خداداد چیز ہے

سست نظم سے کند ذہن شخص مراد ہی۔ اور مطلب صاف ہے کہ ای کند ذہن تو حافظ سے کہو واسطے حسد کرتا ہی مقبولیت عام اور لطف سخن تو خداداد ہے۔ یہ کسی کے بس کی بات نہین ✦

برو بکار خود ای واعظ این چہ فریاد است | مرا فتاده دل از کف ترا چہ افتاده است

اے واعظ جا اپنا کام کر یہ فریاد کیسی ہے | میرے ہاتھ سے دل گیا تجہے کیا مصیبت ہوئی

یعنی اے واعظ تو نصیحت کرکے کیون شور و غل کرتا ہے۔ میرے پاس دل ہی نہین ہی تجہے اپنی پڑی ہے۔ مطلب یہ کہ جب دل ہی نہین رکہتا تو تیری کیا سنون ✦

گناہ نہیں نہ کوئی عیب ہے ؂

باده نوشی که درو هیچ ریائی نبود بهتر از زهد فروشی که درو روی و ریاست

وہ بادہ نوشی کہ جسمیں کوئی مکر نہو زہد فروشی سے کہ جسمیں فریب ہو بہتر ہے

یعنی وہ شراب نوشی (عشق و محبت) کہ ہمارے مرشد کامل کے ساتھ ہو اوس تقوی ریائی سے بہتر ہے
کہ جسمیں فریب ملا ہوا ہوتا ہے ؂

ما نه مردان ریائیم و حریفان نفاق آنکه او عالم سرست بدین حال گواست

ہم نہ ریاکار ہیں اور نہ نفاقی حریف وہ جو کہ بھید سے واقف ہے اس حال کا گواہ ہے

یعنی ہم ریاکار ہیں نہ نفاق ڈالنے والے حریف بس اللہ تعالی جو کہ ہمارے بھید سے واقف ہے وہی ہمارے
حال کا شناسا سمجھا جاتا ہے ؂

فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم وانچه گویند روا نیست نگوییم رواست

ہم خدا کا فرض ادا کرتے اور کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے جس چیز کو روا نہیں بتلاتے ہم اسے جائز کہتے ہیں

آدمی کے لئے خدا کی معرفت ضروری بلکہ فرض ہے - چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کسی کے ساتھ
برائی نہیں کرتے اور اللہ کا فرض ادا کرتے ہیں - فرق یہ ہے کہ شراب کو سب ناجائز کہتے ہیں - مگر ہم
شراب محبت کو جائز بتلاتے ہیں ؂

چه شود گر من و تو چند قدح باده خوریم باده از خون رزانست نه از خون شماست

کیا حرج ہو وے اگر میں اور تو چند پیالہ شراب پئیں شراب انگوروں کے خون کی بنی ہے تمہارے خون کی نہیں ہے

خواجہ صاحب مصنف دیوان عیب جو لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تم چند پیالہ شراب کے پئیں تو اس میں
کیا حرج ہے کیونکہ شراب انگوروں کے خون کی ہے آدمیوں کے خون کی نہیں ہے اور تم لوگ
جب اوروں کی غیبت کرتے ہو تو گویا الحاجد کمرانیا کل لحم اخیہ کے اعتبار سے
اپنے بھائی کا گوشت کھاتے ہو - بہرحال غیبت اور عیب جوئی کرنے سے شراب پینا اچھا ہے
اسواسطے کہ یہ آدمیوں کا خون تو نہیں ہے - اور جو لوگ پیٹھ پیچھے برائی کرتے ہیں وہ اپنے بھائی کا
خون پیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے بدی
کرے تو گویا اوسنے آدمی کا گوشت کھایا ؂

پھر بارش یا اوس کے عتاب سے رنجیدہ مت ہو کیونکہ خدا نے تیری قسمت میں یہی لکھا ہے۔
یعنی یہ سراسر انصاف ہے۔ رونا تو وہ وقت چاہئے کہ جب بے انصافی ہوتی ہو۔ اگر عتاب ہے
تو یہی تنبیہ کے واسطے ہے اور عمل کی سزا ہے نا انصافی یہ بھی نہیں کہلاتی پھر کیوں روتا ہے

برو فسانہ مخوان و فسون مدم حافظ   **کزین فسانہ و افسون مرا بسی یاد است**

حافظ جا نہ قصہ پڑھ نہ افسون پھونک   کہ ایسے قصے اور افسون مجھے بہت سے معلوم ہیں

افسانہ اور افسون سے عشق محبت کیطرف اشارہ ہے۔ حافظ صاحب اپنے دل سے کہتے ہیں کہ اے دل جا
اپنا کام کر اور مجھے عشق و محبت کے قصے نہ سنا کیونکہ میں حقیقی عاشق ہوں اور مجھے اپنے بہت سے قصے
و افسانے معلوم ہیں +

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست   **مے بمیخانہ بجوش آمد و مے باید خواست**

روزہ برطرف ہوا عید آئی دل اٹھ گئے   شراب شرابخانہ میں جوش کرتی ہے مانگنی چاہیے

ظاہری مطلب صاف ہے کہ رمضان گذر گیا عید آئی دل سینوں میں اٹھ گئے۔ شراب شرابخانہ میں جوش
کرنے لگی پھر کیا دیر ہے دور چلنا چاہیے کوئی مانع پیش نہیں۔ لیکن باطنی مطلب یہ ہے کہ زہد و مجاہدہ
کا زمانہ گذر گیا مشاہدہ تجلی صفات کا وقت آیا اور عشق محبت سے دل میں جوش ہوا۔ اب طالب سے
پورا مرشد ہوا چاہتا ہے۔ اور وقت شادی وصل محبوب حقیقی کا آپہونچا اب طلب وصل کرنی چاہیے +

نوبت زہد فروشان گران جان بگذشت   **وقت شادی و طرب کردن رندان برخاست**

زہد بیچنے والے سخت جانوں کی نوبت گذر گئی   وقت رندوں کی خوشی کرنے کا آپہونچا +

پہلا مصرع ریاکار زاہدوں کی صفت میں ہے جو دنیا کی خوشی پھرتے ہیں۔ دوسرے مصرع میں
عاشقان الہی کی وصال کی خوشی کا ذکر ہے یعنی وہ زہد و تقا زاہدوں کی باری ہو چکی جو ہم پر طعن کرتی تھی
اب ہماری خوشی کا وقت ہے کہ ہم کو وصال میسر ہوگا +

چہ ملامت بود آنرا کہ چو ما بادہ خورد   **این نہ عیب است بر عاشق رند و نہ خطاست**

اوسکو کیسی ملامت کہ جو ہمارے ساتھ شراب پیے   یہ نہ عاشق رند کے لئے عیب ہے نہ گناہ

شراب سے مراد شراب معرفت اور رند سے مقصود عاشق صادق ہے یعنی جو شخص ہمارے ساتھ
شراب معرفت پیئے وہ قابل ملامت نہیں ہے اسواسطے کہ عاشقان صادق کو شراب محبت الہی پینا جائز ہے

در اندرون من خستہ دل ندانم کیست — کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست

مین نہین جانتا کہ مجھ خستہ دل کے اندر کون ہے — کہ مین خموش ہون اور وہ شور و غوغا کرتا ہے

یعنی مجھے خبر نہین کہ میرے دل مین کون ہے۔ مین چپ چاپ ہون اور وہ شور کرتا ہی۔ مطلب یہ کہ میرے دل مین ہمیشہ محبوب حقیقی شور و غوغا کرتا ہے اور وہی طرح طرح کے اسباب مین نمودار ہوتا ہی یہ ایک حالت ہے کہ حبس نفس کرنے اور سلطان الاذکار شغل کہنے سے سالک کے دل مین کبھی دیگ سے اوبھان اور گاہی بہرلی آواز کے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔

دلم ز پردہ برون شد کجائی ای مطرب — بنال ہان کہ ازین پردہ کار ما بنواست

میرا دل پردہ سے باہر ہوا اے مطرب تو کہان ہے — ہان رو کہ یہ پردہ ہمارا با سامان ہے

پردہ سے ننگ و نام اور نیز صفات بشری مراد ہے۔ مطرب یعنی مرشد۔ بنال بمعنے اسرار عشق بیان کر ازین پردہ سے اشارہ بیان اسرار کیطرف ہے نوا کے معنے سامان کے ہین۔ مطلب یہ کہ اے مرشد عشق کے رموز جو تو مجھسے چھپاتا ہی شاید تو یہ سمجھتا ہی کہ مین ابھی اون اسرار کے سننے کے لائق نہین ہون اب میرا دل کہان ہی کہ جو پابند ننگ نام تھا مین سب رندی اور پارسائی کو چھوڑ بیٹھا ہوں آ اور اسرار حقیقت بیان کر کہ اس بیان سے ہمارا کام بنجاتا ہے۔

مرا بکار جہان ہرگز التفات نبود — رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست

جہان کے کام سے مجھے ہرگز غرض نہ تھی — تیرے رخ نے میری نظر مین ایسا اچھا سنوارا ہے

مطلب یہ کہ دنیا کے کاروبار سے مجھے محبت و غرض نہ تھی لیکن جب تو نے اس عالم مین اپنا جلوہ دکھا کر اوسکو اپنے ظہور سے آراستہ کیا تو مجھے بھی اچھا معلوم ہونے لگا۔ رخ تو سے نمونہ ہائے قدرت قادر بیچون مراد ہین۔

نخفتہ ام ز خیالے کہ می پزم شب ہا — خمار صد شبہ دارم شرابخانہ کجاست

مین اس خیال سے نہین سوتا کہ راتون شراب پیون — خمار سو راتون کا رکھتا ہون کہ شرابخانہ کہان ہے

خمار صد شبہ یعنی خمار ازلیہ شرابخانہ سے مراد عالم عشق ہے۔ اور مطلب یہ ہی کہ عشق محبت کی سختی سے کہ شب و روز اوسکے سودے مین ہون کسی وقت آرام نہین پایا۔ اور یہ خمار عشق کا خمار جو مجھے ازل سے حاصل ہے کسی طرح دور ہونیوالا نہین۔ مگر شراب نوشی کے ذریعہ سے دور ہو سکتا ہے۔

این نہ عیبست کزان عیب خلل خواہد بود
ور بود عیب چہ شد مردم بی عیب کجاست

یہ عیب نہیں ہے کہ اس عیب سے خلل پڑ جائے — اور اگر عیب بھی ہو تو کیا حرج ہے عیب کون ہے

پھر کہتے ہیں کہ شراب پینا عیب نہیں ہے جس سے خلل واقع ہو اور اگر بالفرض عیب بھی ہے تو کیا مضائقہ ہے اسواسطے کہ دنیا میں۔ بے عیب شخص کونسا ہے ۔ واضح ہو کہ شراب سے مقصود ہر جگہ شراب محبت ہے۔

حافظ از عشق خط و خال تو سرگردان است
ہمچو پرکار دل نقطۂ دل ما بر جاست

تیرے خط و خال کے عشق میں حافظ سرگردان ہے — مگر مانند پرکار کے نقطہ کے دل ایک جگہ ہے

فرماتے ہیں کہ حافظ تو خط و خال کے عشق میں پرکار کی طرح سرگردان و پریشان ہے لیکن دلکا مرکز اوسی جگہ ہے یعنی ہمیشہ تیرے پاس ہی رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ گو میں ظاہرا دنیا کے اسباب میں گرفتار رہتا ہوں لیکن باطنا تیری ہی طرف میں خاطر رکھتا ہوں۔ اسکا مخاطب ذات باریتعالی یا مرشد کامل دونوں ہو سکتے ہیں

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

جب تو عاشق کی بات سنے تو یہ مت کہہ کہ خطا ہے — اے دلبر تو سخن شناس نہیں ہے یہ بات خطا کی ہے

اہل دل سے عاشق مراد ہے۔ اور بشنوی کا مخاطب ناصح کو سمجھنا چاہیے۔ دلبرا کا الف ندائیہ ہے جسکے معنی اے دلبر یہ گویا ناصح کے لئے بطور استہزا کے استعمال ہوا ہے پس مطلب یہ ہے کہ اے میرے دوست جسوقت کہ عاشقوں کی باتیں تیرے کان تک پہونچیں تو اونھیں بگوش دل سن اور یہ مت کہہ کہ یہ خطا ہے بلکہ خطا یہ ہے کہ تو سخن فہم نہیں اور ان رموز کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا ٭

سرم بدنیا و عقبی فرو نمی آید
تبارک اللہ ازین فتنہا کہ در سر ماست

سر میرا دنیا اور عقبے میں نہیں جھکتا — برکت ہے اللہ یہ فتنے کہ میرے سر میں ہیں

تبارک اللہ کا لفظ اوسوقت استعمال ہوتا ہے جب کسی کو بزرگی کے ساتھ یاد کریں جیسے کہ تعالی اللہ فتنہا سے ترک کونین کیطرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ میرا سر سوا تیری جناب کے کبھی دنیا یا عقبی کیلئے نہیں جھکتا۔ خدا کی شان ہے کہ ایسے ایسے بڑے فتنے میرے سر میں ہیں۔

واضح ہو کہ عاشق کا دل ہمیشہ معشوق حقیقی کی یاد میں رہتا ہے اور اوسکی آواز ہر وقت کانوں میں پہونچتی رہتی ہے ٭

دیکھتی ہے اور مجھے تیرے شوق کا گرنا رہا ہے پس تو خود جانتا ہے کہ عبادت کا وقت
جس سے زہد یا رسائی مراد ہے کونسا ہے اور دعا جس سے ورد و وظائف مقصود ہیں کسطرح
ہو سکتے ہیں۔ یعنی میں ہمیشہ یاد محبوب میں مستغرق ہوں مجھے کیسی دعا اور اتقا کی حاجت نہیں

ندای عشق تو دوشم در اندرون دادند — فضای سینه حافظ هنوز پر ز صداست
تیری عشق کی آواز کل میرے دل میں پہونچی — سینہ حافظ کی فضا ابھی تک آواز سے پر ہے

شعر ماسبق سے اوپر کے شعر میں یہ مضمون بیان ہو چکا ہے یعنی جب سے حافظ نے آواز
حبیب کی اَلَستُ بربکم سنی ہے تو اب تک اوسکا سینہ غایت شوق قالو بلی سے بھرا
ہوا ہے۔ فضا یعنی خلا کے ہے +

روضه خلد برین خلوت درویشان است — مایه محتشمی خدمت درویشان است
بہشت برین کا باغ خلوت فقیرونکی ہے — اور حشمت کا مایہ خدمت فقیرونکی ہے

یعنی عارفان حقیقی کی خلوت بہشت برین کا باغ ہوتا ہے پس ایسے لوگونکی خدمت کرنا گویا عظمت
وجلالت کی پونجی سمیٹنا ہے +

کنج عزلت که طلسمات عجایب دارد — فتح آن در نظر همت درویشان است
گوشہ تنہائی عجیب عجیب طلسمات رکھتا ہے — اوس کا کھولنا فقیرونکی نظر کی ہمت میں ہے

کنج عزلت سے اشارہ مشاہدات کیطرف کو ہے کہ جسکا حاصل ہونا عزلت پر منحصر ہے۔ یعنی
ذات حقیقی کا مشاہدہ جو عجیب و غریب ہے۔ عجیب و غریب طلسم کا کھولنا فقرای کاملین کے ارادہ
اور ہمت پر منحصر ہے۔ ماحصل اس کا حالت معرفت بیان کرنا یعنی اگر درویش لوگ چاہیں تو مشاہدہ
کے عجیب و غریب طلسم کو کھول سکتے ہیں۔ اور کوئی شخص اوسکو نہیں جانتا +

قصر فردوس که رضوانش بدربانی رفت — منظری از چمن نزهت درویشان است
قصر فردوس کہ رضوان اوسکی دربانی کرتا ہے — درویشوں کی چمن کی نزہت کا ایک منظر ہے

یعنی قصر بہشت کہ جو اسقدر مرتبہ اور بزرگی رکھتا ہے کہ جسکی دربانی پر رضوان مقرر ہے۔ عاشقان
کامل کی نزہت چمن کا ایک نظرگاہ ہے۔ ماحصل اسکا بزرگی معرفت ہے۔ اور قصر فردوس
کے لئے روضہ رضوان بھی آتا ہے۔

یا مشاہدہ شد اید تجلیات سے کہ جو عالم ملکوت و جبروت مین ہی لہذا سکے تیلاؤ کدہ شراب خانہ عشق یا عالم ملکوت کہان ہین اور وہان پہونچنے کا ذریعہ کیا ہے تاکہ اوس جگہ پہونچکر اس غم والم سے رہائی پاؤن +

چنین کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم
گرم بہ بادہ بشوئید حق بدست شماست

جیسا کہ عبادتخانہ میرے دل کے خون سے آلودہ ہوا
اگر مجھے شراب سے دہوؤ تو تمہاری لائقی ہے

صومعہ سے مراد قلب ہے اور خون دل سے مجاہدہ ۔ مطلب یہ کہ ریاضت و مجاہدہ حد کو پہونچ گیا یہانتک کہ میرا عبادتخانہ وجود یا دل خون سے آلودہ ہوگیا ہی یعنی رنگ گیا ہے پس اسے عاشقان کامل اگر عبادتخانہ وجود کو بادہ عشق سے دہو دو تو یہ تمہارا حق ہی ۔ خلاصہ یہ کہ ایسا کرنا تمہارا کام ہے اور طرح کہ عاشق کا کام ہمیشہ یا محبوب سے دہیان لگانے کا ہوتا ہے اوسیطرح مین بھی ہر وقت اوسی کو لگائے ہوئے ہون

ازان بدیر مغانم عزیز میدارند
کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دل ماست

اسلئے دیر مغان مجھے عزیز رکھتے ہین
ایسی آگ جو کبھی نہ بجھے ہمیشہ ہمارے دل مین رہتی ہے

ظاہری مطلب صاف ہے ۔ باطنی اعتبار سے دیر مغان کا اشارہ مقام عاشقان کیطرف ہے ۔ اور کبھی نہ بجھنے والی آگ سے آتش عشق مراد ہی ۔ مطلب یہ کہ عاشقان الٰہی ہمین اسلئے عزیز رکھتے ہین کہ ہماری آتش عشق کبھی فرو نہین ہوتی ۔ اور ہمیشہ یکسان رہتی ہے +

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صداست

کیا بات تھی کہ مطرب نے عاشقو نپر نوازش کی
کہ عمر گذر گئی اور ابھی میرا دماغ آواز سے پر ہے

وہ کیا بات تھی کہ اوس محبوب حقیقی نے ازل مین ہمسے کی تھی ۔ یہانتک عمر آخر ہو چکی ابھی تک دماغ مین اوس بات کا ذوق بھرا ہوا ہی ۔ اس شعر مین الست بربکم کیطرف اشارہ ہی ۔ مطلب یہ کہ جو بات محبوب حقیقی نے ازل مین ہم سے کہی تھی وہ الست بربکم تھی ۔ یہ بات ایسی اچھی معلوم ہوئی کہ ابتک اوس کا لطف کانون کو نہین بہولا +

خمار عشق تو دوشینہ اندرون بود
کجاست وقت عبادت چہ وقت جای دعاست

کل کی رات تیرے عشق کا خمار مجھ مین تھا
عبادت کا وقت کہان اور کیا وقت دعا کا ہی

دوشینہ سے مراد روز ازل اور مطلب یہ ہے کہ ازل ہی مین تیرے عشق کی آواز کانون مین

وہ روئے معشوق کہ جو شاہان دنیا کا مال کارہی اور جسکی طلب مین وہ ہمیشہ ہاتے ہین اوس کا مظہر
درویشان حقیقی کی روئے طلعت مین موجود ہی۔

اے توانگر مفروش اینہمہ نخوت کہ ترا — سروری در کنف ہمت درویشان است

اے توانگر اس نخوت کو نہ بیچ کہ تیرے واسطے — سرداری فقیرون کی کنف ہمت مین ہے

نخوت فروختن۔ بمعنے اظہار عظمت و فخر کردن۔ یعنی اے متمول تو اپنی عظمت اور دولت کا اظہار نہ کر
اسواسطے کہ سرداری فقیرونکی ہی پناہ مین ملتی ہی۔ یعنی وجود دنیا جسکی سرداری متمولون کو میسر ہے اولیاء
کاملین کی برکت سے برقرار ہی

گنج قارون کہ فرو میرود از قہر ہنوز — خوانده باشی تو کہ ہم از غیرت درویشان است

خزانہ قارون جو کہ ابھی تک قعر زمین مین گھسا چلا جاتا ہے — تو نے پڑہا ہوگا کہ فقیرونکی دعا کی برکت سے ہے

یعنی حدیث مین آیا ہے اور تو نے شاید پڑہا ہوگا کہ قارون کا خزانہ اوسوقت سے ابتک کسی نہ کسی قدر روز
زمین کی تہ مین سماتا چلا جارہا ہی۔ یہ بات کسکی بددعا سے ہوئی درویشون کی۔ چونکہ موسی علیہ السلام ہی کی
بددعا سے قارون مع اپنے گھر اور مال و تخت کے زمین مین پہنچایا گیا۔ عارف باللہ اور پیغمبر تھے لہذا
اونھین اشخ فقیرونکی صفت سے موصوف کیا گیا ہی اس شعر کا مضمون اپنی وضاحت کے واسطے مجبور
کرتا ہے کہ ہم مختصر سا حال قارون کے تمول اور موسی علیہ السلام کی بددعا کا بیان کرین۔ یہ قصہ
اسطرح پر ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ اوس کے پاس اتنی دولت تھی کہ خزانہ کی
کنجیان ایسے ساٹھ اونٹون پر بار ہوا کرتی تھین کہ اون مین سے ہر ایک اونٹ ساٹھ من بوجھ اوٹھا
سکتا تھا ہر ایک کنجی جس سے کہ چالیس کوٹھریان خزانہ کی کھلجایا کرتین وزن مین صرف ایک مثقال
ہوتی تھی۔ قارون کے اسقدر مال ہاتھ آنے کا یہ سبب تھا کہ جب موسی علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی
تو حکم الہی ہوا کہ اس کو آب زر سے لکھو۔ موسیٰ نے جناب باری مین عرض کیا کہ یا اللہ یہ کتاب بہت بڑی
ہے مجھ مین اتنی مقدرت نہین۔ اس کو آب زر سے لکھنے کے لئے اتنا سونا کہان سے لاؤنگا اسپر
خدا تعالے نے موسی کو کیمیا بنانا بتلایا لیکن موسے علیہ السلام نے ایک ثلث اوسکا ہارون کو سکھلادیا
اور ایک ثلث اپنی بہن کو بتلایا کہ جو قارون کی بی بی تھی پس قارون نے کیمیا بنانی اپنی زوجہ سے
اور نیز ہارون اور یوشع سے سیکھی تھی۔ چنانچہ قارون تانبے سے سونا بناتا تھا اور بادسنبے

آنچہ زر میشود از پرتو آن قلب سیاہ — کیمیائیست کہ در صحبت درویشان است

وہ چیز کہ جسکے پرتو سے سیاہ قلب زر ہو جاتا ہے — کیمیا ہے کہ جو فقیروں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے

یعنی وہ شے جو سیاہ قلب کو سونا بناتی ہے کیمیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کیمیا فقیروں کی صحبت سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ مگر اس موقع پر کیمیا سے مراد کیمیائے معرفت ہے۔ اور معرفت کی کیمیا سے سیاہ دل لوگ نکھر کر کندن ہو سکتے ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ معرفت الٰہی بھی درویشوں ہی کے پاس ہے اور وہ کیمیا ہے جو سیاہ قلبوں کو نکو صوفی بنا دیتی ہے ؎

وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید — کبریائیست کہ در حشمت درویشان است

وہ چیز کہ جسکے سامنے سورج بھی تاج تکبر کو اتار رکھتا ہے — کبریائی ہے کہ جو فقیروں کی حشمت میں ہے

مطلب یہ کہ وہ کبریائی جسکے سامنے سورج بھی باوجود اس رفعت و مرتبہ کے غرور نہیں کر سکتا فقیروں اور اہل اللہ لوگوں کی حشمت میں ہے یعنی ان لوگوں کے مرتبہ کے سامنے آفتاب کا مرتبہ بھی نیچے ہے۔

دولتے راکہ نباشد غم از آسیب زوال — بے تکلف بشنو دولت درویشان است

جس دولت کو کہ فنا اور زوال کا غم نہو — بے تکلف سمجھو کہ وہ دولت فقیروں کی ہے

فقیروں کے پاس سوائے کملی اور لنگوٹی کے کوئی دولت نہیں ہوتی پس جب دولت ہی اونکے پاس نہیں تو زوال کیسے ہوگا لیکن یہاں اس ظاہری مال دولت سے غرض نہیں ہے بلکہ دولت معرفت سے ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ دولت معرفت ہمیشہ باقی رہنے والی لازوال چیز ہے۔ بے تکلف کے معنی ایسے میں کوئی کلام نہیں کے ہیں ؎

خسروان قبلہ حاجات جہان اند ولے — سبب آن از ازل تا بہ ابد فرصت درویشان است

بادشاہ جہان کے قبلہ حاجات ہوتے ہیں لیکن — ازل سے ابد تک فرصت فقیروں کو ہی ہے

ہر چند کہ بادشاہ مخلوق کے قبلہ حاجات ہوتے ہیں لیکن فرصت درویشوں کو ہی حاصل ہے۔ اسلئے کہ اونھیں سوائے اپنے کسی کی فکر نہیں ہوتی۔ نے غم دند نہ غم کالا۔ یا یوں کہئے کہ فقیر فرصت کے بادشاہ ہوتے ہیں اور بادشاہ اوس کی فقیر ؎

روی مقصود کہ شاہان جہان می طلبند — مظہرش آینہ طلعت درویشان است

چہرۂ مقصود کو کہ جہان کے بادشاہ طلب کرتے رہتے ہیں — اوسکا مظہر درویشوں کا آئینہ طلعت ہے

نکاوی خبا تجہ وہ عورت اسپر راضی ہوگئی - دوسرے دن صبحکو قارون نے مجلس بجالی اور سبکو طلب کیا منجملہ اونکے موسی علیہ السلام کو بھی دعوت کے بہانہ سے بلایا چونکہ دعوت کا قبول کرنا ضروری تہا لہذا موسی بھی اونکے ہان پہونچے اور اپنے مرتبہ کے موافق تبلیغ احکام شروع فرمائی اور کہنے لگے جو کوئی مجرد زنا کرے تو اوسکو سو تازیانہ لگانے چاہئین - اور اگر عیالدار زنا کرے تو اوس کو سنگسار کرنا واجب ہے - قارون بول اوٹھا کہ چاہے تم ہی ہو -

جواب دیا کہ ہان چاہے مین ہی ہون - حکم خدا مین کسی کا چارہ نہین - پھر کہنے لگا کہ بنی اسرائیل تمپر زنا کا گمان کر رہے ہین - فرمایا کہ بنی اسرائیل کا گمان مجھپر کبھی نہوگا - قارون بولا کہ اوس عورت کو لاؤ جب وہ حاضر کی گئی تو موسے علیہ السلام نے اوس کیطرف کو موہنہ کرکے کہا کہ اے عورت یہ لوگ مجھپر اور تجھپر اس فعل کا گمان کر رہے ہین - کیا بات ہے - تجکو خدا کی قسم سچ کہدے - موسیٰ ؑ کی برکت سے اوس عورت پر در توفیق کشادہ ہوگیا - اور کہنے لگی کہ اے خدا کے رسول کون شخص تجھپر ایسا گمان کرسکتا ہے لیکن مجکو قارون نے روپیہ کا لالچ دیا کہ مین تجھپر یہ تہمت لگاؤن - یہ سنکر قارون خجالت کے دریا مین ڈوب گیا - موسے علیہ السلام نہایت آزردہ ہوئے - اور خدا کے سامنے سر جھکا دیا - کہنے لگے کہ خداوندا تیرے دشمن دوستون کی فضیحت کا ارادہ کرتے ہین اپنے دوستون کے لیے ان پر غضب تو کر - اوسیوقت حکم خدا پیدا باری ہوا کہ اے موسے ہمنے زمین کو تیرے حکم مین کردیا ہے تو جو کام چاہے اوس سے لے - بعد ازان موسے نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا نے مجھکو فرعون کی طرح قارون پر مسلط کردیا ہے جو شخص میرے پیرو مین سے ہے وہ یہان سے چلا جاوے لہذا سب لوگ چلے گئے - مگر دو شخص کہ جنکو قارون سے محبت موافقت تھی نہ گئے - موسےؑ نے زمین سے خطاب کرکے کہا یا ارض خذیھم وابتلیھم یعنی اے زمین انکو پکڑ لے اور سما لے قارون ٹھٹھا کرتا تھا اور برا بہلا کہتا تھا کہ زمین کیسے پکڑ سکتی ہے ناگاہ اوسکی ٹانگین ٹخنون تک زمین مین دہنس گئین - جب قارون کو معلوم ہوا تو فریاد کرنے لگا - مگر موسے نے بہر وہی کہا کہ اے زمین اسکو پکڑ لے اور اپنے اندر سما لے اسپر قارون کا سینہ تک تہ زمین غرق ہوگیا - غرضکہ قارون نے بہتیری منت سماجت کی - موسیٰ علیہ السلام نے ایک نہ مانی - اوس روز سے موکلان زمین حسب حکم خدا ایک آدمی کے قد برابر قارون کو ہر روز زمین مین گہیڑ دیتے ہین - دوسرے دن بنی اسرائیل کہنے لگے کہ ہلاکت قارون سے موسے کا مقصود [illegible]

بہت سا سونا طیار کرلیا تب بڑی شان او رتمول کی حالت سے اپنی قوم مین ظاہر ہوا۔ لیکن باوجود اِس مال دولت کے حکومت اور خلافت مین اوسکو کوئی دخل نہ تھا۔ ایک روز اوسنے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ رسالت تمھاری ہی۔ اور خلافت ہارون کی حالانکہ مین توریت تم دونون سے اچھی پڑہنی جانتا ہون پھر اسکی کیا وجہ ہی کہ مجھے ان دونون چیزون مین سے ایک بھی نہ ملے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ خلافت ہارون کو مین نے از خود نہین دی ہی۔ بلکہ خدا کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ قارون کہنے لگا کہ مین بغیر دلیل کے یقین نہین کرونگا کہ تم سچ کہتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تم اپنا عصا زمین مین گاڑ دو۔ چنانچہ اونھون نے یہی کیا صبح کو ہارون کا عصا سبز تھا اور اوس پر اسقدر پھل آئے کہ تمام بنی اسرائیل مین تقسیم ہوسکین۔ کہتے ہین کہ وہ عصا بادام کا درخت بن گیا تھا اس کو دیکھ کر قارون کہنے لگا کہ تجھسے جادوگر سے عصا کا سبز بن جانا کچھ بعید نہین ہی پس قارون ناراض ہوکر گھر بیٹھ رہا۔ چونکہ موسیٰ کی تمام حرکات ارادہ حکم الٰہی پر مبنی ہوتی تھی اسلئے آپ نے قارون کو کوئی امر تفویض نہین کیا قارون نے تمرد کی راہ سے بنی اسرائیل کو موسیٰ کیطرف سے توڑنا شروع کردیا مگر موسیٰ علیہ السلام اوس رشتہ کی وجہ سی کہ جو قارون سی تہا صبر کیئے گئے۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل فرمایا کہ مال مین سے ہزاروان حصہ زکوٰۃ کا نکالنا چاہئے مگر جب قارون نے حساب لگایا تو اس کی بڑھی بیشمار دولت اوسکے خزانہ سے نکلی جاتی تھی۔ کہنے لگا کہ یہ مال تو مینے اپنے دست بازو سے پیدا کیا ہی بنی اسرائیل کی طرح قبطیون سے نہین چہینا ہے تو کبھی اتنی دولت زکوٰۃ مین نہ دونگا۔ اور موسیٰ کا دشمن تھا ایک روز قارون نے بنی اسرائیل کو بذریعہ دعوت اکھٹا کیا اور کہانے سے فراغت حاصل ہونیکے بعد اونسے کہا کہ موسیٰ نے تمکو اپنا فرمانبردار تو بنا ہی لیا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال بھی لے لے۔ بہتون نے جواب دیا کہ تو ہی ہمارا سردار اور بزرگ ہی تو جو کچھ کہے ہم وہ تدبیر کرین کہنے لگا کہ میرے ذہن مین ایک بات آتی ہے اور مین اوسے پورا کرکے تمکو موسیٰ کے ہاتھون سے نجات دلاؤنگا لہذا اون سبھون نے قارون کی تعریف کی اور اوسکے مددگار ہوگئے۔ قارون نے موسیٰ کے مغلوب کرنے کی یہ تدبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل مین فلان عورت جو زناکاری کے لئے مشہور ہے بلائی جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور اوس کو بہت سے روپئے اور اشرفیان دینے کے لالچ مین پھسلایا اور قارون نے ایک طباق بھر روپیہ دینے کا وعدہ کیا اس شرط سے کہ وہ موسیٰ پر زنا کا الزام

جس وقت عشق اختیار کیا تو اوس وقت جو کچھ کو نین مین ہے سب کو یکقلم صفحۂ دل سے نیست نابود کر دیا یعنی ازل ہی مین زہد و تقوے سے لوح دل کو دہو ڈالا تھا ؞

می بدہ تا دہمت آگہی از سر قضا — کہ بروی کہ شدم عاشق و بر بوی کہ مست

شراب دے تاکہ مین تجھے قضا کی بہید سے آگاہ کرون — کہ کسکی صورت پر عاشق ہوا اور کسکی خوشبو سے مست

مصرع ثانی بیانیہ ہے یعنی اے مرشد کامل مجھے شراب عشق پینے کو دے تاکہ تجھے یہ تلاؤن کہ مین کسکی صورت پر عاشق ہوا ہون اور کسکی بوے محبت سے مست ہون اسمین استفہام انکاریہ ہی - اور مطلب یہ کہ مین کچھہ نہین ہون اور نہ کسی پر عاشق ہون جو کچھہ ہے وہ ہی ہی - اسواسطے کہ عشق ایک فعل ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ فعل بغیر فاعل کے واقع نہین ہوتا پس جب مین نیست ہون اور میرا کوئی وجود نہین اور وجود کا محتاج ہون تو اپنے لئے سر رشتہ ہستی مین کیسے لاسکتا ہون - جو کچھ ہی وہ ہی ہی ہمہ اوست ہمہ از وست شعر

در چشم لیلی بودہ مجنون شدہ نمودہ — لیلے کجا مجنون کجا خود بودہ و خود بودہ

بکمر کوہ کم است از کمر مور اینجا — ناامید از در رحمت مشو ای بادہ پرست

پہاڑ کی کمر اسجگہ چیونٹی کی کمر سے کم ہے — در رحمت سے اے عاشق ناامید نہ ہو

کمر کوہ سے مراد گناہ کی مقدار اور کمر مور سے وسعت رحمت کیطرف اشارہ ہی - اور مطلب یہ کہ اے عاشق خدا کی رحمت بندہ کے گناہون سے گو وہ پہاڑ کی برابر ہون زیادہ وسیع ہی - پس تو اوسکی رحمت سے ناامید نہو - قرآن مجید مین اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی لا تقنطوا من رحمت اللہ یغفر الذنوب جمیعًا - یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہو وہ سب کے گناہ بخشدیتا ہی - کسی شاعر کا قول ہی

صحرا صحرا ہین گو کہ عصیان میرے . دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

چونکہ زمین پر خشکی کے مقابلہ مین دریا بہت زیادہ ہے اسی اعتبار سے شاعر کہتا ہی کہ گو میرے گناہ جنگل در جنگل ہین لیکن تیری رحمت سمندر سمندر ہی -

جان فدای دہنت باد کہ در باغ نظر — چمن آرای جہان خوشتر ازین غنچہ نہ بست

جان تیرے دہن کی قربان کہ باغ نظر مین — چمن آراے جہان نے اس سے اچہا غنچہ نہین باندہا

باغ نظر سے وجود مراد ہی - اور چمن آراے جہان خالق کون مکان - غنچہ کا اشارہ دہن کیطرف کو

پھر دعا کی تاکہ اوس کا باغ اور مکان اور خزانہ جات سب زمین ہی میں سما گئے۔ آیتہ کریمہ فخسفنا بہ و بدارہ الارض یعنی دھنسا دیا ہمنے اوسکو اور اوسکے گہر کو زمین میں۔

بندۂ آصف عہدم کہ درین سلطنتش صورت خواجگی و سیرت درویشان است

مین آصف عہد کا بندہ ہون اوسکی سلطنت مین صورت خواجگی کی اور خصلت درویشونکی ہے

آصف وزیر کا نام تہا یہان آصف عہد سے خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانہ کا وزیر مراد لیا ہے یہ مطلب ظاہر ہی ہے کہ اس عہد کا وزیر صورت سردارونکی سی اور خصلت فقیرونکی رکہتا ہے۔ یہ گویا اوسکی تعریف ہے کہ ہم ایسے نیک خصلت وزیر کے بندہ ہین۔ معنوی اعتبار سے وزیر سے مراد مرشد وقت ہے اور مذکورہ بالا تعریف بھی مرشد کی ہوسکتی ہے یعنی ہمارے پیر کی صورت سردارونکی مثل ہے مگر سیرت فقیرونکی مانند۔

حافظا اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک ہمہ در بندگی حضرت درویشان است

حافظ اسجگہ ادب سے رہ کہ سلطان اور شاہ تمام درویشون کی بندگی مین ہین۔

درویشون سے مراد عارفان کامل اور عاشقان واصل ہین۔ اور مطلب یہ کہ اے حافظ تو اسجگہ یعنی مرشد کی جناب مین ادب کر اسواسطے کہ شاہان دنیا تک اس درگاہ کے بندے ہین۔ اولیاؤن کے رتبہ کے سامنے بادشاہونکے مرتبہ کی کچھ اصل و حقیقت نہین۔

مطلب طاعت و پیمان درست از من مست کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روز الست

مجہہ مست سے بندگی اور درست پیمانی نہ ڈھونڈہ کیونکہ مین پیمانہ کشی کے لیے روز الست کو ہی نامی ہوچکا ہون

یعنی میں شراب محبت پینے اور عشقبازی کرنے کے لئے روز الست مین ہی شہرہ پاچکا ہون پس مجہہ سے مست سے بندگی اور قول کو پورا کرنے کی امید نہ رکہو۔ کیونکہ بندگی کرنا یا قول کی نبہ کرنا مخموران بادۂ محبت کے طریقہ مین درست ہی نہین ہے۔ عاشقونکو سوائے محبوب کے کسی بندگی یا قول سے کیا کام

من ہمان دم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہرچہ کہ ہست

مین نے اوسیوقت کہ جب چشمۂ عشق سے وضو کیا چار تکبیر کہین کل پر جو کچھہ کہ موجود ہے

چار تکبیر زدن فارسی محاورہ ہے یعنی ترک کل کردن یکسر کے معنے تمام و کمال مطلب یہ ہے کہ مین نے

پیچ کسی کی نہیں ہی
نظیر دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر — نہادم آینہ ہا در مقابل رخ دوست

مین نے دوست کا ثانی نہ دیکھا اگرچہ چاند سورج کے — آئینے چہرۂ دوست کے مقابل رکھے

یعنی مین نے چاند سورج کے آئینے رخ محبوب کے مقابل رکھے لیکن دوست کا ایسا بھی ثانی نظر نہ آیا جیسا کہ آئینہ مین کسی حسینہ کا عکس نظر آتا ہے۔ یہ ممکن نہین کہ کسی چیز کا عکس آئینہ مین نظر نہ آوے۔ مگر خواجہ علیہ الرحمۃ محبوب حقیقی کی نظیر پانے کے مبالغہ مین عکس دکھائی دینے کے بھی منکر ہین۔ اور کہتے ہین کہ وہ ایسا وحدہٗ لا شریک ہے کہ مہر و ماہ کے آئینون مین بھی اوس کے ثانی عکس کا پتہ نہین ہے صرف اس لئے کہ کہین ایک کے دو نہ ہو جائین۔ اس سے خدا کی وحدانیت ثابت کی گئی ہے

نثار روی تو ہر برگ گل کہ در چمن است — فدای قد تو ہر سروبن کہ بر لب جوست

ہر پھول کی پتی جو چمن ہی تیرے چہرہ کی قربان ہے — ہر سروبن کہ جو لب نہر کھڑا ہی تیرے قد پر فدا

ظاہری مطلب تو صحیح طلب ہے۔ باطنی اعتبار سے برگ گل اور سروبن سے محبوبان مجازی اور لب جو سے دنیا مراد ہے۔ دونون مصرعون مین تو کی ضمیر محبوب حقیقی کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب حقیقی ہر ایک گلرو جو دنیا کے چمن مین پھولتا پھلتا ہے وہ تیرے مکھڑے پر نثار ہے اور ہر سروقد جو سروستان جہان مین موجود ہے وہ تیرے قد پر فدا ہی۔ اس لئے کہ وہ فی الحقیقت معدوم ہونے والے ہین۔ اور دنیا کا حسن حسن ظاہری ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہین۔ ہر خوبصورت و حسین مخلوق فنا ہو کر اوسی طرف عود کرتا ہے۔

مگر تو شانہ زدی زلف عنبر افشان را — کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست

شاید کہ تو نے زلف عنبر افشان مین شانہ کیا — کہ ہوا غالیہ سا ہوئی اور خاک عنبر بو

یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اپنی زلف عنبر افشان مین شانہ کیا ہے۔ ورنہ ہوا مین یہ صندلین لپٹ اور خاک مین عنبرین خوشبو کسطرح پیدا ہو گئی۔ اور ممکن ہے کہ زلف عنبر بو سے باعتبار ساتر چہرہ حقیقت کے ہمارا وجود مراد ہو اور شانہ سے فضل و کرم باد غالیہ سا سے عشق حقیقی

ہے اور اس بیت میں وجود سے خطاب کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے میرے وجود میری جان تیرے دہن کے قربان ہو کہ حق تعالے نے تیرے چمن کے وجود میں یعنی تجھ میں اس سے بہتر غنچہ نہیں بنایا ہے۔ اور کوئی عضو اس سے خوبی اور مرغوبی میں زیادہ نہیں ہے کہ اسکے منھ سے دل پسند باتین صادر ہوتی ہیں +

بجز آن نرگس مستانہ کہ چشمش مرساد زیر این طارم فیروزہ کسی خوش ننشست

سوای اوس نرگس مستانہ کہ اوسکی آنکھ کو نظر بد نہ ہو اس طارم فیروزہ کے نیچے کوئی خوش نہیں بیٹھا

نرگس مستانہ سے عاشق کامل مراد ہے کہ تمام عالم سے مونہہ موڑکر گوشہ میں بیٹھے چشمش مرساد کے معنی کوئی دقت وحادثہ اوسکے دامنگیر نہو۔ طارم فیروزہ سے یہ دنیا مقصود ہے۔ خوش ننشست بےفکر ہوکر نہ بیٹھا۔ مطلب یہ کہ سوائے عاشق کامل کے کہ اوسکو خدا نظر بد سے بچائے۔ کوئی بھی اس دنیا کے غمون اور آلامون سے بیفکر ہوکر نہ بیٹھا +

حافظ از دولت وصل تو سلیمانی یافت یعنی از وصل تو اش نیست بجز باد بدست

تیرے وصل کی دولت سے حافظ نے سلیمانی پائی یعنی تیرے وصل سے اوسکے ہاتھ میں ہوا بھی ہوا ہے

یعنی تیری دولت عشق کے سبب سے حافظ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ پایا۔ یہ اس سبب سے کہ ہوا ہاتھ میں ہے یعنی تابع فرمان ہے۔ لیکن تاہم وصل کے بجائے ہاتھ میں اب تک ہوا ہی ہوا ہے گویا عدم حصول وصل کو جس سے موت مراد ہے ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ چونکہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان تھی۔ اسلئے اسطرف اشارہ کیا گیا ہے +

سر ارادت ما و آستان حضرت دوست کہ ہرچہ بر سر ما میرود ارادت اوست

ہمارا سر ارادت اور بارگاہ دوست کی دہلیز کہ جو کچھ سر گذرتا ہے وہ اوسکی ارادہ سے گذرتا ہے

یعنی میں اپنا سر ارادت آستان سے ہرگز نہیں اوٹھاؤنگا۔ دوست سے مراد باریتعالے ہے کیونکہ جو کچھ نیک وبد خوشی ورنج مجھپر گذرتا ہے یہ سب اوسی کے ارادہ اور مرضی سے ہے میں کچھ نہیں ہون۔ نہ میری کوئی مرضی ہے نہ ارادہ۔ بس میں ہر طرح راضی برضا ہون اسلئے کہ دوست کی رضا پر راضی رہنا عاشق کامل ہونے کی دلیل ہوگا۔ سچے عاشق وہی ہیں جو ہر حالت میں محبوب کی مرضی کے خواہاں رہتے ہوں۔ مرضی مولے کے خلاف چاہنا خامی کی علامت ہے۔

واسطے سبوکش کا لفظ لائے ہین یعنی شراب معرفت کا گھڑا کچھ میری سر پر نہین رکھا گیا ہے۔ بلکہ بہت سے مجھسے پہلے بھی گذر چکے ہین جنکے سر دن پر شراب معرفت کے برتن رکھے گئے تھے۔ مطلب یہہ کہ اونہون نے عشق خدا کیا تھا۔

زبان ناطقہ در وصف حسن او لال است — چہ جای کلک بریدہ زبان بیہدہ گوست

زبان ناطق اوسکے وصف حسن مین لال ہے — قلم بریدہ زبان بیہودہ گو کس شمار مین ہوسکتا ہی

یعنی جب بولنے والی زبان خدا کے وصف مین گنگ ہی تو زبان قلم کہ جو کٹی ہوئی اور بیہودہ گو صرف برای نام زبان ہی وہ کس شمار و قطار مین ہوگی جو اوسکی تعریف لکھہ سکی۔ یہہ ظاہری مطلب ہے مگر باطنی کے اعتبار سے زبان ناطقہ کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی اور زبان بریدہ کلک کا کنایہ اپنی طرف۔ لہذا مطلب یہہ ہی کہ جب تیری وصف مین پیغمبر آخر الزمان فخر مرسلان کی زبان گنگ تہی۔ لا احصے ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک تو پھر ہم بریدہ زبان بیہودہ گو بندون کی کیا ہستی ہی کہ تیری ثنا کر سکین۔ مولانا روم فرماتے ہین۔ خود ثنا گفتن زمن ترک ثناست کاین دلیل ہستی و ہستی خطاست۔

نہ این زمان دل حافظ در آتش طلب است — کہ داغدار ازل ہمچو لالہ خودروست

کچھہ اسیوقت حافظ کا دل آتش طلب نہین ہوگیا — بلکہ ازل ہی سے خودرو لالہ کیطرح داغدار ہی

مطلب یہ کہ حافظ کا دل جسکو تم آتش محبت کا سوختہ دیکھتے ہو آج ہی نیا جلنا شروع نہین ہوا ہی بلکہ ازل ہی سے سوختہ ہی جسطرح کہ لالہ کے پہول کا داغ پہول بن جانے پر نہین ہوجاتا بلکہ قدرتی ہوتا ہی اور اوسکی پیدایش مین یہہ صفت داغداری ودیعت ہی۔ اسیطرح مین کوئی ابہی عاشق نہین ہوا ہون بلکہ روز ازل سے میرا دل عشق محبت کو قبول کئے ہوی ہی۔ **شعر**

مبتلا پیش از ظہور جلوہ جانانہ تھا + شمع روشن جب نہ تہی محفل مین مین پروانہ تھا۔

دل سراپردہ محبت اوست — دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

دل پردہ گاہ اوسکی محبت کا ہے — آنکہہ اوسکی تجلی کی آئینہ دار ہے

یعنی میرا دل اوسکی محبت کا پردہ گاہ ہی اسمین کسی اور کی محبت کی گنجایش نہین۔ علی ہذا آنکھین بھی حق جل شانہ کی تجلی کے آئنے ہین کہ جنمین سوائے اوسکے مظہر کے اور کوئی غیر چیز منعکس نہین ہوسکتی

اور مطلب یہ ہو کہ اے محبوب حقیقی جب تو نے اپنی زلف کو فضل و کرم کے شانہ سے سنوارا تو اوس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہمارے باد انفاس نے تیرا غالیہ عشق حاصل کیا اور ہمارے وجود کی خاک کو عنبر معرفت ملا۔ اسواسطے کہ تمام مسینان جہان محبوب حقیقی کی راہ کی خاک ہین +

رخ تو در نظر آمد مراد خواہم یافت — چرا کہ حال نکو در قفای فال نکوست

تیرا رخ نظر آیا مین اپنی مراد پاؤنگا — اسواسطے کہ نیک فال سے اچھا ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے

یعنی جب مجھے تیرے رخ کا نیک شگون ملا ہی تو ضرور میری مراد برآئیگی اور مقصود کو پہونچ جاؤنگا اسلئے کہ نیک فال کا نتیجہ بھی نیک ہی ہوتا ہے۔ مطلب خلاصہ یہ کہ اے محبوب جب مین حصول مرادات کیواسطے عالم تفکر مین تھا تو مجھے اپنے آئینہ دل مین تیرا رخ روشن نظر پڑا اب مجھے یقین ہوگیا کہ مین اپنی مراد کو جس سے تیرا وصال مقصود ہے ضرور پہونچونگا +

صبا ز حال دل تنگ ما چہ شرح دہد — کہ چون شکنج ورقہای غنچہ تو بر توست

ہمارے دل تنگ کا حال صبا کیا بیان کرے — کہ مثل کلی کے پتیون کے تہ پر تہ جمی ہوئی ہے

صبا سے وعظ و نصیحت گو مراد ہے کہ جو عاشقونکے دل کا پریشان کرنے والا ہوتا ہے، لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ناصح ہمارا ہمارے دل کا حال کیا جانے۔ ہمارے زخمی دل کی یہ غایت ہے کہ غنچہ کی پتیون کی طرح ایک تہ دوسری پر جمی ہوئی ہے یعنی اوس کا حال بیان کرنا احیطہ تقریر سے باہر ہے۔ کیونکہ عشق ایک ایسی راہ ہے کہ جو اس مین آیا وہ ہزارون بلاؤن مین گرفتار ہوگیا۔

نہ من سبوکش این دیر رند سوزم و بس — بسا سرا کہ درین آستانہ سنگ و سبوست

مین ہی صرف اس دیر رندسوز کا سبوکش نہین ہون — (بلکہ) بہت سے سر اس آستانہ کے سنگ سبو ہوئے ہین

سبوکش یعنی شرابخوار جس سے عشق باری کیطرف اشارہ ہے دیر سوز سے شرابخانہ جس سے منزل عشق مراد ہوگی رند شرابخوار سے عاشق مقصود ہے لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ کچھ مین ہی اکیلا اس شرابخانہ کا بادہ نوش نہین ہون بلکہ مجھسے پہلے بہت سے اکابران اہل اللہ ایسے ہوئے ہین کہ جنھون نے اسی شرابخانہ سے بادہ عشق محبت پی ہے۔ سنگ سبو اوس پتھر کو کہتے ہین کہ جسپر شراب کا گھڑا رکھا جاوے۔ لہذا مختصر سے گھڑے کے نیچے کے پتھر کو تشبیہ دینا بہت ہی پر معنی ہے

کہ شاید حقیقی کا وصال میسر ہو۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کا استعمال عام ہے۔

دور مجنون گذشت و نوبت ماست ہر کسے پنجروزہ نوبت اوست

مجنون کا عہد گذر گیا ہماری باری ہے جو کوئی پنجروزہ ہا اوسکی باری آئی

یعنی مجنون کے عشق کا زمانہ گذر گیا اور اب ہماری باری ہے۔ غرض کہ دنیا عاشقون سے خالی نرہیگی ہم سے پہلے مجنون تھا اور آجکل ہم ہین ہم سے بعد کوئی اور ہوگا یہی پانچروزہ زندگی ہے اور اسمین کوئی نہ کوئی عاشق بہی ضرور ہوتا رہیگا۔ شعر نخواہد این چمن از سرو لالہ خالی ماند + یکے ہمیرود و دیگرے ہمی آید۔ پنجروزہ زندگی کا لفظ قلت بقا کے واسطے آتا ہے اسکی تشریح ہم پہلے لکھہ آئے ہین۔ دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین۔

من کہ باشم دران حرم کہ صبا پردہ دار حریم حرمت اوست

مین کیا ہون کہ صبا بہی اوس حرم مین پردہ دار حریم حرمت اوسکی ہے

ظاہری مطلب صاف ہے باطنی مین صبا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور مطلب یہہ کہ مین کیا چیز ہون کہ جو تیری معرفت کی حقیقت کو پہونچون جب سرور کائنات مفخر موجودات محبوب خدا بہی جو تیری حریم حرمت کے پردہ دار تہے تیری حقیقت کو پہونچ نسکے اور تکمیل معرفت مین عاجز رہے تو میری کیا مجال ہے کہ مین وہانتک پہونچون۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انک میت وانہم میتون یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری معرفت کی حقیقت تک پہونچنے کیلئے مردہ اور خلق تیری معرفت کی حقیقت کو جاننے کے لیے مردہ ہین اور رسول خدا نے اس بارہ مین خود فرمایا ہے کہ ماعرفناک حق معرفتک۔

ملکت عاشقی و گنج طرب ہرچہ دارم زیمن ہمت اوست

عاشقی کی سلطنت اور خوشی کا خزانہ جو کچہہ میری پاس ہے یہ اوسکے ارادہ سے ہے

یعنی مین خود کوئی چیز نہین ہون۔ یہ اپنا عشق اور آزادی کا خزانہ اوسی نے اپنی عنایت سے مجہے عطا فرمایا ہے کیونکہ اوسکا عاشق بہی تو کوئی بلا ادسکے مرضی کے نہین ہوسکتا۔ ہان یہہ نعمت بہی اوسی کو ملسکتی ہے جسکو وہ دینا چاہے اور چونکہ عشق کے خزانہ سے بڑہکر اور کوئی مال نہین اسواسطے عاشق فخر کر رہا ہے۔

کیونکہ عاشق کو سوائے معشوق کے کسی اور کی محبت و رغبت نہین ہوتی۔ محبت دل اور آنکھہ کی متعلق ہے لہذا ان ہی دونون کو اس کام کے واسطے مخصوص کیا گیا۔

منکہ سر در نیاورم بدو کون گردنم زیر بار منت اوست

مین کہ دونو جہان سے سر کھینچتا ہون میری گردن اوسکی احسان کی زیر بار ہے

دونون جہان سے دنیا و عقبےٰ مراد مین۔ اور مطلب یہہ کہ مجھے دنیا و عقبےٰ سے کوئی غرض نہین اسواسطے کہ میری گردن حق تعالےٰ کے احسان کی زیر بار ہے وہ مجھکو عدم سے وجود مین لایا اور اوس نے مجھکو اپنا عاشق بنایا۔ پس اس اعتبار سے گویا مین نے اپنی آپکو تجرید مین اوس جگہہ پہونچا دیا ہے کہ اب اوسکی سوا دنیا و عقبیٰ ان دونون سے مستغنی ہون اور مجھکو مین کی پروا نہین اور پروا نہونے کا دوسرا ثبوت یہہ ہے کہ جب میری گردن پر اوسی ذات واحد کا احسان ہے اور اوسکی بار احسان سے سبکدوش نہین ہو سکتا تو مین کونین کی کیا پروا کرون اس شعر مین خواجہ صاحب گویا عاشق کی استغنا کا حال ظاہر فرماتے ہین کہ عاشقان صادق کو دنیا اور عقبیٰ مین سے کسی کی فکر نہین ہوتی۔ عاشق معنی ہی اسکی ہین کہ اوسکو سوائے معشوق کے ماسوا چیزونکا کوئی خیال ہی نہو

تو و طوبےٰ و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

تو اور طوبےٰ اور ہم اور قد یار ہر شخص کی فکر اوسکی ارادہ کی موافق ہوتی ہے

تو کا خطاب زاہد کی طرف ہے۔ طوبیٰ بہشت کی ایک درخت کا نام ہے۔ خوبصورتی کے باعث اوس سے قامت معشوق کو تشبیہہ دیجاتی ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ای زاہد تجھے بہشت مین پہونچکر طوبےٰ کے نیچے بیٹھنے کا خیال ہے اور ہمین اوسکی مقابلہ مین قد یار کی فکر جس سے مراد شاہد حقیقی ہے پس اسی اعتبار سے کہ ہر شخص کی فکر اوسکی ارادہ پر منحصر ہے تو صرف بہشت کا خواستگار ہے اور ہم خالق بہشت کی جویان ہین۔ اس دلیل سے گویا ہماری ارادے تجھسے کہین بڑھے ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ اصطلاح صوفیہ مین ہمت ترک مخلوقات کے معنے مین یعنے اوسکی مخلوق کو چھوڑ کر موصل الی اللہ ہونے کی ہمت کرنا پس تیری ہمت اسکی متقاضی ہے کہ طوبیٰ کی طلب کرے اور ہماری ہمت اسی بات کی دلدادہ ہے

قرار دیا جائے جیسا کہ عام صوفیائے کرام کا مذہب ہی۔

ہر گل نو کہ شد چمن آرائے	اثر رنگ و بوے صحبت اوست
ہر نیا پھول کہ جو چمن کی رونق بنتا ہے	اوسیکی صحبت کی رنگ بو کی اثر سے ہے

اگر اوست کی ضمیر مرشد کی طرف پہیری جائے اور گل نو سے طالب یا مرید مراد لیا جائے تو یہہ معنی ہین کہ جس طالب و مرید نے جو کچہہ حاصل کیا ہے وہ مرشد کی صحبت کے اثر سے حاصل کیا ہے اور اگر خدا تعالی کی طرف راجع کی جائے تو یہہ کہ جو کوئی پیدا ہوتا ہی اوسمین اوسیکا مظہر ہے اور اوسیکی قدرت کا کمال نظر آتا ہی اس صورت مین گل نو سے ہر پیدا ہونیوالا شخص اور چمن سے عالم تعین و کثرت مراد لیا جائیگا۔

فقر ظاہر مبین کہ حافظ را	سینۂ گنجینۂ محبت اوست
حافظ کے ظاہری فقر کو نہ دیکہہ	سینہ اوسکی محبت کا خزانہ ہے

یعنی ای مخاطب حافظ کے ظاہری فقر پر توجہہ نکر اور اوسکو حقیر و مسکین نہ جان اسلیئے کہ وہ اپنی سینہ مین خدا کی محبت کا خزانہ رکہتا ہی پس جو شخص ایسے بڑی خزانہ کا خزانچی ہو اوسکو فقیر کیون کہا جائے۔

آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست	چشم میگون لب خندان دل خرم با اوست
وہ سبز رنگ کہ شیرینی دنیا کی اوسکی پاس موجود ہی	خمار آلودہ آنکہہ متبسم لب قلبی خوشی اوسکی ساتھہ ہی۔

سیہ چردہ سبز رنگ کو کہتی ہین جسکے معنی ملیح کے لیئے جاتے ہین۔ اور اسکا اشارہ اس حدیث کی مضمون کی طرف ہی وھو انا ملیح و اخی یوسف صبیح یہہ غزل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہی شیرینی سے مقصود نیکی اور خوبی ہے چشم میگون بے صفات قہریہ لب خندان اور دل خورم سی صفات لطف و رحمت مراد ہین۔ چونکہ یہہ مطلع اور اسکی نیچے کا زیب مطلع دونون قطعہ بند شعر ہین لہذا ہم کو زیب مطلع کا ترجمہ لکہہ کر اوسکے ذیل مین دونون کا مطلب بیان کرنا چاہیئے۔

گرچہ شیرین دہنان پادشہانند ولی	آن سلیمان زمانست کہ خاتم با اوست
اگرچہ تمام شیرین دہن بادشاہ ہین لیکن	وہ سلیمان وقت ہی کہ مہر اوسکی پاس ہے

من و دل گر فنا شویم چه باک غرض اندر میان سلامت اوست

مین اور دل اگر فنا ہو جائین تو کیا ہرج ہی ہمین تو غرض اوسکی سلامتی سے رہتی ہی

یعنی مین اور میرا دل اوسکی عشق مین فنا ہو جائین تو کچھہ غم نہین کیونکہ عاشقونکا یہی کام ہے لیکن غرض تو اس سے ہے کہ تو سلامت رہے اور کوئی عارضہ یا آفت تجہپر آئے حقیقی لحاظ سے دوسری مصرع کا مطلب صاف نہین ہوتا مگر ہم پہلے عرض کر چکے ہین کہ اول تو دیوان ہذا کے شعرون مین دونون مطلب پائے جاتے ہین علاوہ برین صوفیائے کرام کو ظاہری معنے سے بحث نہین ہوتی وہ ہر ایک بات مین وہ ہی نتیجہ نکالتے ہین جو اونکے دل مین ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ لوگ صنعت پر بہی صانع کا اطلاق کر دیتے ہین اگر یہان بہی ایسا ہی خیال کرلین تو دوسری مصرع کے معنی صحیح ہو جائینگے۔ اور کوئی موقع اعتراض کا نرہیگا۔

بی خیالش مباد منظر چشم زانکه این گوشه خاص دولت اوست

آنکہہ کا منظر بغیر اوسکی خیال کے نہو جیو اسواسطے کہ اس گوشہ خاص مین اوسکی دولت ہے

یعنی میرا تمام ارادہ اسبات کی متعلق ہے کہ خیال شاہد حقیقی کو پردہ چشم سے جدائی نہو اور وہ ہمیشہ اوسمین پوشیدہ رہے اسواسطے کہ یہہ گوشہ خاص اوسی دولت کا ہے پس کبہی غیر کے نظارہ کی گنجایش چشم عاشق مین نہونی چاہیے۔

گر من آلوده دامنم چه عجب همه عالم گواه عصمت اوست

اگر مین آلودہ دامن ہون تو کیا تعجب تمام عالم اوسکی عصمت کا گواہ ہے

شعر ہذا مین اوست کی ضمیر مرشد کی طرف راجع ہے اور مطلب یہہ کہ اگر مین آلودہ دامن یعنی گناہگار ہون تو کچھہ تعجب کی بات نہین ہے مرشد کامل تو معصوم ہے اور اوسکی عصمت پر جس سی بیگناہی مراد ہی تمام عالم گواہ ہی پس میری آلودہ دامنی سے اوسکو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا علاوہ اس کے دوسرا مطلب یہہ بہی ہے کہ عاشق تمام برائیان اپنے ذمہ اور تمام بہلائیان معشوق کیطرف منسوب کیا کرتا ہی یعنے جو نیکی ہو وہ اوسی سے پہونچی اور جو بدی ہو وہ مجھہ سے ملی لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ جب اصل مقصود کی عصمت ثابت ہو چکی تو میری آلودہ دامنی کچھہ ہرج نہین کر سکتی یہہ بات اوسوقت اچھی طرح سمجھہ مین آتی ہے جب عاشق و معشوق دونون کو ایک ہی اصل

لاہوت یعنی ملائکہ ملا ر اعلیٰ اور جن وانس سے باشندگان عالم ناسوت یعنی ملا ر ادنیٰ مقصود ہین اور مطلب یہہ ہی کہ کمال محبوبی کا خوبروئی اور پاک دامنی ہیہی سے متعلق ہے چونکہ یہہ دونون صفتین ذات آنحضرت مین موجود تہین پس اس کے بس ہوکر دونون جہان کے ساکنین کے دل آپ پر مائل ہوئے اور سب کی ہمت آپکی ذات پاک سے وابستہ ہی۔ واضح ہو کہ اگرچہ خوبروئی اور پاک دامنی تمام انبیاء علیہم السلام کی صفت ہوسکتی ہی لیکن بموجب اوس ارشاد کے جو آپ نے فرمایا تہا کہ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری۔ یعنی مین اللہ کے نور سے ہون اور تمام خلق میری نور سے پیدا ہوئی ہے یہہ صفت خاص کر آپ ہی سے مختص ہے۔

خال مشکین کہ بر آن عارض گندم گون است ۔ سر آن دانہ کہ شد رہزن آدم با اوست

سیاہ تل جو کہ اوس گندمی عارض پر ہے ۔ اوسی دانہ کا رمز جو آدم کا رہزن ہوا اوسکے ساتھہ ہی

خال مشکین سے نقطۂ ذات مراد ہے۔ خال مشکین دانہ تل اور دانہ گندم کی جسنے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکلوایا انہار عاتین ظاہر ہین۔ اور مطلب یہ ہی کہ ظہور ذات الٰہی مع تمام صفات کے عارض گلرنگ آنحضرت صلعم سے ظاہر و ہویدا ہے۔ کیونکہ یہیہ اوس دانہ کا جس سے ہم نے نقطۂ ذات مراد لیا ہے اور جو کہ آدم علیہ السلام کا رہزن تہا یعنی اوسنے اونکو خطا وار بنا کے جنت سے نکلوایا اوسی خال مشکین کے ساتھہ ہے یعنی اسی سبب سے وہ نقطۂ ذات مرجع دل عالمیان ہوا اور تمام کائنات کو اپنی طرف مائل کیا یہانتک کہ تمام انبیاؤن نے کہا تہا کہ یا خدا تو نے ہمکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین کر دیا ہوتا۔

دلبرم عزم سفر کرد خدا را یاران ۔ چہ کنم با دل مجروح کہ مرہم با اوست

میرے دلبر نے سفر کیا ای یارو خدا کے لئے ۔ زخمی دل کو کیا کرون کہ مرہم اوسکے ساتھہ ہے

یعنی ای یاران طریقت میرے دلبر نے جو آنحضرت صلعم ہین اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور مین اون سے دور ہوگیا اب میرا دل اشتیاق سے روز و شب طپان رہتا ہی برائی خدا بتلاؤ کہ اس زخمی دل کا مرہم کہان سے لاؤن اور کیا علاج کرون کیونکہ مرہم تو حضور کے پاس تہا جو یہان سے دار ناپائدار مین کوچ فرما گئے ہین۔ کہتے ہین کہ خواجہ حافظ شیرازی صاحب نے کسی سے بیعت نہین کی تہی چنانچہ نفحات مین لکہا ہی کہ اسی سبب سے

شیرین دہنوں سے اور پیغمبران علیہم السلام مراد ہیں خاتم کا لفظ سلیمان وقت کی رعایت سے آیا ہے اور پہلے مصرعہ کے لفظ بادشاہ کو بھی اسے خاص ربط ہے۔ مہر سے مراد مہر نبوت ہوگی۔ یہ عرض کردیا گیا ہے کہ یہ اشعار حضور سرور کائنات کی صفت میں ہیں گو اور انبیا علیہم السلام بھی پیغمبر وقت ہوتے تھے مگر چونکہ آپ سردار انبیا ہیں اسواسطے آپکو حضرت سلیمان سے جو شاہنشاہ جن وانس بھی تھے اور پیغمبر بھی تھے تشبیہ دیگئی ہے علاوہ بریں آپ کی پشت مبارک پر نبوت کا نشان ثبت تھا جسکو مہر نبوت کہتے ہیں چونکہ کوئی ایسی صریح علامت پیغمبری کی اور پیغمبروں کے پاس نہ تھی اسواسطے اسکا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے اور ازیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام کے ساتھہ انگشتری کے خاص رعایت بھی ملحوظ تھی۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کی ذات میں بخلاف پیغمبران ماقبل مثل موسیٰ علیہ السلام۔ وعیسیٰ علیہ السلام کے تمام خوبیاں اللہ پاک نے جمع فرمادی تھیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام مظہر صفات قہریہ تھے اسیواسطے اونکی شریعت بمقابلہ اوروں کی شریعت کے زیادہ سخت تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام مظہر صفات لطفیہ تھے لہذا اونکی شریعت تمام شریعتوں سے زیادہ نرم تھی۔ چونکہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان مستجمع الصفات والذات تھے اسلئے آپکی شریعت مبارک سختی وآسانی دونوں پر مشتمل ہے یعنی اعتدال کی صورت رکھتی ہے نہ تو ایسی سخت ہے کہ آپکی امت موسیٰؑ کی امت کی طرح اوسکی متحمل نہوسکے نہ اتنی نرم کہ عیسیٰؑ کی امت کی طرح لوگ اپنے واسطے طبعزاد احکام بنا کر شریعت کو پیچے ڈالدیں۔ چنانچہ اسی اعتدال کے اختیار سے خواجہ صاحب چشم میگون لب خندان دل خرم کے الفاظ لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سبز رنگ ملیح کہ عالم کی خوبی اور زیبائش اوس سے متعلق ہے ایسا اچھا محبوب ہے کہ از سرتاپا صفات حمیدہ اور اوصاف جمیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہورہا ہے اور تمام خوبیاں لطف وقہر رحمت وغضب کی اوسکی ذات فرخندہ صفات میں مضمر ہیں۔

روی خوبست و کمال ہنر و دامن پاک　　لاجرم ہمت پاکان دو عالم با اوست

صورت اچھی ہنر میں کمال دامن پاک　　بیشک دو عالم کے لوگونکی ہمت اونکے ساتھہ ہی

روی خوب کا اشارہ باناسامن نور اللہ کی طرف ہے ہنر سے مراد معجزہ نبی۔ دامن پاک سے کنایہ ہما زاغ البصر وما طغیٰ کی جانب سمجھنا چاہیے پاکان دو عالم سے ساکنان عالم

دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او — گرچہ پری وش است ولیکن فرشتہ خوست

مین جانتا ہون کہ وہ میرے گناہ سے باز رہیگا — اگرچہ پری وش ہی لیکن فرشتہ خصلت بھی ہی

پری کا حسن مشہور ہی لیکن جسپر وہ عاشق ہوا اوسکو مصیبت کا سامنا ہوتا ہی اس اعتبار سے اس موقع پر پریوش کا لفظ صفات قہریہ کے واسطے آیا ہی اور فرشتہ خو کا صفات غفاریہ کیلئے۔ بگذرد کے معنی درگذر کرے یا بخشدے کے ہین۔ مطلب یہ کہ گو میرا محبوب یعنی خدا تعالی قہاریت کی صفت سے بھی موصوف ہے لیکن اوس مین بڑی صفت غفاریت کی ہی جو اسکا اصل ہی چنانچہ خود فرمایا ہی کہ سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میری غضب پر بڑہی ہوی ہی گو مین یقین کرتا ہون کہ وہ قہار ہی تاہم یہہ بھی جانتا ہون کہ غفار بھی ہی اور ضرور میرے گناہ کی مغفرت فرمائیگا۔

بی گفتگوی زلف تو دل را ہمی برد — با روی دلکش تو کرا روی گفتگوست

تیری زلف بن کہے دلکو لئے جاتی ہے — تیرے چہرہ دلکش کیساتھہ کسکو گفتگو کی مجال ہی

یعنی تیری زلف جس سے جذبۂ عشق حقیقی مراد ہے بغیر کہے سنے دلکو کہینچ لیتی ہی تو پھر کسکی مجال ہی کہ جو تیرے روی دلکش کیساتھہ جس سے تجلیات مقصود ہین مقابلہ کریگا۔

عمریست تا ز زلف تو بوی شنیدہ ایم — زان بوی در مشام دل ما ہنوز بوست

بہت دن گذری کہ ہمنی تیری زلف کی بو سونگھی — وہ بو ابہی تک ہماری مشام جان مین موجود ہی

یعنی ای محبوب حقیقی مدت گذری کہ تیری زلف کی بو جس سے وہ ہی جذبۂ عشق مراد ہی ہمنے سونگھی ہی لیکن ابہی تک ہماری مشام جان مین وہ بو ویسی ہی موجود ہے اور اوسمین کسی طرح کا تغیر و تبدل یا کمی بیشی نہین ہوی۔ یہہ گویا عاشق کی پختہ کاری کی طرف اشارہ ہی۔

ہیچ است آن دہان کہ نبیدم ازو نشان — مو میست آن میان و ندانم کہ آن چہ موست

وہ دہان ہیچ ہی کہ مین نے اوسکا نشان نہ دیکھا — وہ کمر بال ہی کہ مین نے اوس بال کو نہ جانا

دہان سے اشارہ نقطہ احدیت کی طرف۔ اور میان سے کنایہ تعین و کثرت کی جانب مطلب یہہ ہے کہ نہ تو مین نے کہین ذات احدیت کا نشان دیکہا اور نہ تعین و کثرت ہی کو مستحکم پایا۔ معشوق کا دہن اور کمر جنکی تعریف مین شعرا مبالغہ سے کام لیتے ہین حقیقی صورت انہین اسطرح گم کئے گئے ہین۔

لوگ اونپر طعنہ زنی کرتے تھے۔

باکہ این نکتہ توان گفت کہ آن سنگین دل کشت مارا ودم عیسی مریم با اوست

اس نکتہ کو کس سے بیان کیا جائے کہ اوس سنگین دل نے ہمین مار ڈالا باوجودیکہ دم عیسی مریم اوسکے ساتھہ ہے

سنگین دل سے جو کہ معشوق کی صفت ہے ذات بابرکات آنحضرت صلعم باعتبار استغنا مراد ہو سکتی ہے اور مطلب یہہ ہے کہ اوس سنگین دل محبوب نے اپنی بے پروائی سے ہمکو معرض ہلاکت مین ڈالا یعنے یا تو تیغ عشق سے گھائل کیا یا ہجر مین مارا باوجودیکہ وہ دم عیسیٰ رکھتا ہے۔ اور اونکی طرح مردونکو جلا سکتا ہے چاہیے تو یہہ تھا کہ ہمارے دل خستہ پر مرہم رکھتا یا شربت وصال سے سیراب فرماتا کیونکہ وہ عیسی نفس ہے پس یہہ حال مین کس سے کہون اور کون یقین کریگا کہ جو مردونکو جلاتا ہے اوسی نے مجھے مار ڈالا۔

حافظ از معتقدانست گرامی دارش زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

حافظ معتقدون مین سے ہے اوسکو معزز رکھہ اسواسطے کہ روح مکرم کی بخشایش اوسکے ساتھہ ہے

یعنی اے مخاطب حافظ آنحضرت صلعم کے معتقدون مین سے ہے پس اوسکو خاص طور پر معزز سمجھہ اور اسخیال نکر کہ اوسنے کسی سے بیعت نہین کی اسواسطے کہ بخشایش ارواح مکرم جس سے اشارہ روح مقدس کے فیض کی طرف ہے اوسکی ہمراہ ہے۔ کتاب حبیب السیر مین ایک بزرگ فرماتے ہین کہ مین نے جبتک یہہ شعر بحافظ کا نہ سنا تھا مین ہمیشہ اونکا منکر رہا مگر اس کے سننے پر معلوم ہو گیا کہ حافظ علیہ الرحمہ بیشک ولی کامل تھے۔

دارم امید عاطفتی از جناب دوست کردم خیانتی و امیدم بعفو اوست

مین جناب باریتعالی سے لطف کی امید رکہتا ہون مین نے خیانت کی اور اوس سے عفو کی امید ہے

خیانت بمعنی چوری یا گناہ۔ خیانت کا دوسرا نسخہ جنایت بھی ہے اوسکے معنی بھی گناہ کے ہین مطلب یہہ کہ مین باوجود اسکے کہ گناہگار ہون مگر پھر بھی اوسکی جناب سے عفو کی امید رکہتا ہون۔ اوسنے مجھکو عبادت کرواسطے پیدا کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (نہین پیدا کیا (اللہ نے) جن وانسان کو مگر واسطے عبادت کے) چونکہ مجھسے کچھہ عبادت نہو سکی اسلئے مین ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً کے حکم پر اوس سے بخشش کا امیدوار ہون۔

اوس رات مین واقع ہو تو وہ خدا کے نزدیک قدر کے لائق ہے۔ بعض نے قدر کے معنی تنگی کے لئے ہین کہ اوس رات کو فرشتون کی کثرت سے زمین تنگ ہو جاتی ہے یعنی اسقدر فرشتہ نازل ہوتے ہین مگر یہ بات کہ شب قدر سال کی کون سے مہینہ کی کون تاریخ ہوتی ہی کسیکو معلوم نہین بہرحال اس کا تذکرہ ہم اس سے پہلے لکھ آئے ہین۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہی کہ وہ شب قدر جسکی تعریف اہل خلوت یعنی تنہائی مین بیٹھ کر عبادت کرنیوالے لوگ کیا کرتے ہین یہی شب ہی اسواسطے کہ آج کی شب مجھے وصال محبوب حاصل ہی۔ دوسرا مصرع بطور استعجاب ہی یعنی ای خدا یہ کونسی ستارہ کی تاثیر تہی کہ مجھکو آجکی شب وصل محبوب حقیقی حاصل ہوا۔

تا بگیسوی تو دست ناسزایان کم رسد　ہر دلی در حلقۂ در ذکر یارب یارب ست

ناسزالوگون کا ہاتھ تیری گیسو تک کم پہونچتا ہی　ہر درویش حلقہ مین یارب یارب کا ذکر کررہا ہی

ناسزایان سے ظاہر پرست لوگ مراد ہین جو عشق سے بہرہ مند نہین ہوتے۔ گیسو کی رعایت سے حلقہ کا لفظ لائے ہین مگر اس حلقہ سے فقیرون کا وہ حلقہ مراد ہے کہ جس مین ذکر و شغل کیا جائے یارب یارب سے مقصود فریاد کرنا یا انصاف چاہنا ہی اور مطلب یہہ کہ ہر ولی عاشق جو کہ حلقہ گیسوی محبوب مین ہی یہی دعا کرتا ہی کہ یا خدا ظاہر پرستون کو تیری گیسو تک جس سی عشق مراد ہی دسترس ہونے پائے۔

تشنۂ چاہ زنخدان توام کز ہر طرف　صد ہزارش گردن جان زیر طوق غبغب ست

تیری چاہ زنخدان کا پیاسہ ہون کہ ہر طرف سی　اوسکی طوق غبغب کے نیچے سو ہزار جانون کی گردنین ہین

غبغب سیب زنخدان کو کہتے ہین اور نیز اوسکو بہی جو مرغ کی گردن پر لٹکتا رہتا ہی معشوقون کے ٹہوڑی پر جو گوشت کا حصہ خوبصورتی کے ساتہہ معلوم ہوتا ہے اوسکو بہی غبغب ہی بولتے ہین یعنی ای محبوب مین تیری چاہ زنخدان کا پیاسہ ہون اسواسطے کہ سو ہزار جانون کی گردنین اوس تیری زنخدان کے طوق غبغب کے نیچے موجود ہین۔ تشنہ کا دوسرا نسخہ غرقہ بہی ہے۔ چاہ کی رعایت سی تشنہ اور غرقہ دونون کا مطلب ٹہیک ہوتا ہی

تاب خوی بر عارضش بین کافتاب گرم رو　در ہوای آن عرق تا ہست ہر روزش تب ست

اوسکی عارض کی پسینہ کی تاب مثل آفتاب تیز کی دیکھہ　جبتک اوس عرق کی ہوا مین ہی ہر روز چمک رہی

دارم عجب ز نقش خیالش کہ چون نرفت ازدیدہ ام کہ دمبدمش کار شست و شوست

تعجب کہ اوسکی خیال کا نقش کیون نہ گیا میری آنکھون سے کہ اونکا کام ہر وقت دہونا ہی

یعنی ای محبوب مین تیرے نقش خیال سے تعجب مین ہون کہ باوجود اسکے کہ میری آنکھین ہر وقت دہونا بہگونا کرتی رہتی ہین یعنے روتی رہتی ہین اسپر بہی تیرا نقش خیالی میری دلسی نہ دہلا اور اتنی سیلابی اشک جو میری دیدہ گریان سے جاری رہتی ہے اوس نقش کو مٹ کر صاف نکر سکی۔

چندان گریستیم کہ ہر انکس کہ بر گذشت در دیدہ ام چو دید روان گفت این چہ جوست

مین اسقدر رویا کہ جو شخص میری پاس ہوکر گذرا میری آنکھون مین جب آنسو وان دیکہا تو کہا کہ یہ کیا عادت ہے

مطلب یہ کہ ای محبوب مین تیری اوس استغنا سے جو تو مجہپر روا رکہتا ہی اسقدر رویا کہ جو شخص میرے پاس ہوکر گذرا اوسنے کہا کہ یہ تیری کیا عادت ہی یعنی تونے رو رو کر اپنا یہہ حال کیا ہی۔ جو کا نسخہ جو بہی ہی جسکے یہہ معنی ہونگے کہ میرے پاس آنیوالے شخص نے کہا کہ یہ ندی کیسی ہے۔

ما سر چو گوی بر سر کوی تو باختیم واقف نشد کسی کہ چہ گوییست وین چہ کوست

ہمنے سر اند گیند کے تیری کوچہ مین نثار کیا کوئی شخص واقف نہوا کہ کیسی گیند ہی اور یہ کون کوچہ ہے

یعنی ای محبوب مین نے تیرے خدمت و اطاعت یہانتک کی کہ سر کو تیری راہ مین فدا کر دیا اسپر بہی کوئی شخص آگاہ نہوا کہ یہہ کوچہ کون سا ہی اور اسکی گیند کون سا سر ہی یا یہ کہ مین نے سر کو گیند کیطرح میدان عشق کے وقف کر دیا اور کوئی اوس سر آگاہ نہو سکا۔

حافظ بدست حال پریشان تو ولے بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست

حافظ تو حال کی ہاتہہ سے پریشان تو ہے لیکن زلف یار کی یاد مین تیری پریشانی اچھی ہی

مطلب یہ کہ ای حافظ گو تونے اپنا حال پریشانی و سرگردانی سے ابتر کیا ہی لیکن چونکہ یہ پریشانی شاہد حقیقی کے عشق کی وجہہ سے ہی اسلئیے یہ بہت اچھی ہی کہ سبب دلجمعی کا ہی۔ حافظ سے قلب متکلم مراد ہی اور پریشانی کیلئے شرح مین دلجمعی کا لفظ رکہا گیا ہی۔

آن شب قدر یکہ گویند اہل خلوت امشب ست یارب این تاثیر دولت از کدامین کوکبست

وہ شب قدر جسکو اہل خلوت شب قدر کہتے ہین یہ رات ہی یا اللہ دولت کی یہ تاثیر کونسے ستارہ سے ہی

شب قدر کے معنی شب عزت یعنی جو شخص کہ اوس رات کو عبادت کری خدا کو عزیز ہو جائے یا اگر کوئی عمل

اور کوئی شخص اپنے مذہب کو ترک نہین کر دیتا۔

آنکہ ناوک بردلم از زیر چشمی میزند — قوت جان حافظش درخندۂ زیر لبست

وہ کہ تیر میرے دل پر زیر چشمی سے مارتا ہے — ای حافظ جان کی قوت اوسکی زیر لب تبسم سے ہی

ناوک زیر چشم سے تجلی ذاتی قہاری مراد ہی جو عاشقون کی فنا کا سبب ہوتی ہی اور خندۂ زیر لب سے تجلی جمال کہ جو اونکی حیات بخش ہے۔ مطلب یہہ کہ وہ جو حافظ کے دلپر زیر دیدہ نگاہی سے بار بار یعنے تجلی قہاری سے کشتہ کرتا ہی اور جس سے فنا مراد ہے اوسکی زیر لب تبسم مین بقا موجود ہے ممکن ہی کہ تجلی جمال سے سرفراز فرماکر مرتبہ بقا کو پہونچا دے۔

سینہ ام ز آتش دل درغم جانانہ بسوخت — آتشی بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت

میرا سینہ دل کی آگ سے غم جانانہ مین جلگیا۔ — اس گہر مین آگ تہی جسنے مکان کو پہونکا

یعنی میرا سینہ اوس آگ سے جو میرے دل مین تہی سوختہ ہوگیا آتش دل سے آتش عشق مراد ہی یہہ آگ عجیب آگ تہی کہ جسنے اپنے گہر کو جلا دیا۔

تنم از واسطۂ دوری دلبر بگداخت — جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت

تن میرا دوری دلبر کی وجہہ سے گہل گیا — جان میری ہجر جانان کی آگ سے جل گئی

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین صرف عاشق اپنی مہجوری کا اظہار کرتا ہی۔

ہر کہ زنجیر سر زلف پریروی تو دید — شد پریشان و دلش برمن دیوانہ بسوخت

جس کسی نے تیری زلف پریرو پر زنجیر دیکہی — پریشان ہوا اور دل اوسکا مجہہ دیوانہ پر جلا

یعنے جس شخص نے تیری زلف زنجیر کو دیکہا خود پریشان ہوگیا اور مجہہ دیوانہ پر دل سوختہ کیا کہ یہہ عجیب مصیبت مین گرفتار ہے۔

سوز دل بین کہ ز بس آتش اشکم دل شمع — دوش برمن ز سر مہر چو پروانہ بسوخت

سوز دل کو دیکہہ کہ میری آتش اشک سے شمع کا دل — کل محبت سے مجہہ پر مثل پروانہ کی سوختہ ہوا

یعنے میری دل کا سوز اور اشکون کی گرمی دیکہہ کہ شمع کا دل بہی میری سوختگی سے اسیطرح جل گیا کہ جسطرح خود شمع پر پروانہ نثار ہوجاتا ہی مطلب یہہ کہ میری دل کا نور اور آنکہونکی گرمی اسقدر بڑہی ہوی ہے۔

گرم رو یعنی تیز رو یعنی پسینہ کی تاب جو اوس معشوق کی عارض پر واقع ہوئی ہی اوسکو دیکھہ کہ آفتاب تیز کی مانند ہے اور اوس پسینہ کی محبت جبتک کہ دل مین موجود ہے ہر روز زیادہ ہی مناسب تعجب ہے کہ یہہ عادت اوسکی رخسار پر واقع نہو۔

اندران موکب کہ بر پشت صبا بندند زین ۔ با سلیمان چون برانم من کہ مورم مرکبست

اس حلقہ مین کہ صبا کی پشت پر زین رکھتے ہین ۔ سلیمان کی مانند کیونکر چلون مین کہ میرا مرکب چونٹی ہی

مرکب کا اشارہ زمرۂ عاشقان کی طرف ہے اور سلیمان کا ... کی جانب اور سیری مراد ضعیف وجود مطلب یہ کہ اگرچہ مین اون عاشقون کی گروہ مین ہون جو ہوا کو تابع فرمان کر لیتے ہین یعنی خوارق و کرامات کے مظہر ہوتے ہین تاہم بود انسانی کا وجود بہت ضعیف ہے اور سلیمان کیسا تہہ کہ جو محبوب حقیقی ہے ہمسری نہین ہو سکی یعنے مین انا الحق کا دم نہین بہر سکتا۔

شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست ۔ تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکبست

میرا شہسوار کہ چاند اوسکی رخ کا آئینہ دار ہے ۔ خورشید بلند کا تاج اوسکے مرکب کی نعل کی خاک ہی

یعنی خورشید بلند کا تاج میری شہسوار کے گہوڑی کے نعل کی خاک ہی اور چاند باوجود اس حسن و جمال کے اوسکا آئینہ دار۔ آئینہ دار سوتراش کو کہتے ہین اور یہہ تمام جملہ معترضہ شہسوار کی صفت سمجہنا چاہیے۔

آبحیوانش ز منقار بلاغت میچکد ۔ زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشربست

آبحیات اوسکی منقار بلاغت سے ٹپکتا ہی ۔ میرا زاغ قلم بہی کیا عالی مشرب ہے

اس شعر مین گویا حافظ صاحب اپنی قلم بلاغت رقم کا وصف کر رہے ہین قسم خدا کی کہ میرا قلم بہی کتنا عالی مشرب ہے جس سے آبحیات ٹپکتا ہے۔ آبحیات سے عشق مراد ہی باعتبار اسکی کہ حقیقی عاشق مرتا نہین اور چونکہ حالات عشق و حقیقت بذریعہ قلم تحریر ہوی ہین اسلیے قلم سے آبحیات کا ٹپکنا بیان کیا۔

من نخواہم کرد ترک لعل یار و جام می ۔ زاہدان معذور داریدم کہ اینم مذہبست

مین لب لعل یار اور جام می کو ترک نکرونگا ۔ ای زاہدو مجہی معذور سمجہو کہ یہ میرا مذہب ہے

مطلب یہ کہ ای زاہدو مجہے اپنی وعظ و نصیحت سے معاف رکہو مین ہرگز اوس محبوب حقیقی کی آرزوی لطف یا اوسکی بوسہ کی تمنا یا اوسکی عشق و محبت کو نہ چہوڑونگا اسواسطے یہہ میرا مذہب ہے

خرقۂ زہد مرا آب خرابات ببرد خانۂ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت

میری زہد کے لباس نے خرابات کی آبرو کھوئی میری خانۂ عقل نے آتش خمخانہ کو جلایا

خرابات سے مراد حالت عشق ہے اور آتش خمخانہ سے کنایہ شراب کی طرف ہی جس سے شراب عشق حقیقی مقصود ہے مطلب یہہ کہ میرے زہد و تقوی نے عشق و محبت کی آبرو کہو دی اور خانہ عقل نے جس سے دماغ مراد ہے عشق کو جلایا یعنے جب عشق ہوتا ہی تو عقل نہین رہتی اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو عشق فقرو ہو جاتا ہے لہذا خواجہ صاحب زہد و پارسائی سے عشق کی آبروریزی اور عقل سے اوسکا خانہ دماغ سے نکل جانا یا سوخت ہو جانا ظاہر فرما رہے ہین۔

ترک افسانہ بگو حافظ و می نوش دمی که نخفتیم شب و شمع بافسانہ بسوخت

ای حافظ قصہ کو تمام کر نیکی کہہ اور تہوڑی دیر شراب پی کہ ہم رات کو سوئے ہی نہین اور شمع افسانہ سی جلگئی

افسانہ مراد اہل ظاہر کی گفتگو سے ہے۔ اور شراب نوشی سے وہی عشق و محبت عبارت ہے۔ شمع سے مقصود شمع زندگی۔ اور مطلب یہہ کہ اے حافظ اہل ظاہر کی گفتگو ترک کر یہہ بے فائدہ ہے اور کچھہ دیر عشق و محبت کی باتین ہونے چاہئین تاکہ رات کو جس سے عمر مراد ہے کچھہ دیر آرام کرلین یعنے عشق حقیقی کرین اس بیفائدہ گفتگو سے جسکا اشارہ دنیا و مافیہا کے جہگڑے کی طرف ہے کچھہ حاصل نہین ان جہگڑون مین ساری عمر بسر ہوی جاتی ہے اب اوسکا دہیان کرنا چاہیے۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست در حق ما ہر چہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

ظاہر پرست زاہد ہماری حال سی واقف نہین ہی جو کچھہ ہماری حق مین کہی اوس سی برا ماننی کی ضرورت نہین

یعنے یہہ زاہد ظاہر پرست کہ جو ہمارے حال سے واقف نہین ہے اور عاشقونکے رتبہ کو نہین سمجھا جو کچھہ بہی ہماری نسبت کہے اوس سے برا نماننا چاہیئے اسواسطے کہ جب وہ ہم سے آگاہ ہی نہین تو ناواقف کے کہنے کا برا ماننا کیا ہے گویا وہ بوجہہ عدم وقفیت کے ہمین برا کہتے ہین معذور رہے۔

چون پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست . چون صراحی جگرم بی می و پیمانہ بسوخت

توبہ کی کرنے سی میرا دل مثل پیالہ کے ٹوٹ گیا اور صراحی کی طرح جگر میرا بی شراب و پیمانہ کی خشک ہو گیا

مطلب یہ کہ جب مین نے شراب عشق سے توبہ کی تو میرا دل مثل پیالہ کے ریزہ ریزہ ہو گیا اور جسطرح کہ صراحی بغیر شراب کے خشک ہو جاتی یا سوکھ جاتی ہے اسیطرح میرا جگر بغیر شراب کے سوکھ گیا۔ یعنے مجھے اگر آرام ہے تو پیالہ نوشی مین ہے۔ بلا مے نوشی کے میری تراوت جگر جو اسائش کا ذریعہ ہے کہاں می نوشی سے وہی عشق و محبت مراد ہے۔

ماجرا کم کن و باز آکہ مرا مردم چشم . خرقہ از سر بدر آورد و بشکرانہ بسوخت

جھگڑا کم کر اور باز آ کہ میرے مردم چشم نے خرقہ سر سے اتار ڈالا اور شکرانہ مین سوختہ ہوئی

اس موقع پر ماجرا سے مراد واعظ کا وعظ و نصیحت ہے مطلب یہ کہ اے واعظ تو مجھے نصیحت کی گفتگو کم کر اور اس سے باز آ یعنے مجھے عشق و محبت سے مانع نہو اسواسطے کہ میری مردم چشم نے شرم کا برقعہ اوتار پھینکا ہے اور عشق کے شکرانہ مین جل کر خاک ہو گئی ہے۔ خرقہ از سر بدر آوردن فارسی محاورہ ہے جسکے معنے بے شرم ہو جانے کے لئے جاتے ہین اور نیز ممکن ہے کہ اس شعر کا مخاطب معشوق ہو اور یہہ مطلب ہو کہ اے معشوق باتین نہ بنا اور مجھپر رحم فرما کر میرے حال زار کی طرف متوجہ ہو اسواسطے کہ مین تیرے عشق مین بے شرم ہو گیا ہون۔

آشنائی نہ غریب ست کہ دلسوز منست . چون من از خویش برفتم دل بیگانہ بسوخت

جو میرا دل سوز ہے وہ آشنا نہین بلکہ غریب ہے جب مین آپ مین نرہا تو بیگانہ کا دل جلا

وہ شمع کہ جسکا دل شفقت ہم خیالی کی وجہہ سے مجھپر جلا میرے آشنا یا دوست نہین ہے بلکہ میری طرح غریب ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ غریب کا ہمدرد غریب ہی ہوتا ہے اسواسطے وہ میری دل سوزی گو شمع بیگانہ تھی یعنے میرے دوست نہ تھی بلکہ غیر تھی تاہم جب اپنے مین نرہا اور سرگردان بیابان حیرانی ہوا تو غیر کا دل بھی میرے خیال سے بھر آیا یعنے شمع نے میری دل سوزی کی۔ واضح ہو کہ اس دیوان کے بعض نسخون مین یہہ شعر۔ سوز دل بین کہ زبس آتش اشکم دل شمع + کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ گر مطبوعہ دیوان مین کہ جو عام ہے اور جس سے ہم شرح لکھہ رہے ہین یہین پر ہے۔

چیست این سقف بلند و سادہ بسیار نقش زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

یہ بہت سے نقوش کی سادہ سقف بلند کیا چیز ہے اس معمے سے کوئی عقلمند اس جہان میں آگاہ نہین

سقف بلند سے آسمان مراد ہے۔ سادہ اوسکی صفت بسیار نقش کا لفظ باعتبار سیارون اور ستارون کے لائے ہین۔ یا بسیار نقش سے عبارت حوادثات سماوی ہین۔ اور مطلب یہ ہے کہ یہ چرخ ہمارا کیا شے ہے جسکی طرف تمام خیر و شر اور نیکیان بدیان منسوب کیجاتی ہین۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ بھی اوسی کے حکم کا تابع ہے کہ رات دن گردش کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے اختیار مین ہوتا تو کیون سرگردان پھرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایسا معما اوسکی قدرت کا ہے جسکو کوئی دنیا کا عقلمند عقل کے زور سے حل نہین کرسکتا۔

صاحب دیوان ما گویا نمیداند حساب کاندرین طغرا نشان حسبۃ للہ نیست

ہمارا صاحب دیوان گویا حساب نہین جانتا کہ اس طغرا مین حسبۃ للہ کا نشان نہین ہے

صاحب دیوان سے مراد محبوب اور طغرا کا کنایہ عشق محبت کیطرف ہے۔ طغرا اوس پیچیدہ خط کو کہتے ہین کہ جو شاہی فرمان پر بنا ہوتا ہے۔ دیوان لوگ جو اوس فرمان کو جاری کرتے ہین تو غریب رعایا کے واسطے حسبۃ للہ کا لفظ لکھدیتے ہین۔ یہ نشان عفو اور معافی کا سمجھا جاتا ہے۔ لہذا مطلب شعر کا یہ ہی کہ ہمارا صاحب دیوان یعنی محبوب ہم غریبون اور بیچارے عاشقون پر مہربانی اور التفات نہین کرتا۔ یعنی اوسکے فرمان پر حسبۃ للہ کا نشان نہین ہے جس سے عفو پایا جائے پس اس اعتبار سے وہ گویا حساب سے ناواقف ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو گیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

جو آتا ہے کہدے کہ آ اور جو کہ جانا چاہے کہدو کہ جا پکڑ دھکڑ پردہ دار اور دربان اس درگاہ مین نہین ہے

درگاہ سے مراد درگاہ معشوق حقیقی ہے اور اس کا مخاطب مرشد کامل کو سمجھنا چاہیے مطلب یہ کہ اے مرشد جو یہان آنا چاہے یعنی عشق کرنا پسند کرے اوس سے کہدے کہ شوق سے عشق کر اور جو یہان سے جانا چاہے تو اوس کو بھی خوشی سے چلا جانے دے۔ کیونکہ اس بارگاہ مین کسی کے آنے جانے کی واسطے کوئی روک ٹوک یا پہرہ چوکی نہین ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی حصول معرفت کرنا چاہے اوسکے واسطے ممانعت نہین۔ اور جو نکرنا چاہے اوسکو مجبور نہین کیا جائے گا۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر او ست　　در صراط المستقیم ای دل کسی گمراہ نیست

راہ طریقت مین جو کچھ سالک کو پیش آئے وہ اچھا ہے　　ای دل کوئی سیدھے راستہ مین پڑ کر گمراہ نہین ہوتا

طریقت ہر چہار منزلون مین کی ایک منزل ہے یعنے شریعت و طریقت اور حقیقت اور معرفت یہہ چار منزلین ہین انہین مین سے طریقت بھی ہے۔ لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ اسے دل راہ طریقت مین سالک کو جو پیش آئے وہ اوسکے واسطے اچھا ہی ہے کیونکہ جب وہ سیدھے راستہ جا رہا ہے تو اوسکے بہکنے کا اندیشہ نہین ہے یہہ گویا منزل طریقت کی تعریف ہے کہ اوس مین چلنے والا گمراہ نہین ہوتا۔

تا چہ بازی رخ نماید بیدقی خواہیم راند　　عرصۂ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست

دیکھین کہ بازی کیا رخ بدلتی ہے ہم پیدل چلین گے　　بساط شطرنج رندو نپر مجال شہ کی نہین ہے

اس شعر مین پیدل اور رخ شاہ اور بازی شطرنج کے الفاظ ایک ہی رعایت سے آے ہین۔ اور مطلب یہہ ہے کہ ہم اپنی بیدق وجود کو میدان عشق مین دوڑا لینگے یعنے عشقبازی کرین گے اور پھر دیکھین گے کہ کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ ہم جانتے ہین کہ اس مین ہمارے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہوگی کیونکہ کسی کی مجال نہین ہے جو عاشقان صادق کو شہ دے یا اونکا راستہ روکے۔

این چہ استغناست یارب وین چہ قادر حکمت است　　کاین ہمہ زخم نہان ہست و مجال آہ نیست

یارب کیا بے پروائی ہے اور کیا حکم حاکم ہے　　کہ ان پوشیدہ زخمونپر آہ کی بھی مجال نہین ہے

قاعدہ کلیہ ہے کہ تکلیف پر کراہا کرتے ہین لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ یارب یہہ کیا قدرت ہے کہ باوجود اس اندرونی تکلیف اور زخمون کی بھی ہم کراہنے کی مجال نہین رکھتے۔

وعزت کی طمع نہین رکہا کرتا۔ مشیخت بہی گویا ایک قسم کی دولت ہی جسکو دولت عزت کہہ سکتے ہین۔

آن پیک نامور کہ رسید از دیار دوست — آورد حرز جان ز خط مشکبار دوست

وہ نامور قاصد جوکہ دوست کے شہر سے آیا — اوسکے خط مشکبار سے جان کا تعویذ لایا ہی

خوش میدہد نشان جمال و جلال یار — خوش میدہد حکایت عزّ و وقار دوست

یار کے جمال وجلال کا اچہا پتہ دیتا ہے — اور اوسکے عز ووقار کی عمدہ حکایت بیان کرتا ہی

جان دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم — زین نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست

اس خوشخبری مین جان دیکر بہی نادم ہون — کہ یہ کم حیثیت نقد تہا کہ جومین نے دوست پر نثار کیا

یہ تینون شعر قطعہ بند ہین۔ اسلئے ہم ان سب کی شرح ایک ہی جگہ لئے دیتے ہین۔ مطلع مین پیک نامور سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہین۔ دوست کا اشارہ حق تعالیٰ کی طرف ہی۔ خط مشکبار سے کلام مجید مقصود ہی دوسری شعر مین یار سے کنایہ خدا کی طرف جمال سے صفات رحیمہ جیسے کہ آیات کریمہ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَاِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ اور جلال سے صفات قہریہ جسطرح کہ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَیَوْمَ یُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ عز ووقار کا اشارہ ان آیات کی طرف ہی اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَلَہُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مطلب یہ کہ جبرئیل علیہ السلام جنہون نی درگاہ حضرت صمدیت سے نزول فرمایا وہ اپنی ساتہ مکر و نفس شیطان سے پناہ پانے کا تعویذ جان یعنی قرآن لائے پس وہ قرآن جمال وجلال رب العزت کا بہت عمدہ پتہ دیتا ہی۔ اور اوسکے عز ووقار کی دلچسپ حکایت سناتا ہی۔ تیسری شعر مین حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے اس خوشخبری سننے پر اپنی جان تک حوالہ کردی۔ لیکن پہر بہی شرمسار ہون کہ ایسی خوشخبری کا کوئی معاوضہ مجہسے نہوسکا کیونکہ میری جان بہت ہی کم حیثیت کا نقد میرے پاس تہا جومین نے اوسپر نثار کردیا۔ واضح ہو کہ پیک نامور کا اشارہ جبرئیل کی طرف ہے وہ مبتدا موصوف ہی اور رسید از دیار اوسکی صفت ہ اور دوسرا مصرع اس مبتدا کی خبر سمجہنا چاہئے۔ پس اس صورت مین جمال وجلال کا نشان دینےوالا اور حکایت کرنیوالا جو دوسرے شعر مین آیا ہی وہ کلام مجید ہی۔ تیسرے مین حافظ صاحب اپنی بے بضاعتی کا حال بیان فرماتے ہین کہ گومین نے جان تک دیدی تاہم شرمسار ہون۔ کہ مجہسے کچہ نہین دیا گیا۔ یعنی یہ ایسی خوشخبری تہی کہ جسکے سننے کا معاوضہ جان عزیز کے دیدینے سے بہی نہوسکا۔

هرچہ ہست از قامت ناساز بی اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست

جوکچہ ہی وہ ہمارے قد کی نازیبائی اور غیرموزونیت ہی ورنہ تیرا خلعت کسی شخص کے جسم پر تنگ نہین ہی

یعنی تیرا لطف عام اور فضل وکرم سب کے واسطے یکسان ہی۔ یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ ہم عمل سے اپنے آپکو اوسکا سزاوار بناوین یا نہ بناوین یہ نفع ونقصان محرومی استحقاق کفر واسلام۔ خیروشر جو کچہ واقع ہوتا ہی بندونکی ہی استعداد پر منحصر ہے اسمین خدا کے عام الطاف کا کچہ قصور نہین۔ چنانچہ وہ خود کلام مجید مین فرماتا ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی اللہ نے انپر ظلم نہین کیا بلکہ خود اونکے نفسون نے اونپر ظلم کیا نہ اللہ تعالی نے اونپر ملامت کی مگر وہ اپنے نفسون ہی سے ملامتی بنے۔

بر در میخانہ رفتن کار یکرنگان بود خود فروشان را بکوی می فروشان راہ نیست

میخانہ کے دروازہ پر جانا یکرنگون کا کام ہے می فروشون کے کوچہ مین خودفروشونکا کیا کام

مطلب یہ کہ میخانۂ عشق کے دروازہ پر جانا اور اوسکی طلب کرنا اونکا کام ہے جو خودی اور خودبینی سے گذر کر نفاق وریا سے پاک صاف ہوگئے ہون اور ہست ونیست کے رنگ مین یکرنگ ہون۔ خودپرست و خودبین لوگ کوچۂ عشق مین نہین جاسکتے اسواسطے کہ اظہار کرامت اور دعوی خودی کرنا عاشقان کامل کا کام نہین ہے۔ اوس کوچہ مین وہی قدم رکہہ سکتا ہی کہ جو ان سب عیبون سے پاک وصاف ہو۔

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دایم ست ورنہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

مین پیر خرابات کا بندہ ہون کہ اوسکی مہربانی ہمیشہ ہے ورنہ شیخ وزاہد کا لطف تو کبہی ہوتا ہی کبہی نہین ہوتا ہی

پیر خرابات سے مراد مرشد کامل ہے۔ مطلب یہ کہ مین مرشد کامل کا بندہ ہون کہ جسکا لطف ہمیشہ مسترشدون کے شامل حال رہتا ہے۔ یہ شیخ وزاہد کا لطف نہین ہے کہ کبہی ہوتا ہے اور کبہی نہین ہوتا۔ یعنی اونکے وعظ ونصیحت کبہی اثر کرتی ہے اور کبہی نہین کرتی۔

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتیست عاشق دردی کش اندر بند مال وجاہ نیست

اگر حافظ صدر نشین نہین ہوتا یہ اوسکی عالی ہمتی ہی دردکش عاشق کو مال وجاہ کی طمع نہین ہوتی

یعنی اگر حافظ مشیخت کی صدر پر نہین بیٹہتا اور دعوی کشف وکرامت نہین کرتا تو یہ ناقص ہونیکی دلیل نہین ہے صرف اوسکی عالی ہمتی ہے اسواسطے کہ وہ عاشق دردکش ہے۔ اور درد پایا ہوا عاشق کبہی دولت

ما ئیم آستانہ عشق و سر نیاز تا خواب خوش کرا بَرد اندر کنار دوست

ہم ہیں اور آستانہ عشق اور سر نیاز دیکھنا چاہتے کہ خواب خوش کسکو دوست کے پہلو میں لیجاتی ہے

اس شعر میں لفظ "دیدہ باید" محذوف ہے۔ مگر دوسرے مصرع کے تا سے اوسکا پتہ چلتا ہے مطلب صرف یہ ہے کہ ہم ہیں اور آستانہ عشق ہے اور ہمارا سر نیاز خم دیکھئے کہ خواب خوش دوست کے پہلو میں ہمیں نصیب ہوتی ہے یا زاہد کو۔ اسواسطے کہ زاہد کو اپنی عبادت پر گھمنڈ ہے اور ہمارا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آنے والا ہوتا ہے ؛

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک منت خدائے را کہ نیم شرمسار دوست

دشمن اگر حافظ کے قتل کا مقصد کرے تو کیا خوف خدا کا احسان کہ میں دوست سے شرمسار نہیں ہوں

اس میں لفظ کشتن محذوف مانا جائے گا۔ یعنی اگر دشمن میری ہلاکت کا ارادہ کرے تو میں نہیں ڈرتا اور اگر دوست ایسا قصد کرے تو بھی پرواہ نہیں کہ اوسکی جفا مجھے عزیز ہے میں اوسکے احسان سے شرمسار ہوں

زلف ہزار دل بیکی تار مو بہ بست راہ ہزار چارہ گر از چار سو بہ بست

تیری زلف نے ہزاروں دل ایک بال کے تار سے باندھے ہیں ہزاروں عقلمندوں کی راہ چار طرف سے روکی

زلف سے جذبہ عشق یا عالم دنیا مراد ہے۔ یکے تار مو سے جذبات الفت کا کوئی جذبہ یا نعمات دنیا کی کوئی نعمت مقصود ہے۔ چارہ گر کے معنی ہوشیار کے لئے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اسے محبوب میں ہی تنہا تیرے جذبہ عشق میں گرفتار نہیں ہوا ہوں بلکہ ہزاروں عاقلوں کو تو نے اپنے ایک اشارہ سے والہ و شیدا بنایا ہے۔ یا یہ کہ ایک میں ہی دنیا کے پھندے میں نہیں پھنسا ہوا ہوں بلکہ بہت سے صاحبان دل اور ہوشیار اسکی نعمتوں میں سے ایک نعمت کے لئے دنیا کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں جنکہ ہزار راہیں اونمیں سے نکلنے کی موجود ہیں۔ مگر وہ نہیں نکلسکتے یعنی دنیا کو چھوڑکر معرفت و حقیقت پر غور نہیں کرتے اسلئے اونپر گویا وہ سب راہیں بند ہیں ؛

تا عاشقان ببوی نسیمش دہند جان بکشود نافہ و در ہر آرزو بہ بست ؛

تاکہ عاشق اوسکی خوشبو پر جان دیں نافہ کو کھولا اور ہر آرزو کا دروازہ بند کیا

نافہ سے مراد تجلی جمال ہے جو اول اول سالک کے اوپر نازل ہوتی ہے۔ اور مطلب یہ کہ اے محبوب حقیقی تو نے اول تو اپنے جمال کی تجلی سے عاشقوں کو سرفراز فرمایا بعد ازاں اوس سے چھپالیا۔ اس

سپہر دور قمر را چہ اختیار در گردش اند بر حسب اختیار دوست

آسمان کو گردش اور چاند کو چلنے پر کیا اختیار اختیار دوست کے بموجب گردش میں ہیں

مطلب یہ کہ اے سالک کامل اوس مصیبت و رنج پر جو افلاک کی گردش سے پیش آتی ہے مغموم ہونا نہیں چاہیے۔ اسواسطے کہ سپہر اور چاند کی گردش اونکے اپنے اختیار سے نہیں ہے بلکہ اونکی تمام حرکات اوس قادر مطلق کے اختیار میں ہیں۔ کیونکہ تمام ستارے اوسی کے محکوم اور تابع فرمان ہیں اسواسطے اگر کوئی جور آسمان کی شکایت کرے تو گویا وہ اوسکی شکایت کرتا ہے جسکے اختیار میں خود آسمان ہی ہیں گویا علم نجوم بیکار ہے ٭

شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست

خدا کا احسان کہ بخت کارساز کی مدد سے دوست کے تمام کاموں کو حسب مدعا پاتا ہوں

الحمد للہ کہ میرے بخت کارساز کی امداد سے دوست کے تمام کام میرے مدعا کے موافق ہیں۔

گر باد فتنہ ہر دو جہان را بہم زند ما و چراغ چشم و رہ انتظار دوست

اگر فتنہ کی آندھی دونوں جہان کو اولٹ دے تو بھی ہم اور ہمارے چشم دوست کی راہ میں انتظار کرتی ہونگی

چراغ کے واسطے باد کا لفظ لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر حوادثات و آفات دونوں جہان پر چھا وی ہو جاویں تو بھی ہم ایسے پکے عاشق ہیں کہ اسکی پروا نہ کرینگے اور ہمارے چشم کا چراغ جو دوست کا انتظار کر رہا ہے کسی فتنہ کی صرصر سے گل نہوگا

کحل الجواہری بمن آر اے نسیم صبح زان خاک نیکبخت کہ شد رہگذار دوست

اے نسیم صبح کحل الجواہر مجھ تک لا اوس خاک نیکبخت سے کہ جو دوست کی رہگذار ہوئی ہو

کحل الجواہر سرمہ کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں اوس سے حقایق الٰہی کی باتیں مراد ہیں۔ نسیم صبح مرشد کے لئے آیا ہے اور خاک نیکبخت عاشق کے واسطے۔ مطلب یہ کہ اے نسیم صبح دوست کی ملاقات سے پہلے وہ خاک نیکبخت جسپر ہو کر کہ اوس نے گذر کیا ہو تو اپنے ہمراہ اوڑا لا تاکہ میں اپنی آنکھوں میں اوسکا سرمہ لگاؤں یعنی اے مرشد کامل معشوق کی لطف آمیز باتیں کہ جو عاشقان صادق کے لئے اوسنے فرمائی ہوں مجھسے کہہ تاکہ میں خوشی سے اوسکے عشق میں دل دیدوں۔ اوس خاک کو جسپر ہو کر محبوب گذرے نیکبخت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے

صراحی سے سالک کا وجود اور خون خم سے شراب محبت مراد ہی۔ نغمہ مشہور لفظ قلقل اوس آواز کو کہتے ہین کہ جو شراب لنڈہاتے وقت شیشہ کے گلے سے نکلتی ہین۔ مگر یہان فصاحت و بلاغت کی طرف کنایہ ہے۔ یعنی میری سمجھ مین نہین آتا کہ اوس محبوب حقیقی نے یا اوسکے عشق نے وجود عاشق پر کیسا سحر کردیا ہے کہ باوجود ایسی فصاحت و بلاغت اور ہر طرحکی زباندانی کے عارف جب مرتبہ عرفان پر پہونچتا ہے تو گونگا ہوجاتا ہے۔ یعنی اوسکو اسرار حقائق بیان کرنیکی مجال نہین ہوتی۔

دانا چو دید بازی این چرخ حقہ باز ہنگامہ باز چید و در گفتگو بہ بست

مرد دانا نے جب اس چرخ حقہ باز کی طرف دیکھا ہنگامہ بارچید اور دروازہ گفتگو کا بند کیا

دانا سے سالک مراد ہے اور وہی چپ ہونیکا مضمون ہے جو شعر مذکورہ بالا مین بیان ہوچکا۔ یعنی جب سالک نے اس شعبدہ بازی آسمان کو جس سے حالت دنیا کا تغیر تبدل نظم و نسق مقصود ہے ملاحظہ کیا تو اوسنے کچہ کہنا سننا موقوف کرکے اپنے دہن پر خاموشی کی مہر لگالی۔ حقہ باز بمعنے شگوفے چہوڑنے والا۔

مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در زمرۂ سماع بر اہل وجد و حال درہای ہو بہ بست

مطرب نے کیا نغمہ کیا کہ حلقۂ سماع مین اہل وجد و حال پر ہائے ہو کا دروازہ بند کردیا

مطرب کا اشارہ مرشد کامل کی طرف ہے نغمہ ساخت سے مقصود تلقین کیا یا بیان فرمایا اہل وجد عاشقان صادق اور ہای ہو سے مراد اظہار اسرار عشق ہین۔ مطلب یہ کہ ای مرشد کامل تونے کان مین کیا پہونکدیا کہ عشاقون کے حلقہ مین اونپر دروازہ ہاے ہو کا بند ہوگیا۔ یعنی اسرار معرفت سے کوئی بہید بہی وہ نہین بتلاسکتے۔ اور وہ چپ ہوی ہین کہ گویا نہین زبان مونہ مین۔

حافظ ہر آنکہ عشق نورزید و وصل خواست احرام طوف کعبۂ دل بی وضو بہ بست

ای حافظ جس کسی نے عشق تو نہ کیا اور وصل چاہا طواف کعبۂ دل کے لئے بے وضو احرام باندہا

اسے حافظ جس شخص نے عشق نہ کیا اور وصل کی امید رکہی یعنی معرفت کو بلا عشق کے حاصل کرنا چاہا تو گویا اوسنے اوسکی طرح محض فضول اور بے ڈہنگا کام کیا کہ جو شخص کعبہ کے طواف کے لئے بے وضو احرام باندہ لے۔

مطلب یہ کہ بلا عشق کے معرفت نہین مل سکتی۔

استغنا سے گویا دروازہ آرزو کا بند کر لیا ہے۔ شاید یہ ظاہر کرکے پوشیدہ کرنا اسواسطے ہے کہ عاشق کو بھی طلب ہو جاوے اور وہ ذوق شوق مشاہدہ سے اپنی جان شیرین کو تجہپر فدا کرے۔

شیدا ازان شدم کہ نگارم چو ماہ نو — ابرو نمود جلوہ گری کرد رو ببست

مین اسلئے شیدا ہوا کہ ماہ نو کیطرح ایک نگاہ نے — ابرو دکہلایا جلوہ گری کی مونہہ چہپایا

یعنی میری شیفتگی کا سارا سبب یہ ہے کہ اوس محبوب حقیقی نے مانند ہلال کی اپنی تجلی کو ظاہر کرکے اظہار کیا اور پہر اپنا مونہہ چہپا لیا اس دکہانے اور چہپانے مین سوائے اسکے کوئی مطلب نہ تہا کہ مجھکو مجھسے از خود رفتہ بنا کر عشق مین سرگشتہ و حیران بنا دیا ہے۔

ساقی بچند رنگ می اندر پیالہ ریخت — این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو ببست

ساقی نے کئی طرح سے شراب پیالہ مین ہوٹی — ان نقوش کو دیکہہ کہ کیسے اچہے کدو مین باندہی ہین

سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کے اعتبار سے ساقی کا کنایہ محبوب حقیقی کی طرف ہے۔ می سے وہ تجلی مراد ہے جو سالک کی بیخودی کا سبب ہوا کرتی ہے۔ پیالہ کا اشارہ دل کی جانب۔ این سے تجلیات جمال اور کدو سے سالک کا وجود مقصود ہی۔ مطلب یہ کہ شاہد حقیقی نے انوار متلونہ کے ساتہ دل عاشق پر شہود فرمایا۔ ان نقوش کو کہ جو تجلیات گوناگون کے سبب سے کدو پر نقش وجود یا دل سالک پر ہوئی ہین دیکہہ کہ کیسے اچہے معلوم ہوتے ہین۔ اس طور پر گویا حافظ صاحب اوس حالت خاص کا اظہار فرماتے ہین جو سالک کو باطنی کیفیت مین پیش آتی ہی۔ اگر پہلے مصرع کو یون پڑہین کہ ساقی بخندہ رنگ می اندر پیالہ ریخت اور اوسوقت ساقی سے وہی شاہد حقیقی مراد لین۔ خندہ سے تجلی رنگ می سے پرتو وجود جو تمام اعیان ممکنات پر محیط ہے مقصود سمجہا جاوی اور پیالہ سے اعیان ثابتہ تصور کرین تو یہ مطلب ہوگا کہ ساقی نے اپنے پرتو وجود سے ممکنات مین گوناگون پیرایون مین اپنا جلوہ دکہایا ہی۔ اور تمام یہ نقش جس سے طرح طرح کی شکلین مراد ہین عارفان کامل کے دلون پر باندہے ہین یعنی اونکو ہر نقش سے اوسی کا جلوہ دکہائی دیتا ہے اور سب مین وہ ہی نظر آتا ہے۔

یارب چہ سحر کرد صراحی کہ خون خم — با نغمہای قلقلش اندر گلو ببست

یارب صراحی پر کیا جادو کر دیا کہ خون خم نے — قلقل کے نغمون کو اوسکے گلے مین باندہا

یارب کلمہ تعجب۔ صراحی پر سحر کرنے کا فاعل ساقی ہے جس سے وہ ہی شاہد حقیقی مقصود ہے

می نوشتم نامۂ از شرح حال خود ولے — درد سر باشد نمودن بیش ازین ابرام دوست

اپنے حال کی شرح کا خط تو لکھتا ہوں لیکن — اس سے زیادہ دوست کو تکلیف دینا درد سر ہے

یعنی مین اپنا حال تو دوست کو خط مین لکھے دیتا ہوں لیکن مین خوب جانتا ہون کہ یہ دوست کی تصدیعہ کا باعث ہوگا۔

میل من سوئے وصال و قصد او سوئے فراق — ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

میری خواہش وصال کیطرف اور اسکا قصد فراق کیجانب — مین اپنا مطلب چھوڑتا ہوں تاکہ دوست کا مقصد پورا ہو

مطلب یہ ہے کہ ہم جب عالم اطلاق مین تھے تو گویا ہمکو وصال محبوب حاصل تھا اور جب عالم کثرت مین آئے اور قالب عنصری کی قید مین مقید ہوئے تو فراق ہوگیا۔ لیکن یہ فراق اوسی کی مرضی کے مطابق تھا یعنی اوس نے جب ہمکو اپنے آپ سے جدا کرکے یہان بھیجا تو اس سے معلوم ہوا کہ محبوب کا قصد فراق کی جانب تھا۔ گو ہماری خواہش وصال ہی کی تھی یعنی یہ چاہتے تھے کہ اصل سے الگ نہون مگر چونکہ عاشق ہر حال مین محبوب کی مرضی کا جویان رہتا ہے۔ اسلئے ہمنے قالب کو قبول کرلیا اور اپنے مطلب کو اوس کے مقصد کے مقابلہ مین ترک کردیا۔ بعضون نے اسکی شرح اسطرح کی ہے کہ جب عارف خلوت و مراقبہ مین جو کہ بمنزلہ وصال کے ہوتا ہے مشغول ہو اور اوسوقت موذن اذان دے تو اوسکو چاہیے کہ خلوت سے نکلکر نماز ادا کرے۔ اور تمام لذات مشاہدہ کو چھوڑ دے اسطور پر گویا اوس نے وصال کو ترک کرکے فراق کو گوارا کیا۔

گر بدستم کشم در دیدہ ہمچو توتیا — خاک راہ کان مشرف گردد از اقدام دوست

اگر میرے ہاتھ مین آجاے تو آنکھون مین سرمہ لگاؤن — خاک راہ کی جو دوست کے قدمبوسی سے مشرف ہوئی ہو

خاک راہ سے مراد عاشق صادق۔ اقدام جمع قدم جس سے کنایہ فضل کیطرف ہے مطلب یہ کہ جو عاشق نفس شاہد حقیقی سے سرفراز اور اوسکے وصل سے ممتاز ہوا ہو اگر میری نظر پڑجائے یعنی مجھے ملجائے تو اوس کو آنکھون پر بٹھاؤن اور ایکدم بھی الگ ہونے نہ دون۔

حافظ اندر درد عشقش سوز و با درمان مساز — زانکہ درمانے ندارد درد بے درمان دوست

اے حافظ درد غم مین جلجا اور اسکا علاج نہ کر — اسلئے کہ یار کا لاعلاج درد کوئی علاج ہی نہین رکھتا

یعنی اے حافظ تو دوست کے غم مین جلجا اور اوسکا کوئی علاج نہ کر اسواسطے کہ عشق کا کچھ علاج

مرحبا ای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست تا کنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

ای مشتاقون کے قاصد شاباش دوست کا پیغام سنا تا کہ مین جان کو رغبت سے دوست کے نام پر قربان کر دون

پیک مشتاقان سے وارد غیبی یا موت مراد ہے مطلب یہ کہ اے وارد غیبی یا موت تو میرے محبوب کا پیغام تو کہہ کہ اوس نے میرے حق مین کیا کہا ہے یعنی میری طلبی کب ہوگی اور کب وصال نصیب ہوگا تا کہ مین خوشی سے جان کو اوسکے نام پر قربان کر دون - اس سے حالت شوق ظاہر کرنا مقصود ہے -

والہ و شیداست دایم ہمچو بلبل در قفس طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست

ہمیشہ بلبل کیطرح قفس مین بیقرار و شیدا ہے میری طوطی طبع کی شکر اور بادام شوق مین

لفظ طوطی طبع اضافت تامہ ہے جس سے روح مراد ہے شکر سے لب تصور کرنے چاہئین جس سے لطف دوست کیطرف اشارہ ہی بادام چشم کیلئے آیا ہے لیکن اس سے مقصود مشاہدہ ذات ہین - مطلب یہ کہ میری روح دوست کی مہربانی اور مشاہدہ ذات کی مشتاق ہے جو اس کو عالم اطلاق مین حاصل تہا - پس وہ اس جسد عنصری ہین اوسی طرح میرے پاس پہونچنے کے لئے بیقرار ہو رہی ہے کہ جسطرح بلبل پنجرہ مین گل کے پاس پہونچنے کے واسطے بیتاب ہوا کرتی ہی -

زلف او دام است و خالش دانۂ آن دام من بر امید دانہ افتادیم اندر دام دوست

اوسکی زلف جال ہی اوسکا تل دانہ اور مین پرندہ ہون دانہ کی امید سے ہم یار کے دام مین پہنسے ہین

رعایت لفظی ظاہر ہے زلف سے جذبہ مراد ہے اور دانہ سے وصال - قاعدہ ہے کہ پرندون کو دہوکہ دینے کے واسطے جال کے نیچے دانہ ڈالدیتے ہین لہذا مطلب یہ ہے کہ مین نے محبوب کا عشق وصال کی امید پر کیا ہے اور اسی دانہ کی بدولت دام مین گرفتار ہون -

سر ز مستی بر نگیرد تا بصبح روز حشر ہر کہ چون من در ازل یک جرعہ خورد از جام دوست

مستی سے روز حشر کے صبح تک سر نہ اوٹھاویگا جو شخص کہ میری طرح ازل مین ایک گہونٹ اوسکے جام سے پی لے

ازل یعنی روز الست - جرعہ کا اشارہ ذوق مشاہدہ کیطرف - جام سے روی محبوب مراد ہے - مطلب کہ جس کسی نے میری طرح ازل مین روے محبوب کا مشاہدہ کر لیا ہے - اور اوسکی کیفیت کو محسوس کیا ہی وہ قیامت تک بھی اس مستی سے جس سے عشق مراد ہے کبھی سر نہ اوٹھاویگا یعنی اوس کا شوق دیدار قیامت تک بھی کم نہوگا ✦

یعنی اوس پر یچہرہ کے دوڑ جانے پر میری دریاے چشم سے آنسوؤن کی رو جاری ہوئی - اور اوس رو سے بلا کا طوفان آیا

از پاے فتادیم چو آمد شب ہجران | در درد بماندیم چو از دست دوا رفت
ہم بہت ہی مغموم ہوئے جب شب ہجران آئی | درد ستد ہو گئی جب دوا ہاتھ سے جاتی رہی

از پاے افتادن - فارسی محاورہ گرفتار غم واندوہ شدن - دوا سے مراد مشاہدہ محبوب کہ عاشق کے دردِ دل اس سے اچھی کوئی دوا نہین ہوتی - جب وقت سے کہ مشاہدہ محبوب حقیقی نے مجھسے اعراض کیا ہے مین بڑی مصیبت مین گرفتار ہون -

دل گفت وصالش بدعا باز توان یافت | عمریست کہ عمرم ہمہ در کار دعا رفت
دل نے کہا کہ اوسکا وصال دعا سے ہو سکتا ہے | مدت ہوئی تمام عمر دعا کے کام مین صرف ہو گئی

یعنی ایک روز میرے دل نے مجھسے کہا کہ تو دعا مانگ شاید کہ دعا سے وصال ہو جائے - بس مدت ہوئی کہ مین برابر دعا ے وصل کئے جاتا ہون یہانتک کہ دعا مانگتے مانگتے عمر گذر گئی - مگر چونکہ اوسکی ذات بے نیاز اور اوسکی جناب مستغنی ہے میرے دعا کا کچھہ اثر نہوا -

احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجاست | در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت
ہم کیا احرام باندہین کہ یہ جگہ وہ قبلہ نہین ہے | سعی مین کیا کوشش کرین مروہ سے صفائی جاتی رہی

احرام باندہنا - کسی نیک کام کی نیت کرنا - قبلہ جاے نماز جس سے یہان ذات شاہد حقیقی مراد ہے مروہ و صفا مکہ معظمہ مین دو پہاڑ ہین - مگر صفا کے معنی صفائی کے بھی ہو سکتے ہین - لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ ہم کعبہ معشوق حقیقی کے طواف کے واسطے کیا احرام باندہین اور کیا سعی کرین کہ ہمارے دل سے صفائی تجلیات کی مفقود ہو گئی ہے - گویا ان مروہ سے دل ہمارا مقصود ہو گا -

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید | ہیہات کہ درد تو ز قانون شفا رفت .
کل طبیب نے حسرت سے مجھے دیکھ کر کہا | افسوس کہ تیرا درد شفا کے قانون سے باہر ہے

قانون و شفا یہ دونون نام طب کی کتابون کے ہین جو بو علی سینا نے علم طب مین لکھی ہین - اور قانون شفا کے معنے قاعدہ شفا کے بھی ہین - اس شعر مین یہ دونون لفظ ذو معنی ہین - مطلب یہ کہ کل جب مین مرشد طریقت کے پاس جو طبیب ہے گیا تو اوس نے ...... بڑی حسرت سے افسوس کر کے

ہی نہیں ۔ درد کا علاج راحت ہوتی ہے ۔ مگر عاشق کو راحت و آرام کہان بس اس بیماری کی دوا کرنا یعنی راحت و آرام چاہنا ایسی ہی غیر ممکن ہے جیسے کہ اخروٹ کو گنبد پر رکھنے کی کوشش کرنا ۔

آن ترک پریچہرہ کہ دوش از بر ما رفت ؛ آیا چہ خطا دید کہ از راہ خطا رفت

وہ خوبصورت ترک کہ کل میرے پہلو سے چلا گیا ۔ آیا کیا خطا دیکھی کہ خطا کی راہ سے گیا ؛

یہ غزل قبض واردات کے وقت کہی گئی ہے ۔ پریچہرہ سے کنایہ تجلیات صوری کیطرف ہے ۔ براہ خطا اضافت بیانیہ ۔ ترک کی قوم چونکہ خوبصورت ہوتی ہے اسلئے ترک سے مراد معشوق حقیقی ہے ۔ مطلب یہ کہ وہ مشاہدہ تجلیات صوری کا کل منقطع ہو گیا نہیں معلوم کہ مجھسے کیا خطا ہوئی جس کے سبب سے محبوب حقیقی نے اپنے مشاہدہ تجلیات کو منقطع فرمالیا ۔ خطا ایک ولایت کا نام بھی ہے ۔ مگر مصرع بر اس سے معشوق کی دوری اور اسکی کم التفاتی مقصود ہے ۔ اگر راہ کے معنے سبب کے لئے جائین تو ہر دو خطا کے معنے گناہ کے ہونگے ۔ اسواسطے کہ خطا بکسر خ بمعنے گناہ ہے ۔ یہ خواجہ صاحب کی شاعری مین صنعت ہے کہ وہ ذومعنی الفاظ لاتے ہین ۔

تا رفت مرا از نظر آن چشم جہان بین ؛ کس واقف ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت

جب میری نظر سے وہ چشم جہان بین دور ہوا ۔ کوئی واقف نہین کہ میری آنکھوں سے کیا کچھہ گیا

چشم جہان بین یا نور جہان بین ۔ نور چشم جس سے جہان نظر آتا ہو اور اس سے مراد وہی محبوب ہوگا ۔ کہ جسکے سبب عاشق کی آنکھون مین روشنی ہوتی ہے ۔ یعنی جس وقت سے کہ میرا معشوق نظر کے آگے سے غائب ہو گیا ہے ۔ کوئی نہین جانتا کہ اوس کے ہجر مین مین نے کسقدر گریہ وزاری کی یعنی کیا کچھہ آنکھوں سے گرایا ۔ یا یہ کہ اونکی روشنی جاتی رہی ؛

ہر شمع نرفت از گذر آتش جانسوز ؛ آن دود کہ از سوز جگر بر سر ما رفت

شمع پر آتش جانسوز کی گذر سے وہ تکلیف نہ ہوئی ۔ جو سوز جگر کے دہوئین سے ہمپر پیش آئے

یعنی عشق کی آگ سے جو کہ میرے سر تک ہونچی مجکو اوس سے وہ تکلیف ہوئی کہ جو شمع کو بھی نہوئی ہوگی ۔ خلاصہ یہ کہ آتش عشق نے مجھے میرے جگر تک کو جلا دیا ؛

دور از رخ تو دمبدم از گوشہ چشمم ؛ سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت

میری آنکھہ کے گوشہ سے تیرا رخ دور ہو جانے پر دمبدم ۔ سیلاب اشکون کا آیا اور بلا کا طوفان گیا

کے معنے سردار تخت کے ہیں۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے شاہ و گدا کے قصہ کا نہیں خدا
کا شکر کہ میں ان ظاہری بادشاہ یا فقیر سے علاقہ نہیں رکھتا۔ میرا بادشاہ صرف دوست کے در کی
خاک ہے اور اس سے مرشد کامل مراد لیا جائیگا جبکہ بادشاہ کے معنی سردار تخت کے عرض کر دئے گئے

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست — جز این خیال ندارم خدا گواہ منست

میری مسجد اور میخانہ سے غرض تیرا وصال ہے — خدا گواہ ہے کہ سوائے اس خیال کے میرا اور کوئی خیال نہیں

مطلب صاف ہے جو صرف یہ ہے کہ آیا مسجد ہو یا میخانہ مجھ کو سب جگہ تیرے ہی وصال سے غرض ہے یعنی مسجد میں
بھی تو ہی ہے۔ اور میخانہ میں بھی تو ہی کعبہ و دیر سب میں ایک ہی صنم کا جلوہ ہے اس بات کا خدا شاہد ہے
کہ میری غرض ہر دو جگہ وصال محبوب سے ہے نہ کسی اور چیز سے +

مرا گدائی تو بودن ز سلطنت خوشتر — کہ ذل جور و جفای تو عز و جاہ منست

مجھے تیرا فقیر ہونا سلطنت سے اچھا معلوم ہوتا ہے — کہ تیری جور و جفا کی ذلت میری عزت اور عظمت کی بات ہے

یعنی ای محبوب حقیقی میرے لئے تیری در کی گدائی دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے اسواسطے کہ تیرے جور و جفا
کی ذلت ہی میرے واسطے عزت اور عظمت ہی کا باعث ہوگی +

مگر بہ تیغ اجل خیمہ بر کنم ورنہ — رمیدن از در دولت نہ رسم و راہ منست

ہاں تیغ اجل سے خیمہ اکھیڑتا ہوں ورنہ — در دولت سے بھاگنا میرا طریقہ نہیں ہے

مطلب یہ کہ صرف تیغ اجل ہی میرے خیمہ کی جس سے حالت عنصری مراد ہے دربان کاٹتی ہے
ورنہ عاشقوں کا دستور نہیں ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ معشوق سے جدا ہوں۔

از آن زمان کہ بر آستان نہادم روی — فراز مسند خورشید تکیہ گاہ منست

اوس وقت سے جب سے کہ میں نے تیری دہلیز پر منہ رکھا ہے — مسند خورشید کی بلندی میری تکیہ گاہ ہے

یعنی جب سے میں تیرا عاشق ہوا ہوں تب سے آفتاب کی مسند بلندی میری تکیہ گاہ ہوگئی ہے اس سے
عاشق حقیقی کا رتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے +

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ — تو در طریق ادب کوش و گو گناہ منست

اے حافظ اگرچہ گناہ پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا — تو طریقہ ادب میں کوشش کر اور کہہ کہ میرا قصور ہے

ظاہر ہے کہ کوئی فعل بلا ارادہ و مرضی فاعل حقیقی کے نہیں ہوتا بی رضائے او کی برگ نہ جنبد درخت بلکہ

کہا کہ تیرا درد شفا کے قانون سے باہر ہے یعنی تجھے آرام نہیں ہوگا۔

ای دوست بہ پرسیدن حافظ قدمی نہ — زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت

اے دوست حافظ کا حال پوچھنے کو — اوس سے پہلے آ کہ لوگ کہیں وہ تو جہان سے گذر گیا

اوس فیض وارادت کیطرف اشارہ ہے کہ اے دوست یعنی اے مشاہدہ تجلی تو حافظ کو اوسکی مرنے سے پہلے اپنا جلوہ دکھا اور جب وہ مرگیا تو پھر کیا فائدہ

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہ من است — دعای پیر مغان ورد صبحگاہ من است

مین ہون کہ شرابخانہ کا کونہ میری خانقاہ ہے — پیر مغان کو دعا دینا میرا صبح کا وظیفہ ہے

میخانہ سے مراد عالم عشق۔ پیر مغان مرشد کامل کے واسطے آیا ہے اور مطلب یہ کہ مین زہد وریا سے پرہیز کرکے اور خانقاہ سے جو کہ عبادت کا ظاہری لوازمہ ہے جدا ہوکر مقام عشق مین بیٹھ گیا ہون اور میخانہ کو خانقاہ سمجھ کر اوس مین سکونت پذیر ہون۔ میرا وظیفہ مرشد کامل کی دعا گوئی ہے۔ جو میرے ساتھ بذریعۂ عشق مین سلوک ہوا ہے۔

گرم ترانۂ چنگ و صبوح نیست چہ باک — نوای من بسحر آہ عذرخواہ منست

اگر میرے پاس ترانہ چنگ و صبوحی کا نہین ہے تو کیا فکر — سحر کے وقت آواز آہ میری عذرخواہ ہے

ترانہ چنگ سے مراد زہد و پارسائی اور صبوح سے مقصود معشوق مجازی ہے۔ یعنی اگر مین زاہد و متقی نہین بنا ہون۔ اور نہ مین نے مجازی عشق قبول کیا ہے تاہم مجھے کچھ خوف نہین اسلئے کہ سحر کے وقت جس سے مراد سے قیامت ہے اوس روز میری آہ جانسوز میری عذرخواہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ میرا عشق ہی اوس روز کسی زہد وعبادت نکرنے کی عذرخواہی میری طرف سے کریگا۔ **نظم**

چو مجنون شد بخلوت خانہ خاک — ندا آمد بر او از حضرت پاک
کہ اے مجنون چہ آوردی بدرگاہ — بر آمد از دل مجنون یکے آہ
کہ چندان شور لیلے در سرم بود — کجا پروا سے کار دیگرم بود

ز پادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ — گدای خاک در دوست پادشاہ منست

الحمد للہ کہ مین بادشاہ اور فقیر سے فارغ ہون — دوست کے دروازہ کی خاک میری بادشاہ ہے

لفظ بادشاہ دو لفظون سے مرکب ہے پاد بمعنے تخت اور شاہ بمعنی مرد اس لحاظ سے بادشاہ

نا شکری ہوتی اسغرض سے غلام نے اوس کو کڑوا نہ تبلایا کیونکہ مجھے خربوزہ کے کڑوے میٹھے سے بحث نہ تھی بلکہ اوس عنایت محبت سے غرض تھی جو آپ مجھپر مبذول فرما رہے تھے اگر مین کڑوا تبلاتا یا موتہہ بناتا تو یہ سب ادب کے خلاف اور اوس مہربانی سے بہت ہی بعید تہا جو آپ میرے اوپر کرتے ہین۔ بادشاہ نے ایاز کو سینہ سے لگا لیا۔ ہمارا مطلب یہ کہ اگر کم از کم بندہ خدا کے طریقہ ادب مین اتنی ہی کوشش کرے جتنی کہ ایاز محمود کے ادب مین کرتا تھا تو کچھہ شک نہین ہی کہ وہ خدا کے نزدیک اوسکا اتنا ہی پیارا ہو جائے جتنا کہ محمود کو ایاز پیارا ہو گیا تہا۔

لعل سیراب بخون تشنہ لب یار من است　　از پئے دیدن او دادن جان کار من است

لعل سیراب خون کا پیاسا میرے یار کا لب ہے　　اوسکے دیکھنے کیو اسطے جان دینا میرا کام ہے

یعنی لعل سیراب خون کی پیاسی کیا چیز ہے۔ وہ میرے یار کا لب ہے جسکے دیکھنے کے واسطے جان کہو دینا میرا کام ہے۔ اسی وجہ سے لب یار کو لعل سیراب اور خون کا پیاسہ کہا گیا کہ جب عاشق اوس کو دیکھتا ہے تو جان کہو دیتا ہے۔ اس تقریر سے گویا لب معشوق عاشق کے خون کا پیاسا ہے۔

شرم از آن چشم سیہ بادش و مژگان دراز　　ہر کہ دل بردن او دید و در انکار من است

اوس چشم سیہ اور مژگان دراز سے اوسکو شرم ہوجیو　　کہ جس شخص نے اوسکا دل لیجانا دیکھا اور مجھسے انکار کیا

مطلب یہ کہ جس کسی نے اوس محبوب کی دلربائی کو پا لیا ہے اور باوجود اس کے مجھسے انکار کرتا ہی یعنی میری حالت موجودہ کو بناوٹی سمجھتا ہے تو اوسکو اوسی چشم سیہ اور دراز مژگان کی شرم ہونی چاہیے یعنی اوس محبوب کی جب یہ صفات ہین تو اونسے کسطرح کوئی بچ سکیگا۔

اردو محاورہ مین جب مو بتونہ منکا اور سرکشی کے لئے یہ لفظ بولتے ہین کہ اے فلان تجھے اوسی چیز کا حوالہ ہو وہی مطلب اسجگہ لفظ شرم سے سمجھہ لیجئے۔

ساربان رخت بدروازہ مہرکان سرکوہ　　شاہراہیست کہ منزلگہ دلدار من است

اے شتربان اسباب دروازہ پہ مت لیجا کہ اوس پہاڑ کے اوپر　　ایک شاہراہ ہی جو کہ میری محبوب کے ٹہیرنکی جگہ ہی

شتربان سے مراد سالک ہی۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے سالک اون خطرات اور خیالات کا اسباب کہ جو محبوب کے خطرات اور خیالات کے علاوہ ہین۔ دروازہ دل سے نہ لیجا کہ وہ

جتنے اچھے اور برے کام بندہ سے سرزد ہوتے ہین وہ سب اوسکے ارادہ اور اختیار سے ہوتے ہین پس خواجہ صاحب فرماتے ہین
کہ اگرچہ کوئی گناہ ہماری اختیار و ارادہ سے نہین ہوتا مگر ادب کا مقتضا یہی ہے کہ ہم برے کامونکو اپنی طرف منسوب کرین
اور اچھونکو خدا کیطرف اصل عبدہ یہ ہے کہ جو اپنی خطا کا اقرار کرتا ہے اور سمجھے کہ یہ برا فعل مین نے نہین کیا ہاں یہ سمجھکر
توبہ کرے کہ برے فعل کا فاعل مین ہی ہون ۔ یہ اقرار جرم طریقہ ادب کا ہے جو عبودیت کی خاص دلیل اور گناہونکی مغفرت
کا سبب ہوگا۔ محمود و ایاز کا عشق مشہور ہے مگر یہ عشق بوجہ تھا محمود ایاز پر صرف اوسکی فرمانبرداری اور شکر
گذاری کا عاشق تھا ۔ چونکہ عوام الناس اس بھید سے خبردار نہ تھے اسلئے وہ اسی ہیچ کو بادشاہ کی محبت کا سبب
جانتے تھے ۔ ایکمرتبہ ارکین سلطنت نے بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ آپکے بہت سے غلام ہین اور اون مین
فرداً فرداً ہر ایک قسم کی صفتین موجود ہین ۔ ایاز کہ جو خیر سے خوبصورت بھی نہین ہے حضور اسکو اسقدر کیون پسند کرتے
ہین ۔ بادشاہ نے کہا کہ جو ایک صفت مین ایاز مین پاتا ہون وہ یہ ہے کہ تمام غلام اپنی سب صفتون کو ملاکر بھی اوسکی
برابری نہ کرسکینگے ارکین نے کہا کہ ہمین اسکا یقین تجربہ دلاسکتا ہے ۔ بادشاہ نے سب غلامون کو اور ایاز
کو بھی بلاکر کہا کہ ہر غلام اپنے ہاتھ مین ایک ایک پیالہ چینی کا لے لے چنانچہ سب نے اسکی تعمیل کی ۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان پیالون سے سب پانی پئین سب نے ایسا ہی کیا ۔ اسکے بعد حکم دیا کہ
ہر شخص اپنا اپنا پیالہ زمین پر دے پٹکے ۔ یہ حکم بھی سب نے بجایا اب بادشاہ نے ہر ایک غلام سے
الگ الگ پوچھا کہ تو نے پیالہ کیون توڑا سب نے کہا کہ حضور کے حکم سے توڑدیا ۔ مگر جب ایاز سے
دریافت کیا گیا کہ تو نے پیالہ کیون توڑا عرض کیا کہ قصور ہوا ۔ اون سب کو رخصت کرکے بادشاہ
نے اون لوگون سے کہا کہ تمنے دیکھا ایاز مین یہی صفت ہے جسپر مین عاشق ہون ۔ یہی طریقہ ادب ہے
جسکا اس شعر مین مذکور ہوا ہے ۔ دوسری روایت یہ ہے ۔ ایکمرتبہ محمود کے پاس کابل سے تحفہ مین خربزہ آئے
بادشاہ نے ایک ٹوکری مین سے ایک خربزہ اوٹھالیا ۔ چونکہ ایاز پر خاص محبت تھی اسلئے چھری سے
کاٹکر پہلے اوسکو کھلانا شروع کیا ۔ ایاز نے اوس خربزہ کی قاش کو جو بادشاہ نے اوسکو دی بڑے مزہ سے
کھایا ۔ بادشاہ برابر خربزہ کھلاتے رہے ایاز اوسکو اسی طرح کھاتا رہا کہ بادشاہ کا جی بھی اوسکے
کھانے کو چاہا ۔ مگر جب خود سے پہلی قاش اپنے منہ مین رکھی تو معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی بدمزہ اور تلخ تھا ۔
اوسکی تلخی ایسی ناگوار گذری کہ فوراً اوگلدیا اور تعجب سے کہا کہ ایاز تو برابر کھاتا چلا گیا اور تو نے
یہ نہ کہا کہ یہ خربزہ کڑوا ہے ۔ ایاز نے عرض کیا کہ خربزہ بیشک کڑوا تھا ۔ مگر ایسا کہنے مین بادشاہ کی

باغبان ہمچو نسیمم ز در خویش مران — کاب گلزار تو از اشک چو گلنار منست

ای باغبان مجھے نسیم کی طرح اپنے دروازہ سے نہ ہنکا — کہ تیری گلزار میں پانی میری اشک گلنار سانسی ہی

باغبان بمعنے محبوب حقیقی جو تمام عالم کا صانع ہی اور مطلب یہ کہ ای محبوب مجکو نسیم کی طرح اپنی باغ وجود سے محروم مت رکھہ اسلئے کہ تیری معشوقیت میری عشق سے پیدا ہے بلا مخلوق کی خالق یا بغیر مربوب کی رب نہین ہو سکتا یا بالفاظ دیگر ربوبیت اپنی مربوب کو اور خالقیت اپنے مخلوق کو چاہتی ہی اسی دلیل سے تیری صفت معشوقیت اپنی عاشق کو بہی ضرور چاہیگی۔ پس مجہے اپنی باغ وجود سے محروم نکر۔

شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود — نرگس او کہ طبیب دل بیمار منست

قند و گلاب کا شربت میری یار نے لب سے فرمایا — اوسکی نرگس چشم میری دل بیمار کی طبیب ہے

لب کا کنایہ لطف کی طرف ہی نرگس سے مراد نرگس چشم بیمار کا لفظ اسکی رعایت سمجھنا چاہئی۔ اس سے مرشد کامل مقصود ہی یعنے مین نے دل بیمار کو اپنی مرشد طریقت کی مہربانی و الطاف کی سپرد کردیا ہے سوای لطف محبوب کی کہ جس سے نفخت فیہ من روحی کی طرف اشارہ ہی اور کوئی چیز نہین جو کہ عاشق کو سرگشتگی اور پریشانی ہجر سے نجات دے۔

آنکہ در طرز غزل نکتہ بہ حافظ آموخت — یار شیرین سخن نادرہ گفتار منست

جس نے کہ طرز غزل گوئی مین حافظ کو نکتہ سکہلایا — (وہ) شیرین اور نغز گفتار میرا یار ہی ہی

یعنے صرف محبوب کی توجہ اور الطاف سے حافظ کو غزل گوی اور شیرین گفتاری کا ڈہنگ آیا ہے اسلئے کہ اوسکا محبوب بہی ایسا ہی نادر گفتار اور شیرین سخن ہے۔

روزگاریست کہ سودائی بتان دین منست — غم این کار نشاط دل غمگین منست

زمانہ ہوا کہ میرا دین بتون کا سودا ہے — میرے دل غمگین کا کام اس خوشی کی کام مین غم کرنا ہی

یعنے مدت گذری کہ معشوقون کا عشق کرنا میرا مذہب ہی اور عشقبازی میری دل کی تفریح ہوگئی ہی اگر بتون سے عارفان کامل مراد لین تو یہ مطلب ہوگا کہ مدت ہوئی جبسے مین عاشقان کامل کی طلب مین ہون اور گویا ایسے لوگونکا طلب کرنا مین نے اپنا شیوہ کرلیا ہی پس جو کچہہ غم و درد اس طلب مین مجہی پہونچتا ہے وہ میری دل کی عین تفریح کا باعث ہے۔

شاہراہ ہے اور کیسی شاہراہ کہ میرے محبوب کی گذرگاہ یا منزلگاہ سمجھنا چاہئے۔ واضح ہو کہ دل ہی عشق کا مقام ہے اس اعتبار سے اوس کو دوست کی منزلگاہ قرار دیا ممکن ہے کہ رخت سے ہستی موہوم مقصود ہو۔ اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ اے میرے مہارکے تہامنے والے یعنی اے سالک راہ طریقت ہستی موہوم کو برے اعمال کی آلائش سے بچا کہ یہ مقام تجلیات دلدار ہے۔ اسمین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہراہ تو اوسی کا نام ہے جسمین سب لوگ چل سکین۔ دلکو شاہراہ قرار دیکر اوسمین ہوکر اسباب لیجانے کی ممانعت کیون کیجاتی ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ شاہراہ مین جب حاکم یا بادشاہ گذرتا ہے تو عام لوگون کو اوسوقت چلنے کی ممانعت کردیتے ہین۔ پس خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ شاہراہ تو ہے لیکن اس قسم کی ہے جسمین بادشاہ یعنی محبوب گذر کرتا رہتا ہے۔ اسواسطے بادشاہ کو گذر کرنے کی شاہراہ ہے عام کے گذرنے کی ممانعت کردیگئی۔

بندۂ طالع خویشم کہ درین قحط وفا — عشق آن لولی سرمست خریدار منست

اپنے نصیب کا غلام ہون کہ اس قحط وفا مین — اوس معشوق سرمست کا عشق میرا خریدار ہے۔

لولی ایک قوم کا نام تہا اور حافظ صاحب کی معشوقہ "شاخ نبات" بھی اسی قوم کی تھی مگر اسکا ترجمہ معشوق کیا گیا ہے۔ اور معشوق سے مراد محبوب حقیقی ہے مطلب صاف ہے۔ یعنی زہے نصیب کہ اس قحط وفا مین محبوب کا عشق ہی خود میرا خریدار ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ میرا کام بن رہا ہے +

طبلۂ عطر گل و درج عبیر افشانش — فیض یک شمہ ز بوی خوش عطار منست

پہول کا طبلہ اور اوس کا عبیر افشان ڈبہ — یک شمہ بہ فیض میرے عطار کی خوشبو کا ہے

عطار کا کنایہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کتب سیر مین مرقوم ہے کہ گل سرخ آنحضرت کے عرق مبارک سے پیدا ہوا ہے۔ طبلہ عطر گل اور درج عبیر افشان سے مراد معشوقان مجازی ہین۔ پس مطلب یہ ہے کہ محبوبان ظاہری جو حسن و جمال مین کمال رکھتے ہین۔ اور دنیا کے حسن سے آراستہ و پیراستہ ہین انمین ایک شمہ برابر بو ہے اوس میرے عطار کی خوشبو کی ہے کہ جو تمام کائنات کی پیدایش کا سبب ہے۔ یہ تمام خوبصورتی و حسن اوسی خوبصورتی اور حسن کا ایک جزو سمجھنا چاہئے کہ جو آنحضرت صلعم مین تھی +

ای یارا الھا وہ کعبہ مقصود کہ جس سے محبوب اور تجلیات مشاہدات مراد ہیں کسکی زیارت گاہ ہی کہ اوس راستہ مین یعنی راہ طریقت مین جو کانٹے ہین وہ میری لیے چنبیلی کے پہولون کی مانند ہین۔ مطلب یہہ کہ جو تکلیفین راہ عشق مین ہین وہ زیارت محبوب کی شوق مین میرے واسطے سراسر آرام اپنا کا حکم رکہتی ہین۔

یار ما باش کہ زیب فلک و زینت دہر — از مہ روی تو و اشک چو پروین منست

یار ہمارا ہو کہ آسمان کی زیبائش زمین کی زینت — تیری چاند سی مکہڑی اور میری اشک پروین سی ہی

مطلب یہہ کہ ای محبوب میرے ساتہہ موافقت کر اور ہمدم و مونس ہو کہ آسائش فلک اور زیبائش دہر تیری حسن رخ کی ظہور سے اور میری اشکباری محبت سے جو تیری فراق مین سے ہوی ہے اس سے حافظ صاحب نے معشوق سے آسمان کی زینت اور عاشق سے زمین کی زیبائش ثابت کی ہے

حافظ از حشمت پرویز دگر قصہ مخوان — کہ لبش جرعہ کش خسرو شیرین منست

حافظ پرویز کی حشمت کا اور حال بیان نکر — اوسکا لب جرعہ کش میری خسرو شیرین کا ہی

پرویز نوشیروان کی پوتے کا نام تہا اور اوسیکو خسرو بھی کہتے ہین۔ یہہ بڑا اولوالعزم بادشاہ ہوا ہے شیرین اوسکی معشوقہ تہی مگر اسموقع پر خسرو شیرین سے محبوب حقیقی مراد ہے اور مطلب صرف یہ ہی کہ ای دل تو پرویز کی حشمت کا زیادہ حال بیان نکر اوسکی کچہہ حقیقت نہ تہی اسواسطے کہ پرویز میری خسرو شیرین کا جرعہ کش تہا۔ لفظ شیرین خسرو کی رعایت سے لائی ہین۔ جرعہ کش اوسے کہتے ہین جسکے پاس خود شراب پینے کو تو کچہہ نہو مگر یخانہ مین پینے والی تہوڑی سی اوسی بہی چکھا دین۔

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت — وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

ای شاہد قدسی کون تیرا بند نقاب کھولے — اور ای بہشتی چڑیا کون تجہے دانہ پانی دے

شاہد قدسی سے مراد محبوب حقیقی یا مرشد کامل ہے اور مرغ بہشتی سے بہی یہی مقصود ہے اور یہہ غزل حالت قبض واردات مین یا جدائی مرشد مین کہی گئی ہے یعنے ای شاہد قدسی تو مجہسے کبہی اور مونہہ چہپانے لگا وہ کون ہے کہ جو تیری رکاوٹ اور کہچاوٹ دور کرے اور تیرے رخ سے نقاب اولٹے دوسرا مصرع پہلے کی توضیح ہے۔ مطلب یہی ہی جو عرض کیا گیا بعض علما کا قول ہے کہ یہہ غزل خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی زوجہ منکوحہ کی چلی جانے پر جب کہ وہ حافظ

دیدن روی ترا دیدہ جان میباید — وین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

تیرے رخ کے دیکھنے کو دل کی آنکھین درکار ہین — یہہ مرتبہ میری چشم بین کو کب حاصل ہے

یعنے رخ محبوب کے دیکھنے کو چشم حقیقت بین ہونی چاہئین میری آنکھین جو کہ جہان بین ہین یعنے کثرت اور وہم وخیال پر لگ رہتے ہین اونکو یہہ مرتبہ کیسے حاصل ہوسکتا ہی محبوب حقیقی کو تو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو مرتبہ وحدت پر پہونچی ہوئی ہو۔

تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد — خلق را ورد زبان مدحت وتحسین منست

جبسے کہ تیرے عشق نے مجھکو سخندانی کی تعلیم دی ہر — میری تعریف وتوصیف خلق کو ورد زبان ہو گئی

مطلب یہہ کہ جبسے تیرے عشق نے مجھکو شعر وسخن کی تعلیم کی ہے جب سے تمام خلق میری توصیف اور تعریف کرنے لگی اس اعتبار سے یہہ میری تعریف جب تیرے عشق کی بدولت ہو رہی ہے تو گویا تیری ہی تعریف وتوصیف ہے میری نہین۔

دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار — کین کرامت سبب حشمت وتمکین منست

فقر کی دولت کو اے خدا میرے واسطے ارزان کردے — کہ یہ کرامت میری تمکین وحشمت کا سبب ہی

یعنے اے خدا تو نیکیسی اور فقر کی دولت کو میرے واسطے سستا کردے اسواسطے کہ یہ کرامت یعنی فقر ہی میری حشمت اور مرتبہ کا باعث ہی مجھے دنیا کی تونگری نہین چاہئے جبکہ مین فقر ہی کی دولت کو اوسپر ترجیح دیتا ہون

واعظ شحنہ شناس این عظمت گو مفروش — زانکہ منزلگہ سلطان دل مسکین منست

شحنہ شناس واعظ اس عظمت کو مت بیچ — اسلئے کہ میرا دل مسکین بادشاہ کی عظمت گاہ ہی

واعظ سے مراد نفس ہے شحنہ بمعنی کوتوال یا حاکم شہر جسکا اشارہ عقل کی طرف سمجھنا چاہئے سلطان سے مقصود محبوب حقیقی شحنہ شناس واعظ کی صفت ہی۔ لہذا مطلب یہہ ہے کہ اے نفس نصیحت فروش نہ بن تجکو عقل پہچانتی ہی اور تیری منزلت کرتی ہے پس تو مغرور مت ہو اسواسطے کہ دل حق سبحانہ تعالی کا منزل گاہ ہے۔

یارب این کعبہ مقصود زیارتگہ کیست — کہ مغیلان طریقش گل ونسرین منست

یارب یہ کعبہ مقصود کسکا زیارت گاہ ہی — کہ اوسکے راہ کی خار میرے لئے چنبیلی کے پھول ہین

یعنے جو تیر کہ تو نے دل عاشق کی طرف مارا وہ غمزہ کی بدولت خطا کر گیا (نشانہ پر نہ لگا) دیکھیے کہ تیری عقل اب کیا تدبیر اسکے واسطے سوچتی ہے۔

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی — پیداست نگارا کہ بلند ست جنابت

جو نالہ و فریاد مین نے کیا وہ تو نے نہ سنا — اس سے معلوم ہوا کہ تیری بارگاہ عالی ہے

مطلب صاف ہے کہ جو کچھ نالہ فریاد عاشق نے تیری حضور مین کیا اوسکو تو نے نہین سنا اس سے ظاہر ہے کہ تیری درگاہ بڑی اونچی ہے اور وہانتک اوسکی گریہ وزاری کی صدا نہین پہونچتی۔

ای قصر دل افروز کہ منزلگہ انسی — یارب مکناد آفت ایام خرابت

ای قصر دل افروز تو محبوب کا منزل گاہ ہے — خدا کرے کہ ایام کی آفت سے خراب نہو

قصر دل افروز سے محل محبوب کی طرف کنایہ ہے جس سے متکلم نے اپنا دل مراد لیا ہے انس بمعنے محبوب یعنے ای میرے دل تو محبوب کی مقام کی جگہہ یا اوسکی منزل گاہ ہے اسلیے مین چاہتا ہون کہ خدائے لایزال زمانہ کی غلط اندازی سے کوئی آفت تجھپر نہ لاے اور تجھے ہمیشہ ہمیش آباد رکھے۔

دور ست سر آب درین بادیہ ہشدار — تا غول بیابان نفریبد بسرابت

ہوشیار رہ کہ اس میدان سے پانی دور ہے — تا کہ غول بیابانی تجھکو سراب سے دہوکہ ندے

غول بیابان جنون کی قسم سے ایک جن ہوتا ہے کہ مسافر کو راستہ سے بہکایا کرتا ہے سراب اوسکو کہتے ہین کہ پیاسے مسافرونکو دور سے ریت مثل پانی کے نظر آوے اور جب اوسکے پاس پہونچین تو معلوم ہو کہ یہ پانی نہین اسکو سراب بولتے ہین یہہ مشہور لفظ ہے یعنے اس بادیہ معرفت مین منزل مقصود دور ہے ہوشیار رہ کہین ایسا نہو کہ غول بیابانی (جن سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنکا ظاہر درست اور باطن بد ہو) تجھے سراب کا دہوکہ ندین اور ممکن ہے کہ اس غول بیابانی سے مکر نفس و شیطان مقصود ہون اس صورت مین بہی قریب وہی مطلب ہوگا یعنے ای عاشق راہ عشق مین قدم رکھکر ما حصل پر قناعت نکر اسلیے کہ ابہی منزل مقصود دور ہے چونکہ اس راہ مین مکر نفس اور شیطان وغیرہ کے بہت سے آفتین ہین مبادا وہ تجھے دغا و فریب سے دہوکہ دین اور تکمیل معرفت سے باز رکھین۔

صاحب سے کسی بات پر ناراض ہوکر اپنے والدین کے گھر کو چلی گئی تھی لکھی ہے اور اس خوشامدانہ طلبی کو اس غزل کا سب سے اخیر مصرع ظاہر کرتا ہے جو یہہ ہے کہ

خوابم بشد از دیدہ درین فکر جگر سوز　　کاغوش کہ شد منزل آسایش و خواب

اس فکر جگر سوز مین میری آنکھوں سے نیند اوڑ گئی　　کہ کون سے آغوش تیری منزل آسایش ہوئی ہے

یعنے ای محبوب جسوز سے کہ تو مجھسے دور ہو گیا میری آنکھون سے نیند اس فکر مین جاتی رہی کہ کونسے آغوش مین تو نے قیام پکڑا ہے اور کہان تیری جائے آسایش ہے یعنے مجھسے جدا ہو کر تو نے کس جگہہ ظہور کیا ہے۔

درویش نمی پرسی و ترسم کہ نباشد　　اندیشۂ آمرزش و پروائی صواب

تو فقیرونکو نہین پوچھتا مجھے ڈر ہے کہ　　تجھے فکر بخشش اور ثواب کی پروا نہین ہے

مطلب یہہ کہ تو فقیرونکی حال کی پرسش نہین کرتا یا اونکی حال زار کی طرف توجہہ نہین ہے مین ڈرتا ہون کہ شاید تیرے دلسے فکر بخشش اور پروای ثواب برطرف ہو گئی ہے کیونکہ ثواب کمانیوالے فقیرونکی حال پر مہربانی کیا کرتے ہین۔

راہ دل عشاق زد آن چشم خماری　　پیداست ازین شیوہ کہ مست است شراب

دل عشاق کی راہ کو اوسی چشم مست نے لوٹ لیا　　اس شیوہ سے ظاہر ہے کہ تیری شراب مست ہے

دوسرے مصرع کے معنون مین یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شراب جب خود مست نہین ہوتی بلکہ مست کرنیوالی ہوتی ہے تو شراب کو مست کیون کہا اسکا جواب یہہ ہے کہ شراب سے یہان وہی چشم معشوق مراد ہے جو پہلے مصرع مین آیا ہے چونکہ چشم محبوب مین ایک طرح کی مستی پائی جاتی ہے اسلئے اوسکو مست کہا گیا علاوہ اسکے گو شراب خود مست نہین ہوتی مگر اوسمین نشہ کی خاصیت تو ہے پس باعتبار اسکے کہ کسی چیز کی علت خود اوسکے قائم مقام سمجھی جائے شراب کو اوس صورت مین بھی مست کہنا بجا ہوگا کہ جب اوس سے چشم بھی مراد نہ لیجائے۔ راہ دل عشاق زدن بمعنے بیقرار ساختن دل را۔

تیری کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت　　تا باز چہ اندیشہ کند رای صوابت

وہ تیر کہ جو تونے میرے دلپر از غمزہ سے خالی گیا　　تو اب دیکھیں تیری صائب رائے کیا فکر لگاتی ہے

باتین کرکے معشوق کے خیال مین مستغرق ہوجا اسواسطے کہ ان تفکرات دنیا کا سوائے اسکے کوئی علاج نہین یہہ وہ دوا ہے کہ عشق محبت کے بندون نے تجربہ کرکے اس مرض کیلئے مقرر کرلی ہے اور اسیکی ساتہہ عملی موثر بہی ہوتی ہے۔

یک قصہ بیش نیست غم عشق وین عجب — از ہر کسی کہ می شنوم نا مکرر ست

غم عشق کا ایک قصہ ہی زیادہ نہین تعجب ہے — جس کسی سے کہ سنتا ہون مکرر نہین ہوتا

یعنے غم عشق وہی ایک قصہ ہے مگر تعجب یہہ ہے کہ جس کسی سے سنتا ہون وہ دوسری طور پر بیان کرتا ہے اور ہرگز تکرار نہین پائی جاتی ورنہ قاعدہ یہہ ہے کہ ایک ہی قصہ کو اگر دو شخص بیان کرین تو وہ مکرر ہوجائیگا گوشہ نشین گوشہ مین صومعہ دار صومعہ مین عابد لوگ مسجد مین عاشق خرابات مین اپنی اپنی دریافت کو ترجیح دیکر یہی ایک قصہ عشق مختلف طور پر بیان کرتے ہین چاہئے تو یہہ تھا کہ بیان مین تکرار ہوتی مگر جس سے سنو اوس سے نیا ہی مضمون معلوم ہوتا ہے۔

از آستان پیر مغان سر چرا کشم — دولت درین سرا و کشایش درین درست

پیر مغان کے آستانہ سے مین کسلئے سر کہینچون — اسی گہر مین دولت اور اس در مین کشایش رزق ہے

یعنے جبکہ دولت کونین وسعادت دارین پیر مغان کے در سے کہ جس سے مرشد کامل یا معشوق حقیقی مراد ہے وابستہ ہے تو کسلئے اس دروازہ سے الگ ہوکر محروم سعادت ہون بلکہ مجہکو لازم ہے کہ اپنا رخت اس در پر رکہہ کر یہین کا ہو رہون۔

دی وعدہ داد وصلم و در سر شراب داشت — امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سر ست

کل مجہسے وعدہ وصل کا کیا اور سر مین عشق رکہتا تہا — دیکہیں آج کیا کہتا ہے اور اوسکے خیال مین کیا آتا ہے

دی بمعنے روز گذشتہ جس سے یہان روز میثاق مراد ہے۔ وعدہ وصل ان فے الجنتہ لقاء اللہ للمومنین حق امروز سے مقصود نشاء دنیا مطلب یہہ کہ مجہسے محبوب حقیقی نے روز ازل مین جبکہ عشق کا سودا رکہتا تہا وصل کا وعدہ کرلیا ہے اب نہین معلوم کہ دنیا مین اوسکا ارادہ کیا ہے آیا وہ حسب وعدہ اپنے دیدار سے فیضان فرما کر اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے یا نہین چونکہ سعادت شقاوت اوسیکے اختیار مین ہے پس اہل سعادت دیدار سے فائز ہوتے ہین اور اہل شقاوت محروم مین نہین جانتا کہ حالت عنصری مین وہ مجہکو اہل سعادت مین سے قرار دیگا یا اہل شقاوت مین سے۔

تا در رہ پیری بچہ آئین روی ای دل . باری بغلط صرف شد ایام شبابت

ایدل دیکھین کہ تو بڑھاپے کی راستہ مین کس طریقہ سے چلتا ہی جبکہ تیری جوانی کے دن غفلت مین تمام ہوگئے

دل کے لئے تنبیہ ہے یعنے ایدل تو نے ایام جوانی کو غفلت اور سستی مین گذارا اب بڑھاپا آیا ہی دیکھین تو ان ایام پیری کو کیسے گذارتا ہے اور کیونکر بسر کرتا ہے

حافظ نہ غلامی ست کہ از خواجہ گریزد لطفے کن و باز آکہ خرابم ز عتابت

حافظ غلام نہین ہے کہ مالک سے بھاگے مہربانی کر اور لوٹ آ کہ تیری غصہ سے خراب حال ہو رہا ہون

مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین شعر ہذا کی تحریر کا سبب اسی غزل کے مطلع مین لکھ آیا ہون

باغ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر ست شمشاد سایہ پرور من از کہ کمتر ست

میری باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا حاجت ہی . میرا شمشاد سایہ پرور کس سے کم ہے

باغ سے وجود خود اور سرو صنوبر سے معشوقان مجازی مراد ہین۔ شمشاد سایہ پرور سے مقصود مرشد کامل یا شاہد حقیقی ہے مطلب یہہ کہ مجھکو معشوقان مجازی کی کیا ضرورت ہے جبکہ میرا شاہد حقیقی یا مرشد کامل اونسی کسیطرح کم نہین بلکہ ہر آئینہ باعتبار نہایت عظمت پاکیزگی اور جمال دلربائی کے بدرجہا بہتر اور خوشتر ہی پس اونکی مقابلہ مین باغ وجود کو کسی سرو و صنوبر کی حاجت نہین۔

ای نازنین پسر تو چہ مذہب گرفتہ کت خون ما حلال تر از شیر مادر ست

ای نازنین لڑکے تو نے کون مذہب اختیار کیا ہی کہ تجھے ہمارا خون شیر مادر سے زیادہ حلال ہی

یعنے ای محبوب میری تو نے کون سا مذہب اختیار کیا ہے کہ تو ہماری قتل کے درپے ہوا اور وصال سے سرفراز نہین کرتا۔ گویا ہمارا قتل تجھے شیر مادر سے زیادہ حلال ہے کہ اسطور پر بیباکانہ عشاق کا خون کرتا ہی جبکہ کسی مذہب مین خون حلال نہین قرار دیا گیا۔ نیز ممکن ہے کہ نازنین پسر سے بطور استہزا ناصح نصیحت گو مراد ہوا اور خون کرنے سے اوسکا نصیحت کرنا تصور کیا گیا ہو اگر یہ مان لیا جائے تو ادہر کے شعر سے ابکا ربط قایم ہو جائے گا اور مطلب بھی ٹھیک نکل آئے گا۔

چون نقش غم ز دور بہ بینی شراب خواہ تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر ست

جب تو علامت غم کو دور سے دیکھے تو شراب مانگ ہمنے تشخیص کرلیا ہی اور اسکی یہہ ہی دوا مقرر ہوئی ہے

یعنی ای عاشق اگر تجھپر حوادثات غم و الم اور تعلقات دنیوی ہجوم کرائین تو تجھکو چاہئے کہ عشق و محبت کی

نہ بدلنے والا ہی اور کبھی فنا نہو گا۔ اس اعتبار سے جب معشوق کو فنا نہین تو عاشق کو بہی فنا نہو گی۔

در کوی ما شکستہ دلی مینخرند و بس — بازار خود فروشی ازان سوی دیگرست

ہمارے کوچہ مین صرف شکستہ دلی ہی خریدی جا سکتی ہی — خود فروشی کا بازار یہان سے اور طرف ہی

اپنے نفس کو ہدایت ہی کہ ای عاشق بیچارے تو ہر وقت گرمجوشی عشق سے عظمت کا اظہار کیون کرتا ہے کوچہ عاشقی کو وہی لوگ خریدتے ہین یعنے عشق و محبت کرتے ہین کہ جو شکستہ دل ہون اور دل ہی نہ رکھتے ہون خود فروشی کا بازار اور طرف ہی بازار عشق مین عاشق سوائے شکستہ دلی کے اور کچہ نہین خرید سکتا۔ خود فروشی کی گنجایش یہان نہین ہے۔

نقل ہے کہ کسی بادشاہ کی بیٹی کا ہاتہہ ٹوٹ گیا اوسکے باندہنے کیواسطے جراح کو بلایا گیا خیر کہ جراح ایسا خوبصورت تھا کہ گو اوسنے ٹوٹے بازو کو تو پٹی باندہی مگر شہزادی کا عضو عضو اپنے عشق کی [illegible] ہو گئی چند روز مین جب اوسکے ہاتہہ کو آرام ہوگیا تو جراح نے آنا بند کر دیا [illegible] جسکو کچہ عشاق ہی سمجہہ سکتے ہین اچہا ہاتہہ کو آرام ہوا کہ [illegible] صورت کو ترس گئی اور نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگی مجبوراً اپنی راز دایہ کو بلا کر [illegible] بیان کیا اور اس کا علاج بہی پوچہا۔ اوسنے کہا کہ اسکا علاج اگر ہو سکتا ہے [illegible] پوچہا تجہہ بہی کیا گیا کہ شاہزادی نے ہاتہہ توڑ لیا اور تب [illegible] کا دیدار [illegible] کہ ہاتہہ توڑ کر معشوق پایا۔ لہذا دل جو تمام [illegible] کا بادشاہ ہے اگر [illegible] تو ہمین جا کر وصل محبوب حقیقی کی تمنا رکہے ورنہ ع

دماغ بیہودہ پخت خیال باطل بست [illegible] عاشق صادق کی ہمت شہزادی کی ہمت سے کسیطرح کم نہین ہو سکتی

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو — کش میوہ دلپذیرتر از شہد و شکرست

حافظ تیرا قلم بہی کیا عجب شاخ نبات ہے — کہ اوسکا میوہ شہد و شکر زیادہ دل پسند ہے

قلم کی صفت شاخ نبات [illegible] محبوبہ کا نام تہا شاخ قلم کا میوہ یعنے اشعار جو بہت کچہ دلچسپ ہین مطلب صاف [illegible] حافظ تیرے قلم سے وہ اشعار نکلتے ہین کہ جو شہد و شکر سے زیادہ شیرین ہین۔

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم — با پادشہ بگوی کہ روزی مقدرست

ہم فقر و قناعت کی ابرو نہین کہوتے — بادشہ سے کہو کہ رزق تو تقدیر کا ہی

کہتے ہین کہ ایک مرتبہ اوس زمانہ کی بادشاہ نے حافظ صاحب کو بلا یا تھا۔ حافظ صاحب خود تو نگئی مگر یہ شعر لکہکر بہیجدیا کہ ہم فقیر بادشاہونکی پاس جاکی سوائی فقر و صبر کی آبرو نہین کہوتے جبکہ روزی رازق کی ہاتہہ ہی تو ہمین بادشاہ کی کچہہ پروا نہین۔ شعر۔ در پہ شاہون کی نہین جاتی فقیر اللہ کے * سر جہان رکہتے ہین سب ہم وان قدم رکہتے نہین *

شیراز و آب رکنی و آن باد خوش نسیم — عیبش مکن کہ خال رخ ہفت کشورست

شہر شیراز نہر رکن آباد اور وہ ٹہنڈی ہوا — اوسکو عیب نہ لگا کہ ہفت اقلیم کی رخ کا خال ہی

ظاہری طور پر تو حافظ صاحب اپنی وطن شہر شیراز اور رکن آباد نامی نہر جو اوسمین تہی اوسکی کنارہ کی ٹہنڈی ٹہنڈی ہوا کو ہفت اقلیم کے رخ کا خال بتلاتے ہین گویا اپنی جائی سکونت کی تعریف کر رہی ہین۔ کہ وہ ساتون ولایت کی رخ کا تل ہی مگر باطنی اعتبار پر رکنا بادسی عشق اور خال سی زیبائی ہفت کشور سی تمام عالم مراد ہے اور مطلب یہہ ہی کہ ای میری وجود کی منکر جسمین سی عشق محبت کی نہر جاری ہے اور وہ انفاس جو کچہہ بہی ہوا ونکی طرح اوس سے نکل رہی ہین تو ایسی شی کو (وجود کو) حقارت سی نہ دیکہہ گو وہ حقیر ہے تاہم اوس سے تمام عالم کی زیبائش ہوتی ہی اور گویا وہ ہفت کشور کے رخ کا خال ہے۔

فرقست از آب خضر کہ ظلمات جای اوست — تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبرست

آب خضر سی فرق ہی کہ اوسکی جگہہ ظلمت ہے — ہماری آب سی کہ اوسکا مخرج اللہ اکبر ہے

آب سے عشق اور خضر سے مجازی عاشق مراد ہے ظلمات سے عبارت قالب عنصری کہ جو حقیقتاً کثیفت ہے۔ اللہ اکبر شیراز مین ایک پہاڑ کا نام ہے کہ اوس سے چشمہ جاری ہے بعض نے لکہا ہی کہ اللہ اکبر اوس چشمہ کا ہی نام ہے غرض کہ اس سے مقصود ذات بیچون یا لطیفہ زبان ہی کہ جو دل سے نکلتا ہی اور مطلب یہہ کہ ہمارا اور عاشقان مجازی کے عشقون مین بڑا تفاوت ہے اسلئی کہ مجازی عاشق صورتون کے عاشق ہوتے ہین جو محض کیفیت شئی سی مبنی ہین اور آخر مین سڑ گل کر خاک ہوجانیوالی ہین اور ہم ذات ایزد بیچون پر عاشق ہین جو سب کا

مقام عیش میسر نمیشود بے رنج   بلی بحکم بلا بستہ اند روز الست

بغیر رنج کے درجۂ عیش کا میسر نہین ہوتا   بلی کا عہد بلا کے حکم پر روز الست باندہا تھا

یعنے مقام عیش جو کہ وصل ہی بغیر رنج اوٹھائے میسر نہین ہوتا بمصداق اس مثل کے العشق تمام المحنۃ والبلا، عشق تمام محنتون اور مصیبتون کا سبب ہے لہذا وہ بلا کہ جو روز ازل کو قالو بلی کے اقرار سے اختیار کی گئی تہی مقام عیش تک پہونچا یگی. بلا سے بلاء عشق مراد ہی۔

بہست و نیست مرنجان ضمیر خوش می باش   کہ نیست ست سرانجام ہر کمال کہ ہست

موت حیات سی رنج نکر خوش دل رہ   کیونکہ انجام ہر کمال کا جو کہ موجود ہی نیستی ہی ہی

ہست نیست سی غنا یا فقر زیست یا موت مراد ہین اور دوسرا مصرع بکلی صعود ھبوط کے اعتبار پر کہ جو چیز پیدا ہوی ہی وہ مرنے کے لئے ہے اسبات پر دلیل ہے کہ اے مخاطب تو جینے کی خوشی اور موت کا غم نکر بلکہ ہر وقت خوش رہ کیونکہ یہ ضرور ہونیوالی ہین اور عارف وہی ہی جو ان باتون کی پرواہ نکرے۔

شکوہ آصفی و اسپ باد و منطق طیر   بباد رفت و ازان خواجہ ہیچ طرف نہ بست

دبدبۂ آصفی ہوا کی گہوڑی چڑیون کی بولی   بیکار گئی اوس سی خواجہ نے کوئی فائدہ نہ اوٹہایا

آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کا نام تہا مگر اسجگہہ شکوہ آصفی سے خود حضرت سلیمان کیطرف اشارہ ہے یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کہ جنکا تمام عالم مین دبدبہ تہا ہوا کی گہوڑی پر سوار ہوتے پرندون کی بولیان سمجھتے تھے نتیجہ مین سب برباد ہوگیا اور خواجہ کو یعنے سلیمان علیہ السلام کو اوس سے کچھہ نہین حاصل ہوا۔

ببال و پر مرو از رہ کہ تیر پرتابی   ہوا گرفت زمانی ولی بخاک نشست

بال و پر سے راہ مین نہ اوڑ کہ تیر چہوٹا ہوا   کچھہ دیر ہوا پر رہتا ہی لیکن پھر خاک پر آپڑتا ہے

بال و پر سے دنیا کا مال و جاہ مراد ہے پرتاب بمعنے پوری قوت سے تیر پہینکنا یعنے دنیا کے اسباب شوکت مین گمراہ اور مغرور اور اپنی عمر حیات فانی پر فریفتہ ست ہوگیا تو نہین دیکھتا کہ پرتاب کیا ہوا یعنے زور سی پہینکا ہوا تیر اگرچہ کچھہ دیر ہوا مین بلند پروازی کرتا ہی لیکن آخرکار پہر خاک ہی پر آگرتا ہی یہی تو اپنا حال سمجھہ کہ چند روزہ جوانی اور شوکت دنیوی جو تجھے مغرور کر رہی ہی ایکدن یہ بھی تیر کیطرح خاک پر آپڑیگی اور موت تجھکو مٹی مین ملائیگی۔

شگفتہ شد گل حمرا و گشت بلبل مست صلای سرخوشی ای عاشقان بادہ پرست

گل سرخ کہلا اور بلبل مست ہوا ای عاشقان بادہ پرست یہہ خوشخبری کی علامت ہے

معنوی طور پر گل حمرا سے ظہور مصنوعات و مشاہدات تجلیات مراد ہی بلبل سی عاشق کامل مطلب یہہ کہ عشق و محبت کا گل سرخ کہلا پس ای عاشقان بادہ پرست یہہ خوشخبری سنو اور دوڑ دوڑ کر شراب محبت پیو یعنے بلبل وار اپنی گل پر جس سی طلب حقیقت مقصود ہی نثار ہونے کو موجود ہو جاؤ

اساس توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود ببین کہ جام زجاجی چگونہ اش بشکست

توبہ کی بنیاد کہ جو مضبوطی مین پتھر کی طرح تھی دیکھہ کہ جام شیشہ نی اوسکو کسطرح توڑ ڈالا

جام و صراحی سے شراب یعنی ذکر سبب وارادہ مسبب جس سی عشق مراد ہے اور مطلب یہہ کہ میری توبہ جو مضبوطی مین پتھر سے کم نہ تھی۔ اور کسطرح بہ ٹوٹتی دیکھہ کہ وہ شیشہ کی صراحی کے ذریعہ سی جس کا کنایہ عشق کیطرف ہے آسانی سے ٹوٹ گئی یعنی مین نے شراب محبت بہر پینی شروع کر دی ہی شیشہ سی پتھر کا توڑنا قابل لحاظ ہے

بیار بادہ کہ در بارگاہ استغنا چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار و چہ مست

شراب لا کہ بے پرواہ سرکار مین کیا چوکیدار کیا شاہ کیا ہوشیار کیا مست (سب برابر ہین)

یعنے ای حافظ شراب نوشی مین جس سی عشق و محبت کی طرف کنایہ ہی کوشان رہ وہ عشق حقیقی ہو یا مجازی تو عشق کئی جا کیونکہ محبوب کی استغنا کے سامنی مومن و کافر فرمان بردار گناہگار نیک و بد سب برابر ہین کیونکہ وہ کسی کا محتاج نہین موافق آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ پس جس کسیکو سرفراز کرتا ہے بلا کسی سبب و علت کی سرفراز کرتا ہی اور جسکو پکڑتا ہی اوسکی واسطے بہی کسی ظاہری سبب کا ہونا ضروری نہین یہہ صرف اوسکی شان استغنائی و کبریائی ہے چاہی دم بہر مین فقیر کو بادشاہ کر دی چاہے چشم زدن مین شاہ کو گدا بنا دی

ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل رواق طاق معیشت چہ سر بلند و چہ پست

اس دو در کے مسافر خانہ سی جبکہ کوچ کی ضرورت ہی تو ایوان معیشت کیا اونچا کیا نیچا

رباط مسافر خانہ رباط دو در سیہ دنیا مراد ہی کیونکہ اسمین ایک در سی آنا دوسری سی جانا ہوا کرتا ہے یعنے جبکہ یہان سے جانا ضروری ہی تو آرام سی گذری یا تکلیف سے دونون برابر ہین اسواسطے کہ اس آرام و تکلیف کو بوجہہ اسکی کہ دنیا ناپائدار ہے کچہہ پائداری نہین۔

باندھا ہے اور سب تصورات جو عاشق کی آرزو کا مرکز ہوئے ہین ایک جگہہ بیان کردئے ہین۔

برو ای زاہد و بر دردکشان خردہ مگیر — کہ ندادند جز این تحفہ بما روز الست

ای زاہد جا بلاکشون پر عیب جوئی نکر — کہ ہمکو روز ازل مین اس تحفہ کے سوا اور کچھہ نہین دیا گیا

یعنے ای زاہد خشک یا ناصح جا اپنا کام کر عاشقون اور مصیبت زدون پر عیب نہ لگا کہ ہمکو ازل مین سوائے اس عشق و محبت کے تحفہ کے اور کچھہ عطا نہین فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہہ کہ عاشقون کو بلاکشی اور مصیبت روز میثاق کو ہی مل چکی ہے تیری عیب جوئی سے کچھہ نہین ہو سکتا۔

آنچہ او ریخت بہ پیمانہ ما نوشیدیم — اگر از خمر بہشت است و گر از بادہ مست

جو کچھہ اوسنے ہمارے پیالہ مین ڈالدیا ہمنے پی لیا — اگر شراب طہور ہو تو کیا اور جو شراب مست ہو تو کیا

اسلئے کہ اگر شراب بہشت جس سے عشق حقیقی مراد ہے اوسنے ہماری پیالہ (استعداد) مین اونڈیل دی تو پی گئی اور اگر شراب مست یعنی عشق مجازی دیا تو وہی لیا غرض جو کچھہ اوسی نے دیا اور روز اول ہی سے دیا ہے ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات قبول نہین کی۔

خندہ جام می و زلف گرہ گیر نگار — ای بسا توبہ کہ چون توبہ حافظ بشکست

جام شراب کی ہنسی اور معشوق کی زلف گرہگیر نے — ای مخاطب بہت سے لوگونکی توبہ کو حافظ کی توبہ کیطرح توڑ ڈالا

خندہ معنے تجلی جام مین روی محبوب زلف گرہگیر جذبہ عشق یعنے تجلی ایزدی اور جمال سرمدی کے جذبہ عشق نے صرف مجھہ ہی کو مبتلائے عشق نہین کیا بلکہ مجھہ ایسے بہت سے لوگونکو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

خدا چو صورت ابروی دلربای تو بست — کشاد کار من اندر کرشمہای تو بست

خدا نے جب تیری ابروی دلربا کی صورت پیدا کی — تو تیری کرشموں سے میری کار کشادگی کو وابستہ کیا

دلربا کا ... یعنے جس روز کہ خدائی تیری دلربا ابرو کی صورت بنائی تو اوسیوقت سے میری ... تیری کرشمون سے متعلق کیا خلاصہ یہہ کہ تیرا اور میرا تعلق ازل سے ہے کہ ... یہہ غزل حضرت رسول مقبول کی نعت مین ہے

مرا و سرو چمن را بخاک راہ نشاند — زمانہ تا قصب نرگس قبای تو بست

مجھکو اور سرو چمن کو ... — زمانہ نے جبکہ تیری نرگسی قبا کو ... کو باندھا

... زمانہ ... زمانہ ... انشاء اللہ تعالی مقصود ہے

زبان کلک تو حافظ چه شکر آن گوید — که تحفهٔ سخنش میبرند دست بدست

حافظ تیری زبان قلم اوسکا کیا شکر کرے — کہ لوگ اوسکی سخن کا تحفہ ہاتھون ہاتھ لیجاتی ہین

مطلب صاف ہی کہ ای حافظ تیری قلم کی زبان خدا کا شکر کیا ادا کرسکتی ہی کہ اوسکی لکھی ہوئی اشعار شائق ہاتھون ہاتھ لیجاتے ہین یعنے قدر کرتے ہین۔

زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب و مست — پیرهن چاک و غزل خوان و صراحی در دست

زلف پریشان عرقناک متبسم لب اور مست — پیرہن چاک غزل گاتا ہوا ہاتھہ مین صراحی

نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کنان — نیم شب مست ببالین من آمد بنشست

آنکھین لڑائی کرنیوالی اور اوسکی لب افسوس کرنیوالے — آدھی رات کو مست میری سرہانے آن کر بیٹھا

سر فرا گوش من آورد باواز حزین — گفت کای عاشق شوریدهٔ من خوابت هست

سر میری کان کی پاس لایا اور غمگین آواز سے — کہا کہ ای میری پریشان عاشق تجھکو نیند آگئی

عاشقی را که چنین بادهٔ شبگیر دهند — کافر عشق بود گر نبود باده پرست

جس عاشق کو کہ ایسے شبگیر شراب دین — اگر شراب نوش نہو تو کافر عشق ہے

یہہ ہر چہار شعر سلسلہ وار ہین لہذا ہم سب کا مطلب ایک جگہ بیان کرتے ہین یعنے میرا محبوب زلف پریشان کی ہوئی چہرہ پر عرق مست متبسم لب پیرہن دریدہ جھومتا جھامتا ہاتھہ مین صراحی غزل گاتا ہوا مخمور سرمگین آنکھین لب سے افسوس کرتا ہوا غرضکہ جتنی باتین معشوقون کی متعلق ہین اون سب کی ساتھہ آدھی رات کو کہ جو عارفون کے مشاہدہ کا وقت ہوتا ہے میرے سرہانی آکر بیٹھہ گیا اور اپنا منہہ میری کان کے قریب لاکر اور ملول آواز سے جو عموماً ایسے وقت معشوق بنا لیا کرتے ہین کہنے لگا کہ ای پرانے عاشق تجھکو ہماری عشق کا بڑا دعوی ہے اور اسوقت غافل سوتا ہی عاشقون کو نیند نہین آتی اونکی آنکھین تو محبوب کی انتظار مین ہمیشہ کھلی رہتی ہین پھر تو کیون سو گیا۔ جس عاشق کو بادہ شبگیر جس سے مشاہدات نیم شبی مقصود ہین پلادین اور وہ نہ پیے تو جانو کہ وہ کافر عشق ہے یعنے جس عاشق کو ایسے مشاہدات میسر ہون اور وہ اگر عشق مین ساعی نہو تو سمجھنا چاہیے کہ منکر عشق ہے مطلب یہہ کہ عشق سے محروم ہے اوسکو بوی عشق نہین پہونچی۔ ان شعرون مین حافظ صاحب نے مجازی کے پیرایہ مین حقیقی مشاہدہ کا سمان

اور اسکے حال زار پر توجہ فرما۔

توخود حیات دگر بودی ای زمان وصال — خطا نگر کہ دل امید در وفای تو بست

ای زمانہ وصال تو خود دوسری زندگی تھا — اس خطا کو دیکھ کہ دل نے تجھسے وفا کی امید باندھی

مطلب یہہ کہ ای زمانہ وصال تو زندگی کی طرح بیوفا تھا یعنے جس طرح کہ زندگی بیوفا ہوتی ہے اسیطرح تو بھی بیوفا نکلا تھوڑی دیر رہا تو اس اعتبار سے گویا بخیال بیوفائی تو خود دوسری زندگی تھا پس دل کی قصور پر غور کر کہ اوسنے تجھسے وفا کی امید رکھی یعنے دل نے غلطی کی اوسکو تجھسے ایسی امید نہ رکھنی چاہئی تھی۔

ہم از نسیم تو روزی کشایشی یابد — چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوای تو بست

تیری نسیم فضل سے کسی روز کشایش پائے گا — جس کسی نے غنچہ کی طرح دل کو تیری حرص کا پابند کیا

یعنے ای ذات پاک خدا جس عاشق نے کہ اپنا دل تیری عشق کی خیال مین غنچہ کی طرح باندھا وہ بھی کبھی تیری نسیم رحمت سے ضرور شگفتہ ہوگا۔

زدست جور تو گفتم ز شہر خواہم رفت — بخندہ گفت کہ حافظ برو کہ پای تو بست

مینے کہا تیری ظلم کیوجہہ سے شہر چھوڑ دونگا — ہنسکر جواب دیا کہ ای حافظ جا تیری پیر تو بندہی ہوئی ہین

ظاہری مطلب تو صاف ہے باطنی مین جور بمعنے محرومی وصال لیا جائے گا جو کہ عاشق پر بمنزلہ ظلم کی ہی سمجھنا چاہئے اگر اصلی معنے جور کے لئے جائین تو شاہد حقیقی کیواسطے ایسا لفظ ٹھیک نہین ہوگا دوسرا مصرع معشوق کی زبان سے ہے۔ یعنے جب مین نے کہا کہ ای محبوب مین تیری وصال سے محروم ہونیکی علت مین شہر چھوڑ دونگا تو اوسنے جواب دیا کہ جا تو کہان جائیگا تیری پاؤن عشق کی رسی سے بندہی ہین۔ یہہ گویا بطور استغنا کے ہے جو معشوق کی خاص صفت سمجھنی چاہئے۔

ای ہدہد صبا بسبا میفرستمت — بنگر کہ از کجا بکجا میفرستمت

ای ہدہد صبا مین تجھکو شہر سبا کو بھیجتا ہون — دیکھ کہ تجھے کہان سے کہان کو بھیجتا ہون

حیف است طایری چو تو در خاکدان دہر — زینجا بآشیان وفا میفرستمت

افسوس کہ تجھسا طائر اور یہہ خاکدان زمین — اس جگہہ سے مین تجھے آشیانہ وفا کو بھیجتا ہون

ہدہد صبا سے پیغام بر صبا مراد ہے۔ لکھا ہے کہ خواجہ علیہ الرحمۃ کا کوئی دوست بہت دور دراز مقام پر تھا

نرگسین قبا ایک قسم کی قبا کو کہتے ہین جسپر بیل بوٹے بنے ہوتے ہین اور قصب نرگسین قبا سے ذات مبارک آنحضرت کی طرف کنایہ ہی۔ یعنے جس روز سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات مبارک کو مبعوث فرمایا ہی اوس روز سے ہزارون سالکان طریقت جو آنجناب کی امیدوار ہین آپکی خاک راہ پر بیٹھے ہوے ہین۔

مرا و مرغ چمن را ز دل ببرد آرام — سحرگہان کہ دل ہر دو در نوای تو بست

میرے اور مرغ چمن کے دل سے آرام لے گیا — صبح کیوقت دونون کے دلونکو تیری آواز نے باندہا

یعنے میری اور مرغ چمن کی جس سے مرشد طریقت مراد ہی دونون کو صبح کیوقت تیری آواز نے بیقرار کیا یہہ آواز امتی امتی کی تہی جس سے عشق پایا جاتا تہا یعنی اوسی محبت نے ہماری دونونکے دلون کو اپنا مسخر کرلیا ہے۔

ز کار ما و دل غنچہ بس گرہ بکشود — نسیم صبح چو دل در رہ ہوای تو بست

غنچہ کے دل اور ہماری کام کی بہت سی گرہین کہلین — صبح کی ہوا نے جب دل تیری حرص کی راہ مین باندہا

مطلب یہہ کہ جب ہمارے مرشد طریقت نے تیری محبت مین اپنے دلکو باندہا یعنے تیرا عشق کیا تو ہمارا اور ہمارے دل کا کام بن گیا۔ بہت سی غم والم مثل خوف خاتمہ اور حشر ونشر جو کہ ہمارے دل پر طاری تہی اور جس سے ہم ڈرتے اور کانپتے تہی سب جاتی رہی۔ اور بہت سی دہشتون سے چہٹکارا ہوا۔

مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد — ولی چہ سود کہ سررشتہ در رضای تو بست

مجکو گردش چرخ نے تیری پابندی پر راضی کیا — لیکن کیا فائدہ کہ میرا سلسلہ تیری رضا سے باندہا

مطلب یہہ کہ گو گردش چرخ نے میرے تعلق کو دین نبوی کی مضبوط رسی سے جکڑ دیا لیکن ابھی دل اس سے کچہہ فائدہ نہین یہہ بے سود بات ہی اسواسطے اصل کاروبار کو خدا کی رضا سے تعلق ہے اور بلا اوسکی مرضی حاصل کیے ہوے کچہہ نہین ہوتا۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہین شعر آنکہ او درد بہبود نداشت + دیدن روی نبی سود نداشت۔

چو نافہ بر دل مسکین من گرہ مفگن — کہ عہد با سر زلف گرہ گشای تو بست

میری دل مسکین پر نافہ کی طرح گرہ نہ ڈال — کہ عہد سر زلف گرہ کشای تیری سے باندہا

یعنے میری دل پر نافہ کی طرح گرہ نہ ڈال اور پیچ وتاب وکشمکش ہجران مین نہ رکہہ کیونکہ اس بیچارہ نے تیری زلف سی جسکا اشارہ جذبہ عشق کی طرف ہے عہد ودوستی کرلیا ہے اسپر اپنا فضل وکرم کرہ

عالم پر چلتی رہتی ہی اپنی دعای خیر کا قافلہ تیری پاس روانہ کرتا ہون تاکہ تجھکو عاشق کے حال پر رحم آوی اور اپنی پاس بلائی۔

در روی خود تفرج صنع خدای کن　　کائینہ خدای نما میفرستمت

اپنی چہرہ مین خدا کی صنعت کو دیکھ　　کہ یہ آئینہ خدا نما مین تیری پاس بھیجتا ہون

گویا حافظ صاحب فرماتی ہین کہ ای مخاطب یعنی عاشق دلریش اگر تو چاہتا ہی کہ اوسکی معرفت کو پہونچے تو تجھے چاہئے کہ اول اپنی معرفت کو پہونچ کہ تیرا وجود مجمع الذات والصفات ہی اور جو کچھ دنیا مین ہی وہ اوسی دم سی وفی انفسکم افلا تبصرون اور اس مضمون کی کلام کو گویا مین بجائے آئینہ خدا نما کے تیری پاس بھیجتا ہون یعنی تجھے بتاتا ہون یاد دلاتا ہون کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔

تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب　　جان عزیز خود بفدا میفرستمت

تاکہ تیری غم کا لشکر ملک دل کو برباد نکرے　　اپنی جان عزیز کو تیری نذر کیلئے بھیجتا ہون

یعنی ای محبوب اسواسطے مین اپنی جان نذر کئے دیتا ہون کہ تیرا لشکر غم جس سی ہجران یا درد عشق مقصود ہے میری ملک دل کو برباد نکر ڈالی گویا عاشق کی ہجر جان بمنزلہ فدیہ کے ہے کہ جسکو لیکر لشکر غم بربادی دل سی دست بردار ہوجائے۔

ہر دم غمی فرست مراد بگو بناز　　کاین تحفہ از برای خدا میفرستمت

ہر دم مجھے غم دے اور ناز سے کہو　　کہ خدا کیلئے یہہ تحفہ تیری پاس بھیجتا ہون

مطلب صاف ہی تشریح طلب نہین معشوق کی عنایت کا اظہار ہی کہ وہ ہر وقت نیا غم دیتا اور اوسکو تحفہ بناکر قبول کراتا ہی

ای غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل　　میگویمت دعا و ثنا میفرستمت

ای نظر سی غائب کہ تو دل کا ہمنشین ہوتا ہی　　مین تیری تعریف کرتا ہون اور تجھے دعا دیتا ہون

یعنی ای وارد غیبی جب تو اس خاکدان کلبہ احزان عاشق سی آستان وفا کی طرف کہ جو معشوق کا مقام ہی پہونچے تو اس دعا گو کیجانب سی عرض کرنا کہ ای نظر سے دور اور دل سی قریب مین ہر حال مین تیرا ثنا خوان اور دعا کنندہ ہون کوئی دم تیری یاد سی خالی نہین گذرتا۔

اوس سے ملاقات ہوئی تھی تو آپ نے یہ غزل اوس دوست کو لکھی تھی اور چونکہ وہان تک پہونچنے والا کوئی قاصد نہ تھا اسلئے صبا کو پیغام بر بنایا ہے اور بعضی تواریخون مین ہے کہ یہہ غزل بہمنیہ خاندان کے بادشاہون سے کسی بادشاہ کیواسطے لکھکر بھیجی تھی جو آپکی ملاقات کا نہایت شائق اور آپکا معتقد تھا۔ مگر معنوی اعتبار سے ہد ہد صبا مرشد کی طرف اشارہ ہے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کنایہ واردات غیبی کی طرف ہو۔ سبا بلقیس کے شہر کا نام تھا جسکو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فتح کیا تھا اور ہد ہد نے اوس شہر اور بلقیس کے حال سے حضرت کو مطلع کیا تھا جسکا مفصل قصہ تفسیرون مین مذکور ہے۔ لیکن یہان سبا سے عالم معشوق مراد ہے اور مطلب یہہ کہ اے مرشد مین تجھے معشوق حقیقی کے عالم مین بھیجتا ہون تاکہ اوسکے حال سے تو بھے آگاہی دے اور دیکہہ کہ مین تجھے کہان سے کہان کو یعنے عالم کثیف سے عالم لطیف کو بھیجتا ہون بس وہان جا نہین تاخیر نکہ جب تو ہمارا حال محبوب سے عرض کریگا تو شاید وہ ہمپر رحم فرماکر وصال سے سرفراز کرے پھر کہتے ہین کہ تجھسے طائر بلند پرواز کا اس خاکدان دہر مین ہونا افسوس کی بات ہے لہذا مین تجھکو اس خاکدان سے آشیان وفا کی طرف کہ جس سے عبارت دیار معشوق ہے بھیجتا ہون دیار معشوق کو آشیان وفا اس غرض سے کہا گیا کہ وہ جگہہ عاشقون کی وفا کا مرجع ہے واضح ہو کہ خواجہ صاحب حالت جذبہ محبت مین مرشد کامل کو ہد ہد ... قرار دیکر بطور تصور عالم دنیا سے عالم اعلیٰ کی طرف بھیجتے ہین اس سے مرشد کی سوء ادبی خیال نہین کیجاسکتی بلکہ عاشق کا اشتیاق کا پتہ چلتا ہے کہ سیر طریقت محبوب حقیقی کا اس سے زیادہ حال بیان کرسے جیسا کہ کرتا ہے

> در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست ⁂ می بینمت عیان و دعا می فرستمت
>
> راہ عشق مین منزل دور و نزدیک نہین ہے ⁂ مین تجھکو عیان دیکھتا ہون اور دعا دیتا ہون

یعنے منزل عشق مین ظاہری طور پر کچھہ قرب و بعد نہین ہے بس اے محبوب مین تجھکو صاف طور پر دیکھتا ہون اور دعا بھی دیتا ہون اگرچہ عالم جسمانی کی قید مین تیری جناب سے دور ہون لیکن باطنی طور پر یہان ہون تیرے ساتھہ ہون اور تجھے دیکھتا ہون۔

> در صبح و شام قافلۂ از دعائے خیر ⁂ در صحبت شمال و صبا می فرستمت
>
> صبح و شام کو دعائے خیر کا قافلہ ⁂ باد صبا اور باد شمال کے ساتھہ تیرے پاس کو بھیجتا ہون

قافلہ دعائے خیر سے کثرت دعائے خیر مراد ہے۔ صبح و شام بمعنی علی الدوام۔ یعنے مین ہوا کے ہمراہ جو کہ طاقت

یعنے مرجاؤنگا تیرا دامن کبھی نچھوڑونگا۔

گر بایدم شدن سوی ہاروت بابلی صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت

اگر میرا جانا بابل کیطرف ہاروت کے پاس ہو تو سو طرح سے ساحری کرون تا کہ تجھکو لاؤن

بابل شہر کا نام ہے۔ حل لغات مین لکھا ہے کہ اوسجگہہ نمرود نے ایک عظیم الشان محل طیار کرایا تھا کہ کبھی مین کبھی اوسکی بلندی پانچہزار گز تھی اسنا اونچا بنانے سے نمرود کی یہہ غرض تھی کہ وہ ابراہیم کے خدا سے جنگ کرے۔ اتفاق سے ایسی تند ہوا چلی اور زلزلہ آیا کہ وہ بلند محل اوسکے صدمہ سے گر کر نیست و نابود ہوا اسی بابل کے کنوین مین ہاروت و ماروت دو فرشتہ بھی اسیر مین جو زمین پر سحر سیکھنے کے واسطے آئے تھے اور زہرہ پر عاشق ہو کر قید کر دیے گئے۔ مگر اس شعر مین ہاروت سے مرشد کامل اور بابل سے اوس کی جای سکونت مراد ہے۔ اور حافظ صاحب اپنے معشوق سے خطاب فرماتے ہین کہ اگر مین بابل مین ہاروت کے پاس پہونچون تو اوس سے سحر سیکھہ کر تجھپر ایسا جادو کرون کہ تو میرے پاس آجائے یعنے مرشد کامل کے ذریعہ سے تیرے ملنے کی تدبیر کرون۔

محراب ابروان بنما تا سحرگہی دست دعا برآرم و در گردن آرمت

ابرونکی محراب دکھا تا کہ صبح کے وقت ہاتھہ دعا کیلئے اوٹھا کر تیری گردن مین ڈالون

ابرو کا کنایہ مشاہدہ تجلی کی طرف ہے اور مطلب یہ کہ ای محبوب اگر تو مجھے اپنے وصل کے مرتبہ کو نہین پہونچاتا تو ذرا اپنا جلوہ تجلی ہی دکھا دے تا کہ صبح کے مشاہدہ کیوقت کہ جو دعا کا وقت ہوتا ہے مین دعا مانگون اور بذریعہ اوس دعا کے اپنا مدعا حاصل کرون۔

خواہم کہ پیش میرمت ای بیوفا طبیب بیمار باز پرس کہ در انتظارمت

ای بیوفا طبیب مین چاہتا ہون کہ تیرے سامنے مرون بیمار کو پوچھہ کہ تیری انتظار مین ہے

مطلب کہ ای معشوق بیوفا مین ہمیشہ اس قصد مین رہتا ہون کہ تیرے قدمونپر جان دون بس تو اپنے بیمار کا حال پوچھنے کیواسطے قدم رنجہ فرما کہ شب و روز اسی انتظار مین ہے کہ کب طبیب آوے اور کب مریض اوسکے سامنے مرے۔ واضح ہو کہ اگرچہ بیوفا کا لفظ ادب سے دور ہے لیکن چونکہ معشوق کا کاروبار عاشق کے موافق نہین ہوتا اس لحاظ سے اسکا لانا برا نہین۔

صد جوی آب بستہ ام از دیدہ در کنار بر بوی تخم مہر کہ در دل بکارمت

سو ندیان پانی کی آنکھہ سے بنائی ہین تخم محنت کے باعث جو کہ مین نے دل مین بویا ہے

تا مطربان ز شوق منت آگہی دہند — قول و غزل بساز و نوا میفرستمت

تاکہ مطرب تیری شوق سی تجہی مطلع کرین — کلام اور غزل ساز و نوا کیساتہہ بہیجتا ہون

اس جگہہ نوا معنی توشہ کے آیا ہی یا آواز کی معنون مین ہی کہ یہہ دلکش کلمات اور اچہی اچہی باتین جو سلسلہ نظم کی صورت مین مین تیری پاس بہیجتا ہون تاکہ میری مرنیکی بعد جو لوگ آیندہ اس فن کی قائم مقام ہون وہ ان اشعار کو پڑہ کر میرا شوق تیری سامنی اظہار کرین اور تجہی میری یاد دلادین۔

ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بمژدہ گفت — با درد صبر کن کہ دوا میفرستمت

ای ساقی آکہ ہاتف غیبی نی مجہکو خوشخبری دی ہی — درد سے صبر کر کہ مین دوا بہیجتا ہون

ساقی سی مراد مرشد ہی اور مطلب یہہ کہ ای مرشد تو کسواسطے مجہسی غافل ہی شراب عشق حقیقی پلا کیونکہ ہاتف غیبی نے مجہے خوشخبری سنائی ہی کہ صبر کر جلد تیری مرض کی دوا بہیجی جاتی ہی چونکہ اوس دوا سی مراد تو ہی ہی پس جلد آ اور احوال معشوق حقیقی بیان کر کی مجہکو بادہ محبت سی مسرور فرما۔

حافظ سرود مجلس ما ذکر خیر تست — تعجیل کن کہ اسپ و قبا میفرستمت

ای حافظ ہماری مجلس سرود مین تیرا ذکر خیر ہے — جلدی کر کہ گہوڑا او جوڑا تیری واسطی بہیجتا ہون

اسپ و قبا سی دوائی وصل یا نامہ پیغام مراد ہی اور مطلب یہہ کہ ای حافظ ہم اپنی مجلس سرود مین تیرا ذکر خیر ہمیشہ کرتی رہتی ہین تیری لئی دوائی وصل یا نامہ پیغام بہیجا جاتا ہی جلد آ اور اس مجمع حقانیت مین شریک ہو یہ شعر محبوب حقیقی کی زبان سی بیان کیا گیا ہی اور اس سی عاشق کی طلبی درگاہ حقیقی مین مقصود ہی۔

ای غائب از نظر بخدا میسپارمت — جانم بسوختی و بدل دوست دارمت

ای نظر سے دور مین تجہی خدا کو سونپتا ہون — تونی میرا دل جلایا مین تجہی دل سی دوست رکہتا ہون

یہ غزل قبض و ارادات یا جدائی مرشد مین لکہی گئی ہی۔ اور مطلب صاف ہی کہ ای نظر سے غائب مین تجہی خدا کو اسواسطے سونپتا ہون کہ میری جان تو اپنی فراق مین سوختہ کئی دیتا ہی درحالیکہ مین تجہی جان سے زیادہ عزیز رکہتا ہون۔ یعنی تیری بیوفائی سی بیزار ہو کر خدا نکرون تو کیا کرون۔

تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک — باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت

جبتک کہ مین خاک کی نیچے کفن نہ پہنون — یقین مت کر کہ تیری دامن کو چہوڑ دونگا

یعنی ای محبوب تو کبہی یقین نہ کر کہ مین تیری دامن کو مرنی سی پہلی چہوڑ دونگا جب تک کفن کا دامن نہ پکڑونگا

بجان خواجہ وحق قدیم وعہد درست | کہ مونس دم صبح دعاے دولت تست
خواجہ کی جان حق قدیم وعہد درست کی قسم | کہ صبح کو تیری دعا ہی دولت مونس ہوتی ہے

بجان کی با تسمیہ ہے خواجہ سے مراد حضور سرور کائنات حق قدیم بمعنے صحبت عالم اطلاق۔ عہد درست سے مقصود قالو بلےٰ یا یہہ کہ روز ازل کو اللہ تعالیٰ نے ارواح سے کہا کہ گلشن جہان مین جاکر صفات ایزدی کو ملاحظہ کرو اور ہماری جدائی سے غمگین مت ہو کہ ہم ہر وقت تمہاری ہمراہ ہونگے دم صبح وقت صبح جو دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اور مطلب یہہ کہ رسول مقبول کی روح پرفتوح اور اوس صحبت قدیم کی قسم کہ جو عالم اطلاق مین ہم تیرے ساتھہ رکھتے تھے اور نیز اوس عہد درست کی قسم کہ جو مینے تجھسے کیا تھا اور جیسے اب تک قایم ہین کہ ہر صبح کو ہماری مونس تیری دعائے دولت ہی ہوتی ہے یعنے ہم قسم کہاتے ہین کہ ہر روز صبح کو ہم ہوتے ہین اور تیری دعا گوئی

سرشک من کہ ز طوفان نوح دست ببرد | ز لوح سینہ نیارست نقش مہر تو شست
میرا سرشک چشم کہ جو طوفان نوح سے بازی لیگیا | سینہ کی تختی سے تیرا نقش محبت نہ دہو سکا

یعنی میرا سیل اشک جو طوفان نوح سے بہی بڑہ گیا اوس تیری نقش محبت کو جو میری لوح دل پر لکھا ہوا ہے نہ دہو سکا یعنی وہ نقش محبت اتنا پکا ہے کہ اوسکو طوفان نوح بہی نہ دہو سکے گا۔

بکن معاملہ واین دل شکستہ بخر | کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست
سودا کرا اور اس شکستہ دل کو خرید | کہ شکستگی کی ساتھہ سو ہزار درست دلوں سے سستا ہے

یعنی اے محبوب اس شکستہ دل کا سودا کر اور اسے خرید لے اسلئے کہ یہ ہمارا ٹوٹا ہوا دل لاکہہ سالم دلوں سے بہی سستا ہے چونکہ ثابت دل قابل قدر یا لایق تعریف نہین ہوتا اسلئے ایک شکستہ دل کے مقابلہ مین لاکہہ ثابت دل ارزان سمجھے جا سکتے ہین۔

شدم ز عشق تو شیدای کوہ و دشت و ہنوز | نمیکنی بترحم نطاق سلسلہ سست
مین تیری عشق کی بدولت کوہ و دشت کا شیدا ہوا ہون | ابہی تو ترحم سے کمر بند سلسلہ کو ڈہیلا نہین کرتا

نطاق بمعنے کمر بند و گہنڈی۔ یعنے اے محبوب مین تیری عشق کے ہاتہون کوہ و بیابان مین شیدا بنا پہرتا ہون ابہی تو سلسلہ بندش کو نہین توڑتا یعنے مجھکو اس بند سے آزاد نہین کرتا مقصود اس شعر کا موت کی طلب ہے۔

یعنی ای محبوب حقیقی تیری ہجر مین میری گریہ وزاری حد کو پہونچ گئی گویا ندیان پانی کی اوس کر جاری ہین اور یہہ سب اوسکی باعث ہی کہ تیری محبت کا تخم مین نی اپنی مزرعہ دل مین بولیا ہی یعنے تجہسے عشق پیدا کیا ہی۔

خونم بریز وز غم ہجرم خلاص کن | منت پذیر غمزہ خنجر گذار مست
میرا خون کر کہ غم ہجر سے رہائی پاؤن | مین تیری غمزہ کی خنجر کا منت پذیر ہو جاؤن
میگریم و مرادم ازین چشم اشکبار | تخم محبت است کہ در دل بکار مست
روتا ہون اور میری مراد اس چشم اشکبار سے | تخم محبت کا سینچنا ہی کہ جو مین نے دلمین بویا ہے

یعنی میری مراد اس گریہ وزاری اور اشکباری چشم سے صرف اوس تخم محبت کی سرسبزی کرنے ہے جو مین نے دل مین بویا ہی۔ خلاصہ یہہ کہ اس گریہ سے مراد گریہ محبت ہی کہ جو میری دلمین معشوق حقیقی کی ہر وقت جوش زن رہتی ہے

گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگری | آتش زنم دران دل و دیدہ برآرمست
اگر میری آنکہہ اور دل دوسری کا قصد کری | تو اوسمین آگ لگادون آنکہین اور دل کو نکالکر تیرے پاس بہیجون

یعنی اگر میری آنکہہ سوای تیری کسی دوسری کی دیدار کی خواہش کری یا دل اور کسی کی محبت کا دم بہری تو مین اوس آنکہہ اور دل کو نکالکر تیری پاس بہیجدون مطلب یہ کہ مین صرف تیرا ہی عاشق صادق ہون۔

بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل | در پات دمبدم گہر از دیدہ بارمست
اپنی کرم سی مجہی اپنی قریب بار دی تا کہ سوز دل سے | تیری قدمون پر دمبدم گہر اشک آنکہہ سی برساؤن

یعنی ای محبوب دلنواز کسی روز تو مجہسے اپنی قریب آنیکی اجازت دی تا کہ دمبدم سوز دل سی گہر ہای اشک تیری قدمون پر نثار کردون

حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست | فی الجملہ میکنی و فرو میگذار مست
ای حافظ شراب نوشی و معشوق پسندی اور رندی تیری وضع نہین ہے | تو جو تہوڑی بہت کرتا ہی مین تجہی معاف کرتا ہون

مطلب یہ کہ ای حافظ شراب خواری اور معشوق بازی اور رندی تیری وضع کے مناسب نہین ہے مگر چونکہ تو ان باتون مین حد سے نہین بڑہا ہے اور کمتر کرتا ہی لہذا سبقت رحمتی علی غضبی کی اعتبار سے مین تجہے معاف کرتا ہون۔

مرنج حافظ و از دلبران وفا مجوی گیاه باغ چه باشد چو این گیاه برست

ای حافظ معشوق سے رنجیدہ نہو اور وفا کم ڈہونڈہ باغ کی گہاس کیا چیز ہے جب گہاس اوگنی چاہیے

یعنی ای حافظ اگر تجہکو دعوی عشق ہی تو معشوقون سے وفا کی امید نہ رکہہ اور نہ اونکی اس بات سے رنجیدہ ہو کیونکہ باغ مین جہان عمدہ عمدہ پہول پتی ہوتی ہی وہان گہاس بہی ہوتی ہی اسیطرح معشوقون مین جہان تمام خوبیان ہوتی ہین وہان بیوفائی بہی ہوتی ہے اسکی کچہہ شکایت نہین کرنی چاہیے

خلوت گزیده را بتماشه چه حاجت ست چون کوی دوست هست بصحرا چه حاجت ست

خلوت گزین کو تماشہ کی کیا حاجت ہی جب کوئی یار موجود ہی تو صحرا کی کیا ضرورت ہی

مطلب یہہ کہ جو شخص تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہوا ہو اوسکو جہانگی تماشہ سے کیا سروکار ہی اور جب سب سے قطع تعلق کر کر بطلب یار گر کوئی محبوب کا مجاور بن بیٹہا اور اوسیکو اپنا مسکن قرار دیگا تو اوسے جنگل مین حیران و سرگردان پہرنیکی کچہہ ضرورت نہین۔

جانا بحاجتی که تراهست با خدای آخر دمی بپرس که ما را چه حاجت ست

ای جان اوس حاجت کی کہ جو تو خدا سے رکہتا ہی آخر کسیوقت تو پوچہہ لی کہ ہماری حاجت کیا ہی

یعنی ای جان مین تجہہ اوسی حاجت کی قسم دیتا ہون جو تو خدای عزوجل کی درگاہ مین رکہتا ہی کبہی مجہہ سے بہی تو پوچہہ کہ مین تجہسے کیا تمنا رکہتا ہون۔ اسمین یہ نکتہ ہی کہ حاجتمند کی حاجت کو حاجتمند ہی خوب جان سکتا ہی۔

ای پادشاه حسن خدا را بسوختیم آخر سوال کن که گدا را چه حاجت ست

ای شاہ حسن خدارا ہم جلے جاتے ہین کبہی تو پوچہہ کہ فقیر کی کیا حاجت ہے

مطلب یہ کہ ای شاہ حسن ہمارا خرمن ہستی تیری آتش فراق سے جلا جاتا ہی خدا کیلیے اگر تبہ تو پوچہہ لے کہ فقیر تجہسے کیا حاجت رکہتا ہی۔

ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست در حضرت کریم تقاضه چه حاجت ست

ہم اہل حاجت ہین مگر زبان سے سوال نہین کرتے درگاہ کریم مین تقاضہ کی کیا حاجت

یعنی ہرچند کہ ہم اہل حاجت ہون لیکن سوال نہین کیا اسواسطے حضرت کریم سے زبان سوال دراز کرنا بیفائدہ ہی جبکہ وہ خود تمام حاجتمندونکی تمناؤنکو پورا کردیتا ہی اور اوسے سبکی تمنائین معلوم ہین حضرت کریم سے مراد رسول کریم ہین۔

جام جهان نماست ضمیر منیر دوست اظهار احتیاج در آنجا چه حاجت ست

دوست کا روشن دل جام جہان نما ہے اظہار احتیاج کی اوس جگہہ کیا ضرورت

مطلب یہ کہ دوست کا روشن ضمیر دہ سبکے دلونکا حال اور اونکی حاجتین جانتا ہی پہر اوسکے سامنے حاجت ظاہر کرنیکی ضرورت نہین۔

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق   حوالتم بخرابات کرد روز نخست

مجھی خرابی پر ملامت نکر کہ مرشد عشق نے   روز ازل مین مجھے خرابات کے حوالہ کر دیا ہے

مخاطب اسکا ناصح نصیحت گو ہی مرشد عشق سے اللہ تعالیٰ مراد ہی خرابات کا کنایہ رندی و مستی کیطرف سمجھنا چاہئی یعنی ای ناصح تو مجھی عشق پر ملامت نکر اسواسطے کہ مرشد عشق نے روز ازل مین ہی مجھے عشق و محبت کے حوالہ کر دیا ہی۔

دلا طمع مبر از لطف بی نہایت دوست   چو لاف عشق زدی سر باز چابک و چست

ای دل دوست کی بی پایان لطف کا لالچ نکر   جو تو عشق کا دم بہرتا ہی تو چستی سی سر پر کہیل جا

مطلب یہ کہ ای دل تو لطف محبوب سے توامید منقطع نکر کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ بلکہ جب تو معشوق کی خوشی کا خواہان ہے اور دعوی عشق کرتا ہی تو سر کو مردانہ وار اوسکی راہ مین فدا کر دے۔

زبان مور بر آصف دراز گشت ازان   کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست

چونٹی کی زبان آصف پر اسلئے دراز ہوئی   کہ خواجہ نے جمشید کی انگوٹھی کہودی اور پہر اوسکو نہ ڈہونڈا

چونٹی حشرات الارض مین سے ایک ضعیف ترین مخلوق ہی جسکا اشارہ اسجگہہ نفس کیطرف ہوگا۔ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام تہا جسکا کنایا اس موقع پر روح کی جانب ہی۔ اور خواجہ سے بھی روح ہی مراد ہی جم حضرت سلیمان کیواسطے آیا ہی اور اس سی مراد حق سبحانہ تعالیٰ۔ خاتم سی عبارت معرفت الٰہی۔ اور مطلب یہ کہ نفس کی زبان روح پر اسواسطے چلی کہ روح نے معرفت الٰہی کو اس قالب عنصری مین آن کر ہاتہہ سی کہو دیا اور پہر اوسکی تلاش مین حیرانی نہ اوٹہائی۔ ظاہری مطلب صاف ہی کہ چونٹی نے باوجود ضعیف ہونے کے آصف وزیر پر زبان طعنہ دراز کی کہ ای آصف تونے حضرت سلیمان کی بیش قیمت انگوٹھی اپنی غفلت سی کہودی اور پہر اوسکے ڈہونڈہ نیکی تکلیف نہ اوٹہائی اسکا مفصل قصہ کتب سیر اور تفاسیر کلام مجید مین لکھا ہی۔ ہم اسجگہہ اوسکی تلمیح کی تمام و کمال طور پر ضرورت نہین سمجھتے۔

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست   کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

راستی مین کوشش کر کہ تیرے دم سی خورشید پیدا ہو   کہ صبح کاذب دروغ سے سیہ رو ہوئی ہے

مطلب یہ کہ راستی اختیار کر جہوٹ نہ بول تاکہ تیرے دم سے خورشید پیدا ہو صبح صادق کیطرح کہ صدق کے سبب اوسکے ساتھ آفتاب نکل آتا ہی برخلاف صبح کاذب کے کہ اوسکے جہوٹ کے باعث اوسکا چہرہ سیاہ ہوتا ہی یعنی صبح کاذب کے بعد پہر اندہیرا ہو جاتا ہی اور صبح صادق کے بعد سورج نکل آتا ہی پس یہی جہوٹ اور سچ کی شناخت ہی۔ دیکہنا چاہئے کہ صبح کی تعریف کو دو نون لفظ کیسے اچھی آئی ہین۔ صبح نخست صبح کاذب کو کہتے ہین۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

ہر وقت خوش کہ ہاتھہ آوے غنیمت جان کوئی نہین جانتا کہ انجام کار کیا ہوگا

مطلب یہ کہ کسی کو اپنے انجام کار کی خبر نہین کہ کیا ہوگا۔ پس ہر شخص کو لازم ہے کہ خدا کے الطاف پر نظر رکہے ہر وقت اور ہر حال مین خوش رہے جو کچہ ہی فراغ دلی نصیب ہو اوسکو غنیمت سمجہے یعنی حالت بیم و رجا قلب کو متفکر ہونے دے۔

پیوند عمر بستہ بموئیست ہوشدار غمخوار خویش باش غم روزگار چیست

ہوشیار ہو کہ عمر کا پیوند بال سی بندہا ہوا ہے اپنی غمخواری کر زمانہ کا غم کیا چیز ہے

عمر کا جوڑ بال سے بندہا ہوا ہے جسکے ٹوٹنے کا ہر وقت احتمال ہے یعنی زندگی بالکل قابل اعتبار نہین پس تجکو چاہئے کہ عقل کو کام فرما کر صرف اپنا غم کہا اور حصول معرفت مین سعی کر تیرے لئے زمانہ کا غم کہانا بیفائدہ ہے سب سے پہلے اپنی فکر کرنی چاہئے۔

راز درون پردہ ز رندان مست پرس ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست

پردہ کے اندر کا راز مست رندون سی پوچہ اے منکر پردہ دار سے کیا جہگڑا کرتا ہے

مست رندون سے عاشقان کامل اور پردہ دار سے اہل ظاہر مراد ہین۔ مطلب یہ کہ ای منکر تو اہل ظاہر سے معرفت الہی کا حال پوچہنے مین کیا ردقدح کرتا ہے یہ حال اہل باطن یا عاشقان کامل سے پوچہ۔ یعنی راز معرفت کو سوائے عارفون کے اور کوئی کیا جانے۔

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند ما دل بعشوہ کہ دہیم اختیار چیست

زاہد و مست دونون جبکہ ایک خاندان سے ہین ہم کسکی ادا پر دل دین ہمارا کیا اختیار ہے۔

مستور بمعنی عابد و زاہد۔ جبکہ عابد و زاہد صوفی و مست عاشق اور رند سب ایک قبیلہ سے ہین یعنی سب اوسی کے طالب ہین پس ہم کسکے طریق پر چلین اور کسکو اختیار کرین۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ اوسکا ملنا قسمت پر موقوف ٹہرا تو کہئے کہ ہمارا کیا اختیار ہے یعنی اسمین بہی اوسی کو اختیار ہے ہم بالکل مجبور ہین۔

سہو و خطای بندہ چو گیرند اعتبار معنی عفو رحمت پروردگار چیست

اگر بندہ کی سہو و خطا پر اعتبار کرتے ہین تو عفو رحمت پروردگار کے کیا معنی ہین

یہ شعر اوس حدیث کی تلمیح ہے اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءَ وَالنِّسْیَانَ ، فرمایا رسول خدا صلی اللہ

آن شد کہ بار منت ملاح بردمی | گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجتست
وہ وقت گیا کہ ملاح کا بار احسان اوٹھاؤن | جب گوہر ہاتھہ آگیا تو دریا کی کیا حاجت

ملاح سے مراد رقیب گوہر سے مقصود مرشد کامل دریا یعنی دریای عشق مطلب کہ وہ زمانہ گیا جبمین مرشد کامل کی طلب کیلئے رقیب کا بار احسان اوٹھاتا تھا اب جب خود میری ہاتھہ گوہر مقصود آگیا ہی یعنی دریای عشق مین مرشد کامل ملگیا تو رقیب کے بار احسان اوٹھانیکی ضرورت نہین۔

ای مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست | احباب حاضر اند باعدا چہ حاجتست
ای دشمن جا کہ میرا تجھسے کچھہ کام نہین | دوست حاضر ہین دشمنون کی کیا ضرورت

احباب سے مراد معشوق او راعدا سے مقصود منکر گو یہان جمع کا لفظ آیا ہی لیکن اوس سے مفرد مراد ہوگی اسلیئے کہ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس ایک دوست اور ایک دشمن بیٹھا ہو اور وہ کہے کہ مجھہ دوستون کا حاضر ہین دشمنون کا کیا کام تو اس کہنے سے وہی ایک دشمن اور وہی ایک دوست مراد ہوگا لہٰذا مطلب یہ ہی کہ ای مدعی منکر مجھے تجھسے کچھہ غرض نہین میرا دوست میری پاس موجود ہی جبکہ دوست کے ہوتے کسی کو دشمن کی ضرورت نہین ہوتی۔

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست | چون رخت از آن تست بیغما چہ حاجتست
لڑائی کی احتیاج نہین گر تو ہماری خون کا ارادہ کرے | جب یہ رخت تیرا اپنا ہی تو لوٹنے کی کیا ضرورت

یعنی ای محبوب من تو اگر میری جان لینا چاہی تو یہہ موجود ہی اور ایسا کرنے مین جنگ کی جس سے گفتگو مراد ہی ضرورت نہین کرین یہ التماس کرنا چاہتا ہون کہ جب میری جان تیری تحت و تصرف سے باہر نہین ہی اور تیری پابند ہی نہین سے تو آلسی بیباکانہ طور پر تو اوسکی تاخت و تاراج مین کیون کوشش کرے۔

ای عاشق گدا چو لب روح بخش یار | میداندت وظیفہ تقاضہ چہ حاجتست
ای فقیر عاشق جب یار کا لب جان بخش | تیرا ذکر کرتا ہی تو تقاضہ کی کیا ضرورت ہی

یعنی ای فقیر عاشق جب یار کا لب جان بخش جس سے لطف و کرم مقصود ہی تجکو جانتا اور تیرا ذکر کرتا رہتا ہی تو تیری تقاضہ طلب کی کیا ضرورت اور یہ بیقراری تجھے کیا نفع دیگی۔

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیان شود | با مدعی نزاع و محابا چہ حاجتست
حافظ قصہ ختم کر کہ ہنر خود بخود عیان ہو جاتا ہے | دشمن سے جھگڑا اور لڑائی کی کیا حاجت

معنی ظاہر کہ ای حافظ منکر دشمن سے جھگڑا قصہ کرنیکی ضرورت نہین ہی ہنر خود بخود عیان ہو جاتا ہی تیرا ہنر ہی تیری شہرت کیواسطی کافی ہی۔

خوشتر ز عیش و صحبت باغ و بہار چیست | ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست
صحبت باغ و بہار کے عیش سے زیادہ کیا چیز ہے | ساقی کہان ہی بتلاؤ کہ انتظار کی وجہہ کیا ہے

باغ کا کنایہ دل کیطرف ہے بہار یعنی گل جس سے مرشد کامل کا مشاہدات مراد ہین ساقی سے مرشد کامل یا وعدہ الٰہی یا جذبہ عشق مقصود ہی مطلب یہہ کہ صحبت باغ جس سے مراد قلب دل اور تماشائی بہار جس سے مشاہدات مقصود ہین اس سے زیادہ کون عیش ہی کہ مین جسکی درپی ہون و چونکہ یہ عیش شراب نوشی پر منحصر ہی اور شراب نوشی بلا ساقی کی مدد کے ممکن نہین اسلیئے ساقی کہان ہی اور بتلاؤ کہ انتظار کی وجہہ کیا ہے۔

یعنی ای محبوب تو خلق و کرم کے لئے ہر شہر میں بلکہ تمام عالم میں مشہور ہے مگر افسوس کہ غریب عاشقوں کے
کام میں عجیب تاخیر کرتا ہے اور کسی طرح اونکی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ تاخیر تیری ذات والا صفات سے عجیب معلوم ہوتی ہے

میچکد شیر ہنوز از لب ہمچون شکرش　　گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست

لب شکر فشان سے ابھی دودہ ہی ٹپکتا ہے　　اگرچہ عشوہ گری میں اسکی ہر پلک قاتل ہے

قاتل اسم فاعل اور قتال صیغہ فعّال التفضیل ہے یعنی بڑا قتل کرنیوالا۔ ظاہری مطلب صاف ہے باطنی اعتبار
شیر لطف رحمت و عشوہ گری کمال استغنا کے معنی استعمال ہوی ہیں۔ مطلب یہ کہ شیر لطف و رحمت اوسکے
لب شکر ریز سے ٹپکتا ہے یعنی ظاہر ہوتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ ۔ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ
وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ اگرچہ کمال استغنا سے اوسکی ہر مژہ جس سے صفت مراد
ہوسکتی ہے قتال ہے یعنی اوسکا ہر اشارہ سالک کی فنا پر دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔
وَ اللّٰہُ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ۔ وَ اللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ یہ سب اوسکی
کمال لطف و مہربانی ہے۔

بعد از اینم نبود شائبہ در جوہر فرد　　کہ دہان تو درین نکتہ خوش استدلالیست

بعد ازیں مجھے جوہر فرد میں شک نہیں رہا　　کہ تیرا دہن اس باریکی کی اچھی دلیل ہے

جوہر فرد اوس جز سے عبارت ہے کہ جسکو متکلمین جز لایتجزی کہتے ہیں۔ جز لایتجزی کے معنی یہ ہیں کہ وہ ٹکڑا
جسکے اور ٹکڑے نہو سکیں مثلاً سرمہ کہ بہت باریک ہو کر جب آنکھوں میں لگانیکی قابل ہوجاے تو کہا جائیگا کہ
اوسکے اجزا لایتجزی ہوگئے یعنی اوسکی ریزے اتنی باریک ہوگئی اب پسنے کی قابل نہیں ہے۔ پس فلاسفروں کا
ایک فریق اس بات پر ہے کہ اب سرمہ کے اجزا کے اور جز نہیں بن سکتے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اوسکے اور جز بھی
بن سکتے ہیں لیکن دراصل ہماری آلے اونکو اس سے زیادہ باریک نہیں بنا سکتے۔ ان آلوں کا کام تو اسقدر
باریک کر دینا تہا اب وہ اوزار کہاں سے آئیں کہ جو ان باریک ریزوں سے زیادہ باریک ریزے بنا سکیں
یہ ایک ایسی بحث ہے جو کبھی ختم ہی نہوگی۔ حقیقتاً اول الذکر قیاس کہ تقسیم جز لایتجزی محال ہے صحیح معلوم ہوتا ہے
کیونکہ اکثر علما اس طرف ہیں۔ چونکہ شعرا دہن کو باریک نقطہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں لہذا خواجہ صاحب
فرماتے ہیں کہ اب جوہر فرد کے غیر منقسم ہونے میں شک نہیں رہا اسلئے کہ تیرا دہن اس باریکی کی ثبوت کی پوری
دلیل ہے اگر وہ دکھائی دیسکتا تو جوہر فرد میں تقسیم ہونی ممکن تھی اب پس یہ شعر گویا معشوق کی تنگی دہن کے

علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالی میری امت کی خطا و قصور سے درگذر کرتا ہے۔ پس اگر عاشق کی خطا و قصور کا معشوق سکے نزدیک اعتبار نہیں ہی تو بتلاؤ کہ عفو رحمت اور آمرزگاری کے کیا معنی ہیں۔

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست

زاہد شراب کوثر کو اور حافظ پیالہ کو چاہتا ہے لیکن دیکھیے کہ کردگار کی مرضی کیا چاہتی ہے

پیالہ سے مراد پیالہ شراب عشق و محبت ہی اور مطلب یہ کہ زاہد زہد و تقوی اور صلاح کاری کو پسند کرتا ہی اور حافظ عشق و محبت کا دلدادہ ہی دونوں یہ کام وصال الہی کے واسطے کر رہی ہیں مگر دیکھیے کہ اوسکی کیا مرضی ہی اور وہ کسکو پسند کرتا ہے یعنی نہیں معلوم کہ وصال محبوب حقیقی زاہد کو ہوگا یا حافظ کو۔

ماہم این ہفتہ شد از شہر حبیبم سالیست حال ہجران تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست

میرا معشوق شہر سی اس ہفتہ گیا ہی مجھی ایک برس معلوم ہوتا ہے تو ہجران کی حال کو کیا جانی کہ کیا مشکل حال ہے

شہر عربی میں مہینہ کو کہتے ہیں اس اعتبار سی شعر ہذا میں ماہ اور شہر اور سال و ہفتہ کی رعایتیں قابل غور ہیں یہ غزل بحالت ہجر محبوب میں لکھی گئی ہی اور مطلب صرف یہ ہی کہ میری معشوق کو اس شہر سے گئی ہوی ایک ہفتہ ہوا ہی مگر میری آنکھوں کو یہ ہفتہ ایک سال کی برابر گذرا وصل کے مہینے گہڑیوں کی طرح گذر جاتے ہیں اور ہجر کی گہڑیان عاشق کے لئی سال معلوم ہوتی ہیں۔ پس ای مخاطب تجکو اس مشکل حال یعنی ہجر کے حال کی کیا خبر ہے کہ حال کیسا مشکل ہوتا ہے۔

مردم دیدہ ز لطف رخ او در رخ او عکس خود دید گمان کرد کہ مشکین خالیست

آنکہونکی پتلی نے اوسکے رخ کے لطف سی اوسمین عکس اپنا دیکھا اور گمان کرلیا کہ یہ سیاہ تل ہے

یعنی آنکہوں کی پتلی نے رخ معشوق میں جو کہ صفائی اور لطافت رکھتا تہا اپنے عکس کا سایہ دیکھ لیا اور اوس اپنے عکس کو غلطی سے رخ محبوب پر تل قرار دیا۔ حالانکہ یہ غلطی تھی رخ محبوب پر وہ تل نہیں تہا بلکہ خود سیاہ پتلی کا سایہ تہا۔ اسکو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عارف کامل نے تجلیات میں جو کہ صاف اور لطیف تہیں اپنا ہی عکس دیکھکر اوسکو ذات حق سمجھ لیا در اصل وہ ذات حق نہ تہی بلکہ خود اوسیکا عکس تہا۔ اس صورت میں مردم دیدہ سے عارف رخ سے تجلیات مشکین خال سے ذات حق مراد لیجاویگی۔

ای کہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر وہ کہ در کار غریبان عجبت اہمالیست

ای محبوب تو کرم کیواسطے ہر شہر میں انگشت نما ہی افسوس کہ غریبوں کی کام میں عجیب تاخیر کرتا ہی

نا گشودہ گل نقاب آہنگ رحلت ساز کرد ۔ نالہ کن بلبل کہ گلبانگ دل افگاران خوش است

گل نقاب ناگشودہ نے ارادہ رحلت کا کیا ۔ ای بلبل نالہ کر کہ دل افگاروں کی فریاد اچھی ہوتی ہے

گل ناگشودہ نقاب ۔ وہ پہول کہ ہنوز کہلا نہو ۔ گل مرشد بلبل یعنی مسترشد ہے مطلب یہ کہ ہنوز اوس محبوب نے نقاب بہی نہ کہولی تہی یعنی کما حقہ اپنا جلوہ بہی نہ دکہلایا کہ رحلت کا ارادہ کر دیا ای عاشق بیکس رو کیونکہ دل افگاروں کی فریاد سنی جاتی ہے اور ضرور قبول ہوتی ہے شاید کہ اوسکی جانہیں توقف ہو ۔ البکاء متصل المرادات رونا بہی حصول مرادات کا ذریعہ ہے ۔ کہتے ہین کہ حافظ صاحب نے یہ شعر اپنے پیر کے سخت مرض کی حالت مین تصنیف فرمایا تہا ۔

بیت

مرغ شبخوان را بشارت باد کاندر راہ عشق ۔ دوست را با نالۂ شبہای بیداران خوش است

رات کو پڑہنے والے پرند کو خوشخبری ہو کہ راہ عشق مین ۔ دوست شب بیداروں کی نالہ سے خوش ہوتا ہے

مرغ شبخوان سے عاشق شب بیدار ۔ اور دوست سے محبوب حقیقی مراد ہے یعنی عاشقان شب بیدار کو خوشخبری ہونی چاہئے کہ دوست حقیقی رات کو اُسکی خوف سے رونیوالوں اور شب بیداروں سے خوش ہوتا ہے ۔

بیت

گرچہ در بازار دہر از خوشدلی جز نام نیست ۔ شیوۂ رندی و خوش باشی عیاران خوش است

اگرچہ بازار دنیا مین نام کے سوا خوشدلی کوئی چیز نہین ۔ عیاران کا شیوہ رندی اور خوش باشی اچہا ہے

مطلب یہ کہ اگرچہ دنیا مین خوشدلی کا نام نہین پایا جا سکتا یعنی خوشدلی عنقا صفت ہو رہی ہے لیکن عیاروں کا شعار جو کہ رندی اور خوشی گذرانے ہی وہ بہی اچہا ہے ۔

بیت

از زبان سوسن این آوازہ ام آمد بگوش ۔ کاندرین دہر کہن کار سبکساران خوش است

سوسن کی زبان سے میرے کان مین یہ آواز آئی ۔ کہ اس دہر کہن مین سبکساروں کا کام اچہا ہوتا ہے

سوسن کا پہول بہت نازک اور مختصر ہوتا ہے مگر یہان سوسن سے مراد عارف کامل ہے یعنی عارف کامل کی زبان سے مین نے یہ بات سنی کہ اس دنیائے کہن مین بے تعلق رندانہ پہرے مین جو تمام جہگڑے بکہیڑوں سے پاک صاف ہلکے ہلکے سدہار جاتے ہین ۔

بیت

حافظا ترک جہان گفتن طریق خوشدلیست ۔ تا نپنداری کہ احوال جہانداران خوش است

ای حافظ جہان کو چہوڑنا خوشدلی کا طریق ہے ۔ کہین تو یہ نہ سمجہ لیجو کہ جہان والوں کا حال اچہا ہے

مطلب صاف ہے توضیح طلب نہین ہے اس شعر سے ترک دنیا کی ہدایت مقصود ہے ۔

وصف مین ہی اور اسکو جوہر فرد کی بحث مین صرف اسی غرض سے لائے ہین۔

مژدہ دادند کہ بر ما گذری خواہی کرد نیت خیر مگردان کہ مبارک فالیست

لوگ مژدہ دیتے ہین کہ تو ہماری پاس ہوکر گذریگا نیک نیتی کو مت بدل کہ یہ فال مبارک ہی

یعنی لوگ میرے پاس مژدہ لائے ہین کہ تو آئیگا پس اللہ تعالی اس توفیق کو تیرا رفیق بنائے کہ تو ہم غریبون کے پاس ہوکر گذرے مگر تو اس اپنے ٹھیک ارادہ کو لوٹ نہ دیجیو کیونکہ یہ فال مبارک ہی کہین ایسا نہو کہ تو بیچ ارادہ کو پلٹ دے۔

کوہ اندوہ فراقت بچہ حیلت بکشد حافظ خستہ کہ از نالہ تنش چون نالیست

اندوہ فراق کا پہاڑ حافظ خستہ کس بہانہ سی اوٹھائے کہ نالہ کے سبب اوسکا جسم مثل نال کے ہی

نال مشہور لفظ ہی یعنی وہ چیز جو اندر سے خالی ہو اور مطلب صاف ہی کہ حافظ تیرے فراق کے صدمونسی کھکل ہوگیا ہی اور آیندہ وہ ان غمون اور رنجون کے پہاڑ کو کس جسم سے اوٹھائے جبکہ اوسین بالکل طاقت نہین رہی۔ نال اوس باریک رگ کو بھی کہتے ہین کہ جو قلم کے اندر سے نکلتی ہے۔

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش است وقت گل خوش باد کزوی وقت میخواران خوش است

صحن باغ ذوق بخش ہی اور صحبت یارونکی اچھی ہی گل کا وقت خوش ہوجیو کہ اوس سے میخوارونکا وقت خوش ہی

ظاہری مطلب یہ ہی کہ صحن باغ بسبب گل تر ذوق بخش ہو رہا ہی جس سی یارونکی صحبت اچھی معلوم ہوتی ہی پس گل کا وقت خوش ہوجیو کہ جسکے ذریعہ سی یہ سب حاصل ہوا۔ مگر حقیقی کے اعتبار سی صحن بستان بمعنی تجلیات اور یاران بمعنی نفس و جسد آیا ہی گل سے مرشد اور میخوارون سے عاشقان صادق مراد ہین۔ یعنی مرشد کے دم سے یاران طریقت کی صحبت اچھی معلوم ہوئی اوسکا وقت خوش ہوجیو کہ جسنے عاشقان حقیقی کا وقت اپنی فیض نامتناہی سے خوش کیا۔

از صبا ہر دم مشام جان ما خوش میشود آری آری طیب انفاس ہواداران خوش است

ہمارا مشام جان صبا سے ہر دم خوش ہوتا ہے ہان ہان ہوادارونکی انفاس کی خوشبو اچھی ہے

صبا سے مرشد طیب سے خوشی ہواداروں سے عاشقان الہی مراد ہین۔ یعنی ہمین بسبب حصول صحبت مرشد اور سماعات حقایق کی سننے سی ہر وقت خوشی و خرمی ہوتی رہتی ہے کیونکہ عاشقان صادق کی انفاس کی خوشی اور فرحت سی معلوم ہین ہمارے مشام جان کے لئے ہر دم فرحت بخش ہین۔

یعنی جب معشوق محفل سے اوٹھہ گیا تو دوستون کے دل کی شمع اوسکی جدائی سے گل ہوگئی اور جب
بیٹھا تو دیکھنے والون کے فغان زیادہ ہوے مطلب یہ کہ جب معشوق نے جانیکا ارادہ کیا تو عاشق
بیخود ہوگئے یا مرگئے اور جب محفل مین بیٹھ گیا تو غایت خوشی سے عاشقون مین بیقراری اور شور وفغان
بلند ہونے لگا۔ غرضکہ اوسکا جانا بہی مصیبت اور رہنا بہی آفت عاشقون کو کسی وقت چین نہین آتا

شعر دو گونہ رنج وعذاب ست جان مجنون را۔ بلای صحبت لیلی وفرقت لیلی ست

گر غالیہ خوشبو شد در گیسوی او آویخت — در وسمہ کمان کش شد با ابروی او پیوست

اگر غالیہ خوشبو ہوا تو اوسکے گیسو مین لپٹا — اور جو وسمہ کمان کش ہوا او سکے ابرو سے ملا

مطلب یہ کہ اگر غالیہ اسلام خوشبو ہوکر طالبون کے دماغ کو معطر بناتا ہی تو یہ اوسکے گیسوی جس سے
مراد شاہد دنیا ہے متعلق ہے۔ اور وسمہ جو کہ نیلا رنگ ہونے کے باعث متعلق بسیاہی کفر ہے
وہ ابروے محبوب سے نسبت رکہتا ہی لہذا ہر دو صفتین اوسی کی طرف منسوب ہوکر مظہر جمال وجلال سمجھنے چاہئین

باز آی کہ باز آید عمر شدہ حافظ — ہرچند کہ ناید باز تیری کہ بشد از شست

تو لوٹ آ کہ حافظ کی عمر بہی پہر آوے — ہرچند کہ شست سے گیا ہوا تیر پہر نہین لوٹتا

فارسی مثل ہے کہ تیر از کمان جستہ ووقت از دست رفتہ باز نمی آید۔ لہذا حافظ صاحب کہتے ہین کہ ای
معشوق تو پہر آ تا کہ حافظ کی عمر رفتہ بہی لوٹ آئے باوجودیکہ کمان سے نکلا ہوا تیر اور ہاتہہ سے گیا ہوا
وقت پہر نہین لوٹتا لیکن چونکہ معشوق کو جان کہتے ہین اس اعتبار سے اگر معشوق لوٹا تو جان آگئی
اور جان آئی تو عمر دوبارہ پہر آئی۔

گل در بر و می بر کف معشوقہ بکام است — سلطان جہانم بچنین روز غلام است

گل بغل مین شراب ہاتہہ پر معشوقہ کام مین ہے — جہان کا بادشاہ اس روز میرا غلام ہی

گل در بر سے کنایہ حصول مشاہدات تجلیات می بر کف کا اشارہ عشق ومحبت حاصل کرلینا معشوقہ
سے مراد مرشد یا محبوب حقیقی۔ باقی مطلب صاف ہی کہ جب میرا مرتبہ اسقدر بلند ہی کہ یہ تینون باتین مجہی
حاصل ہین تو اگر بادشاہ کو میرا غلام کہا جای تو کچہ بیجا نہین۔ شاہ وغلام کی رعایت ظاہر ہے۔

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب — در مجلس ما ماہ رخ دوست تمام است

کہو کہ آج کی رات اس بزم مین شمع نہ لاؤ — ہماری مجلس مین یار کا چاند سا چہرہ کافی ہی

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست — مست از می و میخواران از نرگس مستش مست
دیر مغان میں میرا یار پیالہ ہاتھ میں لئے ہوے آیا — شراب سے مست اور میخوار لوگ اوسکی چشم مست سے مست ہوے

از نعل سمند او شکل مہ نو پیدا — وز قد بلند او بالای صنوبر پست
اوسکے اسپ کے نعل سے ماہ نو کی شکل بنی — اور اوسکے بلند قد سے صنوبر کی خوبی پست ہوی

ظاہری طور پر پہلا شعر میں تصورات اور دوسری میں معشوق کی توصیف بیان کی گئی ہے مگر باطنی اعتبار سے دیر مغان تجلی اسم الواسع سے عبارت ہے جو فنا کی صورت رکھتا ہے۔ یار سے مراد محبوب حقیقی قدح در دست سے اوسطرف کو اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ خود عشق کی شراب عاشقان صادق کو پلاتا ہے اسلئے بعض مقام پر لفظ ساقی سے بھی تعبیر کیا ہے می بمعنی کبریائی نرگس مست سے بطور استغنا کے ذات واحد مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ محبوب عاشق لوگ اوسکے دیکھنے کے خیال میں واله و شیدا ہیں درحالیکہ ہم ہر حالت محبت اور فنا کی طاری ہے۔ وہ ایسا محبوب کہ ہلال باوجود اس حسن و جمال کے اوسکے گھوڑے کے نعل کی طرح ہے اگر سرو صنوبر سے معشوقان ظاہری مراد لئے جاویں تو یہ مطلب ہوگا کہ معشوقان صوری و مجازی اوسکے مقابلہ میں یا ہم نعل کے نقش کی مانند ہیں جو سوار کے گھوڑے کے سم سے بنا ہو۔

آخر چہ بگویم ہست از خود خبرم چون نیست — وز بہر چہ گویم نیست با او نظرم چون ہست
آخر کس لئے کہوں کہ ہے جب مجھے خود خبر ہی کہ نہیں ہے — اور کسواسطے کہوں کہ نہیں ہے جب اوسپر میری نظر اوسپر ہے

پہلے مصرع میں ہست اور نیست کا اشارہ اپنے وجود کی طرف ہے یعنی کسواسطے کہوں کہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں یا مجھے میری خبر ہے اور دوسری مصرع کا یہ مطلب ہے کہ میری نظر معشوق حقیقی پر پڑتی ہے پھر میں کسلئے کہدون کہ وہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس شعر میں بندہ کی فنا اور خدا کی بقا کا ذکر کیا گیا ہے۔

چون شمع وجود من شب تا بسحر خود را — میسوخت چو پروانہ تا روز بپا بنشست
پھر وجود نے اپنے کو شمع کی طرح شب سے سحر تک — پروانہ کی مانند جلایا اور دن تک نہی گل ہوا

یعنی ہمارا وجود کہ جو عشاقوں کی محفل اور شمع کی مانند ہے محبت و فنا کی شب ہے لیکر بقا کی سحر تک پروانہ وار جلتا رہا اور کبھی گل نہوا۔ شمع اور نشستن اور پروانہ کو سوختن کے الفاظ سے تشبیہ دی ہے۔

شمع دل دمسازان بنشست چو او برخاست — افغان نظربازان برخاست چو او بنشست
دمسازوں کے دل کی شمع گل ہوی جب وہ اوٹھا — نظرباز فریاد کرنے لگے جب وہ بیٹھا

لطف الہی جس سے عشق مراد ہی یعنی ای محتسب زہد و ورع کی فضیلت میری سامنی بیان نکر اسلئے کہ مجھے تیری عشق سے مطلب ہی ظاہری زہد و اتقا سے کچھ سروکار نہین۔

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم است　　همواره مرا کنج خرابات مقام است

جب سے کہ تیرا غم میری ویرانہ دل مین مقیم ہے　　میرا مقام کنج خرابات ہو گیا ہے

گنج غم سے مراد عشق حقیقی اور کنج خرابات سے محو و فنا مراد ہی باقی مطلب صاف ہے کہ جس روز سے تیرے غم عشق نے میری ویرانہ دل مین قیام فرمایا ہے اوس روز سے مین اپنا مقام کنج خرابات رکھتا ہون۔ یعنی مقام محو و فنا فی اللہ مین ہون۔

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ است　　وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ننگ کی بابت کچھ نہ کہہ میرا نام ننگ ہی سی ہے　　اور نام کی نسبت کچھ نہ پوچھ کہ مجھی نام سی ننگ ہے

ای مخاطب میری سامنی ننگ کا ذکر نکر کہ یہ شہرت مجھی ننگ ہی سی حاصل ہوئی ہے اور میرا نام ہی نہ پوچھ اسلئے کہ مجھے اپنا نام بتانے سے شرم آتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ عاشقان [illegible] کو ننگ و نام سے کچھ غرض نہین۔

میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظرباز　　وانکس کہ چو ما نیست درین شہر کدام است

ہم میخوار و سرگشتہ حال اور نظرباز رند ہین　　لیکن وہ شخص کہ جو ہمسا نہین اس شہر مین کون ہے

یعنی ہم بیشک مے نوش اور سرگشتہ حال و نظرباز ہین مگر بتلاؤ کہ اس شہر مین کونسا شخص ہے کہ جو ہمسا نہین

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز　　پیوستہ چو ما در طلب عیش مدام است

میری محتسب کو عیب نہ لگاؤ کہ وہ خود بھی　　ہماری طرح ہمیشہ عیش کی طلب مین ہے

محتسب سے مرشد جو کہ گناہ کا مانع ہوتا ہے مراد ہے۔ عیش مدام [illegible] کی شراب جو ابدی جسکا کنایہ عشق و محبت کی طرف ہوگا یعنی مجھے اور مرشد کو شراب مدام [illegible] سے عشق لذی مراد ہے عیب نہ لگاؤ اسواسطے کہ وہ جب خود عاشق ہی تو مجھے عشق و محبت کی بارہ مین منع نہین کریگا۔

حافظ منشین بی می و معشوق زمانی　　کایام گل و یاسمن و عید صیام است

ای حافظ بغیر شراب و معشوق کے کوئی دم نرہ　　کہ یہ موسم یاسمین کے پھول اور رمضان کی عید کا ہے

گل یاسمن سے مراد [illegible] عشق [illegible] ای حافظ اسقدر مانہ

یعنی دوستون سے کہدو کہ آجکی رات اس مجلس مین شمع روشن نکرین کیونکہ رخ دوست جس سے
مشاہدات کلیات مراد ہین محفل کے روشن کرنیکو کافی و وافی ہے۔

در مذہب ما بادہ حلال ست ولیکن — بی روی تو ای سرو گل اندام حرام است

ہمارے دین مین شراب حلال ہے لیکن — ای سرو گل اندام تیرے رخ بغیر حرام ہے

اس موقع پر شراب عشق مجازی مراد ہے اور سرو گل اندام کا اشارہ محبوب حقیقی کی طرف سمجھنا چاہیے
مطلب یہ کہ ای محبوب ہم عاشقون کے مظاہر حسنیہ کا دیکھنا جائز ہے تاکہ اوسمین تیری اسمار صفات کا
معائنہ کرین۔ شعر من کہ در صورت خوبان ہمہ روی بینم ٭ تو میندار کہ من روی نکومی بینم ٭ لیکن
اگر ان مظاہر حسنیہ بغیر تیری یعنی بغیر تیری معائنہ اسما صفات کے محض اغراض نفسانی کے خیال سے دیکھا جای تو
محبوبان مجازی کا دیکھنا حرام قطعی ہے۔

گوشم ہمہ بر قول نی و نغمہ چنگ است — چشمم ہمہ بر لعل لب و گردش جام است

میری کان تمام بانسلی اور چنگ کی نغمہ پر ہین — میری آنکھین تمام لعل لب اور گردش جام پر

نے و چنگ کے نغمہ کا کنایہ بوجہ اختلاف احوال کے مرشد کامل کی طرف ہے اور گردش جام
ولب لعل کا اشارہ مشاہدات تجلیات کی جانب یعنی میری کان مرشد کے تمام اقوال کی طرف
جو بیان حقائق و معارف کے بارہ مین ہین لگے ہوے ہین اور میری آنکھین تمام تر مشاہدات
تجلیات محبوب حقیقی کی جانب ہین یعنی ہین کانون سے مرشد کی باتین سنتا ہون اور آنکھون سے
محبوب حقیقی کا جلوہ دیکھتا ہون۔

در مجلس ما عطر میامیز کہ جان را — ہر لحظہ ز گیسوی تو خوشبوی مشام است

ہماری انجمن مین عطر مت لسا کہ جان کو — ہر لحظہ تیرے گیسو سے خوشبو پہونچتی ہے

یعنی ہم عاشق لوگ عطر کی پروا نہین رکھتے اسواسطے کہ تیری گیسوی معنبر کی خوشبو ہمارے لئے کافی
جو ہر وقت مشام جان مین پہونچتی ہے۔

از چاشنی قند مگو ہیچ و ز شکر — زان رو کہ مرا با لب شیرین تو کام است

قند اور شکر کے مزہ کا کچھہ ذکر نکر — اسواسطے کہ ہمکو تیرے لب شیرین سے کام ہے

ظاہری مطلب صاف باطن مین قند و شکر کا کنایہ زہد و اتقا کی جانب سمجھنا چاہیے لب شیرین سی

پس جب تو عشق کریگا تو جو کچھ اوسکی تفسیر ہے وہ تیری سمجھ مین آجائیگی۔ مصنف کے واسطے کشاف کا لفظ آیا ہے جو مرادف ہی ہے۔

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر | ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست
دشمن کہ زبان حافظ کی شعر مین برابری کرے | تو وہ ہی ہما اور خطاف والی بات ہوگی

ہما کا سعد ہونا مشہور ہے کہ وہ جسکے سر پر جاوے تو وہ بادشاہ ہوجاتا ہے بخلاف اسکے خطاف بضم خا و بہ تشدید طا ایک پرند کا نام ہے جو سیاہ رنگ اور ہما کے برعکس منحوس خیال کیا جاتا ہے لہذا مطلب شعر کا یہ ہے کہ دشمن جو حافظ کے کلام کی برابری کرے اوسکی وہ شل ہوگی کہ جیسے خطاف نے ہما کی برابری کا دعوی کیا تھا۔

ما را ز خیال تو چہ پروای شراب است | خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب است
تیرے خیال مین مجھے شراب کی کیا پرواہ | خم سے کہو کہ اپنا کام دیکھ خمخانہ خراب ہوگیا

خیال بہ فتح خا اوس صورت کو کہتے ہین کہ جو خواب مین نظر آئے مگر یہان فضل سے عبارت ہے شراب بمعنی عشق محبت خم کا کنایہ مرشد کی طرف خمخانہ سے وجود سالک تصور کرنا چاہئے لہذا مطلب شعر کا یہ ہے کہ ای محبوب مجھے تیرا دائمی وصال حاصل ہوجانے کے سبب عشق و محبت کی پروا نہی مرشد سے کہو کہ اپنا کام دیکھو میرا وجود نیستی مین آکر تمہارا محتاج نہین رہا سواسطے کہ عشق کے لیئے مرشد بمنزلہ دلالہ کے ہے جب طالب کو مطلوب مل گیا تو اب دلالہ کی کیا ضرورت ہے

گر خمر بہشت است بریزید کہ بی دوست | ہر شربت عذبم کہ دہی عین عذاب است
گر شراب بہشتی ہو تو ہی پھینکدو کہ بغیر دوست | جو میٹھا شربت کہ مجھے دوگی عین مصیبت ہے

خمر بہشت سے زہد و ورع مراد ہے اور مطلب یہ کہ جو عشق مشاہدہ دوست کے لئے ہو اوس سے بچنا چاہیے اسواسطے کہ بغیر مشاہدہ معشوق کے ہر عشق موجب اوسکو وبال کا ہے کیونکہ عشق کا ماحصل مشاہدہ ہے نہ صرف عشق یا یہ کہ جو طاعت و عبادات و ریاضت کی حصول رضائی الہی ہو وہ نقصان رسان ہے اور اوس سے کوئی فائدہ نہین۔

افسوس کہ شد دلبر و در دیدۂ گریان | تحریر خیال خط او نقش بر آب است
افسوس کہ دلبر گیا اور دیدہ گریان مین | اوسکے خیال خط کی تحریر نقش بر آب ہے

یعنی افسوس ہے کہ دلبر میرا چلا گیا اور روتے ہوے آنکھون مین اوسکی تصویر کا خیال باندھنا ایسا ہے

عشق مین جبکہ مشاہدات تجلیات رونما ہین تو تو ایکدم بھی بلا عشق و محبت یا بالخیر صحبت مرشد کے نہ رہ اور اس وقت کو غنیمت جان کر جو کچہ کسب سعادت ہو سکے کر لے۔

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است — وگر بقہر برانی درون ما صاف است

اگر تو مہربانی سے بلائے تو مزید الطاف ہے اور جو غصہ سے نکالے تب بھی اپنا دل صاف ہے

یعنی اگر تو عاشقون کو مہربانی سے بلالے تو عنایت پر عنایت فہو المراد اور اگر غصہ سے نکالدے تو بھی ہمارا دل تیری طرف سے صاف رہیگا یعنی اس پر تجہسے ناخوش نہون گے

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان است — چرا کہ وصف تو بیرون ز حد اوصاف است

تیری تعریف بیان کرنا حد امکان مین نہین کسلئے کہ تیری تعریف تعریف کی حد سے باہر ہے

یعنی تیری تعریف و توصیف کسی بشر کے امکان مین نہین اسواسطے کہ وہ تعریف کی حد سے گذری ہوئی ہے پس جب اوس حد سے باہر ہے کہ جو انسان کر سکتا ہی تو بہر کسطرح کوئی تیرا وصف کریگا - لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک ع خاموشی از ثنای تو حد ثنای تست ؂

چو سرو سرکشی ای یار سنگدل از ما — چہ چشمہاست کہ بر روی ما ز اطراف است

مثل سرو کی ای سنگدل یار ہمسے سرکشی کرتا ہے کیا چشمے ہین کہ جو ہمارے موہنہ پر چارون طرف سے آئے ہین

حاصل اسکا استغناء معشوق مین عاشق کی آہ و زاری ہے اور اوسکا بیان اس طور پر کیا گیا ہے چشمون سے آنسو مراد ہین کہ جو آنکہون سے نکل کے چہرہ پہ ہر طرف بہنے لگتے ہین۔

ز چشم عشق توان دید روی شاہد ما — کہ نور چہرۂ خوبان ز قاف تا قاف است

معشوق کے چہرہ کو عشق کی آنکہہ سے دیکہنا چاہئے کیونکہ معشوق کے چہرہ کا نور قاف سے قاف تک ہے

قاف سے کوہ قاف مراد ہے اور مطلب یہ کہ معشوق حقیقی کو اگر معرفت کی آنکہون سے دیکہا جائے تو معلوم ہوگا کہ اوسکے چہرہ کا نور یعنی جلوہ دنیا کے اس سرے سے لیکر اوس سرے تک پہیلا ہوا ہے۔

ز مصحف رخ دلدار آیتی بر خوان — کہ آن بیان مقامات کشف کشاف است

رخ دلدار کے مصحف سے آیت پڑہ کہ وہ بیان مقامات کشف و کشاف کا ہے

کشاف ایک مشہور پرانی تفسیر ہے۔ کشف اوسکے حاشیہ کا نام ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ای ظاہر پرست مخاطب رخ معشوق سے (چونکہ شعرا رخ کو مصحف سے تشبیہ دیتے ہین) کوئی آیت پڑہ یعنی عشق الہی کر

در کنج دماغم مطلب جای نصیحت — کاین حجره پر از زمزمه چنگ و رباب ست

میری گوشہ دماغ مین نصیحت کی جگہ نہ ڈہونڈ — کہ یہ کوٹہری چنگ رباب کی آواز سی پر ہے

قاعدہ کلیہ ہی کہ جب برتن کو کسی چیز سے بہر دیتے ہین تو اوسمین دوسری شی کی گنجایش نہین رہتی لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ میری دماغ مین ناصح کی نصیحت کی لئے جگہ نہین ہی اسواسطے کہ اوسمین چنگ و رباب سکے نغمے بہری ہوی ہین۔ زمزمہ کے معنی باتون کے ہین اور اس موقع پر چنگ و رباب سے عاشقان کامل مراد ہین تو اس صورت مین یہ مطلب ہی کہ ای نصیحت گو میری دماغ مین تیری نصیحت کی لئی جگہ نہین رہی اسواسطے کہ اوسمین عاشقان کامل کی باتین اور معرفت حق کی صدائین بہری ہوئی ہین۔

راه تو چه راه است که از غایت تعظیم — دریای محیط فلکش همچو حباب ست

تیری راہ کیسی راہ ہے کہ غایت تعظیم سے — فلک کا دریای محیط اوسمین حباب کی مانند ہی

یعنی ای محبوب حقیقی تیری راہ کتنی عالی ہی کہ فلک بہی باوجود اس بلندی اور شان کی اوسکی راہ مین حباب کیطرح معلوم ہوتا ہی

بی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز — دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب ست

ای دل افروز شمع بغیر تیرے چہرہ دل آرا کے — دل میرا آگ پر کباب کی طرح ناچتا ہی

کباب کو سکنے کی غرض سی آگ پر پہیرتے رہتے ہین لہذا حافظ فرماتے ہین کہ ای محبوب تیری ہجر مین میرا دل آگ پر مثل کباب کی لوٹتا رہتا ہی

حافظ چه شد ار عاشق و رند ست و نظرباز — بس طور عجب لازم ایام شباب ست

حافظ عاشق اور رند نظرباز ہی تو کیا ہے — بہت سی عجب طور زمانہ جوانی مین لازم ہوتی ہین

یعنی اگر حافظ عاشق اور رند نظرباز ہی تو کوئی تعجب کی بات نہین اسواسطے کہ جوانی مین لوگ اس سی زیادہ اور عجیب باتین کیا کرتی ہین خلاصہ یہ کہ عالم جوانی مین یہ عیوب جو حافظ مین ہین کچہ زیادہ نہ سمجہنے چاہئین لوگ اس سی بڑہ بڑہ کر عیب کرتے ہین

کنون که در کف گل جام باده صاف ست — بصد هزار زبان بلبلش در اوصاف ست

اب کہ گل کے ہاتہہ مین شراب صاف کا جام ہے — سو ہزار زبان سی بلبل اوسکی تعریف کرتا ہے

گل سی مراد سالک جام شراب سی ہستی مستعار بلبل سی طالبان معرفت مقصود ہین مطلب یہ کہ اوس زمانہ مین جبکہ سالک کی جسم مین حیات باقی ہی طالب لوگ ہر طرف سی خوشامد کرتے ہین۔ بلبل سی ہزار کہ لفظ کو بہی مناسبت ہی

بخواه دفتر اشعار و راه صحرا گیر — چه وقت مدرسه و بحث کشف کشاف ست

دفتر اشعار کا لے اور صحرا کی طرف رخ کر — مدرسہ کا اور کشف و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے

جیسا کہ پانی پر لکیر کھینچنا خلاصہ یہ کہ نقش آب سریع الزوال ہوتا ہے پس رخ محبوب کی تصویر دیدہ گریان میں نقش بر آب کی طرح ہے [illegible]

بیدار شو ای دیدہ کہ ایمن نتوان بود　　زین سیل دمادم کہ درین منزل خواب ست

ای آنکھ بیدار ہو جا کہ بے فکر ہونا نہیں چاہئے　　اس سیل دمبدم سے جو ان آنکھوں میں ہے

سیل دمادم یعنی اشکباری و حوادثات منزل خواب سے آنکھیں مراد ہیں۔ اور مطلب یہ کہ ای چشم بینا جاگ جا اور بے فکری سے [illegible] ایسا نہو یہ سیل اشک جو تیری آنکھ سے ہر وقت جاری ہے مبادا تیرا نقش (وجود) زائل کر دے۔

معشوقہ عیان میگذرد بر تو ولیکن　　اغیار همی بیند ازان بستہ نقاب ست

معشوق تیری طرف عیان طور پر ہو کر گذری لیکن　　اغیار بھی دیکھ سکتا ہے اسلئے نقاب ڈالے ہوئے ہے

یعنی ای مخاطب عارف محبوب حقیقی تیری سامنے صاف طور پر آسکتا ہے لیکن اگر وہ اسطرح کھلے بندوں تیری پاس آئے تو شاید اغیار بھی دیکھ لیں وہ اسی لئے بستہ نقاب یعنی منہ ڈھک کر نکلتا ہے تاکہ سوای عارفوں کے اغیار نہ دیکھ سکیں۔

گل بر رخ رنگین تو تا لطف عرق دید　　در آتش رشک از غم دل غرق گلاب ست

جب سے کہ گل نے تیری رخ رنگین پر پسینہ کا لطف دیکھا　　اس رشک میں دل کے غم سے گلاب میں ڈوب گیا

گل سے مراد سالک عرق بر رخ رنگین ذات جمال باکمال دوسرے مصرع کا مطلب رشک کا پتہ دیتا ہے کہ جب سالک نے ذات جمال باکمال کو ملاحظہ کیا تو گویا اس رشک سے ڈوب گیا جسطرح کہ گل گلاب میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

سوز بزم دل از روی تو صد شمع برافروخت　　وین طرفہ کہ خود روی تو در بستہ نقاب ست

تیری رخ سے بزم دل میں سو شمعیں روشن کر لیں　　اور طرفہ یہ کہ تیرا چہرہ خود نقاب میں پوشیدہ ہے

مطلب صاف ہے کہ عالم امکان میں تیری ظہور کا سو طرح میں مشاہدہ کر لیا اور لطف کہ تیرا رخ خود نقاب میں پوشیدہ رہتا ہے۔

سبز ست در و دشت بیا تا نگذاریم　　دست از سر آبی کہ جہان جملہ سراب ست

جنگل اور میدان سبز ہیں آ تاکہ نجانے دیں　　ہاتھ سر آب سے کہ تمام جہان سراب ہے

بعض نے نگذاریم کو بگذاریم پڑھا ہے مگر ہم نگذاریم کے اعتبار پر مطلب کو مختصر بیان کئے دیتے ہیں سبز ست در و دشت سے [illegible] کا کنایہ یا تو ظہور دین محمدی کی طرف ہے یا عشق و محبت کی جانب پس مطلب یہ ہے کہ [illegible] سر آب (حصول مراد) سے نہ اوٹھا دیں یعنی اوسکو جانے نہ دیں بلکہ حاصل کر لیں [illegible] من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی جو کہ آج اندھا ہے وہ کل کو بھی اندھا [illegible] فارسی میں یہ مثل یوں ہے آن کسی کہ امروز کار خود نشناخت فردا چہ خواهد یافت۔

یعنی خلق سے عنقا کی طرح منفرد اور جدا رہ کہ وہ باوجودیکہ خلق کی نظروں سے پوشیدہ اور پہاڑ میں چھپا رہتا ہے تاہم اوسکی شہرت تمام جہان میں ہے عنقا کی رعایت سے گوشہ نشینی اور قاف کے الفاظ آئے ہیں مشہور ہے کہ عنقا کوہ قاف میں رہا کرتا ہے اور کبھی باہر نہیں آتا بعض متقدمین نے سیمرغ اور عنقا کو ایک ہی جانور تصور کیا ہے۔

حدیث مدعیان و خیال ہمکاران ... ہمان حکایت زردوز و بوریا باف است

مدعیوں کا قول اور ہمکاروں کا خیال ... وہی بوریا باف اور زردوز والی مثل ہے

مدعیوں سے زاہد لوگ اور ہمکاروں سے عاشقان مجاز مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ لاف زنی زاہد اور بیہودہ خیال عاشقان مجاز کی خیالات عاشقان صادق اور عارفان کامل کے بارہ میں اوسیطرح کے ہیں جیسے کہ بوریا باف زردوز کی برابری کرکے پستایا تھا۔ ظاہر ہے کہ بوریا باف کو زردوز سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی۔ چونکہ زاہد اور مجازی عاشق عارفان الٰہی کو اپنے برابر سمجھتے ہیں لہذا یہ مقابلہ اوسیطرح کا ہے کہ جسطرح چٹائی بننے والے نے زردوز سے مقابلہ کیا تھا۔ زردوز سے مالک اور بوریا باف سے لاف گو مدعی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

خموش حافظ و این نکتہ ہای چون زر سرخ ... نگاہدار کہ قلاب شہر صراف است

ای حافظ چپ اور یہ نکات جو اشرفی کی مثل ہیں ... نگاہ رکھ کہ قلاب شہر صراف ہے

یعنی ای حافظ چپ رہ یہ باریکیاں جنسے سخنان حقائق و معارف و کلمات عشق و محبت عبارت ہیں زر سرخ کی مانند سمجھنے چاہئیں لہذا دیکھتا رہ کہیں ایسا نہو کہ قلاب جو کہ آجکل شہر کا صراف ہے انکو بدل لے۔ بیت

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلبیز است ... ببانگ چنگ مخور می کہ محتسب تیز است

اگرچہ شراب فرحت بخش ہے اور ہوا گل بیز ... چنگ کی آواز پر شراب نہ پی کہ محتسب تیز ہے

بادہ فرح بخش سے بادۂ عشق و محبت باد گل بیز سے مرشد مراد ہے بانگ چنگ یعنی علانیہ طور پر کرنا یا ظاہر کرنا مطلب یہ کہ اگر بادۂ عشق تفریح بخش ہے اور دل اوسکا خواہش کنندہ بھی ہے اور مرشد بھی موجود ہے تاہم شراب شوق کو علانیہ نہ پی کہ محتسب جس سے شرع محمدی مراد ہے ان سب پر غالب ہے پس اگر تو شراب عشق و محبت پینا چاہتا ہے تو محتسب سے چپ کر پی۔

صراحی و حریفی گرت بدست افتد ... بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز است

صراحی اور حریف اگر تیرے ہاتھ لگجائے ... تو عقل سے کام لے کہ زمانہ فتنہ انگیز ہے

صراحی سے وجد و مستی اور حریف سے معشوق حقیقی مراد ہے یعنی اگر تجھے وجد و مستی عارض ہو اور اوسمیں وصال ہو جائے تو

دفتر اشعار سی کنایہ ہی معرفت کی کتابون یا عارفونکی احوال کی نسخونکی طرف. کشف تفسیر کشاف کی شرح کا نام ہی مطلب یہ کہ ای عارف تو معرفت کی کتاب کا کوئی نسخہ لے اور جنگل کو چلدی چونکہ وہان خلق سے دور ہوگا اسلیے اوس سی شغل رکہی گا اب مدرسہ مین کشف وکشاف کی بحث کا وقت نہین ہی اسلیٔے کہ تجکو اعلی چیز کا طالب ہونا چاہیے نہ کہ اسفل کا۔ اعلی کو چہوڑکر ادنی کا طالب ہونا پست ہمتی کی دلیل ہی یعنی عارف کامل بن عالم وزاہد نہو۔

فقیہ مدرسہ دی مست بود وفتوی داد　　که می حرام ولی به ز مال اوقاف ست

فقیہ کل مدرسہ مین مست ہوگیا اور یہ فتوی دیدیا　　کہ شراب گو حرام ہی لیکن مال وقف سی بہتر ہے

مست سی مست عشق مراد ہی جسکا کنایہ مرشد کامل کی طرف سمجہنا چاہیٔے یعنی مدرسہ عشاق کی فقیہ نی جو مرشد ہی کل کے دن جب وہ شراب محبت سی مست ہو رہا تہا فتوی دیدیا یعنی حکم کیا کہ وقف کا مال شراب سی بہی بدتر ہی اسواسطے کہ میخوار جب شراب کو برا جانتا ہی تو اوسکو گنجایش ہی کہ توبہ کرلے مگر وقف کا مال کہانیوالا اوسکو حلال سمجہتا ہی وہ ہرگز توبہ نہین کریگا بلکہ اپنی آپکو شرابیوں پر فوقیت دیگا۔ عام کی نزدیک اسمین یہ اعتراض کہ مست شخص کا فتوی جائز نہین ہوتا محض بے حقیقت ہی اسواسطے کہ مستونکی لئی مستہی کی فتوی کی ضرورت ہی نہ ہوشیار کی۔ اور بعض جگہ اس دیوان مین ظاہری مضمون مرادہی نہین ہوتا اس دلیل سی بہی اسپر اعتراض نہین ہوگا۔ اور ممکن ہی کہ وہ می محبت معرفت جسمین سوای اللہ کی غیر کی محبت آمیز ہو حرام ہی یعنی فقیہ مدرسہ نے جس وقت عشق ومحبت کی مستی کو پالیا اور اوسکو عشق ومحبت کی مزہ سی آگاہی ہوگئی تو لاچار اوسنی فتوی دیدیا کہ اگرچہ محبت مجازی بہی ہو تاہم مال وقف سی بہتر ہی اچہی ہوگی اسواسطے کہ وہان تفرقہ یہان دلجمعی وہان غرور یہان مسکنت اوسمین خودی اسمین بیخودی ہوتی ہی اسلیٔے محبت مال وقف پر کئی درجہ فوقیت رکہتی ہے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش　　که هرچه ساقی ما ریخت عین الطاف ست

تلچھٹ اور صاف سی تجہے غرض نہین خموش رہ　　کہ جو کچہ ہماری ساقی نے اونڈیلا عین نوازش ہی

درد وصاف سی نیک وبد یا راحت ورنج مراد ہین۔ ساقی کنایہ حق سبحانہ تعالی کی طرف ہی یعنی ای بندۂ ناچیز تجکو اوسکی حکم پر کچہ اختیار نہین نہ اوسکی کام مین دم مارنیکا موقع ہی اسواسطے جو کچہ اوسنی تقدیر مین اچہا یا برا لکہدیا اوسپر راضی رہنا چاہیٔے کیونکہ بندہ استحقاق کا حق سبحانہ تعالی کی عطا مین اوسکی نوازش ہی۔ ہمارا حق کچہ بہی نہ تہا۔

ببر ز خلق وز عنقا قیاس کار بگیر　　که صیت گوشه نشینان ز قاف تا قاف ست

خلق سے علیحدہ ہو اور عنقا کے قیاس سے کام لے　　کہ گوشہ نشینونکی شہرت قاف سی قاف تک ہوئی ہے

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ — بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز ست

ای حافظ تو نے اپنے شعر سے عراق و پارس لیلیا — آ کہ اب بغداد کا نمبر اور تبریز کی باری ہے

ظاہری معنی تو یہ ہین کہ ای حافظ تو نے اپنی موزون اور لطیف شعار سے عراق و پارس کو اپنا مطیع بنالیا بس آ کہ اب بغداد اور ساکنین تبریز کی تسخیر کا وقت ہے یعنی ایسے لطیف شعر تصنیف کر کہ بغداد اور تبریز کے لوگ بہی تیرے قایل ہوجایئن اور تحقیقی مطلب ہے کہ ای حافظ جب تو راہ عشق مین آیا تو تو نے بہت سے منازل ور مقامات طی کرلئی ہین مگر آیندہ اس سے غافل نہ ہو کیونکہ ابہی راہ بہت باقی ہے اور منزلین پیش ہین۔ اونکو طی کرنیکی بعد یعنی منزل مقصود پر پہونچکر آرام لیجو

یارب آن شمع شب افروز ز کاشانہ کیست — جان ما سوخت بپرسید کہ جانانہ کیست

یارب وہ شمع شب افروز کسکے گہر مین ہے — جان ہماری جلگئی پوچھو کہ جانانہ کون ہے

شمع شب افروز سے مراد محبوب جسکا اشارہ تجلی کی طرف ہے کاشانہ محل مقام مطلب صاف ہے حالت قبض و واردات مین کہتے ہین

حالیا خانہ برانداز دل و دین من ست — تا ہم آغوش کہ می باشد و ہمخانہ کیست

الحال جو کہ میرے دل اور دین کا خانہ برانداز ہے — وہ کسکا ہم آغوش و ہم خانہ ہوتا ہے

یعنی اس زمانہ مین جو میرے دل اور دین کا برانداز (غارتگر) دیکہا چاہیے کہ اوسکی ہمخوابی کسکو میسر ہوتی ہے اور وہ کس کے گہر رہتا ہے

بادہ لعل لبش کز لب ما دور مباد — راح روح کہ پیمان دہ پیمانہ کیست

اوسکے لب لعل کی شراب ہماری لب سے دور نہو جیو — کسکی راحت روح اور کسکی پیالہ مین جا گیر ہے

بادہ لعل لب اضافت بیانیہ یعنی لب جیسی سے لطف عشق مراد ہے۔ راح بمعنی شراب مگر یہان آرام کے معنی مین آیا ہے پیمان دہ جا گزیدہ

دولت صحبت آن شمع سعادت پرتو — باز پرسید خدارا کہ بپروانہ کیست

اوس شمع سعادت پرتو کی دولت صحبت — خدا کیلئے پہر پوچھو کہ کسکا پروانہ ہے

شمع سعادت سے محبوب و تجلی ہے پروانہ کی تپ زائد ہے اور پروانہ سے مراد عاشق طالب لینا چاہیے مطلب صاف ہے

میدمد ہر کسش افسونی و معلوم نشد — کہ دل نازک او مائل افسانہ کیست

ہر شخص اوسکو فریب دیتا ہے اور معلوم نہین ہوتا — کہ اوسکا دل نازک کسکی کہانی کا مائل ہے

یعنی ہر شخص معشوق پر افسون کرتا ہے تاکہ اسے فریب مین لا دے لیکن اب تک معلوم نہین ہوا کہ وہ کسکی افسانہ پر مائل ہے اور کس پر اپنی عنایت ظاہر کرتا ہے باعتبار تحقیق ہر کس کا اشارہ مومن و کافر صالح و فاسق۔ عاشق اور زاہد کیطرف ہوسکتا ہے افسون سے مراد خدمت و اطاعت اوکی ضمیر محبوب کیطرف ہے۔ مائل بمعنی خواہان۔ افسانہ سے عبارت طاعت و بندگی یعنی مذکورہ بالا مین سے ہر شخص اوسکی خدمت و اطاعت اپنے اپنے خیال مین کر رہا ہے لیکن اسوقت تک یہ نہین معلوم

عقل سے کام لیکر اسمین کوشش کرکہ کوئی امر خلاف شرع صادر نہونے پاے اسواسطے کہ زمانہ فتنہ انگیز ہے اور اس فتنہ انگیزی سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہئے۔ ان اشعار مین عشق و محبت کو خفیہ رکھنے کی ہدایت کیجاتی ہے۔

در آستین مرقع پیالہ پنہان کن — کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز ست

مرقع کی آستین مین پیالہ کو چھپا لے — کہ صراحی کی آنکھہ کی طرح زمانہ خونریز ہے

مرقع صوفیون کے لباس کا نام ہے جسکو ژندہ بہی کہتے ہین یہان مرقع کا اشارہ صبر و تحمل کی طرف ہے پیالہ سے اسرار عشق اور زمانہ سے شرع مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب صبر و تحمل کے لباس مین اسرار عشق کو پوشیدہ کرلے اور کوئی بات متعلق عشق و محبت ظاہر نکر ورنہ تجہیر حد شرع جاری ہو جائیگی۔

ز رنگ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک — کہ موسم ورع و روزگار پرہیز ست

شراب کی رنگ سے بذریعہ اشک کی خرقونکو رنگو — کہ موسم زہد اور زمانہ پرہیزگاری کا ہے

بادہ یعنی بادہ محبت و عشق۔ رنگ یعنی اظہار عشق خرقہ کا اشارہ وجود کی طرف۔ مطلب یہ کہ اے سالکان راہ خدا جو اسرار عشق و محبت حالت بے اختیاری مین تمسے ظاہر ہوے ہین اور خرقۂ وجود اوس سے رنگ گیا ہے یعنی عالم مین بدنام ہوے ہو تمکو چاہئے کہ اوس رنگ کو اشک ندامت سے دہو ڈالو اسواسطے کہ یہ زمانہ پرہیزگاری (صوم شرع محمدی) کا ہے۔

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر — کہ صاف این سر خم جملہ دُردی آمیز ست

۱ زمانہ آسمان واژگون مین عیش خوش نہ ڈہونڈہ — کہ اس خم کی صفائی مین تلچھٹ ملی ہوئی ہے

یعنی آسمان کجرفتار کے دور مین خوشی و خرمی نہ ڈہونڈہ کیونکہ اس خم کی صفائی مین بہی تلچھٹ (دگاد) ملی ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ دور چرخ مین سوای رنج و غم کے خوشی میسر نہین ہوسکتی۔

سپہر بر شدہ پرویزنیست خون افشان — کہ قطرہ اش سر کسری و تاج پرویز ست

بلند آسمان خون افشان چلنی ہے۔ — کہ اوسکی قطرے کسری کی سر اور تاج پرویز کو اوتار لیا

بر شدہ بلند۔ پرویزن۔ چلنی۔ کسری اور پرویز دو اولوالعزم بادشاہ گذرے ہین۔ مطلب یہ کہ جس کسی ذی اس بلند آسمان کے نیچے جگہ لی آخر الامر اوسکو وہ جگہ چہوڑنی پڑی کیا تو نہین دیکھتا کہ یہ سپہر بلند باعتبار نزول حوادثات مانند خون افشان چلنی کی ہے جسنے کہ کسری کے سر اور پرویز کے تاج کو اوتار لیا یعنی اونکو بہی زندہ نچھوڑا

۱ دو ایسے عظیم الشان بادشاہ تھے

بیار بادہ کہ رنگین کنیم جامۂ دلق ۔ کہ مست جام غروریم و نام ہشیاریست

شراب لاکہ اوس سی جامہ زہد کو رنگین : کہ ہم جام غرور کی مست ہین اور نام ہشیاری ہی

بادہ سے مراد عشق جامہ دلق سے عبارت پیکر انسانی ۔ یعنے شراب عشق و محبت پلا کہ ہم اس وجود موہوم اور ہستی مستعار سے درگذرین اور حقیقی زندگی تک پہونچین اسواسطے کہ ہم بادہ غرور کے جس سے غفلت کی طرف اشارہ ہی مست ہو رہی ہین اور اوسکا نام ہمنے ہوشیاری رکہہ لیا ہی جو اصل مین غفلت ہی ۔

نبستہ اند در توبہ حالیا برخیز ۔ کہ توبہ وقت گل از عاشقی زبیکاریست

ابہی دروازہ توبہ کی بند نہین ہوی ہین اوٹہ ۔ کہ توبہ موسم بہار مین عاشق سے بیکار ہے

یعنے ای مخاطب ابہی دروازہ توبہ کا کہلا ہوا ہی بس اوٹہ اور شراب لا اسواسطے کہ موسم گل یعنے موسم بہار مین عاشقونکا توبہ کرنا فضول ہے ۔

سحر کرشمۂ وصلش بخواب میدیدم ۔ زہی مراتب خوابی کہ بہ ز بیداریست

سحر کو اوسکے وصل کا کرشمہ خواب مین دیکہتے ہین ۔ خواب کا زہی مرتبہ کہ بیداری سی بہتر ہے

وقت شب جس سے جوانی مراد ہی یعنے اوس عمر مین گویا ہم سو رہے ہوتے ہین : وقت سحر سے بڑہاپا یعنی اسوقت جاگتی ہین قاعدہ عام یہہ ہی کہ ہر شخص جوانی مین غافل ہوتا ہے اور جب بڑہاپے کی سحر ہوتی ہے تو جاگتا ہے لہذا شاعر کا مطلب ہی کہ آخر وقت مین مین نے اوسکی وصل کا کرشمہ خواب مین دیکہا پس اس سحر کی خواب کا کیا کہنا کہ جو جوانی کی بیداری سی اچہی ہے یعنی جاگتی مین جس سے شب جوانی مراد ہی وصل حاصل نہوا البتہ سوتے مین جس سے بڑہاپے کی سحر کی خواب مقصود ہی وصال الہی ہو گیا ۔

خیال زلف تو پختن نہ کار خامانست ۔ کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاریست

تیری زلف کا خیال پکانا کچونکا کام نہین ہے ۔ سلسلہ کی نیچے چلنا عیارونکا طریقہ ہے ۔

زلف سے مراد جذبۂ عشق ۔ اور مطلب یہہ کہ تیرے جذبۂ عشق کا خیال پکانا اور مصیبتون بلاؤن کو اپنے اوپر غالب کرنا کچون اور بوالہوسون کا کام نہین ہے بلکہ سلسلہ سے چلنا یعنے سیڑہی سی چڑہ کر زینہ بزینہ پہونچنا چالاکون کا طریقہ ہے ۔ اور اگر زلف کے معنے انتشار دنیا کے لئے جاوین تو یہہ معنے ہونگے کہ انتشار دنیا کا خیال پکانا اور اوسکو مزرعہ آخرت تصور کرنا خام عقلون کا کام ہی پس ای سالک

ہوا کہ اوسکو کون پسند نہو اور وہ کسکی بندگی اور طاعت کا خواہان ہوگا۔

یارب این شاہ وش ماہ رخ زہرہ جبین / دُرِّ یکتای کہ و گوہر یکدانہ کیست

اے خدایہ شاہ وش ماہ رخ زہرہ جبین / کسکا دُر یکتا اور کسکا گوہر بے نظیر ہے

پہلے مصرع مین سب صفات معشوق ہین اور این سے مراد محبوب حقیقی یا تجلی سمجھنی چاہیے۔ مطلب صاف ہی

آن می لعل کہ ناخوردہ مرا کرد خراب / ہمنشین کہ و ہم کاسہ و پیمانہ کیست

وہ شراب سُرخ کہ جسنے بغیر پی مجھے خراب کیا / کسکی ہم صحبت اور کسکی ہم پیالہ و ہم نوالہ ہی

می لعل سے مراد معشوق یا تجلیات ہین جو کہ پوری طور پر نظر مین نہین سماتین۔ یعنے وہ می لعل کس سے ہم صحبت ہی کہ مین جسکو بغیر چکہے خراب و خستہ ہوگیا ہون

گفتم آہ از دل دیوانۂ حافظ بے تو / زیر لب خندہ زنان گفت کہ دیوانہ کیست

کہا مین نے کہ افسوس ہی تیرے بغیر حافظ کا دل دیوانہ ہوا ہی / زیر لب ہنسکر کہا کہ کسکا دیوانہ ہو گیا تو

حافظ صاحب کہتے ہین کہ مین نے معشوق سے کہا کہ تیری ہجر مین مجھپر وہ سخت حالت طاری ہوتی ہی کہ جس پر افسوس آتا ہی پس اوسنے زیر لب مسکرا کر جواب دیا کہ تو کسپر عاشق ہے یعنے کسکا دیوانہ ہے گویا اونہین ابتک خبر نہین کہ آیا حافظ اونپر عاشق ہے یا کسی اور پر

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست / کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

اے بلبل رو اگر تجھے میرے ساتھ دعوی دوستی کا ہی / کہ ہم دونون عاشق زار ہین ہمارا کام زاری ہی

اس شعر کا مطلب کچھ زیادہ شرح کا محتاج نہین صاف ہے۔

دران چمن کہ نسیمی وزد ز طرۂ دوست / چہ جای دم زدن نافہای تاتاریست

اوس چمن مین کہ جہان نسیم طرۂ دوست سے چلتی ہی / نافہای تاتاری کو دم مارنے کی جگہہ کیا ہی

چمن سے دل عاشق۔ نسیم کا کنایہ جذب کی طرف طرۂ دوست کا اشارہ عشق محبوب حقیقی کی جانب سمجھنا چاہئیے۔ نافہ تاتاری سے عشق مجازی مراد ہے۔ مطلب یہ کہ جس دل مین جاذبہ لطف الٰہی جاگزیر ہوا ور عشق حقیقی رکھتا ہو اوسکو مجازی عاشقون کی گفتگو کی کیا ضرورت ہے۔

دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ — کہ رستگاری جاوید در کم آزاریست

ای حافظ گفتگو ختم کر اسکا دل نالہ سے مت دکہا — کہ دونون جہان کی نجات کم آزاری مین ہے

یعنے ای حافظ محبوب کے دل کو جو کہ از بس نازک اور ناز پروردہ ہے اس گفتگوی بیہودہ سے نہ دکہا اور جس پر وہ راضی رہے وہ کام کر اسواسطے کہ کم آزاری سے دونون جہان مین نجات ملتی ہے علاوہ اسکی راضی برضای معشوق رہنا عاشق صادق کی خاص علامت ہے۔

اگرچہ عرض ہنر پیش یار بی ادبیست — زبان خموش ولیکن دہان پر از عربیست

اگرچہ یار کے آگے ہنر بیان کرنا بی ادبی ہے — زبان خموش ہے ولیکن مونہہ عربی سے پر ہے

اس مطلع مین تعقید کلام واقع ہوئی ہے۔ چونکہ ہمکو اسکی جائز یا ناجائز بتانے کا کوئی حق نہین اسلئے ہم اس سے درگذر کر کے شعر کا مطلب سمجہائے دیتے ہین۔ مگر یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ اول مصرع اگرچہ دوسرے کے دہان پر عربی سے ملے گا تو معنے یون ہونگے کہ اگرچہ دہان عربی سے بہرا ہوا ہے یعنے فصاحت و بلاغت جو کہ عربی زبان کا لازمہ ہے دہن مین بہری ہوئی ہے لیکن زبان کو خاموش رکہنا چاہیے اسلئے کہ مستغنی دوست کے آگے اپنا ہنر یعنے عشق ظاہر کرنا سوء ادبی مین داخل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عاشق کو دوست کے سامنے اظہار عشق مین فصاحت و بلاغت سے کام لینا نہ چاہیے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز — بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیست

پری پوشیدہ رخ اور دیو کرشمہ و ناز مین — عقل حیرت سے سوختہ ہوئی کہ یہ کیا تماشہ ہے۔

یعنے عجب تماشہ ہے کہ دیو جسکو موتہہ چہپانا لازم تہا (اس سے شیطان و نفس امارہ مراد ہین) وہ یار کرشمہ کر رہا ہے اور پری جس سے حق پرستی اور نیک نفسی کی طرف اشارہ ہے اپنا رخ روشن چہپائے بیٹہی ہے یعنی وہ پوشیدہ رخ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو ظاہر ہونا چاہیے تہا وہ پوشیدہ ہے اور جسکو پوشیدگی لازم تہی وہ سراسر ظاہر ہے۔

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد — کہ کامبخشی او را بہانہ بے سببیست

سبب مت پوچہہ کہ آسمان کسطرح سفلہ پرور ہوا — کہ مرادبخشی اوسکی بے سببی کا بہانہ ہے

یعنی یہ مت پوچہہ کہ آسمان کسطرح دون پرور ہو گیا کہ جو لوگ ظاہر پرست ہین اونکو مقصد پر پہونچاتا ہے

تجھکو چاہئے خام خیال نہو اور سلسلہ سے عشق پیدا کر۔ ایسا کرنا چالاکون کا کام ہے اور خام کاری دلیل بیوقوفی۔

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق از و خیزد کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاریست

جس سے کہ عشق پیدا ہوتا ہے وہ ایک پوشیدہ لطیفہ ہے اوسکا نام نہ لب لعل ہے اور نہ خط زنگاری

یعنے جس چیز سے کہ عاشق کے دل مین عشق پیدا ہوتا ہے وہ ایک پوشیدہ لطیفہ یا نامعلوم کیفیت ہے کہ جو کہنے یا لکھنے کے لائق نہین یعنے تحریر و تقریر سے باہر ہے پہر نہ اوسکا نام لب لعل ہے اور نہ خط سبز بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے جو ان صوری معشوقون کے صفتون مین سے کوئی بہی صفت نہین

جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال ہزار نکتہ درین کار و بار دلداریست

کسی شخص کی چشم کا جمال نہ زلف عارض و خال کا ہزار باریکیان اس کام دلداری مین ہین

یعنے اوس کیفیت لطیف مین کسی شخص کی چشم یا زلف یا عارض و خال کا جمال نہین ہے بلکہ اوسمین ہزارون باریکیان دلداری کی ہین جو دلکو کہینچ لیتی ہین۔

باستان تو مشکل توان رسید آرے عروج بر فلک سروری بدشواریست

تیری آستان پر مشکل سے پہونچنا ہوتا ہے ہان عروج فلک پر سرداری دشوار ہے

یعنے اے محبوب تیری آستان تک پہونچنا ذرا مشکل ہے اسلئے کہ جب تک اپنے آپ کو فانی نکردے دوست تک نہ پہونچے کیونکہ کسی شخص کا عروج فلک پر سرداری کیلیئے آسانی سے نہ پہونچنا بیشک تعجب نہین ہے۔ خلاصہ یہہ کہ بہت دشوار ہے۔

روندگان طریقت بہ نیم جو نخرند قبای اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

راہروان طریقت آدہے جو کو بہی قبول نہین اوسکی اطلسی قبا کہ جو ہنر سے بے بہرہ ہو

راہروان طریقت سے عاشقان الہی۔ اور قبای اطلسی سے ریائی عبادت مراد ہے ہنر سے مقصود عشق و خلوص مطلب یہہ کہ روزہ نماز و حج و زکوٰۃ مراقبہ محاسبہ غرضکہ افعال محبت الہی سے معرا ہون تو وہ عاشقان الہی کے نزدیک نصف یا رائی کے دانے برابر بہی قدر قیمت نہین رکہتے کیونکہ ایسی طاعت و عبادت جسمین خلوص دلی اور عشق الہی نہو دین کی نقصان کا سبب ہے۔

به نیم جو نخرم طاق خانقاه و رباط — مرا که مصطبه ایوان و پای خم طنبیست

مین آدہی جو بہی خانقاہ و مسافرخانہ کے طاق کو نہ خریدونگا — اسلئے کہ شرابخانہ میرا محل اور خم کی جگہہ خیمہ مشک ہے

رباط بالکسر مسافرخانہ طنب بفتحتین خیمہ مشک اور سایۂ رفیع گرچہ مشکی خیمہ کے معنے لئے ہین مصطبہ شراب خانہ خلاصہ یہہ کہ ہین خانقاہ مسافرخانہ کی محراب کو جو ظاہر پرستون کی عبادت کے مقام ہین اور جن پر اونکو فخر ہے نصف جو کے عوض مین بہی نہین خریدونگا اسلئے کہ شرابخانہ جس سے منزل عشق کی طرف اشارہ ہے اور پائے خم (گہڑونچی) جسکا کنایہ مرشد کی جانب ہے میرا مشکی خیمہ ہے یعنے مین ایسی درجہ مین بڑہا ہوا ہون کہ ایسی ایسی چیزین میری ہین بس مین اونکی رباط و خانقاہ کو نصف جو کی بدلہ مین بہی نہ خریدونگا

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه — کنون که مست خرابم صلای بی ادبیست

ای خواجہ مین ہزار عقل و ادب رکہتا تہا — اب کہ مست خراب ہون یہہ بہانہ بےادبی کا ہے

یعنی ای صاحب مین ہزار طرح کی عقل اور ادب رکہتا ہون چونکہ فی الحال مست ہون پس مجہے بےادبی کا بہانہ مل گیا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ مجنون کو بےادبی و گناہ معاف ہوتا ہے۔ لہذا مجہے بہی معاف ہونی چاہیے۔

بیار می که چو حافظ مدام استغفار — بگریهٔ سحری و نیاز نیم شبیست

شراب لا کہ حافظ کی طرح ہمیشہ استغفار — صبح کی زاری اور نیاز نیم شبی سے ہے

حافظ سے دل حافظ مراد ہے جسکو اسمین مخاطب بنایا ہے یعنی ای مخاطب شراب لا اور پی اسلئے کہ حافظ کی طرح استغفار بذریعہ گریہ سحری اور نیاز نیم شبی کے ہوا کرتا ہے نہ زہد و ظاہری طاعت ریائی سے۔

عیب رندان مکن ای زاهد پاکیزه سرشت — که گناه دگری بر تو نخواهند نوشت

ای زاہد پاکیزہ سرشت رندونپر عیب نہ لگا — کہ دوسرونکا گناہ تیری نامۂ اعمال مین نہین لکہین گے

یعنی ای زاہد پاک طینت تو رندون پر جن سے عاشقان الٰہی مقصود ہین عیب نہ لگا اور زبان طعنہ نہ کہول اسواسطے کہ اون کے گناہ کچہہ تیری نامۂ اعمال مین تہوڑا ہی لکہی جاینگے۔ جو جیسا کریگا ویسا بہریگا بموجب حکم آیۂ کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ہے۔ یعنی کوئی بوجہہ اوٹہانیوالا دوسرےکا

اور ستحق مراد ناکام رہتے ہین اوسکے پاس سوائی بیسبی کی بہانہ کرا اور اسکا کوئی بہانہ نہین ہے۔

ازین چمن گل بیخار کس نچید آری چراغ مصطفوی با شرار بولہبیست

اس چمن سے بغیر کانٹا کہائی کسی نے پہول نہ توڑا چراغ مصطفی کی ہمراہ بولہب کا شرار لگا ہوا ہے

مطلب یہہ کہ جس نے باغ دنیا سے پہول توڑا اوسکے ساتہہ ضرور کانٹا کہایا جسطرح کہ چراغ مصطفی کے ساتہہ ابی لہب کا شرار لگا ہوا تہا اسیطرح روح کیساتہہ نفس امارہ کا کہٹکا لگا ہی اور ممکن ہے کہ چراغ مصطفوی سے روح اور شرار بولہبی سے نفس امارہ خود مراد ہو۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست

حسن بصرہ سے بلال حبش سے صہیب شام سے سرزمین مکہ سے ابوجہل یہہ عجیب بات ہے

مطلب یہہ ہو کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے اور بلال نے حبش سے اور صہیب نے شام سے باوجود اسکے کہ یہہ مقامات مکہ سے کوسون فاصلہ پر ہین آکر اسلام اختیار کیا اور مرتبہ پائے لیکن ابوجہل جو خاص مکہ معظمہ مین تہا محروم رہا اور مردود ہوگیا یہ کیا تعجب ہو کہ اتنی اتنی دور سے آکر تو لوگ دین پاک قبول کرین اور وہین مکہ کا رہنے والا شخص بدین رہا اور ہدایت نہ پائی۔

جمال دختر رز نور چشم ماست مگر کہ در نقاب زجاجی و پردۂ عنبیست

دختر رز کا جمال ہماری آنکہہ کا نور ہے مگر شیشہ کی نقاب مین اور سرخ پردہ مین ہے

دختر رز کے جمال سے محبوب حقیقی مراد ہے مطلب یہہ کہ جمال اوس محبوب حقیقی کا ہزارون ہزار پردہائی ظلمانی و نورانی مین چہپا ہوا ہے مگر ہماری آنکہون کا روشنی بخش ہے۔ زجاجی و عنبی آنکہہ کے پردون کے نام بہی ہین۔

دوائی درد خود اکنون ازان مفرح جوی کہ در صراحی چینی و شیشہ حلبیست

اپنے درد کی دوا اوس مفرح چیز سے ڈہونڈہ کہ جو چینی کی صراحی اور حلب کی شیشہ مین ہی

چینی کی صراحی سے عاشق واصل اور حلب کی شیشہ سے عارف کامل مراد ہے مفرح بمعنے شراب جو کہ صراحی اور شیشہ مین رہتی ہے یعنے جب تو نے درد عشق حاصل کیا ہے تو اسکے دوا خود اوسی مفرح چیز سے۔ یعنی عشق محبت سی ڈہونڈہ اور یہہ مفرح چیز عاشقان صادق اور عارفان کامل کے پاس ملیگی نہ ظاہر پرست نام کے شیوخ کے پاس۔

یعنی ای زاہد کچہ ہمین نہی تہا رہ تقوی سے اعماز نہین کیا اور بہشت کی طلب کو نہین چہوڑا بلکہ میرے والد حضرت آدم علیہ السلام نے بہی بہشت کی عیش مخلد کو ہاتہہ سی کہو دیا تہا سو ہم کیون کر کر ینگی غلط مین ہم واعظ نادان ٭ ہماری جد امجد کو نہ ذان رہنی کا ڈہب آیا۔

بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل — تو چہ دانی قلم صنع بنامت چہ نوشت

ای خواجہ عمل پر بہروسہ نکر کہ روز ازل مین — تجہکو کیا معلوم کہ صانع کی قلم نے تیری نام پر کیا لکہا ہی:

خواجہ سے وہی زاہد مراد ہے۔ اور مطلب یہہ کہ ای زاہد تو عمل یعنے طاعت وعبادت پہ نازان نہو کیونکہ تجہکو اپنی تقدیر کی خبر نہین کہ اوسمین کیا لکہا ہے۔ اور ناجی یا ناری ہونا بہی عمل پر موقوف نہین۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ای لوگو تمہارا کوئی عمل تمکو نہ بہشت مین پہونچا سکتا ہے نہ دوزخ مین حالانکہ مین بہی جنکی نبی ہون اپنے عمل کے ذریعے سے بہشت مین نہ جا سکونگا بلکہ اوسکی رحمت کی اعتبار پر وہان پہونچونگا۔

گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد — ور سرشت ہمہ این ست زہی پاک سرشت

اگر تیری خلقت سب یہی ہی عجب پاک خلقت ہی — اور جو تیری سرشت کل یہی ہی عجب مقدس سرشت ہے

یعنے اے مخاطب اگر تیری خلقت کل یہی خلقت ہی کہ تو حصول عشق و محبت مین کوشش کرے کہ قرب حق سبحانہ تعالیٰ کا سبب ہی تو تو عجب نیکذات ہی اور جو اگر تیری سرشت یہی ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو تو بہت ہی نیک سرشت ہی۔

باغ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار — تو غنیمت شمر این سایہ بید و لب کشت

باغ بہشت لطیف ہے ولیکن ضرور — تو اس سایہ بید و کشت کو غنیمت جان

اسکا مخاطب زاہد ہی ہے اور سایہ بید و کشت سے عشق حقیقی مراد ہے مطلب یہہ کہ اے زاہد اگرچہ باغ فردوس توجسکی طلب مین ہے اور اوسکے لئے تقوی کرتا ہے بیشک لطیف ہی لیکن یہہ بید و کشت کا سایہ بہی کہ جس سے مقام عشق متصور ہے باعث عیش و سرور سمجہہ اور جو اگر تیرے ہاتہہ آسکی تو اس سے فائدہ اوٹہا یعنے حصول معرفت کر اور ممکن ہی کہ سایہ بید و کشت سے دنیا مقصود ہو تو یہہ مطلب ہوگا کہ گو باغ فردوس عمدہ ہی تاہم دنیا کی زندگی بہی غنیمت جان کیونکہ جو کچہہ بہلائی برائی زہد و معرفت وغیرہ حاصل کر سکتے ہین

بوجہ نہین اوٹہا تہا۔ خلاصہ یہہ کہ جو گناہ کریگا اوسکا جواب وہ وہی ہے دوسرا نہین

من اگر نیکم و گر بد تو برو خود را باش ہر کسی آن درود عاقبت کار کہ کشت

مین اگر نیک ہون یا بد تو جا اپنی خبر لے ہر شخص آخر کار وہی کاٹیگا جو کچہہ اوسنے بویا ہے

اول شعر کے مضمون کی توضیح ہے یعنی مین اگر نیک ہون تو اپنے واسطے ہون اور اگر بد ہون تو اپنے لیے ہون تو اپنا کام کر تجے میری نیکی بدی سے کیا غرض کیونکہ نتیجہ مین کوئی شخص وہی چیز کاٹیگا جو اوسنے بوئی ہو مولانا روم فرماتے ہین ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو۔

ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت

کیا مست کیا ہوشیار سب اوسیکی طالب ہین مسجد ہو یا دیر سب جگہہ عشق کا مقام ہے

مست سے عاشق صادق اور ہوشیار سے زاہد مراد ہین۔ مسجد سے مسجد اور کنشت سے خانقاہ عارفان مقصود ہے یعنی صوفی خانقاہون مین اور زاہد مسجدون مین اوسیکی طلب کرتے ہین کیونکہ وہ وہان بہی موجود ہے اور یہان بہی۔ کوئی جگہہ ایسی نہین جو اوس سے خالی ہو خانۂ عشق کا اشارہ مقام محبوب کیطرف سمجہنا چاہئے

سر تسلیم من و خاک در میکدہ ہا مدعی گر نکند فہم سخن گو سر و خشت

میرا سر تسلیم اور میخانون کے دروازونکی خاک مدعی اگر بات کو نہ سمجہے تو کہو سر مین اینٹ مار

اس بات کو کہ مین نے اپنا سر تسلیم میخانونکے دروازون پر جہکا دیا ہے اگر مدعی جس سے زاہد ظاہر پرست مراد ہے با ور نکرے اور نہ سمجہہ سکے تو اوس سے کہدو کہ جا اپنی سر کو اینٹ سے پہوڑ کیونکہ تیرا دماغ انفس نکات کے سمجہنے کی قابلیت نہین رکہتا۔

نا امیدم مکن از سابقۂ روز ازل تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب ست و کہ زشت

مجہے روز ازل کے سابقہ سے نا امید مت کر تو کیا جانے کہ پس پردہ کون اچہا اور کون برا ہے

یعنی اے زاہد تو مجہے اوس اقرار سے جو خدا نے روز ازل مین ہم لوگون سے کر لیا ہے اپنی طعن و تشنیع سے نا امید کرنا چاہتا ہے تجہکو کیا خبر کہ پس پردہ کون نیک اور کون بد ہے۔ یعنے کون بخشا جائیگا اور کون دوزخ مین چلے گا۔

نہ من از خانۂ تقوی بدر افتادم و بس پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت

کچہہ مین ہی خانہ تقوی سے باہر نہین پڑا ہون بلکہ بابا آدم نے بہی بہشت ابد کو ہاتہ سے کہو دیا تہا

یعنے مین کو جو خرابات سے جسکا اشارہ مقام عشق کی جانب یا فنائی اوصاف بشری کی طرف ہے کسلئے سوتیہ پھیرون کیونکہ میری واسطے کوئی راہ جہان مین اس سی بہتر نہین ہے۔

زمانہ گر نزند آتشم بخرمن عمر بگو بسوز کہ بر من ببرگ کاہی نیست

اگر زمانہ میری خرمن عمر کو آگ نلگائے ۔ کہو کہ جلادی وجود میرا برگ کاہ کی برابر بہی نہین

مطلب یہہ کہ اگر زمانہ میری خرمن عمر کو جلا کر برباد کرنا چاہے تو اوس سے کہدو کہ شوق سی جلا ڈال اسلئے کہ میری ہستی ایک گہاس کے تنکے سے زیادہ نہین۔

غلام نرگس جمّاش آن سہی سروم کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست

مین اوسی سہی سرو کی چشم شوخ کا غلام ہون ۔ کہ جو اپنی غرور کی شراب سے کسی پر نگاہ نہین ڈالتا

یعنے مین اپنے محبوب کی اوس نرگسین چشم مست کا غلام ہون کہ جو غرور کی سبب سے شراب پی کر کسیکی طرف متوجہ نہین ہوتی۔

مباش در پی آزار و ہرچہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازین گناہی نیست

درپئے آزار مت ہو اور جو چاہے کر ۔ کہ ہمارے مذہب مین سوائی اسکے کوئی گناہ نہین ہے

مطلب ظاہر ہے تشریح طلب نہین۔

عنان کشیدہ رو ای پادشاہ کشور حسن کہ نیست بر سر راہی کہ دادخواہی نیست

ای کشور حسن کی شاہ باگ روک کر چل ۔ راہ مین کون ایسا ہے کہ جو دادخواہ نہین

جن اشعار کے مطالب صاف ہین ہم اونکو فارسی شارحین کی طرح بہت سے استدلال سے پیچ در پیچ معنے بیان کر کے اپنی لیاقت ظاہر کرنے کے لئے ناظرین کو اولجہن مین نہین ڈالنا چاہتے علاوہ اسکے ہم اگر وہ الفاظ اصطلاحی رکہین کہ جو بعض شارحین نے لیے ہین تو اردو دان اسحاب کو اونکا سمجہنا مشکل ہو جائے گا اور کچہہ عجب نہین ہے کہ وہ صاف مطلب کو بہی ہاتہہ سے کہو بیٹہین۔

عقاب جور کشادہ است بال در ہمہ شہر کمان گوشہ نشینی و تیر آہی نیست

ظلم کی عقاب نے تمام شہر پر پہیلا دیے ہین ۔ گوشہ نشینی کی کمان اور آہ کا تیر نہین ہے

یعنی عقاب جور نے تمام شہر پر اپنے بازو پہیلا دیے ہین اوسکا دفعیہ بجز گوشہ نشینی کی کمان اور

تو اسکی مین کر سکتے ہین
حافظا روز اجل گر بکف آری جامی | یکسر از کوی خرابات برندت بہ بہشت
ای حافظا موت کیوقت اگر تو ایک پیالہ پی لے | تو بالکل تمہکو کوی خرابات سے بہشت کو لیجاوین
یعنے اے حافظ تو اپنی اس عشقبازی پر نازان ہے ہان اگر موت کے وقت بہی جام عشق کو ہاتہ سے نہ دے یعنے عشق پر قایم رہے تو جانیو کہ تجہکو اس عالم فانی سے دار فانی کی طرف لئے جاتے ہین اور بہشت مین داخل کرینگے اور جو ایسا نہوا تو پہر تیرا عشق تجہکو کوئی نفع نہ دیگا۔
جز آستان توام در جہان پناہی نیست | سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست
تیری آستان کے سوا جہان مین میری کوئی پناہ نہین ہے | میری سر کو سواے اسکی کوئی حوالہ گاہ نہین ہے
یعنے اے محبوب سر الملجا اور جائے پناہ جہان مین سوائے تیرے در کے اور کوئی در نہین نہ میرے سر کو کوئی اور حوالہ گاہ ہے بس جب یہہ حال ہے تو پہر تیرے سوا کسکے آستانہ پر جاؤن اور کس سے حصول مراد کی تمنا رکہون۔
عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم | کہ تیر ما بجز از نالہ و آہی نیست
جب عدو تلوار کہینچے مین ڈہال کو چہوڑ دون | کہ میری پاس آہ و نالہ کے سوا اور کوئی تیر نہین
سپر انداختن سے بہاگ جانا اور سپر بینداختن سے مقابلہ کے واسطے ڈٹا رہنا مراد لیتے ہین۔ اگر پہلے مصرع مین سپر نیندازم ہے تو یہہ معنے ہونگے کہ جو ابلیس یا نفس امارہ میری راہ مین حائل ہوا اور مجہسے مزاحمت کرے تو مجہکو چاہیے کہ مین بہی اوسکے مقابلہ کو آمادہ ہو جاؤن یعنی اوسکا کہنا ہرگز نہ مانون۔ اور اگر بیندازم پڑہین تو یہہ معنے ہین کہ جو دشمن درپے آزار ہو تو مجہکو چاہیے کہ مین مقابلہ نکرون اور وہان سے بہاگ جاؤن اور اس کے جواب مین خدا سے عجز و التجا کرون جو کہ عاشق کا کام ہے۔ اسلئے کہ غیر سے متوجہ ہونا خواہ وہ کسی طریقہ سے ہو عاشق کے واسطے تراجیہ ہوتا ہے پس عاشق لوگ کسیکی دشمنی کی پروا نہین کرتے وہ صرف اپنی معشوق کو راضی رکہنے کی کوشش کیا کرتے ہین اور بمصداق دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست جو ہوتا ہے۔
چو از کوی خرابات روی بر تابم | کزین بہم بجہان ہیچ رسم و راہی نیست
کو چہ خرابات سے کسلئے موہنہ پہیرون | کہ اس سے بہتر میری لئے جہان مین کوئی رسم و راہ نہین ہے

طمع خام بہین کہ قصہ فاش ۔ از رقیبان نہفتنم ہوس ست

طمع خام کو دیکھہ کہ قصہ فاش کو رقیبون سے چھپانی کی ہوس رکھتا ہون

قصہ فاش بمعنے حال عشق جو لوگون پر ظاہر ہوگیا ہو رقیبون سے مراد زاہدان مدعی ہین یعنے میرے اس طمع خام کو غور کر کہ مین عشق کو جو فاش ہوگیا ہے زاہدون اور دنیا دارون سے پوشیدہ رکھنے کی ہوس کر رہا ہون۔ غرض کہ راز عشق کا پوشیدہ رکہنا ممکن نہین۔

شب قدری چنین عزیز و شریف با تو تا روز خفتنم ہوس ست

شب قدر ایسی عزیز و شریف مین تیرے ساتھہ دن تک سونے کی ہوس رکھتا ہون

شب قدر سے یا تو عمر مراد ہے یا شب وصال تا روز بمعنے تا دم مرگ جو کہ عارف کی بیداری کا وقت خیال کیا جاتا ہے یعنے مجھے شب قدر ایسے عزیز و بزرگ معلوم ہوتی ہے کہ مین تیرے ساتھہ دن نکلنے تک سوتا رہون۔

وہ کہ دُردانہ چنین نازک در شب تار سفتنم ہوس ست

حیف کہ ایسے نازک موتی کردانون کو اندھیری رات مین چھیدنے کی ہوس رکھتا ہون

دُردانہ سے مراد اسرار معرفت اور شب تار سے دنیا مقصود ہے یعنی معرفت کا کمال مین دنیا مین حاصل کرنا چاہتا ہون جو ممکن نہین چنانچہ ما عرفناک حق معرفتک اسپر دلیل ہے۔

ای صبا امشبم مدد فرمای کہ سحر گہ شگفتنم ہوس ست

اے صبا آج کی رات مدد کر کہ صبح کیوقت مجھے شگفتہ ہونے کی ہوس ہے

صبا سے مرشد۔ امشب سے حالت ہستی دنیا سحر گہ سے روز قیامت مراد ہے شگفتن۔ کھلنا خوش خرم ہونا یعنے اے مرشد کامل اس دنیا کی ہستی مستعار مین حقایق و معارف کے بیانات کرکے مدد فرما اور کشاکش حوادثات سے چھوڑا کر اسجگہہ پہونچا دے کہ جہان کسی بات کا خوف نہو اسواسطے کہ قیامت کے دن مین خوش و خرم ہو جانیکی آرزو رکھتا ہون قیامت کو وہ ہی شخص خوش ہوگا کہ جو تمام اعمال رذیلہ سے خالص ہوکر اعمال حسنہ مین ملتبس ہوگیا ہو اور فانی ہوکر معشوق حقیقی سے جا ملا ہو۔

بلا آہ کے تیر کے نہین ہوسکتا۔ خلاصہ یہہ کہ ظالمون کا ظلم عام ہوگیا ہے اوس سے رہائی پانا بجز گوشہ نشینی یا خدا کی جناب مین بغیر زاری الحاح کئے ہوے ممکن نہین۔ یا یہہ مطلب ہے کہ کوئی کمان گوشہ نشینی کی اور تیر آہ کا نہین ہے کہ جو اس عقاب جور کا دفعیہ کرسکے۔

چنین کہ در ہمہ سودای راہ مے بینم — بہ از حمایت زلف تو ام پناہی نیست

اب کہ مین سب مین طریقہ کا سودا دیکھتا ہون — میرے لئے تیری زلف کی حمایت سے بہتر کوئی پناہ نہین ہے

سودائی راہ بمعنے تعصب عقیدت جس سے درویشان مقلد زاہدان ریاکار کی صفت مقصود ہے یعنے جبکہ زمانہ کا یہہ حال ہے کہ ہر طرف مقلدون نے ریاضت ظاہری کی دہن مین عوام الناس کے سامنے معرفت پر پردہ ڈال رکھا ہے اور عاشقان صادق عنقا صفت معدوم ہین تو ایسے زمانہ مین تیری زلف کی حمایت سے بہتر جس سے جذبہ و لطف مراد ہے میرے لئے کوئی پناہ نہین ہوسکتی یعنی سب سے بہتر یہہ ہی ہے کہ ہم اپنے کام کو تیرے جذبہ عشق پر چھوڑ دین اور کسی سے بیعت نہون۔

خزینۂ دل حافظ بزلف و خال مدہ — کہ کارہای چنین حد ہر سیاہی نیست

دل حافظ کا خزانہ زلف و خال کو نہ دے — کہ اسطرح کے کام ہر سیاہی کی حد نہین ہین

مطلب یہ کہ اے محبوب حافظ کے خزانہ دل کو معشوقان ظاہر کے سپرد نہ کر یعنے عشق مجاز کا گرفتار نہ بنا یہہ خزانہ جس سے دل حافظ مراد ہے اس سیاہی کی حد نہین ہوسکتا بس تجھکو چاہئے کہ سب سے علیحدہ کرکے اپنے عشق کے سلسلہ کا پابند کرنہ کسی غیر کا۔

حال دل با تو گفتنم ہوس است — خبر دل شنفتنم ہوس است

مجھے تجھ سے حال دل کہنے کی ہوس ہے — دل کی خبر سننے کی آرزو ہے

معشوق کی طرف خطاب کرتے ہین کہ مجھے تجھسے اپنا حال دل عرض کرنے کی آرزو ہے کہ سب کوئی بات دل کی متعلق تیری زبان سے سننے کی ہوس ہے یعنے یہہ تجھسے اپنا حال دل بیان کرکے دل کے بارہ مین تیری زبان سے بھی کچھ سنون۔

میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو — از غیرت صبا نفس اندر دہان گرفت

گل چاہتا تہا کہ تیری رنگ و بو کا دم بہرے — کہ اوسکی غیرت سی صبا نے سانس کو منہ مین گہونٹا

گل کا کنایہ سالک کی طرف اور صبا کا مرشد کامل کی جانب ہے اور مطلب یہہ ہے کہ جب عاشق مقام تلوین مین صفات معشوق سے موصوف ہوا یا اوسنے تجلی ذات کی اپنے مین دیکہی تو اپنے آپ کو عین ذات تصور کرکے خیال کرنے لگا کہ منصور کی طرح انا الحق کا دم بہرے اور اپنے مین وہ ہی رنگ و بو ملاحظہ کرے مگر صبا نے جس سے کہ مرشد مقصود ہے کمال غیرت تو انا غیور سے اوسکو منع کیا اور ایسا کرنیکی اجازت ندی ؏ چہ نسبت خاک را با عالم پاک + انسان کی کیا ہستی کہ اوسکے رنگ و بو کا مقابلہ کرے۔

چون لالہ کج نہادہ کلاہ طرب ز کبر — ہر داغ دل کہ بادہ چون ارغوان گرفت

جب لالہ کیطرح کلاہ طرب کبر سے ٹیڑہی رکہی — ہر داغ دل نے ارغوان کی سہرخ رنگ کو لیا

ارغوان پہول کی قسم ہے اور بادہ چون ارغوان شراب انگوری جو سرخ ہوتی ہے اور اس سے عشق حقیقی مراد ہے مطلب یہہ کہ جس دل نے کہ سرخ داغ ارغوانی لئی یعنے عشق حقیقی حاصل کیا اوسنے لالہ کی طرح غایت کبر سے خوشی کی ٹیڑہی ٹوپی سر پر رکہی خلاصہ یہہ کہ جس شخص نے اوس ذات حقیقی کا عشق کیا وہ ہمیشہ عیش و عشرت نصیب رہا اور اس جہان فانی کے رنجون سے بالکل فارغ ہوگیا۔

آن روز عشق ساغر می خرمنم بسوخت — کآتش ز عکس عارض ساقی در آن گرفت

اوس روز سی ساغر می کے عشق نے میرے خرمن کو جلایا — کہ جب سی ساقی کے عارض کی آتش اوسمین لگی

ساغر می سے مراد معشوق مجازی کہ جس مین تجلی محبوب حقیقی کی ہی ہوتی ہے عارض ساقی ذات محبوب حقیقی مطلب یہہ کہ عشق محبوبان مجازی نے اسلئے مجہے برباد کردیا کہ وہ مظہر جمال حقیقی کے ہوتے ہین۔ اسواسطے کہ خوبرویان مجازی اہل حقیقت کے نزدیک مظہر جمال الٰہی ہین اور جمال الٰہی کا عکس اون مین پرتو فگن ہوتا ہے۔

از برائے شرف بنوک مژہ — خاک راہ تو رفتنم ہوس ست
برائے حصول شرف نوک مژگان سے — تیری خاک راہ کو جھاڑنے کی ہوس ہے

ہمچو حافظ بزعم مدعیان — شعر رندانہ گفتنم ہوس ست
مدعیون کے زعم مین حافظ کی طرح — مجھے شعر رندانہ کہنے کی ہوس ہے

اس مقطع مین حافظ کا خطاب مرشد کامل کی طرف معلوم ہوتا ہے اور گفتنم کی ضمیر متکلم خود حافظ صاحب کی طرف ہے۔ یعنے مدعیان منکر یہہ خیال کررہے ہین کہ مین مرشد کامل کیطرح بیان حقائق واسرار معرفت کا بیان کرنے کی ہوس رکھتا ہون حاشا کلا یہہ بات نہین بھلا مین وہ باتین اپنے اشعار مین کیسے بیان کرسکتا ہون جو مرشد اپنی زبان فیض رسان سے بیان کیا کرتا ہے۔

حسنت باتفاق ملاحت جہان گرفت — آری باتفاق جہان میتوان گرفت
تیرے حسن نے ملاحت کے اتفاق سے جہان کو لیا — ہان اتفاق سے جہان کو لیا جا سکتا ہے

واضح ہو کہ اس شعر مین حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل اول کی رعایت رکھی ہے اور یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہے یعنے تیرے حسن سے جسمین ملاحت متفق ہے (پائی جاتی ہے) سارے جہان کو اپنا گرویدہ بنا لیا چونکہ اتفاق سے ہی عالم محیط ہوسکتا ہے۔ بس تیرے حسن مین جو اتفاق ملاحت تھا تو یہہ ہی وجہہ ہے کہ سارا جہان تیرا دیوانہ وشیدا ہوا۔ علاوہ اسکے انا ملیح واخی یوسف صبیح کے حدیث پر بھی شعر ہذا کا یہی مطلب ہوگا۔

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع — شکر خدا کہ سر دلش بر زبان گرفت
شمع نے خلوتی لوگون کا راز فاش کرنا چاہا تھا — خدا کا شکر کہ اوسکے دل کا بھید زبان نے پکڑا

راز خلوتیان حالات اسرار معرفت۔ شمع سے عاشق بیقرار جو روز و شب جلتا رہتا ہو مراد ہے اور مطلب صرف یہہ ہے کہ عاشق بیقرار اسرار عاشقان کامل یعنے حالات معرفت کو بیخودی مین فاش کرنے والا تھا مگر خدا کا شکر کہ زبان اوسکی نہ چلی اور راز اوسکے دل کا بھید زبان پر آکر رہ گیا۔

می دہ بجام جم کہ صباح صبوحیان　　چون پادشہ بہ تیغ زرافشان جہان گرفت

جام جم مین شراب دی کہ صبوحی پینے والونکی صبح نے　　مثل پادشاہ کی تلوار زرافشان سے جہان لی لیا

اسمین مخاطب محذوف ہی مگر مرشد کامل کو سمجھنا چاہئے۔ اور مطلب یہ کہ ای مرشد کامل صبح کے وقت جو کہ فیض کا وقت ہے صبوحی پینے والون یعنی عاشقون کو ساغر جم مین شراب دی کہ تیغ زرافشان سے جس سے آفتاب کی طرف کنایہ ہی پادشاہ کی طرح جہان کو لیلیا خلاصہ یہ کہ سورج نکل آیا۔

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد　　عارف بجام می زد واز غم کران گرفت

فرصت جان کہ جو فتنہ عالم مین پڑا　　عارف نے پیالہ مین شراب لی غم سے کران ہوا

می بجام زد یعنی شراب جام مین لوٹ لی مطلب یہ کہ عارف نے جو میرا دل ہے جب حوادثات دنیا سے فرصت پائی تو عشق محبوب حقیقی مین سراسر مستغرق ہو گیا۔ یعنی دنیا کے تعلقات سے جو باعث غم والم ہین یکسوئی اختیار کرلی۔

زین آتش نہفتہ کہ در سینۂ منست　　خورشید شعلۂ الیست کہ در آسمان گرفت

اس پوشیدہ آگ سے کہ جو میری سینہ مین ہے　　سورج ہی ایک شعلہ ہی کہ جو آسمان پر جلا گیا

یعنی اسرار عشق و معرفت کی آگ کا کہ جو مین سینہ مین پوشیدہ رکھتا ہون سورج ہی ایک شعلہ ہی جو آسمان تک چلا گیا ہے

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد　　غیری چگونہ نکتہ تواند بران گرفت

حافظ جب آب لطف تیری نظم سے ٹپکتا ہی تو　　غیر کسطرح اوسپر نکتہ چینی کرسکے

مطلب صاف ہی توضیح طلب نہین یعنی ای حافظ جب تیرا کلام لطیف و پاکیزہ ہی تو دشمن کی کیا مجال کہ اوسپر نکتہ چینی کی جرأت کر

خیال روی تو در ہر طریق ہمرہ ماست　　نسیم بوی تو پیوند جان آگہ ماست

تیرا خیال ہر طریق مین ہمارے ساتھ رہتا ہے　　تیری بو سے نسیم ہماری جان آگہ کا پیوند ہے

یعنی ای محبوب اگرچہ ظاہر مین ہم تیری مشاہدہ روح افزا سے محروم ہین لیکن جس جگہ اور جس طریق مین ہین تیری خیال سے مسرور اور محظوظ ہوتے رہتے ہین اور تجھسے کسی حال مین غافل نہین ہین۔ کیونکہ تیری زلف کی نسیم ہماری جان سے کسی وقت جدا نہین ہوتی۔

ببین کہ سیب زنخدان او چہ میگوید　　ہزار یوسف مصری فتادہ در چہ ماست

دیکھو کہ اوسکی سیب زنخدان کیا کہتی ہے　　ہزارون یوسف مصری ہماری اس کنوی مین پڑے ہوئے ہین

آسودہ بر کنار چو پرکار می شدم دوران چو نقطہ عاقبتم در میان گرفت

میں پرکار کی طرح کنارہ پر آرام کرتا تھا زمانہ نے آخر کار نقطہ کی طرح مجھکو درمیان میں کر لیا

اصطلاح ریاضی میں نقطہ اوسکو کہتے ہیں جو قابل اشارہ حسی تو ہو مگر قسمت پذیر نہو یعنے اوسکے حصہ نہو سکیں۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس سے قبل عالم کے کنارہ پرکار کی مانند پھرتا تھا اور کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تھا مگر انجام کار زمانہ نے تعلقات ہوا و ہوس میں مبتلا کر کے دائرہ محبت میں ڈالدیا۔

خواہم شدن بکوی مغان آستین فشان زین فتنہا کہ دامن آخر زمان گرفت

مجھکو کوچہ مغان میں آستین جھاڑنی چاہئے ان فتنوں سے کہ جنہوں نے آخر وقت میں دامن پکڑا

یعنی ان فتنوں سے کہ جنہوں نے آخر وقت میں میرا دامن پکڑا ہے کوی مغان میں حلقہ عشق حقیقی میں مجھکو اپنی آستین جھاڑنی چاہئے یعنی عشق حقیقی کر کے فتنہائے مذکورہ سے قطع تعلق کرنا چاہئے۔ یعنے منزل عشق معرفت میں پہونچکر میں فتنوں سے پناہ حاصل کرونگا۔

بر برگ گل بخون شقایق نوشتہ اند کانکس کہ پختہ شد می چون ارغوان گرفت

پھول کی پتی پر سرخ خون سے لکھا ہے وہ شخص جو کہ پختہ ہوا اوسنے شراب ارغوانی پی

مطلب یہ ہے کہ پھول کے پتے پر جو کہ اوس پھول کے خون سے لکھا ہے وہی تاویل کرتا ہے کہ جو شخص دانا اور سمجھدار ہے اوس نے شراب ارغوان سے جس سے شراب سرخ یعنی شراب عشق حقیقی مراد ہے میل کیا۔ پختہ کے معنے پختہ معرفت کے ہیں پس جو شخص پختہ ہو وہ خود اس بھید کو سمجھ لیگا۔

می خور کہ ہر کہ آخر کار جہان بدید از غم سبک آمد و رطل گران گرفت

شراب پی کہ جس شخص نے آخر کار جہان کو دیکھا غم سے ہلکا ہوا اور بھاری وزن حاصل کیا

رطل گران سے عشق حقیقی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ شراب عشق الہی کے حاصل کرنیکی کوشش کر کیونکہ جس نے انجام کار اس جہان کو آزمایا تو اوسکو معلوم ہوا کہ اسکو کسی کے ساتھ استحکام نہیں اور اوسکا طالب سوائے رنج و محنت اور کچھ اوس سے حاصل نہیں کر سکا پس تو بھی تعلقات دنیا سے سبک ہو جا اور عشق حقیقی کر کے بھاری بھر کم بن۔

آپ چلنے پر رضامند ہوئی۔ اور اوسکے ساتہ چلدئے جسوقت کہ یوسف زلیخا کے ساتہ طعنہ مارنیوالیونکی
کمرہ مین داخل ہوئی زلیخانے اپنی سب مہمانون سے کہا کہ تم اپنی اپنی چہریون سے اپنی اپنی سامنی کا نیمبو
کاٹکر کہاؤ پس جسوقت کہ اونہون نے چہریان اوٹہاکر نیمبو کاٹنے شروع کئے اوسیوقت یوسف کو زلیخانے
اونکی سامنے لاکر بٹہایا تہا وہ آپکی صورت دیکہتے ہی ایسی بیہوش ہوگئیں کہ بجای نیمبوون کے سب ہنے
اپنی اپنے ہاتہہ کاٹ ڈالے باوجودیکہ اونہون نے اپنی آپ کو قابو مین رکہنے کی بہت کوشش کی تہی۔ مگر
حسن وزیبائی کی تاثیر کبہی بے اثر نہین ہوتی۔ زلیخا آپ کو پہر وہین پہونچا آئی جہان سے لائی تہی اور
جب وہ طعنہ مارنیوالیان ہوش مین آئین تو اونکو معلوم ہوا کہ بجاے نیمبوون کے اونہون نے اپنے ہاتہہ
کاٹ لئے تہے۔ زلیخانے کہا کہ تم تو مجہپر طعنہ کیا کرتی تہین تمہارا حال تو مجہسے بہی بدرجہا بدتر ہوگیا کہ
تمنے بجای نیمبوون کے اپنی ہاتہہ کاٹ لئی ہین یوسف کو روز دیکہتی ہون لیکن مین نے کبہی اپنی اونگلی نہین کاٹی
غرضکہ سبنے زلیخا کے سامنے سرندامت جہکایا اور طعنہ زنی کرنا چہوڑ دیا۔

اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد — گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست

اگر تیری زلف دراز تک ہمارا ہاتہہ نہ پہونچے — ہماری قسمت پریشان کا گناہ اور ہاتہہ کی کوتاہی ہے

تیری زلف جس سے جذبۂ عشق حقیقی مراد ہی بہت لمبی ہی لیکن اگر ہمارا ہاتہہ وہان تک نہ پہونچے یعنی ہم تیرا
عشق نکرسکین تو اسمین زلف دراز کا کچہ قصور نہین بلکہ ہماری بخت پریشان کی نارسائی اور کوتاہ دستی ہے
خلاصہ یہ کہ تیری جذبۂ محبت کا مانع نہین یہ کسکی استعداد پر منحصر ہی کہ چاہی وہ اوسکو قبول کری یا نکری۔

بحاجب در خلوت سرای خاص بگو — فلان ز گوشہ نشینان خاک درگہ ماست

خلوت سرای خاص کے پردہ دار سے کہدی — کہ فلان شخص ہماری در کی خاک کی گوشہ نشینون سے ہی

بصورت از نظر ما اگرچہ محجوب است — ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست

ظاہر مین اگرچہ ہماری نظر سے محجوب ہے — مگر ہمیشہ ہماری شگفتہ خاطر مین موجود رہتا ہی

یعنی اگرچہ ظاہر مین محبوب حقیقی ہماری نظرون سے پوشیدہ ہی لیکن باطن مین ہمیشہ ہماری دل کی آنکہون مین
چہپا ہوا رہتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ ہم ہر وقت اوسی دیکہتے رہتے ہین۔

اگر چو سائلی حافظ دری زند بگشا — کہ سالہاست کہ مشتاق روی چون مہ ماست

اگر فقیر کی طرح حافظ دروازہ کہٹکہٹای کہولدے — کہ وہ برسون سے مشتاق ہماری رخ روشن کا ہی

سیب زنخدان سے محبوب کا قہر آمیز لطف مراد ہے یوسف مصری کا اشارہ عاشقان الٰہی کی طرف سمجھنا چاہئے۔
مطلب یہ ہے کہ ای مخاطب دیکھہ کہ اوسکی سیب زنخدان (لطف قہر آمیز) کیا کہتا ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ ہزارون عاشقان صادق اور مشتاقان واثق ہمارے اس چاہ مین پڑے ہوے ہین یعنی عاشق ہوگئے ہین۔ چاہ زنخدان کی کہانیت ظاہر ہے۔

بزعم مدعیانی کہ منع عشق کنند   جمال چہرۂ تو حجت موجہ ماست

مدعیون کے زعم مین کہ جو عشق کو منع کرتے ہین   تیرا جمال و رخ ہمارے لئے ظاہری حجت ہے

یعنی ای محبوب۔ مدعیون اور منکرون کے زعم کے رد کرنیکو جو ہمکو عشق سے منع کرتے اور زبان طعنہ دراز کرتے ہین خود تیرا جمال اور چہرہ منور ہماری لئے عمدہ حجت ہے کہ ایسی زیبا صورت اور رعنا شکل و شمائل کا عشق کیسے چھوڑ دین۔ واضح ہو کہ عارفان کامل ہر مخلوق کو اوسیکا مظہر جانتے اور ہر شئے سے اوسیکا جلوہ دیکھتے ہین اسلئے یہ بات اونکے لئے عشق کو کرتے رہنے کی پوری دلیل اور ظاہری حجت ہوتی ہے گو ظاہر مین لوگ اسکو نہ دیکھین اور اونپر زبان طعنہ دراز کرین۔

نقل ہے کہ جب زلیخا یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوئی اور عنان صبر و ضبط اوسکے ہاتہہ سے چھوٹ گئی تو اوسکے اقارب اور ہمجولیوں عورات نے اوسپر ملامت کرنا شروع کی کہ ای زلیخا کیا تجکو اپنی ایک زرخرید غلام پر ایسے بیباکانہ طور پر محبت کرتی ہو شرم نہین آتی زلیخا نے جواب دیا کہ تم مجہہ پر طعنے نہ مارو وہ ایسا خوبصورت ہے کہ اگر تم اوسکو دیکہہ لو تو مجہہ پر طعنہ زنی چھوڑ دو گی اور مجھسی ہی ہوجاؤ گی اون سب نے اسکو محض ایک بیہودہ بات سمجھکر جواب دیا کہ زلیخا زبان کو روک خدا نکرے کہ ہم تجھسے ہون تجھے تو جنون ہے ہم تیری طرح پاگل تھوڑا ہی ہین جو غلامون پر جان دیتی پہرین۔ غرض کہ زلیخا نے اونکا اس انکار کا جواب دینے کے لئے سب کی دعوت کی اور طرح طرح کے کہانے مہیا کئے اور ملک کے دستور کی موافق دسترخوان پر سالم لیموں ہی معہ چھریون کے رکہدئے تاکہ ہر مہمان اپنا لیمو چھری سے کاٹے اور کہائے۔ جب کہانا چنا گیا اور سب عورتین بھی آگئین تو زلیخا اونسے تھوڑی دیر توقف کرنیکو کہہ کر چلی گئی اور یوسف علیہ السلام کے پاس پہونچی اور نہایت عاجزی سے کہنے لگی کہ ای حسینان جہان کے سرتاج تم ذرا میری ساتہ چلنے کی تکلیف گوارا فرما کر مجکو زبان خلق کے طعنون سے جو وہ تمہاری عشق کی بدولت مجہپر کہولتی ہین رہائی دلوادو اور میری ہمجولیونکو اپنا جمال دکہا دو تاکہ وہ آیندہ مجکو پاگل نہ بنائین۔ اول تو یوسف نے انکار کیا مگر زلیخا کے بہت سے اصرار سے

جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عالم کو کسی بات کے ماننے کے واسطے بہت سی حجت کی بہی ضرورت ہوتی ہی برخلاف غیر عالمون کے کہ بلا حجت کے کسی بات کو مان لیتے ہین ہم اسکی مثال مین شیطان کو جو معلم الملکوت تہا پیش کرینگے کہ اوسنے حضرت آدمؑ کے پتلہ کو سجدہ کرنے مین خدا کے حکم کے خلاف بہت سی قانونی کو بہکارا اور فرشتون نے فوراً سجدہ کیا مگر شیطان نے اپنے علم و فضل کے سبب ایسا کرنے سے انکار کر دیا تہا اور اسی انکار پروہ راندۂ درگاہ الہی ہوا۔ لہذا اس دلیل سے بہت سا علم کبہی حجاب اکبر ہی ہو جاتا ہے۔

بچشم عقل ببین در جہان پر آشوب — جہان و کار جہان بی ثبات و بیمحل ست

جہان پر آشوب کو چشم عقل سے دیکہہ کہ جہان اور جہان کا کام بی ثبات و بی موقع ہی

یعنی ای مخاطب ذرا عقل سے سوچ کہ یہ دنیا اور اسکا کاروبار جسمین تو ایسا منہمک اور مستغرق ہو رہا ہی بالکل ناپائدار اور بے محل ہے پس اوس سے دلبستگی نرکہہ اور معشوق حقیقی کے عشق مین ڈوب جا۔

دلم امید فراوان ز وصل روی تو داشت — ولی اجل بره عمر رہزن امل ست

میرا دل تیری چہرہ کی وصل سے بہت سی امیدین رکہتا تہا لیکن اجل راہ عمر مین امید کی قزاق ہو گئی

یعنی ای محبوب مین تیری وصل اور مشاہدہ رخ کی بہت سی امیدین رکہتا ہون کہ ضرور رُوی دوست کو دنیا مین مشاہدہ کرونگا لیکن یہ موت راہ عمر مین اون امیدونکی رہزن بن گئی یعنی اجل نے وہ سب امیدین منقطع کردین کیونکہ جب مین اس دوروزہ عمر پر نظر کرتا ہون تو معلوم ہوتا ہی کہ اوسکو کسی طرح کا استحکام نہین۔ پس مین اس عمر چند روزہ مین روی محبوب کا مشاہدہ کیسے کر سکونگا۔

ز قسمت ازلی چہرۂ سیہ بختان — بشست و شوی نگردد سپید این مثل ست

سیہ بختون کا چہرہ تقدیر ازلی سے ہی باوجود دہونے اور صاف کرنیکی بہی سپید نہین ہوتا یہ مثل ہی

جو لوگ کہ ازل ہی سے بدقسمت اور سیہ بخت چہرہ رکہتے ہین یعنی عشق حقیقی سے محروم ہین اونکا مونہ شست و شوی یعنی جد و جہد (کسی کے سمجہانے بجہانے) سے بہی سپید نہین ہوتے خلاصہ یہ کہ وہ عشق حقیقی حاصل نہین کر سکتے چاہے اونسے کتنا ہی کہا جاے۔

بگیر طرۂ مہ طلعتی و قصہ مخوان — کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل ست

کسی مہ طلعت کا طرہ پکڑ اور یہ قصہ نہ پڑہ کہ منحوس و مبارک زہرہ اور زحل کی تاثیر سی ہی

یعنی ای طالب تو شوق سے زلف معشوق کو پکڑ لے اور یہ قصہ مت سنا کہ یہ سعد زہرہ کی تاثیر سے ہی اور

یہ شعر معشوق کا مقولہ ہے یا حافظ صاحب گویا معشوق کی زبان سے فرماتے ہیں اور رقیب کی طرف خطاب کرتے ہیں
باقی مطلب صاف ہے۔

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل ست	صراحی می ناب و سفینۂ غزل ست

جو رفیق کہ اس زمانہ مین خلل سے خالی ہے	صراحی می ناب اور سفینۂ غزل کا ہے

اسکا صرف یہ مطلب ہے کہ جو رفیق یعنی سالک اس زمانہ مین خلل دنیا و مافیہا سے پاک ہے اوسکو گویا شراب محبت کی صراحی اور حقائق و معرفت کے بیان کی غزل یا اوسکا سفینہ سمجھنا چاہئے۔

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ ست	پیالہ گیر کہ عمر عزیز بی بدل ست

تنہا چل کہ آسایش کی جگہ تنگ ہے	شراب پی کہ عمر عزیز بے بدل چیز ہے

یعنی دنیا سے تعلق نہ رکھو اور تنہا رہو اسواسطے کہ جو راستہ آرام کا ہے وہ بہت تنگ ہے یا یہ کہ اوسمین صرف تنہا کے چلنے کی گنجایش ہے اگر تعلقات کے ساتھ اوسمین ہوکر گذرے گا تو تکلیف اوٹھائیگا۔ پیالہ شراب عشق و محبت کا لے کہ عمر عزیز بیش قیمت چیز ہے یہ اگر ضائع ہو گئی تو پھر لوٹ کر نہین آئیگی۔ کیونکہ عشق و زہد و رندی و تقوی جو کچھ کرنا ہو وہ دنیا ہی مین ہو سکتا ہے موت کے بعد کچھ نہین ہو گا اسی اعتبار سے عمر کو بے بدل چیز کہا کہ زندہ سے ہی عشق حقیقی بھی ہو سکتا ہے مردہ سے کچھ نہین ہوتا۔

نہ من ز بی عملی در جہان ملولم و بس	ملالت علما ہم ز علم بی عمل ست

مین ہی جہان مین بے عملی سے ملول نہین ہون	بلکہ علما کو بھی علم بے عمل سے محرومی ہے

مطلب یہ کہ جہان مین صرف مین ہی بے عملی کی بدولت معرفت الہی سے محروم نہین ہوا ہون بلکہ علماء کی محرومی بھی علم بے عمل ہی سے ہوئی ہے کیونکہ وہ علم جو بغیر عمل کے ہوتا ہے کوئی نفع نہین پہونچاتا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ بِلَا عَمَلٍ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے عمل علم سے خدا کی پناہ۔ اور ممکن ہے کہ بے عملی کا اشارہ کثرت علم کی طرف ہو کیونکہ علم پر پوری طور کا عمل کرنا دشوار ہوتا ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ مین ہی اکیلا کثرت علم سے بے معرفت نہین رہ گیا بلکہ یہ عالم و فاضل بہت سے لوگ جو معرفت سے محروم ہوے وہ کثرت علم ہی کا سبب تھا کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَرُ یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم ہی معرفت حق کا ذریعہ ہے چنانچہ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہین کہ بی علم نتوان خدا را شناخت اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علم ہدایت کا سبب ہے لیکن غرور و خود بینی اور تکبر وغیرہ بھی اسی سے پیدا ہوجاتی ہین

ظاہری طور پر شعر گذشتہ سے تعلق ظاہری مگر باطنی [illegible] یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے دنیا مین آرام سے بسر کی آخر کار نتیجہ مین ندامت ہی اوٹھائی یا یہان سے نادم ہی ہو کر گیا خلاصہ یہ کہ دنیا کا کاروبار سوائے ندامت وپشیمانی کے اور کچھ انجام نہین دکھاتا۔

شمع گزران رخ خندان بزبان لافی زد ‏ پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخاست

بجھنے والی شمع نے رخ خندان سے لاف زنی کی ‏ تیری عاشقونکی سامنے سے پشیمان ہوکر اوٹھ گئی

عاشقان محبوب حقیقی اور جل جل کر بجھ جانے والی شمع کا مقابلہ ہے کہ گو بجھنے والی شمع ہنس ہنس کر عاشقی مین زبان سے لاف زنی کرتی تھی لیکن تیرے عاشقونکی سامنے سے شرم کھاکر اوٹھ گئی۔

در چمن باد بہاری ز کنار گل و سرو ‏ بہواداری آن عارض و قامت برخاست

چمن مین باد بہاری گل و سرو کے پاس سے ‏ اوس عارض و قد کی [illegible] اوٹھی

یعنی تنہا مین ہی اوس محبوب کا ثناخوان اور عاشق حسن و جمال نہین ہون بلکہ باغ [illegible] جو گل و سرو کی ہم صحبت رہتی ہے اوس عارض و قامت کی ہواداری کے [illegible] عارض کے مقابلہ مین گل اور قامت کے مقابلہ مین سرو آیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ صرف [illegible] عارض اور قامت پر فدا نہین ہو گیا بلکہ باد بہار نے بہی گل و سرو کو چھوڑ کر اوسکی ہواخواہی اختیار کی۔

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت ‏ بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

تو خلوت مین بیٹھے ہوے فرشتون کے پاس سے مست ہوکر گذرا ‏ تیرے [illegible] دیکھنے کے لئے [illegible] قیامت اوٹھا

اسکا خطاب اگر خود متکلم کی طرف سمجھا جائے تو یہ مطلب ہے کہ تو بادۂ عشق و محبت اور معرفت مین ایسا مست ہو کر گذرا کہ انسان تو انسان بلکہ گروہ ملائکہ مین بہی تیرے دیکھنے کا شور قیامت برپا ہو گیا یعنی تمام فرشتگان تیری ملاقات اور دیدار کے لئے ہجوم [illegible] اور نیز اس شعر سے معراج شریف کا بہی مضمون ادا ہونا ممکن ہے کہ جب ختم المرسلینؐ محبوب دو عالم معراج کو تشریف لے گئے تو تمام ساکنان عالم بالا آپ کے دیدار اور ملاقات کے لئے ہجوم کئے ہوے آئے تھے۔

پیش رفتار تو پا بر نگرفت از خجلت ‏ سرو سرکش که بناز قد و قامت برخاست

تیری رفتار کے سامنے شرمندگی سے قدم نہ بڑھایا ‏ سرو سرکش نے کہ جو ناز کے قد و قامت سے اوٹھا

اس شعر مین صرف تعلیل کی خوبی دکھائی گئی ہے یعنی سرو جو چل پہر نہین سکتا تو اسکا یہ سبب ہے کہ تیری

وہ نامبارک زحل کے اثر سے۔ سعد و نحس خوف و رجا کے خیال سے ہوتا ہی عاشق کو ان جھگڑون سے کیا غرض اونہین صرف اپنی عشق سے مطلب رکھنا چاہئے طرہ کی تشبیہ زحل سے دی گئی ہے جو تاریک اور خوفناک ہوتا ہے اور تشبیہ طلعت کی زہرہ سے ہی جو روشن ہوا کرتا ہے۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی — مگر بنای محبت کہ خالی از خلل ست

جس بنا پر تو غور کرے وہ خلل پذیر ہے — سوای ایک بنای محبت کی کہ جو خلل سے خالی ہوتی ہے

مطلب یہ کہ زہد و تقوی کی یہ بناء خلل پذیر ہوتی ہے یعنی اوسمین جلد خلل پڑ سکتا ہی مگر صرف ایک عشق حقیقی کی بناء ایسی ہی کہ جسمین کسی طرح خلل نہین پڑ سکتا اور نہ اسمین کسی خلل کی گنجایش ہے۔ اسکا مقصود عشق حقیقی کو ورع و تقوی سے بڑہاتا ہے۔

ہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش — چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ست

کسی زمانہ مین اوسکو ہشیار نہ پائینگے — ہمارا حافظ شراب ازل کا ایسا مست ہے

منکرون سے خطاب ہی اور حافظ کہ اشارہ دل کی طرف یعنی ای منکرو ہمارا دل بادۂ ازل جس سے مقصود عشق و محبت ہی ایسا مست ہو رہا ہی کہ کسی وقت بہی اسکو ہوش مین نہ پا سکو گے یعنی مست روز الست سے ہے جو کبہی ہشیار نہو سکے گا۔

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست — گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

دل و دین میرا گیا اور دلبر نے ملامت سے اوٹہایا — کہا کہ ہماری پاس نہ بیٹہ کہ تجہسے سلامتی برخاست ہوئی ہی

عاشق متکلم اپنے ہمدمون کو مخاطب کرکے کہتا ہی کہ مجہ بیچارے کے حال پر غور کرو کہ جو کچہ میری پاس تہا حتی کہ دل و دین بہی اوسپر نثار کر دیا تاہم استغناء محبوب میری حال سے کم نہوئی اور اوسنے یہ کہکر اپنی پاس سے اوٹہا دیا کہ سلامتی تیری وجہ سے اوٹہی جاتی ہے اسلئے تو ہماری پاس نہ بیٹہ۔ عاشق کی ابتر حالت سے مجلس معشوق مین خلل واقع ہوتا ہی چنانچہ عام قاعدہ ہے کہ معشوق لوگ اپنی جلسہ مین عاشقون کا آنا پسند نہین کرتے ہیں اجیسا نہی حافظ صاحب وہ ہی مضمون ادا کر رہی ہین۔ حقیقی معنی کے اعتبار سے اسمین اوٹہ جانے کا ذکر عاشق کی وجہ سے سلامتی کے برخاست ہونیکا مطلب صرف استغناء محبوب حقیقی سمجہا جائیگا چنانچہ آگے کہتے ہین کہ

کہ شنیدی کہ درین بزم دمی خوش بنشست — کہ نہ در آخر صحبت بہ ندامت برخاست

کب سنا تو نے کہ کوئی اس بزم مین تہوڑی دیر خوش رہا — آخر صحبت مین ندامت سے نہ اوٹہا یا گیا

یعنی موت کی امید عنقریب ہی کہ بہت جلد مین اس وجود جسمانی سے علحدہ ہوکر تجہ مین جا ملون گا اور تیرا وصل حاصل کرون گا۔

در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست
هر جا که هست پرتو روی حبیب هست

عشق کے لئے خانقاہ اور خرابات کی شرط نہین ہے
جس جگہ کہ ہے روی حبیب کا پرتو ہے

یہ شعر جواہرات معرفت سی بہرا ہوا ہی اور ہر شخص اپنی عقل و فہم کی موافق اسکو سمجہ کر اس سے محظوظ ہو سکتا ہے۔ گو ظاہر مین الفاظ ایک دوسری کی ضد معلوم ہوتے ہین لیکن اسکا مطلب ہمہ اوست و ہمہ از وست سے یعنی عشق حقیقی کرنیکے واسطے خانقاہ یا شرابخانہ کی شرط نہین ہی خانقاہ مین بہی وہ ہی اور خرابات مین بہی وہی ہر جگہ اوسیکا جلوہ ہے کسی اور کا نہین تو پہر اوسکے عشق کے لئے خانقاہ کی شرط کیون کیجای اور خرابات کی کیون نہ کیجاے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہی کہ زاہد شراب پینی دی مسجد مین بیٹھکر ۔ یا وہ جگہ بتا دی جہان پر خدا نہو۔

آنجا که کار صومعه را جلوه میدهد
ناقوس و دیر و راهب و نام صلیب هست

اوس جگہ کہ عبادت خانہ کے کام کا جلوہ نظر آتا ہی
سنکہ اور بتخانہ راہب اور صلیب کے نام ہین

صومعہ یعنی عبادت گاہ صلیب ایک سہ کونی لکڑی ہوتی ہی جسکو نصرانی زنار کی جگہ استعمال کرتے ہین۔ راہب نصرانیون کا پارسا ناقوس سنکہ کہ جسکو اہل ہنود بت پرست پرستش کے وقت بجایا کرتے ہین۔ فارسی کی پرانی شرحون اس شعر کا مطلب صاف نہین کیا گیا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ شارحین نے اسکو خلاف شریعت سمجہکر وہ معنی نہین لکہے جو مضمون شعر سے پیدا ہو رہی ہین۔ چونکہ تصوف مین بعض اوقات شریعت کو دخل نہین دیا جاتا اسلئے ہماری خیال مین اسکا صرف یہ مطلب ہی کہ ناقوس بتخانہ اور راہب کی صلیب گو بت پرستون اور ترساون کی عبادت کے علحدہ علحدہ طریقے ہین لیکن ان سب ذریعون سے اوسی ایک ذات کی پرستش ہوتی ہی بتخانہ مین بہی وہ ہی پوجا جاتا ہی اور کلیسا مین بہی وہ ہی برہمن ناقوس بہی اوسی کے واسطے بجاتا ہی اور راہب صلیب بہی اوسی کے واسطے باندہتا ہی۔ غرض ہر جگہ اوسکی پرستش ہوتی ہے۔ جب طالب نے اپنی لو مطلوب سی لگالی تو اوسکو مسجد اور بتخانہ و کلیسا مین وہ ہی نظر آتا ہے اگر عبادت کے ظاہری سامانون پر نظر ڈالی جاے تو بڑا فرق ہے اور جو باطن کو غور کرو تو سب اوسی کے دلدادہ ہین۔ ہمین اس شعر کا یہ مطلب بیان کرنے مین زیادہ پس و پیش اس وجہ سے نہین ہوا کہ اس سے اوپر کا شعر بہی اسی مضمون کا موید ہے۔

عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد
ای خواجه درد نیست وگرنه طبیب هست

کون ایسا عاشق ہوا کہ یار نے اوسکی حال پر نظر نہ کی
ای خواجہ درد ہی نہین ورنہ طبیب تو موجود ہی

رفتار کے سامنے خجالت سے گڑ گیا ہی سرو کی تعریف مین سرکش کا لفظ اسلئے لاتے ہین کہ وہ سیدھا کھڑا رہتا ہے جھکتا نہین جب اُسکو قد یار سے تشبیہ دی گئی تو سرکشی کا اطلاق بھی عائد ہو گیا۔

بیت

حافظ این خرقہ بیند از مگر جان ببری ‖ کاتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

حافظ اس جبہ کو پھینک مگر جان بچالے ‖ کہ آگ مکر و کرامت کی خرمن سے اوٹھی

یعنی ای حافظ تو اس مکر و فریب کے جبہ کو پھینک شاید کہ اسی طرح سے تو اپنی جان نکال لیجاوے اسواسطے کہ مکر و کرامت کے ہی خرمن سے آگ پیدا ہوتی ہی اور جبہ ان دونون صفتون کا مامن ہی پس اگر تھی اپنی جان کو اس مکر و فریب کی آگ سے بچانی ہے تو تو اس جبہ کو بھی پھینکدے۔

روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست ‖ در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست

تیرا مونہ کسی نے ندیکھا اور ہزارون رقیب پیدا ہوگئے ‖ ابھی تو غنچہ ہی مین ہی کہ صدہا بلبلین موجود ہین

رقیب سے مراد عام عاشقان الٰہی ہین گو عاشقان کامل باہم ایک دوسرے سے مجازی عاشقون کی طرح رنج و عداوت نہین رکہتے تاہم جب سب ایک ہی معشوق کے عاشق ہین تو انکو رقیب کہنا بیجا نہین مصرعہ ثانیہ مین بھی اسی مضمون کی توضیح ہے اور عندلیب سے وہ ہی شیدای الٰہی مقصود ہین لہذا مطلب یہ ہی کہ ای محبوب حقیقی تیری صورت کو کسی نے نہین دیکھا مگر ہزارون رقیب پیدا ہوگئے اور نہ گل وحدت ابھی غنچہ سے باہر نکلا یعنی تو نے اپنا دیدار (جو قیامت کو دکھایا جائیگا) ابھی کسی کو نہین دکھلایا کہ سیکڑون بلبلین (عاشقان صادق) غنچہ کے پھول ہو جانے (تیرے جمال) کے مشتاق ہین۔

بیت

گر آمدم بکوی تو چندان غریب نیست ‖ چون من درین دیار ہزاران غریب ہست

اگر مین تیرے کوچہ مین آیا تو چندان عجیب نہین ‖ کہ مثل میری اس دیار مین ہزارون مسافر ہین

یعنی اگر مین خستہ و غریب تیرے کوچہ عشق مین آگیا اور عشق کا دعوی کرتا ہون تو کچہ تعجب نہین کیونکہ تیری کشور عشق مین ہزارون عاشق والہ و سرگشتہ پہرتے ہین خلاصہ یہ کہ ایک مین ہی تیرا عاشق نہین ہون بلکہ ایک عالم تیرے میدان محبت کا مسافر ہے۔

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد ‖ لیکن امید وصل توام عنقریب ہست

ہر چند کہ مین تجھسے دور ہون اور تجھسے دور کوئی نہو ‖ لیکن مجھے تیرے وصل کی امید عنقریب ہی

مطلب یہ کہ باعتبار صورت جسمانیہ مین تجھسے دور ہون اور کوئی عاشق تجھسے دور نہو لیکن تیری وصل کی یعنی فنا کی

اسکا خطاب خود متکلم اپنی طرف کرتا ہی اور کہتا ہی کہ ای سالک عاشق تیرا طالع سعید اور دولت مادر زاد تفرقہ ہجران اور جدائی محبوب کے بعد بہر چمکا یعنی تجھے محبوب کا وصل حاصل ہوا۔ پس چشم بددور کہین دشمن کی نظر نہ لگ جائے یعنی پہر کہین ہجر نہو جائے۔

شکر ایزد کہ درین باد خزان رخنہ نیافت　　بوستان سمن و سرو گل و شمشاد

خدا کا شکر کہ اسمین باد خزان نے رخنہ نپایا　　تیری چنبیلی و سرو گل اور شمشاد کی باغ مین

سرو گل شمشاد وغیرہ سے عاشق لوگ مراد ہین کہ جو بعض اونمین سے محبوبیت کے مقام مین ہین اور بعض محبت کے یعنی خدا کا شکر ہے کہ باد خزان نے جس سے جدائی اور ہجران کی طرف اشارہ ہی طالبون اور عاشقونکی دونمین رخنہ نپایا اور تبدل تغیر اور کاہش نے اونکی عشق مین کسی قسم کا نقص پیدا نہین کیا ہے۔

حافظ از دست مدہ صحبت این کشتی نوح　　ورنہ طوفان حوادث بر دبنیادت

ای حافظ اس کشتی نوح کی صحبت کو ہاتہہ سے ندی　　ورنہ حوادث کا طوفان تیری بنیاد کو بہا لیجائیگا

کشتی نوح اور طوفان کی رعایتین ظاہر ہین۔ مگر یہان کشتی نوح کا اشارہ وجود مرشد کی طرف ہی اور مطلب صاف ہی کہ ای حافظ تو مرشد کی صحبت کو نہ چہوڑ ورنہ حوادثات دنیا کا طوفان تیری بیخ و بن کو اوکہاڑ ڈالے گا۔

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت　　در دہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت

ای ساقی شراب لا کہ ماہ صیام گذرا　　پیالہ دے کہ ناموس و نام کا زمانہ گیا

مطلب یہ کہ ای مرشد یا ای وعدۂ ایزدی شراب عشق و محبت دی کیونکہ رمضان کا مہینہ جس سے زہد و پارسائی کی طرف اشارہ ہی ختم ہوا اور ایام عید یا موسم بہار کہ زمانہ عشق کا ہی آیا پس پیالہ پلا کسواسطی کہ اب ننگ و نام و عظمت و خود بینی کا وقت نہین اب تو رندی اور مستی کا زمانہ ہے جسمین ناموس نام کے جاتے رہنے کا اندیشہ بہی نہین رہتا۔

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم　　عمری کہ بی حضور صراحی و جام رفت

پیارا وقت گیا آ تاکہ اوسکی تلافی کرین　　وہ عمر کہ جو بغیر موجودگی صراحی اور جام کے گذری

صراحی و جام بمعنی ذکر سبب و ارادہ مسبب جس سے عشق مراد ہی اور مطلب یہ کہ ای مرشد جوانی تو لہو و لعب کی بیخبری اور بغیر حصول عشق و محبت کے گذر گئی اب کہ دوسرا زمانہ آیا پس تو شراب پلا کہ دل کہول کر اسقدر پیئین کہ اس وقت کی تلافی بہی ابہی ہو جائے۔

یعنی ای خواجہ جو شخص عاشق ہوا یار نے ضرور اوسکے حال پر نظر عنایت رکھی اصل مین حق بات تو یہ ہی کہ
درد نہین ہے وگرنہ طبیب تو موجود ہی مر نیوالے ہی اگر نہون تو مسیحا کسے زندہ کرے۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثی عجیب ہست

فریاد ای حافظ کہ یہ تمام آخر بیہودہ سرائی نہین نادر قصہ اور عجیب حکایت ہے

یعنی عشق کی داستان محض بیہودہ سرائی نہین ہے بلکہ عجیب قصہ اور نئی حکایت ہی۔

ساقیا آمدنت عید مبارک بادت وان مواعید کہ کردی نرود از یادت

اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو اور وہ وعدے کہ جو تو نے کئے تجھے نہ بہولین

اسکا مطلب صاف ہی۔ کہ ای ساقی جو وعدے کہ تو نے کئے تہے اونکو عید کے دن فراموش نکر دینا۔

در شگفتم کہ درین مدت ایام فراق برگرفتی ز حریفان دل و دین میدادت

مجہے تعجب ہے کہ اس ایام فراق کی مدت مین تو نے حریفون سے دل و دین لے لیا جو تجہے دیا

یعنی مجہے تعجب ہی کہ تو نے ایام فراق کی مدت مین عاشقونسے دل لیا حالانکہ وہ تجکو اس سی پہلے ہی دیتے تہے۔

برسان بندگی دختر رز گو بدر آی کہ دم ہمت ما کرد ز بند آزادت

ای دختر رز (معشوق کو) بندگی پہونچا اور کہو کہ باہر آئے کہ ہمارے دم کی ہمت نی تجہے قید سے آزاد کیا

اسمین معشوق کا لفظ محذوف ہی دختر رز بندگی پہونچانیکی اور محبوب سی باہر نکلنے کو کہنے کی فاعل سمجھی جائیگی یعنی
ای شراب تو ہماری بندگی محبوب کو پہونچا اور کہو کہ باہر نکلے اور حریفون کے ساتہ بیٹھکر شراب نوشی کرے کسواسطے کہ
ہماری ہمت کے دم نے اوسکو ننگ و نام کی یا تنہائی کی قید سے آزاد کرادیا۔ اسمین گویا معشوق کی پردہ نشینی اور
تنہائی کو دور کرنیکی اور عاشقونکے پاس تک آنے اور اونکے ہم صحبت ہونیکی تحریک کی گئی ہے۔

شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست جای غم باد ہر آن دل کہ نخواہد شادت

مجلسیونکی خوشی تیری تشریف آوری سے ہی ہر وہ دل غم کی جگہ ہوجیو کہ جو تیری خوشی نکرے

یہ شعر اوپر کے شعر سے قطعہ بند ہونا چاہئے اور مطلب یہ ہی کہ عاشقان جلسہ کی خوشی تیری تشریف آوری پر منحصر ہے
وہ دل جو تیرا آنا نچاہتا اور تیری خوشی نکرتا ہو خدا کرے کہ غم کا ٹہکانا بنے۔

چشم بد دور کزین تفرقہ خوش باز آوردی طالع نامور و دولت مادر زادت

چشم بد دور کہ اس تفرقہ سے پہر خوش لوٹ آیا تیرا نصیب نامور اور تیری دولت مادر زاد ہی

یعنی اے زاہد خلوت و تنہائی اور نیاز کو تو جان کہ یہ تیرا کام ہے عاشقون کو تو روز ازل سے راحت و آرام حوالہ کیا گیا ہے۔

نقد دلی کہ بود مرا صرف بادہ شد　　قلب سیاہ بود ازان در حرام رفت

جو نقد کہ دل کا تہا وہ شراب مین صرف ہوگیا　　قلب سیاہ تہا اس وجہ سے حرام مین گیا

مطلب یہ کہ جسقدر نقد دل میری پاس تہا وہ سب شراب مین صرف ہوگیا۔ لیکن ہمین کچہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ قلب سیاہ اگر حرام مین صرف ہوا تو بجا اور برمحل ہوا الیسی بری چیز کو ویسے ہی کام مین صرف ہونا چاہئے تہا۔ اسکی عرض کرنیکی ضرورت نہین ہے کہ شراب سی عشق و محبت مراد ہی اور حرام شراب کی صفت اگر عشق مجازی حظ نفسانی کی غرض سے ہو تو وہ بیشک حرام ہوگا دل مین اگر عشق حقیقی ہو تو وہ صاف ہی اگر مجازی ہے تو وہ سیاہ کہلایا جائیگا۔ نقد کے واسطے قلب اور دل کے واسطے قلب سیاہ شراب کے لئے حرام کا لفظ لائی ہین اور یہ سب رعایتین خالی از لطف نہین۔ اسکی علاوہ قلب سیاہ کہوٹی سکہ کو بہی کہتے ہین۔

دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت　　گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت

اور زیادہ حافظ کو نصیحت نکر کہ اوسنے راہ نپائی　　تو گم گشتہ ہے اوسکی شراب محبت کام سے ہے

یعنی اے ناصح حافظ کو زیادہ نصیحت نکر تو کہویا گیا ہی اور یہ نہین جانتا کہ جسکو شراب محبت سی کام ہے وہ نصیحت کو نہین مانیگا اسلئے کہ عاشق کو نصیحت کرنا کچہ فائدہ نہین دیتا۔

صبا اگر گذری افتدت بکشور دوست　　بیار نفحۂ از گیسوئی معنبر دوست

اے صبا اگر تیرا گذر یار کے شہر مین ہو　　تو دوست کے گیسوئے معنبر سے خوشبو لا

صبا کا کنایہ مرشد کی طرف ہی اور مطلب یہ کہ ای مرشد کامل اگر تیرا گذر کشور دوست کی طرف ہو جس سے عالم وحدت اور مشاہدات تجلیات مراد ہی تو اوسکے گیسوی معنبر سے تہوڑی خوشبو (بیان حقائق و معارف) ہم تک پہونچا دے اگر تو ایسا کرے تو۔

بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم　　اگر بسوی من آری پیام از بر دوست

اوسکی جان کی قسم کہ شکرانہ مین جان دیدون　　اگر تو میرے پاس دوست کی طرف سی پیغام پہونچا دے

قسم اوسی محبوب کی جان کی کہ مین اسکے شکرانہ مین اپنی جان تجہپر نثار کر دونگا۔ یہ صرف اوس خوشی مین کہ میری پاس دوست کا پیام پہونچا۔

در تاب توبہ چند توان سوخت ہمچو عود — می دہ کہ عمر در سر سودای خام رفت

توبہ کی شدت مین کب تک عود کی طرح جلین — شراب لاکہ عمر سودای خام مین گذر گئی

یعنی ای ساقی ہم توبہ کی تاب و تپش مین کب تک جلتے رہین اب شراب دی کہ تمام عمر سودای خام مین یعنی ادسی توبہ کے خیال مین گذری چلی جاتی ہے۔

مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی — در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

یعنی اتنا مست کر کہ بیخودی سے نجانون — عرصۂ خیال مین کہ کون آیا اور کون گیا

یعنی اے ساقی خم معرفت یا ای مرشد کامل مجھے عشق الہی کی شراب سے اسقدر مست و بیخود کر دی کہ مجھے یہ خیال بہی نہ آئے کہ کون آیا اور کون گیا خلاصہ یہ کہ مین عشق الہی مین ایسا محو مطلق ہو جاؤن کہ دنیا مین کسی کی موت زیست سے بہی علاقہ نہ رکہون۔

بر بوی آنکہ جرعۂ جامی بما رسد — در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت

اس امید پر کہ جام کا کوئی گہونٹ ہمکو ملے — شراب خانہ کے اندر تیری دعا مین صبح و شام گذری

مطلب صاف قابل شرح نہین شعر مذکورہ بالا کی توضیح ہے اور اس قسم کا مضمون کئی جگہ اس سے پہلے گذر چکا ہے

دل را کہ مردہ بود حیاتی ز نو رسید — تا بوی از نسیم میش در مشام رفت

دل کو جو کہ مردہ تہا از سر نو زندگی ملی — جبکہ اوسکی نسیم کی بو دماغ مین پہونچی

مطلب یہ کہ جب اوسکی مئی محبت کی بو میرے مشام جان مین پہونچی۔ تو گویا دل جو بسبب زہد و تقوی کے مردہ ہو گیا تہا نئے سرے سے زندہ ہوا۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ — رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

زاہد جو کہ مغرور تہا منزل پر سلامت نہ پہونچا — رند طریقۂ نیازمندی سے دار السلام مین پہونچ گیا

مطلب یہ کہ زاہد بوجہ غرور عبادت کے منزل پر سلامتی سے نہ پہونچا یعنی اوسکا خاتمہ بخیر نہوا اور رند مقام عجز و نیاز اور قصور کی ندامت کی وجہ سے داخل جنت ہوا اگر رند سے عاشق صادق مراد لین تو دار السلام کے معنی مقام وصال حقیقی (جسکو بقا باللہ کہتے ہین) کے ہون گے۔

زاہد تو دان خلوت و تنہائی و نیاز — عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت

ای زاہد خلوت و تنہائی اور نیاز کو تو جانے — عاشقون کو عیش مدام حوالہ کیا گیا

خلاصہ یہ کہ دوست کے نزدیک ہم ایسے حقیر ہین اور ہمارے نزدیک دوست کا ایسا بڑا مرتبہ ہے۔

چہ باشد ار شود از قید غم دلش آزاد
چہ ہست حافظ مسکین غلام و چاکر دوست

کیا تعجب ہی جو اپنی دل کی غم کی قید سی آزاد ہو جای
کیونکہ حافظ غریب دوست کا چاکر اور غلام ہی

یعنی جب حافظ اپنے دوست کا ایک کمتر چاکر اور ادنی خدمتی ہے تو کیا تعجب ہی کہ وہ اوسکے طفیل مین غم دل کی قید سے یعنی ہجر سے آزاد ہو جای خلاصہ یہ کہ دوست کی وصل پر اوسکا حق ہی اگر میسر ہو جائے تو تعجب ہی کیا ہے۔ اور وصل کے بعد غم ہی نرہی گا۔

غمش تا در دلم ماوا گرفتہ است
سرم چون زلف اوسودا گرفتہ است

جب سی اوسکی غم نے میری دل مین جگہ لی ہی
میرے سر کو اوسکی زلف کی طرح سودا ہو گیا ہی

یعنی جس روز سے کہ مین نے اوسکا عشق کیا ہی اوسی کی زلف کی طرح پریشان ہون خلاصہ یہ کہ سرگرانی میری اوسی کی زلف کے سودے کی بدولت ہے۔

لب چون آتشش آب حیات ست
از ان آب آتشی در ما گرفتہ است

اوسکا لب آتش نما آب حیات ہے
اوس آب سی ہماری اندرون مین آگ ہو گئی

یعنی محبوب کا لب سرخ جو مثل آتش کی ہے آب حیات کا حکم رکہتا ہی مگر اوس ہی آب حیات کے اثر سے ہماری اندرون جسم مین سوز و گداز بہرا ہوا ہی معنوی اعتبار سے آب کا کنایہ اسم متکلم کی طرف اور آتش بہ لحاظ خونریزی کے لاے ہین۔ جب کہ اسم متکلم نے منصور پر تجلی کی تو اوسنے انا الحق کا دم بہرا۔ اور مارا گیا آب حیات بقا دہندہ کے اعتبار سے ہی مصرعہ ثانی کی آتش کا اشارہ تجلی اسم متکلم کی طرف کہ جو مثل آتش اور آب حیات کے ہی یعنی سالک کی فنا و بقا کا سبب ہی پس اوس آتش نے ہماری سینہ مین گہر کیا اور ہمکو حالت فنا مین پہونچا دیا۔

ہمای ہمتم عمریست کز جان
ہوای آن قد بالا گرفتہ است

میری ہمت کے ہما نے مدت ہوئی کہ جان سے
ہوا ہوس قد بالا کی سنلینی لی ہے

مطلب یہ کہ میری ہمای ہمت نے دل و جان سے اوس محبوب حقیقی کے عشق کو جسکے قد رعنا یعنی امتداد ظہور نے تمام عالم پر سایہ ڈالا مدت ہوئی کہ قبول کر لیا ہے یا یہ کہ میرا عشق ازلی ہے چند روز سے نہین۔
قد بالا کی اعتبار سی ہما کا لفظ لائی ہین یعنی میری ہمای ہمت ذی تیری قد بالا پر ہو کر گذرنیکی خواہش کی۔

...ن حضرت نباشد بار برای دیدہ بیاور غباری از در دوست

اور جو اوس جناب تک تو بار نہ پا سکے تو آنکھون مین لگانیکے واسطے اوسکے در کا غبار ہی لیتی آیو

یعنی اگر اوس جناب مین جو بڑی عالیشان ہے تیرا گذر نہو سکے تو اوسکے در کا غبار ہی لیتی آیو جسکو آنکھون مین لگاکر مرحلہ عشق طے کرین۔

من گدا و تمنائی وصل او ہیہات مگر بخواب بہ بینم جمال و منظر دوست

مین فقیر اور اوسکے وصل کی آرزو افسوس مگر اوسکے جمال کا منظر خواب مین دیکھتا ہون

مطلب صاف ہی تشریح کی ضرورت نہین۔ جاننا چاہئے کہ اس عالم مین خدا کا جمال عارفان کامل کو کئی طرح پر نظر آیا کرتا ہی۔ ایک تو صنعت سی اوس صانع کا مشاہدہ ہوتا ہے دوسرے خواب مین۔ کبھی مشاہدہ قلبی ہی ہوتا ہی مگر اسکے واسطے کوئی خصوصیت نہین کہ آیا سب کو ایک ہی سی صورت نظر آتی ہے ممکن ہے کہ رویت حق سبحانہٗ تعالیٰ مختلف ہو بہرحال جب عارف مرتبہ عشق پر پہونچ جاتا ہی تو اوسکو اوسکی استعداد کی موافق مشاہدہ تجلیات ہوتا ہی خواہ وہ قلبی ہو یا خوابی یا صنعتی۔ صنعت سے صانع قدرت کا جمال دیکھنے کا یہ مطلب ہی کہ یہ تمام چیزین جو ہمکو نظر آتی ہین انکی ایسی صورت ظاہر بینون کے واسطے ہی ورنہ جو دیدۂ باطن رکھتی ہین اونکو اسکے سوا کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ فرض کیجے کہ کسی درخت کا کوئی پتہ جو ظاہر بینون کو پتہ نظر آتا ہی وہ دیدۂ بینا رکھنے والے عارفون کو کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہی مگر ہماری آنکھین جو باطن بین نہین وہ اوسکو محض ایک ناچیز پتہ خیال کرتے ہین جبکہ عارفان کامل اوس مشاہدہ سے الٰہی کا لطف اوٹھاتے ہین لیلی جو باعتبار اپنی نام کے سیاہ فام اور کچھ بھی خوبصورت نہ تھی مجنون کی آنکھون کو تمام دنیا سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی تھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ مطلوب کو دیکھنے کو طالب کی آنکھون کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ غیر عاشق کی آنکھون کی۔

دل صنوبریم ہمچو بید لرزان ہست زحسرت قد بالائی چون صنوبر دوست

دل صنوبر میرا مثل بید کی کانپتا ہے دوست کے قد بالا صنوبر مثال کی حسرت سی

صنوبر کو قد یار سے تشبیہ دیتے ہین لیکن اوسکے پھولون کو دل سے ہی تشبیہ دیجاتی ہی۔ مطلب شعر کا یہ ہی کہ میرا دل جو صنوبر کے پھول کی طرح ہی قد یار کی حسرت مین بید کی طرح لرزان اور پریشان رہتا ہی۔

اگرچہ دوست بچیزی نمی خرد مارا بعالمی نفروشیم موی از سر دوست

اگرچہ دوست ہمکو کسیقدر کی عوض مین نہی نہین خریدتا مگر ہم دوست کی سر کے بال کو ایک عالم کی عوض مین بھی نہ بیچینگے

د اَنَاعَاشقٌ وَّ مُحِبٌّ تَک کے سالک نوآموز سے کہا کہ تو ناز نکر اور مغرور نہو کہ اس باغ دنیا مین تجھ جیسے بہت سے پہول کہلے آخر کار موت کی باد خزان سے معدوم ہوکر سب عدم مین یکسان ہوگیے۔

گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولی ہیچ عاشق سخن تلخ بمعشوق نگفت

پہول ہنسا کہ مین سچ بات سے آزردہ نہین ہوتا لیکن کسی عاشق نے معشوق سے تلخ بات نہین کی

چونکہ سالک مقام محبوبیت مین تہا یہ سنکر ہنسا اور اوسنے کہا کہ جو کچہ تو نے فرمایا یہ بالکل صحیح ہے اور مین سچی بات سے رنجیدہ نہین ہونگا لیکن تو نے جب مجہ اپنی محبوبیت مین سرفراز کیا ہے تو یہ مت کہو اسواسطے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق سے تلخ بات نہین کیا کرتا۔

گر طمع داری ازان جام مرصع می لعل دُر و یاقوت بنوک مژہ ات باید سفت

اگر تو اوس جام مرصع سے مئی لعل کی طمع رکہتا ہے تو تجکو اپنی مژہ کی نوک سے موتی اور یاقوت پرونے چاہئین

جام مرصع سے مراد مرشد کامل۔ مئی لعل اسرار حقیقت و معرفت۔ مطلب یہ کہ اگر مرشد سے اسرار معرفت و حقیقت معلوم کرنا چاہے تو اپنی نوک مژہ سے دُرہای سرخ پرو یعنی رو۔

تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد ہر کہ خاک در میخانہ برخسار نرفت

قیامت تک بہی اوسکے مشام مین محبت کی بو نہ پہونچیگی جسنے کہ میخانہ کے در کی خاک رخساروں سے نہ جہاڑی

میخانہ سے مراد منزل عشق اور محبت سے عبارت محبت الٰہی ہے یعنی حشر تک بہی اوسکے مشام مین بوئی معرفت نہ پہونچیگی جسنے عشق کو حاصل نہین کیا ہے۔

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفت

کل باغ ارم مین جب لطف ہوا سے سنبل کی زلف نسیم سحری سے پریشان ہوئی

گفتم ای مسند جم جام جہان بینت کو گفت افسوس کہ آن دولت بیدار بخفت

مین نے کہا کہ ای مسند جم تیری جام جہان نما کو کیا ہوا کہا افسوس کہ وہ دولت بیدار سو گئی

مطلب یہ کہ کل جس سے زمانہ گذشتہ مراد ہے باغ ارم مین وجود سالک نسیم سحری سے جس سے مقام محبت مقصود ہے پریشان ہوا تو مین نے اوس سے کہا کہ ای مسند نشین شاہ جمشید تیری جام جہان بین یعنی اوس مقام محبوبیت کو کیا ہوا تو اوسنے یہ جواب دیا افسوس کہ وہ دولت بیدار جسکا تعلق اوس مقام محبوبیت کی طرف ہے سو گئی اور اب بمقام محبت ہون کہ جو سراسر رنج والم کا باعث ہے پہونچونگا۔ خلاصہ یہ کہ

شدم عاشق ببالای بلندش که کار عاشقان بالا گرفته است

مین اوسکے قد بلند کا عاشق ہوا ہوں اسواسطے کہ عاشقون کا کام چوٹی کو پکڑتا ہے

بالا سے مراد ذات محبوب حقیقی اور مطلب یہ کہ مین نے اُس محبوب حقیقی کا عشق کیا ہے جسکا مرتبہ سب سے بڑا ہے یعنی سب اوسکی بنای ہوی ہین چونکہ عاشقون کا کام انتہا کو پکڑنا یا کسی بڑے سے بڑے کی خواہش کرنا ہوتا ہے اس وجہ سے مین نے سب سے بلند کا عشق کیا۔

چو ما در سایۂ الطاف اوئیم چرا او سایہ از ما وا گرفته است

جب ہم اوسکے الطاف کے سایہ مین ہین توکسواسطے اوسنے (اپنا) سایہ ہم سے لے لیا ہے۔

مطلب صاف ہے یعنی جب ہم اوسکی الطاف کے سایہ مین ہین تو نہین معلوم کہ کسلئے وہ ہمسے ملتفت نہین شاید اسمین کچھ مصلحت ہو۔

نسیم صبح عنبر بوست امروز مگر یارم رہ صحرا گرفته است

آج نسیم صبح معطر ہو رہی ہے شاید کہ میری محبوب نے راہ جنگل کی لی

ز دریای دو چشمم گوہر اشک جہان در لولوی لالا گرفته است

میری چشم کے دو دریاؤن سے گوہر اشک نے جہان مین گوہر آبدار اکٹھے کئے

یعنی میری آنکھین ہجر یار مین اتنا روئین کہ جو اشک اونسے گرے وہ چمکدار موتی بنے اور جہان نے اونہین لیلیا۔

حدیث حافظ ای سرو سمن بو بوصف قد تو بالا گرفته است

اے سرو سمن بو حافظ کے اشعار نے تیرے قد کے وصف کے سبب بڑا عروج پایا

صاف ہے محتاج شرح نہین کہ اشعار حافظ کو جو عروج یا شہرت حاصل ہوی وہ صرف اس وجہ سے ہوی کہ وہ تیرے قد کے وصف مین شعر کہا کرتا ہے۔

صبحدم مرغ چمن با گل نو خاستہ گفت ناز کم کن کہ درین باغ بسی چون تو شگفت

صبح کے وقت مرغ چمن نے گل نوخاستہ سے کہا ناز کم کر کہ اس باغ مین تیری طرح بہت سے شگفتہ ہوئے ہین

جاننا چاہئے کہ حق سبحانہ تعالی بعض سالکون کو اول مقام محبوبیت مین لاکر بعد کو مقام محبت مین پہونچاتا ہے اور بعض کو اسکے برعکس پس حافظ اول الذکر سالک کی خبر دیتے ہین یعنی صبح کے وقت کہ احوال کی ابتدا ہے مرغ چمن لاہوتی نے جسکا کنایہ ذات واجب الوجود سے ہے بموجب یَا عَبْدِیْ اَنْتَ فِیْ عِشْقِیْ وَمَحَبَّتِیْ

یعنی راہ عشق مین رنجیدہ خاطری کو دخل نہین دینا چاہیے شراب لا تا کہ اوسکو پی کر باہم ملجائین اور پرانی کدورتون کا یکقلم صفحۂ خاطر سے مٹ دین اسکا مخاطب اپنے زمانہ کا سالک طریقت ہی لہذا حافظ صاحب اپنے مخاطب سے فرماری ہین کہ جو کچھ بھی کدورت دیرینہ یا جدیدہ ہم تم مین ہو اوسکو شراب محبت الٰہی پیکر معاف کر لو عارفان کامل کا یہ شیوہ نہین کہ وہ آپسمین جیسا کہ مقتضای بشریت ہی آزردگی کو دخل دین چاہے یہ آزردگی کسی بنا پر ہو تاہم اوسکی صفائی ہی کر لینی اچھی چنانچہ دوسری جگہ بھی یون ہی کہتے ہین کہ ع وفا کنیم و جفا کشیم و خوش باشیم ؛ کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن ؛

عشقبازی را تحمل باید ای دل پایدار — گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

ای دل ثابت قدم رہ عشقبازی کو بردباری چاہئے — اگر مصیبت آئی آنے دی اور اگر خطا ہوئی ہو جانے دی

مطلب یہ کہ عشقبازی مین استقلال چاہئے ای دل ثابت قدم رہ اگر کوئی مصیبت یا رنج تجکو ہو نچے یا کوئی خطا سرزد ہو جاے تو تو اوس سے بددل نہو بلکہ خطا کی معافی مانگ کر مصیبتہای عشق جھیلے جا اور عشق کئے جا تاکہ تو می کے بھی معنی ہین کہ ان سب باتون کو رفت گذشت کر دیا جاے اور اپنی لو صرف محبوب حقیقی سے لگائی جاے۔

از سخن چینان ملالتہا پدید آید ولی — چون میان ہمنشینان ماجرای رفت رفت

سخن چین لوگون سے رنج پہونچے ہین لیکن — ہمنشینون مین جو کچھ ماجرا گذرا گذرا

عیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ — پای آزادان چہ بندی گر بجای رفت رفت

ای زاہد حافظ پر عیب نہ لگا کہ خانقاہ سے چلا گیا — آزاد لوگون کا تو کیا پاؤن باندہ سکتا ہی جس جگہ گئے گئے۔

زاہد کی طرف خطاب ہی کہ ای زاہد تو حافظ پر اس بات کا الزام نہ رکہہ کہ وہ خانقاہ سے نکل کر میخانہ جا پہونچا حافظ مست عشق اور آزاد ہی جس جگہ اوسکا جی چاہے گا چلا جائیگا تو آزاد لوگون کے پاؤن مین رسی کیسے ڈال سکتا ہی۔ بندۂ عشق کو کسی صومعہ او خانقاہ سے کیا غرض۔

بکوی میکدہ ہر سالکی کہ رہ دانست — در دگر زدن اندیشۂ تبہ دانست

جس سالک کو میخانہ کے کوچہ کی راہ معلوم ہے — دوسری دروازہ کو کھٹکھٹانے مین اندیشہ تباہی کا جانتا ہے

میکدہ سے منزل عشق حقیقی مراد ہے اور مطلب یہ کہ جس سالک نے عشق حقیقی کی منزل کو معلوم کیا ہی وہ بادر کہین نہین جائیگا اسواسطے کہ سوای عشق الٰہی کے اور کسی کا عشق کرنے مین تباہی او بربادی کا اندیشہ ہے اور یہ بات بھی سالک کو معلوم ہے۔

مقام محبوبیت مجھسے جاتا رہا اور مقام محبت مین پہونچنے کا وقت آیا۔

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزبان ساقیا می دہ و کوتاہ کن این گفت و شنفت

عشق کی باتین وہ نہین کہ زبان پر آسکین ای ساقی شراب دی اور یہ کہنا سننا ختم کر

مطلب صاف ہی محتاج شرح نہین۔

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت چہ کند سوز غم عشق نیارست نہفت

حافظ کے اشک نے عقل اور صبر کو دریا مین ڈالدیا حافظ کیا کرے کہ غم عشق کا سوز چھپایا نہین جا سکتا

حافظ کی اشکباری نے اوسکی عقل اور صبر دونون کو دریا مین ڈبو دیا یعنی حافظ بے صبر ہی ہوگیا اور بے عقل ہی پس اسی وجہ سے عشقبازی مین مشہور اور شراب نوشی مین رسوای عالم ہوا مگر وہ کیا کرتا جبکہ سوز غم عشق نہ چھپایا جا سکتا ہے اور نہ ضبط ہو سکتا ہے۔

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت ور ز ہندوی شما بر من جفای رفت رفت

اگر تیری زلف مشکین کی ہاتہہ سے خطا ہوئی ہوئی اور تمہارے ہندو سے ہم پر جفا ہوئی ہونے دو

زلف مشکین کا کنایہ جذبہ عشق اور تجلی قہاری کی جانب سمجھنا چاہیے۔ خطائی رفت یعنی عاشق کو قتل کردیا یا بادیہ حیرانی مین سرگردان و پریشان کیا ہندو کا اشارہ پھر اوسی زلف مشکین کی طرف ہی یعنی اگر اوس تمہاری زلف نے ہمپر جفا کی تو کچھ پروا نہین عاشق ان سب کی جفائین سہنے کے لئے ہی ہوتے ہین۔

برق عشق ار خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت جور شاہ کامران گر بر گدای رفت رفت

عشق کی بجلی نے اگر خرمن پشمینہ کو جلایا۔ جلایا شاہ کامران کا ظلم اگر فقیر پر ہوا ہو جانے دو

برق عشق اضافت بیانیہ خرمن پشمینہ پوش سے وجود عاشق مراد ہی۔ شاہ کامران کا اشارہ محبوب حقیقی کی جانب مطلب صاف ہی کہ اگر برق عشق نے وجود عاشق کو سوختہ کردیا تو کرنے دو کچھ پروا نہین اور اگر محبوب حقیقی نے عاشق ناچیز پر استغنا اور بے التفاتی روا رکھی تو رکھنے دو یہ کچھ تعجب نہین ہی اسواسطے کہ کار عاشق خون دل بر پای جانان ریختن ہ کار معشوقان نمک بر زخم پنہان ریختن ہ ہوا کرتا ہی

اگر دلم از غمزۂ دلدار بازی برد و برد در میان جان و جانان ماجرای رفت رفت

اگر میرا دل غمزۂ دلدار سے بازی لیگیا لیگیا جان اور جانان کے درمیان جو کچھ ماجرا گذرا گذرا

در طریقت رنجش خاطر نباشد می بیار ہر کدورت را کہ بینی چون صفائی رفت رفت

طریقت مین رنجش خاطر نہین ہوتی شراب لا جس کدورت کو تو دیکھنے تسلی صفائی کے گئی گئی

ساقی سے مراد معشوق نرگس ساقی سے چشم ساقی جسکا اشارہ تجلی ذاتی یا جذبۂ عشق کی طرف ہی ترک سیہ دل سے وہ ہی چشم ساقی باعتبار استغنا مقصود ہی اور مطلب یہ کہ میری دل نے اوس محبوب کی عشق سے اپنی جان کی امان نچاہی یعنی امید زندگی کی نرکہی اسواسطے کہ وہ خوب جانتا تہا کہ عشق مین سوای جان دیدینے اور کوئی چارہ ہی نہین ہوتا۔

ورای طاعت دیوانگان ز ما مطلب　　که شیخ مذهب ما عاقلی گنه دانست

بجز طاعت دیوانگان کے ہم سے نہ ڈھونڈھ　　کہ ہماری مذہب کا شیخ ہشیاری کو گنہ جانتا ہی

طاعت دیوانگان سے اعمال بے ریا مراد ہین اور عاقلی یعنی ہشیاری جسکا اشارہ اون اعمال کی طرف ہی کہ محض حصول جنت اور ثواب کی غرض سے کئے جاوین۔ باقی مطلب صاف ہی کہ ہمارے پاس سوای دیوانون کی سی بندگی کے اور کچہ نہین ہے اسواسطے کہ ہمارا مرشد جسکے ہم مذہب مین ہین اون اعمال کو جو بغرض حصول جنت کئے جاوین گناہ سمجھتا ہی۔

واضح ہو کہ عاشقان صادق عبادت کو اسلئے پسند نہین کرتے کہ وہ حصول جنت کے واسطے کی جاتی ہی اور انکا مذہب معرفت الٰہی ہی جسکا منشاء فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ ہو جانا ہے۔

ز جور کوکب طالع سحرگهان چشمم　　چنان گریست که خورشید دید و مه دانست

کوکب طالع کے ظلم سے صبح کو میری آنکہہ　　اسقدر روئی کہ سورج کو دیکھکر چاند جانا

ستارۂ نصیب کی جور سے یہ مطلب ہی کہ نصیب کی ستارہ ہی نے معشوق سے جدا کرکے مجہپر ظلم کیا اس ظلم کے سبب میری آنکہین صبح کو اسقدر روئین کہ بیترا گئین یا اونکی بینائی ایسی کمزور ہو گئی کہ جب صبح کو سورج نکلا تو مجکو چاند معلوم ہوا۔ اس نقرہ سے کہ جب آنکہون کی بصارت مین دہندلاہٹ آجاتی ہے تو سورج کی شعاعین جنسے آنکہین اوسکی دیکہنے کی برداشت نہین کرسکتین نظر نہین آتین اور وہ خیرگی شعاعون مین نہین معلوم ہوتی گرہن کے وقت اکثر کانچ کے ٹکڑی پر سیاہی لگاکر سورج کو دیکہا کرتے ہین تو وہ ایک روشن قرص نظر آتا ہے اور بلا اس ترکیب کی نظر اوسپر نہین ٹہر سکتی۔ چنانچہ حافظ صاحب کے شعر کا یہی مطلب ہی۔

خوش آن نظر که لب جام و روی ساقی را　　هلال یکشبه و مه چهارده دانست

وہ نظر اچھی کہ جسنے کنارہ جام اور رخ ساقی کو　　پہلی شب کا ہلال اور چودہوین رات کا چاند جانا

اس شعر مین صنعت لف و نشر ہی۔ یعنی وہ نظر کیا ہی اچہی ہی کہ جسنی پیالہ کے کنارہ کو ہلال شب اول اور رخ ساقی کو

زمانہ افسر رندی نداد جز بہ کسی
کہ سرفرازی عالم درین کلہ دانست

زمانہ نے رندی کا تاج سوائے اوسکے کسی کو ندیا
کہ جسنے سرفرازی عالم کی اسی کلاہ مین سمجھی

بر آستانۂ میخانہ ہر کہ یافت رہی
ز فیض جام می اسرار خانقہ دانست

جسنے شراب خانہ کے آستانہ پر راہ پائی
تو اوسنے جام شراب کے فیض سے خانقاہ کی بہید معلوم کر لے

شراب خانہ سے مراد منزل عشق اور جام می سے مراد مرشد کامل ہے یعنی جس شخص نے عشق الٰہی کرنیکے لئے مرشد کامل کے صحبت سے فیض اوٹھایا اوسنے تمام بہید خانقاہ کے جو عابدون کا مقام عبادت ہے معلوم کر لئے۔

نقل ہے کہ کسی شخص کا جنازہ ایک بزرگ کے دروازہ پر ہوکر گذرنے لگا۔ بزرگ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ دروازہ پر جاکر یہ خبر لے آکہ یہ جنازہ عورت کا ہے یا مرد کا۔ چنانچہ کنیز فوراً دروازہ پر آئی اور دیکھکر واپس چلی گئی جب اوس سے پوچھا کہ تونے دیکھا جنازہ مرد ہے یا عورت کہنے لگی کہ یہ تو مین نہین جانتی کہ مرد ہے یا عورت مگر یہ مجھے خوب معلوم ہوگیا کہ جنازۂ دوزخی ہے آقا نے کہا کہ مجھے برسون عبادت کرتے گذر گئے مین تو یہ پہچان ہی نہین سکتا کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی تونے کیسے پہچانا لونڈی نے جواب دیا کہ ای شیخ یہ بات عطیۂ الٰہی ہے جو زہد و اتقا سے حاصل نہین ہوتی بلکہ معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ عشق وہ مقام ہے جہان کفر و اسلام سب یکسان ہین ۔ بکفر و باسلام یکسان نگر ٭ کہ ہر یک ز دیوان او دفتریست ٭

ہر آنکہ راز دو عالم ز خط ساغر خواند
رموز جام جم از نقش خاک رہ دانست

جس کسی نے دونون جہان کا بہید خط ساغر سے معلوم کیا
جام جم کے اسرار کو نقش خاک راہ سے پہچانا

معنا خط کا کنایہ مرشد کی طرف یا دل سالک کی جانب ہے اور خط ساغر سے تلقین مرشد یا تجلیات الہامات مراد ہین اور مطلب یہ کہ جو کوئی تجلیات الہامات یا تلقین مرشد سے فیضیاب ہوا وہ جام جم کے رموز کو خاک راہ کی برابر جانتا ہے چونکہ ساغر جمشید مین تمام حالات ملک کے دکہائی دیا کرتے تہے اسلئے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ جو تجلیات الہامات سے فائز المرام ہوا اوسکے سامنے جام جم یا جام جہان نما کی کچہ حقیقت نہین رہی۔ کیونکہ اوس سے ایک عالم کا حال معلوم ہوسکتا تہا تو اس سے دونون جہان کا احوال ظاہر ہوتا ہے۔

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان
چرا کہ شیوۂ آن ترک دل سیہ دانست

میری دل نے نرگس چشم ساقی سے جان کی امان نچاہی
کسواسطے کہ وہ اوس سیہ دل ترک کی شیوہ کو جانتا تہا

دی جاتی ہے اس شعر مین سیاہی اور جادو اور سحر بہر سقیم جسکے معنی سخت اور بیمار کے ہین اور بیمار کے لئے نسوز کا لفظ یہ سب آنکھوں کی رعایت سے لائے گئے ہین۔ اور مطلب کا خلاصہ اتنا ہی کہ ای محبوب تیری آنکھین سیاہ اور جادو بھری تو ضرور ہین اور سیزیہ اور مشکل ہوئی کہ بیمار بھی ہین بیمار کی کمزوری اور نگاہ معشوق کی استغنائی سے مشابہت دی جایا کرتی ہے کہ جسطرح بیمار اپنی آنکھون کو نقاہت سے ادہر ادہر نہین ڈالتا اسیطرح معشوق لاپروائی سے ایسا کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس شعر مین سب لفظ بڑی خوبی سے نظم کئے گئے ہین۔

در خم زلف تو آن خال سیہ دانی چیست نقطۂ دودہ کہ در حلقۂ جیم افتادہ است

تو جانتا ہی کہ تیری زلف مین وہ خال سیاہ کیا چیز ہی کاجل کا نقطہ کہ جو جیم کے حلقہ مین پڑ گیا ہی

حرف جیم کو زلف سے تشبیہ دی جاتی ہے یعنی تیری زلف کے خم مین خال سیہ نہین ہی بلکہ ایک نقطہ ہے کہ جیم کے درمیان لگا ہوا ہے۔

سایۂ سرو تو بر قالبم ای عیسی دم عکس روحیست کہ بر عظم رمیم افتادہ است

ای عیسی نفس تیری قد کا سایہ میری قالب پر روح کا ایک عکس ہے کہ جو بوسیدہ ہڈیون پر پڑ گیا ہی

عیسی دم معشوق کی صفت ہی اور مطلب صرف یہ ہی کہ ای محبوب عیسی دم تیری قد کا سایہ جو میری قالب پر پڑا ہے یہ روح کا ایک عکس ہے کہ جو میری گلی سڑی ہڈیون مین کام دے رہا ہی یعنی تیری سایہ سے میری بوسیدہ ڈہانچہ مین روح پہونچی ہے۔

زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار چیست طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است

تیری مشکین زلف گلشن فردوس عذار مین کیا ہے۔ مور ہے کہ جو باغ جنت مین پہرتا ہی

فرماتے ہین کہ تیری زلف تیرے عارض پر اسطرح بل کہا رہی ہے کہ جسطرح مور باغ جنت مین سیر کرتا پہرتا ہو۔

دل من در ہوس روی تو ای مونس جان خاک راہیست کہ در پای نسیم افتادہ است

ای مونس جان میرا دل تیری رخ کی ہوس مین راہ کی خاک ہی کہ جو ہوا کے پیر مین پڑی ہوئی ہی

یعنی ای محبوب میرا دل تیری چہرہ کے دیدار کی ہوس مین گویا خاک راہ ہو گیا ہے کہ جو ہوا کے پیرون سے لپٹ کر لوگون کے چہرون پر جاتی ہے لہذا دل بہی خاک راہ ہو کر تیرے دیدار کے شوق مین ہوا کے پیرون سے لپٹا ہے کہ شاید اس ذریعہ سے تیری صورت دیکھہ پائے۔ یعنی اسلئے خاک راہ ہوا ہی کہ ہوا کے ساتہ اڑکر تیرے رخ کے پاس پہونچے اور تیری چہرہ کا بوسہ لے۔

چودھوین رات کا چاند سمجھا۔

بلند مرتبہ شاہی کہ نہ رواق سپہر   **نمونہ ز خم طاق بارگہ دانست**

اوس شاہ کا مرتبہ بلند کہ جسنے نہ فلک کو   نمونہ خم طاق بارگہ کا جانا

شاہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مطلب یہ کہ حضور کا مرتبہ بہت بلند ہی کیونکہ آپ نے نو آسمانون کو اپنی بارگہ کا خم محراب جانا یہ مرتبہ عارفان الہی کا ہے اور ممکن ہی کہ اس علو مرتبتی کا اشارہ عروج معراج کی طرف ہو۔

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنہان   **چہ جای محتسب و شحنہ پادشہ دانست**

حکایت حافظ کی اور اوسکا چھپکر شراب پینا   محتسب و شحنہ تو کیا بادشہ تک جانتا ہی

یعنی حافظ کی یہ بات کہ وہ عشقبازی کرتا اور چھپ چھپ کر شراب پیتا ہی محتسب اور کوتوال ہی کو معلوم نہین ہے بلکہ بادشاہ تک کو معلوم ہے۔ خلاصہ یہ کہ حافظ کے افعال اظہر من الشمس ہین۔

تا سر زلف تو در دست نسیم افتادہ است   **دل سودا زدہ از غصہ دو نیم افتادہ است**

جب سے کہ تیری زلف کا سرا نسیم کے ہاتھ پڑا ہے   دل دیوانہ غصہ سے دو نیم ہوا

سر زلف سے مراد عالم صفات نسیم سے ارادۂ ازلی قضا و قدر۔ زلف در دست نسیم افتادن فارسی محاورہ یعنی زلف کا ہوا سے پریشان ہونا۔ مطلب یہ ہی کہ جبسے ارادۂ ازلی نے تیری زلف کو جسکا کنایہ عالم اسمائے صفات کی طرف ہے تیری رخ عالم آرا کے اوپر جسکا اشارہ اوسی وحدت مطلق کی جانب ہوگا پریشان کیا یعنی وحدت کو کثرت کے نیچے پوشیدہ کردیا ہی اور ہمکو مشاہدہ ذات مطلق سے دور کرکے عالم کثرت مین کہ جو بجاے خود ہے مبتلا کیا تو ہمارا دل دیوانہ غصہ سے کہ جسکا کنایہ مشاہدہ ذات مطلق سے باز رکھنا ہی زخمی اور ٹکڑے ہوگیا اور یہ عالم کثرت اگرچہ ظاہر مین حجاب ذات مطلق کا ہی لیکن باطن مین زیبائی اور افزونی جمال کا سبب سمجھنا چاہیے۔

چشم جادوی تو در عین سواد سحر است   **اینقدر ہست کہ این نسخہ سقیم افتادہ است**

تیری چشم جادو عین سیاہی مین سحر ہے   صرف اسقدر ہی کہ یہ نسخہ سقیم ہوگیا ہے

یعنی تیری جادو بھری آنکھون مین جو سیاہی ہے وہ ہی عین جادو ہے پس صرف اسقدر مشکل ہوگئی کہ سیاہی مین سیاہی ملکر نسخہ او ر زیادہ سقیم ہوگیا سقیم بیمار کو بھی کہتے ہین اور معشوق کی آنکھون کو بھی بیماری سے تشبیہ

اور اس سے زیادہ تو کیا خواہش رکھتا ہے اوسنے جواب مین کہا کہ جلوۂ معشوق ہی نے تو مجھے اس حالت کو پہونچادیا کیونکہ اسکی انتہا نہین اور مین بے صبر ہون پس یہ خیال میری زاری کا باعث ہی کہ مین فانی کما حقہ معرفت الٰہی کو نہ پہونچ سکون گا۔

یار اگر ننشست با ما نیست جائی اعتراض ۔ پادشاہ کامران بود از گدایان عار داشت

یار اگر ہماری پاس نہ بیٹھا تو اعتراض کا موقع نہین ہی ۔ وہ شاہ کامران تہا اور فقیرون سے عار رکھتا تہا

بادشاہ کامران معشوق حقیقی کی صفت ہی۔ یعنی اگر اوس معشوق نے غایت استغنا سے جو اوسکا شیوۂ خاص ہے ہم پر نظر لطف نہ کی یا ہماری پاس نہ بیٹھا تو اسمین اعتراض کا کوئی موقع نہین کیونکہ وہ باقی ہے اور ہم فانی ہین پس باقی اور فانی کا کیا جوڑ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؎

عارفی کو سیر کرد اندر مقام نیستی ۔ مست شد چون مستی از عالم اسرار داشت

وہ عارف کہ جسنے مقام نیستی مین سیر کی ۔ مست ہوا کیونکہ عالم اسرار سے مستی رکھتا تہا

نیستی معنی فنا اور ہستی بمعنی بقا۔ یعنی جو عارف کامل کہ جسنے مقام نیستی مین جس سے دار فنا مراد ہی سیر کی ہستے یعنی بقا باللہ ہوگیا اسواسطے کہ عالم اسرار سے وہ عشق الٰہی مین مست تہا مگر دنیا ہی مین اگر جو کہ دار فنا ہی معرفت الٰہی کرکے اوسکی ساتہ باقی ہوا۔

در نمیگیرد نیاز و عجز با ما حسن دوست ۔ خرم آن کز نازنینان بخت برخوردار داشت

میرا عجز و نیاز دوست کی حسن پر اثر نہین کرتا ۔ وہ بڑا خوش کہ جو نازنینون سے فائدہ اوٹہانیوالا بخت رکہتا تہا

یعنی مین چاہی عاجزی کرون چاہی نیاز ان سب کا کچہ بہی اثر یار پر نہین پڑتا وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہی کہ جسکی قسمت مین معشوقون سے فائدہ حاصل کرنا لکہا ہو۔

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم ۔ کین ہمہ نقش عجب در گردش پرکار داشت

اوٹہ تاکہ اوس نقاش کے قلم پر جان فدا کرین ۔ کہ یہ تمام نقش عجیب پرکار کی گردش مین رکہتا ہی

یعنی ای مخاطب سالک تو کب تک ان فانی صورتون پر مبتلا رہی گا اوٹہ اور اس غفلت سی باز آتا کہ اوس صانع بیچون کے قلم پر اپنی جانین نثار کرین جسنی اپنی صنعت سی ان تمام نقوش عجیبہ کو بنایا ہی جو تجکو دنیا مین نظر آرہی ہین اور یہ تمام طرح طرح کی صورتین وہ اپنی ہی پرکار کی گردش مین رکہتا ہی یعنی وہ ہی انکو بناتا ہی اور کوئی نہین بنا سکتا۔

ہمچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست — از سر کوی تو زانرو کہ عظیم افتادہ است

گرد کی طرح یہ خاکی تن نہین اوٹھہ سکیگا — تیرے کوچہ سے اسواسطے کہ عظیم پڑا ہوا ہی

یعنی میرا تن خاکی تیرے کوچہ سے گرد کی طرح نہین اوٹھہ سکیگا اسواسطے کہ اسکی افتاد افتاد عظیم ہے کوئی ایسی نہین کہ جو گرد کی طرح اوڑتی پہرے ہے۔ گرا سو گرا اور پڑا سو پڑا۔

آنکہ جز کعبہ مقامش نبد از یاد لبت — بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است

وہ شخص کہ بجز کعبہ کے جسکا مقام نہ تہا تیری لب کی یاد مین — مین نے دیکھا میخانہ کے دروازہ پر مقیم ہو گیا ہے

یعنی ای محبوب وہ شخص کہ جسکا مقام سوای کعبہ کے اور کہین نہ تہا مین نے اوسکو دیکھا کہ تیری لب کی یاد مین شراب خانہ کے دروازہ پر ڈٹ گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہی کہ تو نے صدہا مسلمانون کو کافر کر ڈالا اور کعبہ سے جدا کر کے میخانہ کے دروازہ پر لا بٹھایا لب یار کو میکدہ سے تشبیہ دینی کا قرینہ شاید ساقی ہی۔ اور یہ شعر حافظ صاحب اپنی حال مین تحریر فرماتے ہین۔

حافظ گمشدہ را با غمت ای جان عزیز — اتحادیست کہ از عہد قدیم افتادہ است

ای پیارے حافظ گم گشتہ کو تیرے غم سے — ایک اتحاد خاص ہے کہ جو عہد قدیم سے ہے

جان عزیز کا اشارہ معشوق کی طرف ہی۔ غم سے غم عشق اور عہد قدیم سے لفظ قالوا بلی مراد ہی۔ یعنی ای محبوب حافظ گم گشتہ کو تیری غم عشق سے اتحاد ازلی ہے کچھ آج سے نہین۔

بلبلی برگ گلی خوشرنگ در منقار داشت — واندران برگ و نوا خوش نالہای زار داشت

ایک بلبل خوشرنگ پہول کی پتی چونچ مین لئے تہا — اور اس سامان خوشی پر بہی خوب نالہ و زاری کر رہا تہا

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست — گفت ما را جلوہ معشوق در این کار داشت

مین نے اوس سے کہا کہ عین وصل مین یہ نالہ و فریاد کیسی — جواب دیا کہ جلوہ معشوق ہی تو مجکو اس کام مین رکہتا ہی

خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے ایک بلبل کو چونچ مین ایک گل تر کی پتی لئے ہوئے اور اسپر بہی آہ و زاری کرتے ہوئے پایا۔ جب اوس سے پوچھا یہ کیا بات ہی کہ وصل مین بہی وہ ہی رونا جہینکنا تو اوس نے جواب دیا کہ یہی وصل جو مجکو حاصل ہی میری نالہ و زاری کا سبب ہو رہا ہی حقیقی اعتبار سے گل کا کنایہ معشوق کی طرف اور بلبل کا عاشق کی طرف ہی۔ یعنی مین نے ایک عاشق زار کو دیکھا کہ وہ باوجود وصل معشوق کے بہی رو رہی ہی چلا جاتا تہا چنانچہ مین نے اوس سے دریافت کیا کہ اب یہ زاری کیسی ہے اور اس سے

گرت ز دست بر آید مراد خاطر ما — بہ بخش زود کہ خیری برای خویشتن ست

اگر تیرے ہاتہ سے ہماری دل کی مراد بر آوی — تو جلد بخش کہ یہ خیر اپنے واسطے ہے

یعنی ای محبوب ہماری دل کی مراد تیرے ہاتہ سے بر آوی تو اسمین دیر نکر اور جلد مراد کو پہنچا کیونکہ گو ظاہر میں تو یہ نیکی ہمارے ساتہ کرتا ہے لیکن باطن مین اپنی ہی واسطے سمجہ اسلئے کہ یہ تیرے کرم و فضل کی شہرت کا باعث ہوگی. کسی سخی نے ایک روز کہا کہ آج تک مین نے کسی کے ساتہ کوئی نیکی نہین کی ہے لوگون نے پوچہا کہ اور یہ جو تمنے لوگون کے ساتہ احسان کئے ہین یہ کہان جائینگے جواب دیا کہ یہ تو خود لوٹکر میرے پاس آنیوالے ہین پس جو کچہ مین نے کیا اپنی ہی ساتہ کیا ہی غیر کے واسطے کچہ نہین کیا۔

بجانت ای بت شیرین من کہ ہمچون شمع — شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن ست

ای میری بت شیرین تیری جان کی قسم کہ مانند شمع کی — شبان تیرہ سی میری مراد اپنی کو فنا کرنا ہے

شبان تیرہ بمعنی زمانۂ جدائی یعنی ای میرے دلربا تیری جان کی قسم کہ مین اس زمانۂ جدائی مین شمع وار اپنی فنا کا طالب ہون اور میری مراد اس سے یہی ہی کہ جلد فنا ہوکر تیرے پاس پہونچون۔ بموجب آیۂ کریمہ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

چو رای عشق زدی با تو گفتم ای بلبل — مکن کہ این گل خودرو برای خویشتن ست

جب تو نے عشق کا خیال کیا تو ای بلبل مین تجہسے کہا — کہ عشق مت کر یہ خودرو پہول اپنی ہی واسطے ہے

یعنی ای بلبل شیدا جب تو نے محبت کرنیکا خیال کیا تو مین نے تجہسے کہدیا تہا کہ عشق مت کر کیونکہ یہ خودرو پہول جسکا اشارہ بے پروا محبوب کی طرف ہے اپنی ہی لئے ہے یعنی بے نیاز ہی اور کسی کی محبت کی احتیاج نہین رکہتا۔ بلبل سے عاشق کامل مراد ہے۔

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج — کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن ست

چین و چگل کے مشک کا حسن گل محتاج نہین ہے — کیونکہ وہ بہت سے نافے اپنی بند قبا مین رکہتا ہے

خلاصہ یہ کہ معشوق حقیقی کا حسن دوسری چیز کا محتاج نہین بلکہ ذاتی حسن رکہتا ہے۔ جب پہول ہین خود خوشبو ہو تو وہ کسی اور خوشبو کا محتاج نہوگا اور جبکہ بہت سی نافے اوسکی بند قبا کے نیچے مین تو ظاہر ہے کہ اوسے چین و خطا کی مشک کی ضرورت نہین

مرو بخانۂ ارباب بیمروت دہر — کہ گنج عافیت ست و سرای خویشتن ست

زمانہ کے بیمروت ارباب کے گہر پر نجا — کہ تیرے لئے گوشۂ عافیت اپنی ہی گہر مین ہے

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن ‌ ‌ ‌ شیخ صنعان خرقہ رہن خانۂ خمار داشت

اگر راہ عشق کا مرید ہے بدنامی کی فکر نکر ‌ ‌ ‌ شیخ صنعان نے شراب خانہ مین خرقہ رہن کیدیا تھا

شیخ صنعان ایک بڑے عارفون مین سے گذرے ہین اور اونکے سات سو مرید تھے کہتے ہین کہ حضرت غوث الاعظم صاحب کی بد دعا سے وہ کسی بت پرست کی دختر پر عاشق ہوگئے اور اسلام کو ترک کردیا - یا تو شیخ صنعان کی اتنے مرید تھے اور پچاس بار حج کیا تھا یا جب اوس عورت کے عشق مین گرفتار ہوے تو اوس زہد و پارسائی کو بالای طاق رکھکر شراب پی بت کو سجدہ کیا قرآن مجید کو جلادیا یہانتک کہ سور چرائی اور کسی بدنامی ہی نہ ڈرے یہ سب کچھ عشق کی بدولت کیا لہذا حافظ صاحب فرماتی ہین کہ تو اگر بندۂ عشق ہی تو شیخ صنعان کی طرح بدنامی کی فکر نکر اسلئے کہ عاشقون کو بدنامی یا نیکنامی سے غرض نہین ہوتی اونکو تو صرف معشوق سے کام ہوتا ہی جسمین وہ خوش اوسمین یہ شاد - لکھا ہی کہ آخر مین شیخ صنعان تائید غیبی سے پھر دائرہ اسلام مین آکر اپنی حالت مین ہوگئی اور مسلمان مرے -

وقت آن شیرین قلندر خوش کہ در اطوار سیر ‌ ‌ ‌ ذکر تسبیح و ملک در حلقۂ زنار داشت

اوس شیرین قلندر کا وقت اچھا کہ اطوار سیر مین ‌ ‌ ‌ تسبیح ملک کا ذکر زنار کے حلقہ مین رکھتا تھا

شیرین قلندر سے عاشق صادق مراد ہے اور مطلب یہ کہ اوس عاشق کا وقت بہت اچھا جو باطن کی معموری ظاہری خرابی مین رکھتا ہو یعنی محبوب حقیقی کی طاعت و عبادت اس طور ہی کری کہ جسپر کسی شخص کو وقوف نہو -

چشم حافظ زیر بام قصر آن حوری سرشت ‌ ‌ ‌ شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت

اوس حور سرشت کے محل کے زیر بام حافظ کی آنکھ ‌ ‌ ‌ (ایسی) باغ کہ جنکے نیچے نہرین بہتی ہین اونکا سا شیوہ رکھتا ہی

جنت تجری تحتہا الانہار کلام مجید کی اوس آیت کا ایک حصہ ہے کہ جسمین اللہ تعالی نے بہشت کی تعریف کی ہے یعنی بہشت مین ایسے باغ ہین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین - چنانچہ خواجہ صاحب فرماتی ہین کہ حافظ نے آنکھون سے اوس محبوب کے محل کے زیر بام رو رو کر اوسیطرح ندیان بہانیکا شیوہ کرلیا ہی کہ جسطرح بہشت کے باغون کے نیچے نہرین بہ رہی ہین - قصر اور حور و زیر بام وغیرہ سب رعایتی الفاظ ہین جنت تجری تحتہا الانہار کے واسطے آئے ہین -

بدام زلف تو دل مبتلای خویشتن است ‌ ‌ ‌ بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن است

تیری زلف کے دام مین اپنا دل پھنسا ہوا ہی ‌ ‌ ‌ غمزہ سے قتل کر کہ اسکی سزا یہی ہے

یعنی پہلے میں عوام میں شہرہ ہو جانیکے خوف سے ڈرتا تھا کہ مبادا میرے خفیہ عیش جنسے عشقبازی اور شرابخواری مراد ہی لوگون کو معلوم ہو جائیں اب چونکہ محتسب صاحب خود جان گئے کہ میں یون پوشیدہ نزی اوڑاتا ہون تو اب مجھے کسیکا خوف نہیں رہا۔ شرابخواری سے عشق و محبت اور محتسب سے مرشد کامل مراد ہی۔

دلبر آسایش ما مصلحت وقت ندید ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست

دلبرنے ہماری آسایش کو مصلحت وقت نہ دیکھا ۔ ورنہ ہماری جانب سے اشتیاق دل جان جاتا

یعنی محبوب نے ہماری آسایش کو خلاف مصلحت سمجھا ورنہ ہمارے دل کا وہ اشتیاق جو ہماری طرف سے ہے اوسکو معلوم ہو جاتا۔ خلاصہ یہ کہ اوسنے دنیا میں ہمارا وصال مصلحت وقت نہ سمجھا ورنہ ہمارے اشتیاق کا حال اوسپر ضرور ظاہر ہو جاتا۔

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق ہر کہ قدر نفس باد یمانی دانست

مٹی اور پتھر کو نظر کی یمن سے لعل و عقیق کیا جسنے کہ نفس باد یمانی کی قدر جانی۔

یمن ایک ملک کا نام ہے جہان کا لعل مشہور ہے۔ باد یمانی۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ جس سے مراد درگاہ حق کے مقبول لوگ ہیں یعنی جسنے کہ اپنی انفاس کی قدر و قیمت کو نہ پہچانا اوسنے اونکو کبھی رائگان نہیں کیا حتی کہ کوئی دم بھی یاد الٰہی سے خالی نہ چھوڑا پس جسنے ایسا کیا اوسکو یہ کرامت حاصل ہو گئی کہ اوسنے ایک نظر سے پتھر کو لعل اور مٹی کو عقیق بنا دیا۔

ایکہ از دفتر عقل آیت عشق آموزی ترسم این نکتہ بتحقیق ندانی دانست

ای مخاطب تو نے دفتر کی عقل سے عشق کی آیت سیکھی میں ڈرتا ہون کہ یہ نکتہ تو نے ٹھیک طور پر نجانا

خلاصہ یہ ہے کہ ای مخاطب جب تو نے عقل کے ذریعہ سے عشق کیا تو مجھے خوف ہی کہ تو اس باریکی کو نہ پہونچا۔ کیونکہ عشق سراسر عقل کی ضد ہی۔ عاشق عقل نہیں رکھا کرتا اور جو عقل کے زور سے عاشق ہو وہ عاشق نہیں

نقل ہے کہ جب شمس الدین تبریزی کا مولانا جلال الدین رومی (جو ملا فاروم کے لقب سے مشہور ہیں) کے مدرسہ کی طرف گذر ہوا تو اونہوں نے مولانا روم کے چارون طرف کتابون کے ڈھیر لگے ہوئے دیکھے شمس الدین نے پوچھا کہ مولانا یہ کیا چیز ہے جواب دیا کہ تمہیں اس سے کیا غرض یہ علوم و فنون کی کتابیں ہیں یہ سنکر شمس الدین نے اون سب کو مولانا کے سامنے پانی کے حوض میں پھینکدیا مولانا روم بہت آزردہ ہوے کیونکہ کتابیں بڑی مشکل اور صرف سے جمع ہوئیں تھیں پس جب شمس الدین نے مولانا کو کتابوں کے لئے بہت رنجیدہ

یعنی اے دل تو ابنائے زمانہ مین سے جو بمروت ہین کسی کے دروازہ پر نجا بلکہ اپنے ہی گھر مین بیٹھ
اسلئے کہ آرام اس گوشۂ عافیت ہی مین حاصل ہوتا ہے۔

بسوخت حافظ در شرط عشق و جانبازی — ہنوز بر سر عہد و وفای خویشتن ست

حافظ شرط عشق اور جانبازی مین جل گیا — دمگر ابھی اپنے عہد کی وفا پہ جما ہوا ہے

یعنی گو حافظ جانبازی مین عشق کی آگ سے جل گیا لیکن ابھی اتنا پختہ ہے کہ باوجود اسکے عہد وفا کو نہین توڑتا۔

صوفی از پرتو می راز نہانی دانست — گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست

صوفی شراب کے اثر سے پوشیدہ راز جان لیتا ہے — اس لعل سے ہر شخص کا جوہر جانا جا سکتا ہے

می سے مراد محبت الہی۔ راز نہانی اسرار معرفت دوسرے مصرع مین لعل کا اشارہ اوسی شراب کی طرف سمجھنا چاہئے یعنی جب عارف نے عشق الہی کیا تو پوشیدہ راز اوسپر منکشف ہو گئے علاوہ اسکے ہر شخص کی قابلیت معلوم کرنیکا ذریعہ بھی یہی شراب محبت ہے۔ خلاصہ یہ کہ صوفی کو کسی شخص کی قابلیت کی بھی خبر رہتی ہے یعنی یہ مدعی جھوٹا ہے یا سچا۔

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند و بس — کہ نہ ہر کو ورقی خواند معانی دانست

مجموعۂ گل کا حال صرف مرغ سحری جانتا ہے — نہ وہ شخص جو کہ ورق لوٹتا ہوا و معنی سمجھتا ہو

مجموعۂ گل سے مراد حالات معرفت اور مرغ سحر سے عاشق صادق۔ یعنی معرفت کے مقامات کا حال کچھ عاشقان صادق ہی جانتے ہین اونکو علماء و فضلا لوگ جو کتابون کے ورق گردانی کرنے اور اونکے معنی سمجھتے رہتے ہون کیا جانین۔ ؎ راز الفت کا نہ ہر اک ہمنشین سے پوچھئے * یہ ہمین کچھ جانتے ہین یہ ہمین سے پوچھئے *۔

عرضہ کردم دو جہان بر دل کار افتادہ — بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست

دل کار افتادہ کو مین نے دونو جہان دکھلائے — (لیکن اوسنے) تیرے عشق کے سوا باقی تمام کو فانی جانا

یہ شعر اوس حدیث شریف کے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے جو یہ ہے کہ میرے سامنے تمام دنیا کا مال و زر اکٹھا کر دیا گیا مگر مینے سب کو چھوڑ کر فقر و فاقہ پسند کیا لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ سوای تیرے عشق کی تمام چیزین فانی ہین مینے اپنے کار افتادہ دل کے سامنے دونون جہان پیش کر دئے مگر اوسنے تیرے عشق کے سوا باقی سب کو فانی سمجھا اور چھوڑ دیا۔

آن شد اکنون کہ ز افواہ عوام اندیشم — محتسب نیز ازین عیش نہانی دانست

اب وہ وقت گیا کہ مین عوام کی افواہ سے ڈرتا تھا — محتسب نے بھی اس پوشیدہ عیش کو جان لیا

منت سدرہ و طوبی ز پی سایہ مکش . کہ چو خوش بنگری ای سرو روان اینہمہ نیست

سدرہ اور طوبی کا احسان سایہ کے لئے نہ اوٹھا اے سرو روان اگر تو غور کرے تو یہ کچھ نہیں ہے

سدرہ ایک بیر کے درخت کا نام ہے جو پانچویں آسمان پر حضرت جبرئیل کا مقام ہی اور طوبی ایک اُس درخت کو کہتے ہیں کہ جو بہشت میں ہی بعض نے لکھا ہی کہ طوبی کی جڑ آسمان چہارم پر ہے مگر اوسکی شاخیں سب آسمانوں میں پہیلی ہوئی ہیں - بعض سدرہ اور طوبی کو مرادف جانتے ہیں - مطلب یہ ہے کہ توحظ نفس کے واسطے سدرہ و طوبی یعنی بہشت کا طالب نہ بن اور ثواب کی امید سے طاعت نکر کیونکہ اگر تو غور کرے تو سدرہ و طوبی یہ سب ہیچ ہیں عاشق کو معشوق سے کام ہوتا ہے اور نہ بہشت سے چنانچہ رابعۂ بصری مناجات میں خدا سے کہا کرتی تہیں کہ یا الٰہی دوزخ اپنے دشمنوں کو اور بہشت اوسکے طالبوں کو دے مگر اپنے آپکو ہمیں عنایت فرما -

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار . ورنہ با سعی و عمل باغ جنان اینہمہ نیست

دولت وہ ہی ہے کہ جو بغیر دل کا خون کئے ہوئے ہاتہ آوے ورنہ سعی عمل سے باغ جنت بہی کچھ نہیں

ای گرفتار دنیا یہ فانی اس دولت دوروزہ پر غرہ نکر اور نہ اس دولت کو دولت جان دنیا کی دولت جو ہزاروں رنج وغم اوٹہاکر حاصل کیجا ئے نتیجہ میں حسرت کے ساتھ چہوڑنی پڑتی ہے دولت وہ ہے کہ جو بغیر دل کا خون کئے ہوئے یعنی رنج و مصیبت اوٹہائے ہوئے ہاتہ آئے وہ دولت عشق ہے جسکو حسرت کے ساتھ چہوڑنا نہیں پڑتا

پنجروزی کہ درین مرحلہ مہلت داری . خوش بیاسای زمانی کہ زمان اینہمہ نیست

پانچروز کہ اس منزل میں تو ٹہرا ہوا ہے وقت کو آسانی وخوشی سے گذار کہ یہ وقت کچھ نہیں

یعنی ای طالب اس حیات مستعار میں جو تجہے پانچروز کی مہلت ہے اپنے وقت کو خوش اور آسانی سے گذار یعنی دنیا کے وسوسوں سے دل کو پاک کرکے عشق الٰہی میں مشغول ہو اور دنیا کو نہ ڈہونڈہ اسلئے کہ دنیا کا زمانہ بہت تہوڑا زمانہ ہے -

برلب بحر فنا منتظریم ای ساقی . فرصتی دان کہ زلب تا بدہان اینہمہ نیست

ای ساقی ہم بحر فنا کے کنارہ پر منتظر ہیں فرصت جان کہ لب سے مونہہ تک تمام یہی ہے

یعنی ای ساقی میں غریب بحر فنا کے کنارہ پر اپنے وقت کا منتظر کہڑا ہوا ہوں اس مہلت عمر کو غنیمت جان کہ جو لب سے دہن تک ہی یعنی تہوڑی سے ہے اور نتیجہ میں یہ بہی نہیں گویا کچہ ہی نہیں صرف حباب کا سامنا ہے

پایا تو حوض میں ہاتھ ڈال ڈال کر ایک ایک کتاب نکالنا شروع کی۔ ہر کتاب ویسی ہی خشک تھی
اور کوئی ورق بھی کسی کا نہ تر ہوا اور نہ خراب ہوا تھا۔ مولانا روم اس کرامت کو دیکھکر متعجب ہوئے
اور پوچھا کہ ای شمس الدین یہ بات تمہیں کیسے حاصل ہوئی اونہوں نے جواب دیا کہ یہ حالت ذوق ہی
تم اسکو کیا جانو کیونکہ یہ ان کتابوں میں سے ایک میں بھی نہیں لکھی۔ پس اوسیوقت سے مولانا روم کو
جذبہ شروع ہوگیا اور سب کتابیں جلاکر شمس الدین کے مرید ہوئے اور عارف کامل بن گئے۔

می بیاور کہ ننازد بگل باغ جہان ہر کہ غارتگری باد خزانی دانست

شراب پی۔ کہ باغ جہان کی پہول پر ناز نہیں کرتا جسنے کہ غارتگری باد خزانی کو جانا

یعنی شراب عشق حقیقی پی۔ کیونکہ جو شخص عاقل ہے اور جسنے باغ دنیا کی باد خزان کی غارتگری کو سمجھ لیا ہے
وہ کبھی یہان کے عیش و آرام پر ناز نہیں کرتا۔ عاقل وہی ہے کہ جسنے بے ثباتی دنیا کو سمجھ لیا اور
وہی عارف کامل ہے جو دنیا کو ترک کرکے خدا سے لو لگائے۔

حافظ این گوہر منظوم کہ از طبع انگیخت اثر تربیت آصف ثانی دانست

ای حافظ یہ گوہر نظم کہ جو طبیعت سے نکلے ہیں انکو آصف ثانی کی تربیت کا اثر جاننا چاہئے

آصف ثانی کا اشارہ مرشد کی طرف ہی کہ جو حضور رسالت مآب کا نائب ہوتا ہی باقی مطلب صاف تشریح کا
محتاج نہیں۔

حاصل کارگہ کون و مکان اینہمہ نیست بادہ پیش آر کہ اسباب جہان اینہمہ نیست

یہ کارگاہ دنیا کا حاصل سب نیست ہے شراب سامنے لا کہ یہ اسباب جہان کا کچھ نہیں

یعنی اے گرفتار دنیاے دنی اس دنیا کا حاصل زن و فرزند مال و زر سلطنت حکومت سب نیست ہیں
اور کوئی انمیں سے دلبستگی کی لائق نہیں پس اس جہان فانی کے اسباب کو ہیچ سمجھ کر بادہ عشق الہی
پی اور معرفت حقیقی حاصل کر۔

از دل و جان شرف صحبت جانان غرضست ہمہ آنست وگرنہ دل و جان اینہمہ نیست

دل و جان کی غرض صحبت جانان کا شرف حاصل کرنا ہی سب کچھ وہی ہے وگرنہ دل و جان سب نیست ہیں

یعنی دل و جان کی اصل غرض جس سے حیات دو روزہ مراد ہی صرف صحبت جانان کا شرف حاصل کرنا ہی
اور اگر یہ نہیں تو دل و جان سب محض بیکار اور ہیچ ہیں۔

نام حافظ رقم نیک پذیرفت ولے — پیش رندان رقم سود و زیان این ہمہ نیست

حافظ کی نام نی شہرت نیک پکڑی و لیکن — رندونکی آگی فائدہ اور نقصان کی رقم کچہہ نہین

یعنی ہر چند کہ حافظ کا نام نیکنامی مین لکہا گیا اور نیکی ہی مین مشہور عالم ہوا لیکن رندون کی سامنے نیک و بد نفع اور نقصان سب برابر ہین۔ اسواسطے کہ یہہ سب فانی ہین اور رفانی سی عاشقون کو کچہہ سروکار نہین

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست — آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست

بحر عشق وہ بحر ہی کہ جسکا کہین کنارہ نہین — اسجگہہ بجز اسکی کہ جان دیدالین اور کوئی علاج نہین

یعنی غواصان دریائی محبت اور ملاحان بحر مودّت نی حقیقت عشق کی خبر اسطرح دی ہی کہ بحر عشق وہ بحر ذخار ہے کہ جسکا کہین کنارہ نہین پس اسمین عاشق کو سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ وہ اپنی جان حافظ حقیقی کو سونپ دے کہ العشق اولہ احراق واٰخرہٗ قتل۔

آن دم کہ دل بعشق دہی خوش دمی بود — در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

وہ دم کہ جب تو عشق مین دی بہت اچہا دم ہے — کیونکہ کار خیر کیلیے استخارہ کی کچہہ حاجت نہین

استخارہ کی لغوی معنی خداتعالیٰ سے بہلائی چاہنا اور اصطلاحی غیب کی حال سے آگاہی پانی کے ہین۔ لہذا مطلب حافظ صاحب کا یہہ ہی کہ جسوقت تو عشق الٰہی اختیار کرے وہ دم ہی بہت ہی غنیمت ہے اسواسطے کہ یہہ کام نیک ہی اور نیک کام کیلیے استخارہ کی ضرورت نہین۔

واضح ہو کہ کسی مشکل کام کے پیش آجانے پر استخارہ لینا سنت ہے اور اوسکا طریق یہ ہے کہ اول وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرے بعد دوگانہ حمد خدا اور درود بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پڑہ کر یہ دعا جو حاشیہ پر لکہی جاتی ہے پڑہے۔

مارا بمنع عقل مترسان و می بیار — کان شحنہ در ولایت ما ہیچ کارہ نیست

مجہکو عقل کی منع کرنے سے مت ڈرا اور شراب لا — کہ یہہ شحنہ ہمارے ولایت مین کبہی کام کا نہین

یعنے ہم رندون کی ولایت مین عقل کا شحنہ محض بیکار ہے۔ اسلئے کہ وہ شراب سے منع کرتا ہے اور ہم مست رند اوسکے ماننے والے نہین جب ہم اوس سے خوف ہی نہین کرتے تو اوسکا کہنا کیا مانینگے۔ ولایت سے جسم مراد ہے کہ جسکا انتظام شحنہ عقل کے ہاتہہ مین ہے۔ اور شراب سی وہی عشق چونکہ عقل و عشق سی دشمنی ہی اسلئے عقل کو شحنہ کہا۔

ــــ نمود بود شبہ کیا محیط عالم مین نہ ہوا کا جب کوئی جہونکا چلا حباب نہ تہا۔

زاہدا ایمن مشو از بازی غیرت زنہار … کہ رہ صومعہ تا دیر مغان اینہمہ نیست

ای زاہد بازی غیرت سے ہرگز منکر نہو … کہ صومعہ کی راہ دیر مغان تک یہی ہے

اس شعر مین قَالَ اللّٰہُ اَنَا غَیُوْرٌ کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ کہ اے زاہد تو بازی غیرت سے ہرگز بے فکر نہو اسواسطے کہ صومعہ اور دیر مغان مین فرق نہین ہے یعنی بہت سے آدمی ایسے ہین کہ چشم زدن مین صومعہ سے دیر مغان مین پہونچ گئے۔ چونکہ اللہ تعالے غیور ہے کیا عجب ہے کہ تجکو بہی یہان سے وہان پہونچاوے اور ایکدم مین مشرک کو موحد اور موحد کو مشرک بنا دے کیونکہ غیور کا کام علت پر موقوف نہین۔

دردمندی چو من سوختہ زار و نزار … ظاہرا حاجت تقریر و بیان اینہمہ نیست

مجہ سوختہ دل اور زار و نزار کی دردمندی … ظاہر ہے۔ اس قدر کے واسطے تقریر و بیان کی کیا حاجت

از تنگ مکن اندیشہ و چون گل خوش باش … زانکہ تمکین جہان گذران اینہمہ نیست

حقارت سے خوف نکر اور پہول کی طرح خوش رہ … اسواسطے کہ تمکین جہان ہی گذرنیوالی کچہ ایسی نہین ہے

یعنی اگر تیری حقارت کیجای یا خلق تجہپر زبان طعنہ دراز کرے تو تو آزردہ نہو اور پہول کی طرح ہنستا رہ اسواسطے کہ جب یہ جہان فانی ہے تو یہان کی حقارت اور تمکنت بہی فانی ہوگی۔ پس تجہے فانی ننگ اور تمکنت کا کیا رنج ہونا چاہیے۔

نقل ہے کہ ایک رات حضرت غوث الثقلین اپنے حجرہ مین بیٹہے ہوئے تہے جب آدہی رات گذری تو یکایک اپنی جگہ سے اوٹہے اور جنگل کو چلدیے حضرت کے اصحاب مین سے بہی ایک شخص ساتہ ساتہ گیے۔ رفتہ رفتہ حضرت ایک مقام پر پہونچے کہ جہان ایک شخص مرا پڑا تہا اور تجہیز و تکفین کا سب سامان موجود تہا شیخ نے اوسکو غسل دیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر کچہ دیر وہان ٹہرے رہے۔ پس اوسوقت یکایک آپکا چہرہ سرخ اور فرط خوشی سے تر و تازہ ہوگیا۔ مگر تہوڑی دیر بعد حضرت کا رنگ زرد ہوا اور ایسے لاغر ہوگئے کہ جیسے مدت کا بیمار ضعیف ہوجاتا ہے لیکن کچہ دیر مین یہ صورت بہی نرہی اور اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ پہر اس جگہ سے مراجعت فرمائی اور حجرہ مین آگئے صبح کو ان صاحب نے جو آپکے ہمراہ گئے تہے شب کا واقعہ دریافت کیا کہ یا حضرت وہ مردہ کون تہا اور آپکے چہرہ کا رنگ سرخ پہر زرد ہوجانے اور بعد ازان اپنی اصلی حالت پر آجانے کا کیا سبب تہا فرمایا کہ وہ مقام یہانسے چند سو کوس فاصلہ پر ہے اور وہ شخص جسکا جنازہ تمنے دیکہا قطبون مین سے ایک قطب تہا جب اوسنے اس دار فنا سے رحلت کی تو مجہے حکم ہوا کہ تم جا اوسکی تجہیز و تکفین کرو۔ لہذا حکم کی بموجب مین وہان گیا اور رسوم میت عمل مین لایا پس اوسوقت ملائکہ غیبی کو حکم پہونچا کہ اوسکی بجای [illegible] کو مقرر کرو اور اسکے تسبیح اوسے دیدو میرا چہرہ جو خوشی سے سرخ ہوگیا تہا وہ خوشی اس بات کی تہی کہ شاید اوسکی جگہ مجہکو مقرر کردین [illegible] کہ ملائکہ نے اوسکی جگہ مقرر ہونیوالو نکی بہت سے نام بتای لیکن کوئی قبول نہین ہوا آخر کار دم بخود ہوکر خاموش ہوگئے تو یہ حکم الہی ہوا کہ فلان کافر جو اسوقت فلان بتخانہ مین بت کو سجدہ کر رہا ہے یہ تسبیح اوسے دیدو یعنی قطب کے قایم مقام اوس کافر کو بنادو

…علت پر موقوف نہین ہے۔

بنوک خامہ رقم کردہ سلام مرا کہ کار خانۂ دوران مباد بی رقمت

قلم کی نوک سے تو نے مجھے سلام لکھا: (دعا ہے کہ دنیا کی کارخانہ کو تیری وجود کی بغیر قیام نہو جیو)

نگویم از من بیدل بسہو کردے یاد کہ در حساب خرد نیست سہو بر قلمت

میں نہیں کہونگا کہ مجھہ بیدل کو تونے بہول سے یاد کیا کیونکہ عقل کی حساب میں تیری قلم پر سہو نہیں ہے

اکابران سلف لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے یہہ غزل بطور خط کے ایک دوست کی خط کے جواب میں لکھی ہے۔ اور بہت سے قرائن سے ٹہیک معلوم ہوتا ہے کہ ضرور یہی بات ہے۔ مطلع کا یہہ مطلب ہے کہ جب میری حقوق خدمت نے آپکی کرم کے سامنے عرض کیا تو آپ نے مجھے خط لکھا گویا آپکا خط بہیجنا میرے خدمات کا باعث تہا۔ دوسرا شعر دعائیہ ہے یعنی مجھکو تمنے سلام لکھا میں دعا کرتا ہوں کہ زمانہ کو بغیر تمہارے وجود کے ثبات نہو۔ خلاصہ یہ کہ ابد الآباد تک زندہ رہو۔ تیسرے شعر میں کہتے ہیں کہ میں یہہ نہیں کہونگا کہ آپ نے مجھہ بیدل کو بہول کر یاد کیا اسو جہہ سے کہ تمکو سہو ہوجانے کی عقل گواہی نہیں دیتی۔ پس جب عقل تمہیں کہتی تو یہہ کہنا کہ بہونے سے یاد کیا صحیح نہو گا۔ گویا یہہ دوستانہ شکایت ہے جو کی جاتی ہے کہ میں تمہیں بہولے سے یاد آیا۔ حقیقی اعتبار سے سہو بمعنے فراموشی خطاب خرد مقتضائے عقل۔ یعنی اے محبوب حقیقی میں یہہ نہیں کہتا کہ تونے مجھہ بیدل عاشق کو از راہ فراموشی نامہ و پیام سے یاد فرمایا۔ چونکہ تیری جناب میں فراموشی اور سہو کو دخل نہیں اسلئے ایسا کہنا عقل سے بعید ہے۔

مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت کہ داشت دولت سرمد عزیز محترمت

مجھے اس نعمت کی شکریہ میں ذلیل نکر جو کہ دولت ابدی تجہے عزیز اور محترم رکہتی ہے

یعنی اے مرشد کامل تو مجھے اپنے فیض سے اوس دولت ابدی کے شکریہ میں جو اللہ تعالی نے تجہے بخشی ہے ذلیل و محروم نکر۔

بیا کہ تا سر زلفت قرار خواہم کرد کہ گر سرم برود برندارم از قدمت

آتا کہ تیری زلف کے سر قرار پکڑوں کہ اگر سر بہی جاتا رہے تو تیرے قدم سے نہ اوٹہاؤں

زلف کا اشارہ جذبہ محبت کیطرف ہے یعنی اے محبوب آتا کہ تیرا عشق اس طور پر کردں کہ چاہے سر جاتا رہے مگر تیرے قدم مونہہ سے نہ اوٹہے۔

ز حال ما دلت آگہ شود مگر وقتے کہ لالہ بردمد از خاک کشتگان غمت

ہمارے حال سے تیرا دل آگاہ ہوتا ہے مگر اوس وقت کہ تیرے غم کی کشتونکی خاک سے لالہ جم آتا ہے

از چشم خود بپرس کہ ما را کہ میکشد — جانا گناہ طالع و جرم ستارہ نیست

اپنی آنکھہ سی پوچھہ کہ ہمکو کون قتل کرتا ہے — اے جان یہہ طالع کا گناہ اور ستارہ کا جرم نہین ہے

یعنی اے دوست تو اپنی چشم ہی سے دریافت کر کہ ہمین کسنی مار ڈالا۔ پھر کہتے ہین کہ اے جانان یہہ نصیب کا گناہ یا ستارہ کا جرم نہین ہے بلکہ خود تیری چشم کا ہے۔ حقیقی اعتبار سے چشم کا کنایہ غمزہ کی طرف جس سے ظہور و خفا مراد ہے ہوگا اور مطلب یہہ ہے کہ اے محبوب حقیقی مجھے تیری تجلی کی ظہور و خفا نے معرض ہلاکت مین ڈالا اسکے تہمت طالع اور ستارہ پر نہین لگائی جاسکتی کیونکہ وہ بیچارے اپنے وجود مین تیرے ہی تو محتاج ہین پس جو کچھہ کرتا ہے تو کرتا ہے۔

رویش بچشم پاک توان دید چون ہلال — ہر دیدہ جای جلوۂ آن ماہپارہ نیست

اوسکے رخ کو مثل ہلال کے پاک چشم سے دیکھنا چاہئے — اوس ماہ پارہ کے جلوہ کی جگہہ ہر آنکھہ نہین ہے

چونکہ ہلال باریک ہوتا ہے لہذا اوسکے دیکھنے کے لئے ایسی آنکھہ کی ضرورت ہوتی ہے جو گرد و غبار سے پاک و صاف ہو۔ مگر خواجہ صاحب رخ محبوب کو جس پاک و صاف آنکھہ سے دیکھنے کی ہدایت کرتے ہین۔ وہ گرد و غبار سے نہین بلکہ کسی اور کے تصور یا عکس سے پاک ہونی چاہئے اسلئے کہ ہر آنکھہ اوسکے جلوہ کی جگہہ نہین یعنے ہر شخص کی آنکھہ محبوب حقیقی کے جلوہ کو نہین دیکھہ سکتی اوسکو وہی آنکھہ دیکھے گی جسمین اور کسی کی تصویر نہ بسی ہوئی ہوگی۔

فرصت شمر طریقۂ رندی کہ این نشان — چون راہ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست

رندی کے طریقہ کو غنیمت جان کہ یہہ راستہ — مانند راستہ خزانہ کے کسی پر ظاہر نہین ہے

یعنی جس طرح خزانہ کا راستہ یا اوسکا حال ہر شخص کو نہین معلوم ہوتا اسیطرح عاشقی و رندی کا طریقہ بھی ہر آدمی نہین جانتا اے مخاطب تو غنیمت جان کہ تجھکو یہہ راہ معلوم ہے

نگرفت در تو گریۂ حافظ بہیچ روی — حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست

حافظ کی زاری نے تجھہ پر کسی طور اثر نہین کیا — مین اوس دل سے حیران ہون جو سنگ خارہ سے کم نہین

یعنی مجھے تیرے دل پر جو سیطرح سخت ہے مین سنگ خارا سے کم نہین حیرت ہے کہ حافظ کی گریہ وزاری نے تجھہ مین کچھہ اثر نہین کیا۔

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت — حقوق خدمت ما عرض کرد بر کرمت

کیا الطاف تہا کہ ناگاہ تیرے قلم کی ٹپکید گی نے — ہمارے حقوق خدمت کو تیرے کرم کے سامنے عرض کیا

مطلب یہ کہ اے محبوب مین تیری لیے اسقدر خون کے آنسوؤنسے رویا ہون کہ میری آنکھ کی پتلیان خون مین ڈوب گئین پس اس سے تو قیاس کرسکتا ہے کہ لوگون (عاشقون) کا حال تیری طلب مین کیا ہوگا خلاصہ یہہ کہ اونکا بہی یہی حال ہے جو تیری طلب مین میرا ہو رہا ہے۔

بیاد لعل لب و چشم مست میگونت　　ز جام غم می لعلی کہ میخورم خون ست

تیری لب لعل اور چشم مست میگون کی یاد مین　　ساغر غم سے جو می سرخ کہ مین پیتا ہون خون ہوجاتی ہے

خلاصہ یہہ کہ تیری لب لعل اور مست نشیلی آنکھہ کی یاد مین اگر مین شراب سرخ بہی پیتا ہون تو وہ میرے واسطے گویا خون ہو جاتی ہے۔

ز مشرق سر کوی آفتاب طلعت تو　　اگر طلوع کند طالعم ہمایون ست

مشرق کیطرف سے تیرا آفتاب طلعت　　اگر طلوع کرے تو یہہ طالع ہمایون ہے

خلاصہ یہہ کہ اگر تیرا آفتاب طلعت جس کا کنایہ تجلی ذاتی کی طرف ہے سر کوی شرق سے جس سے عاشق کا دل مراد ہے نکلے (مشاہدہ قلبی ہو) تو اوسکا تو زہے نصیب اور مبارک طالع ہے۔

حکایت لب شیرین کلام فرہاد ست　　شکنج طرہ لیلی مقام مجنون ست

لب شیرین کی حکایت فرہاد کے کلام سے ہے　　اور طرہ لیلی کی شکن مجنون کا مقام ہوتا ہے

کلام فرہاد کہ جسکا کنایہ عاشق ہے سوائے بیان لب شیرین کہ جس کا اشارہ لطف محبوب سے ہے نہین ہوتا۔ اور مجنون کا مقام کہ جس سے بہی عاشق مراد ہے سوائے طرہ لیلی کی شکن کے جس کا اشارہ جذبہ عشق و محبت کی طرف ہے کوئی نہین۔

دلم بجو کہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست　　سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست

میری دلجوئی کر کہ تیرا قد مثل سرو کے دلجو ہے　　باتین کر کہ تیرا کلام لطیف موزون ہے

ز دور بادہ بجان راحتی رسان ساقی　　کہ رنج خاطرم از جور دور گردون ست

ساقی دور شراب سے جان کو راحت پہونچا　　کہ میری خاطر جور گردش گردون سے رنجیدہ ہے

ازان زمان کہ ز دستم برفت یار عزیز　　کنار دیدۂ من ہمچو رود جیحون ست

اوس وقت سے کہ جبسے یار میری پاس سے چلا گیا　　میرے چشم کا کنارہ مثل دریائے جیحون کے ہے

یعنے ہماری حال پریشان سے تیرا دل آگاہی تو پاتا ہی۔ مگر اوسوقت کہ ہم مرکر خاک ہو جائین اور ہماری اوس خاک سے لالہ جم نکلے۔ اس مین تغافل محبوب کا مضمون ہی۔

روان تشنہ ما را بجرعۂ دریاب — چو میدہند زلال خضر بجام جمست

ہماری پیاسی روح کو ایک گھونٹ سے یاد فرما — جب تجھے جام جم مین آبحیات دین

مطلب یہہ کہ ای مرشد کامل جب تجھکو فیوضات سرمدی قلب احمدی سے پہونچین تو ہمین اوسمین سے ایک جرعہ یعنے کچھ تہوڑا سا ہمکو بھی عنایت کر تاکہ ہمارا دل تشنہ اوس سے سیراب ہو۔

صبا ز روی تو با ہر گل حدیثے کرد — رقیب کی رہ غماز داد در حرمت

صبا نے تیری رخ کی بات ہر گل سے کہی — رقیب کو کوئی راہ غمازی کی تیری حرم مین کب دی

صبا کا کنایہ مرشد کی جانب گل کا سرشہدان کی طرف سمجھنا چاہئے رقیب سے شیطان یا لنفس امارہ مراد ہی یعنے مرشد نے مریدون سے تیری مشاہدہ تجلی کی بابت سب کچھ کہدیا ہے اب شیطان یا نفس امارہ کو چغلخوری کا موقع وہان نہین ملیگا خلاصہ یہہ کہ خواہ شیطان طالبون کو کتنا ہی ورغلائے وہ اوسکے کہنے مین نہین آسکینگے۔

دلم مقیم در تست حرمتش میدار — بشکر آنکہ خدا داشتہ است محترمت

میرا دل تیری در پر مقیم ہی اوسکی حرمت کر — اوس شکرانہ مین کہ خدا تجھے اپنی جناب مین محترم رکھتا ہی

ہمیشہ وقت تو ای عیسی صبا خوش باد — کہ جان عاشق دلخستہ زندہ شد بدمت

ای عیسی نفس تیرا وقت ہمیشہ خوش ہو جیو — کہ عاشق خستہ دل کی جان تیری دم سے زندہ ہوئی ہی

عیسی نفس کا اشارہ مرشد کیطرف ہی جو مریدون کی مردہ دلونکو اپنی فیض سے زندہ کرتا رہتا ہی باقی مطلب صاف۔

کمین گہ است و تو خوش تیز میروی حافظ — مکن کہ گرد بر آید ز شہرۂ عدمت

ای حافظ یہہ کمین گاہ ہی اور تو بہت تیز جا رہا ہے — (جلدی) نکر شاید کہ راہ عدم سے تیری گرد آئے

یعنی ای حافظ عشق کی راہ گہات کی جگہہ ہی جسمین بہت سے آفات ہوتی ہین تو اس راہ مین جلدی جلدی چل رہا ہی ایسی جلدی نکر ایسا نہو کہ شاہراہ عدم سے تیری گرد آوی یعنی تو تباہ ہو جائی اور مطلب کو نہ پہونچی۔ شہرہ شاہراہ کا مخفف ہی۔

ز گریہ مردم چشمم نشستہ در خون ست — ببین کہ در طلبت حال مردمان چون ست

رونے سے میری آنکہونکی پتلی خون مین ڈوبی — دیکھ کہ تیری طلب مین لوگونکا حال کیونکر ہے

در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا — **سرها بریده بینی بی جرم و بی جنایت**

ایدل اوسکی زلف کمند مثال مین نہ لپٹ کہ وہان — نوبت سی سرونکو بی گناہ بی قصور کٹا ہوا دیکھیگا

این راه را نهایت صورت کجا توان بست — **کش صد هزار منزل بیش است در بدایت**

اس بی پایان راہ کو کسطرح کوئی پہونچ سکے — کہ اوسکی سو ہزار منزل آگی ہی ابتدا ہی ہے

اس راہ کا اشارہ راہ عشق کی طرف ہی یعنے راہ عشق ایسی مشکل الانقطاع ہی کہ سو ہزار منزل بھی طے کر کے ہنوز پہلا ہی قدم ہوتا ہی لہذا اس سبب سی کہتی ہین کہ کوئی شخص اوسکی مقام معرفت مین نہین پہونچ سکتا کوئی اول قدم پر جان دیدیتا ہی کوئی دوسری پر کوئی تیسری پر کوئی دروازہ پر مگر منزل مقصود تک پہونچنے کی نوبت نہین آتی۔

چشمت بغمزه ما را خون خورد و می پسندی — **جانا روا نباشد خون ریز را حمایت**

تیری چشم نے غمزہ سی ہمارا خون کیا اور تو پسند کرتا ہی — اے جان قاتل کی حمایت روا نہین

یعنے ای پیاری قاتل کی حمایت نہین کرنی چاہیی بلکہ مقتول کی طرفداری کرنی چاہیے۔

هر چند بردی آبم روی از درت نتابم — **جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت**

ہر چند کہ تو نے مجھے رسوا کیا مگر تیرے دروازہ سی نہ پھرونگا — دوست کی دشمنی اچھی کہ دشمن کی دوستی اچھی

ای جان من ہر چند کہ تو نے مجھے ذلیل و خوار کیا مگر تیرے در سے نجاؤنگا اسواسطے کہ دوست کی دشمنی دشمن کی دوستی سے اچھی ہوتی ہے۔

ای آفتاب خوبان می سوزد اندرونم — **یک ساعتم بگنجان در سایه عنایت**

ای خوبرویون کے آفتاب میرا قلب پھنکا جاتا ہے — کوئی ساعت تو مجھے اپنی عنایت کے سایہ مین لیلے

در این شب سیاهم گم گشته راه مقصود — **از گوشه برون آی ای کوکب هدایت**

اس اندھیری رات مین راہ مقصود کو گم کر دیا ہے — ای رہنمائی کے تارے گوشہ سے باہر نکل آ

قاعدہ ہے کہ جب رات مین راستہ بھول جاتے ہین تو ستارونکو دیکھہ کر راستہ معلوم کرتے ہین۔ یہان شب سیاہ سے دنیا اور کوکب ہدایت سی مرشد کامل مراد ہے یعنے ای مرشد کامل مین مکروہات دنیا مین گرفتار ہو کر اپنی مقصود اصلی سی جو کہ معرفت ہی محروم ہو گیا ہون بس تو آ اور میری مدد یعنی شغل ہدایت ہاتھہ مین دیتا کہ اوسکی روشنی سی منزل مقصود پہ پہونچ جاؤن۔

چگونہ شاد شود اندرون غمگینم | باختیار کہ از اختیار بیرون ست
میرا دل غمگین کیونکر خوش ہو سکتا ہے | اختیار مین کہ اختیار سے باہر ہے

اوپر کے اشعار کا مطلب صاف ہے اسلئے ہم اونکی شرح کی ضرورت نہین سمجھتے۔ اور اس شعر کے معنے ہین کہ جب دل غمگین میرے اختیار سے باہر ہے تو اوسکا شاد اور خوش کرنا بھی میرے اختیار مین نہین جو چیز اپنے اختیار ہی مین نہو اوسکی قلب ماہیت کیسے ممکن ہے۔

ز بیخودی طلب یار میکند حافظ | چو مفلسی کہ طلبگار گنج قارون ست
بیخودی مین حافظ یار کی طلب اسطرح کرتا ہے | کہ جیسے مفلس تلاش قارون کے خزانہ کا طلبگار ہو

زان یار دلنوازم شکریست با شکایت | گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت
مجہہ اوس یار دلنواز سے شکر کے ساتھہ شکایت ہے | اگر عشق کا نکتہ شناس ہے تو اس بات کو غور سے سن

یار دلنواز سے محبوب حقیقی یا مرشد کامل مراد ہے اور مطلب یہہ ہے کہ مجہہ اوس یار سے شکر بھی ہے اور شکایت بھی چونکہ یہہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اسلئے یہہ تعجب کی بات ہے کہ جب شکر ہے تو پھر شکایت کیسی لہذا دوسرے مصرع مین کہتے ہین کہ اس شکر و شکایت کے اجتماع کو کہ کسطرح یہہ دونون اکٹھے ہوگئے ہین وہی شخص سمجہہ سکتا اور سن سکتا ہے جو عشق و محبت کا نکتہ شناس ہو۔ اگر تو نکتہ رس ہے تو سمجہہ لے کہ شکایت تو استغنا محبوب کی وجہہ سے ہے اور شکر اس بات کا ہے کہ وہ مجہے اپنے عاشقون مین تو شمار کرنے لگا۔ اس دعوے کی دلیل یہی ہے کہ وہ مجہے اپنے عاشقون مین سمجھتا ہے وہ ہی استغنا ہے کیونکہ اگر عاشق و طالب نہ سمجھتا تو استغنا بھی نہ کرتا۔

بی مزد بود و منت ہر خدمتی کہ کردیم | یارب مباد کس را مخدوم بی عنایت
جو خدمت کہ مین نے کی وہ مفت اور بلا احسان کے کی | یارب کسیکا مخدوم بے عنایت نہو جیو

رندان تشنہ لب را آبی نمیدہد کس | گویا ولی شناسان رفتند از ولایت
تشنہ لب رندونکو کوئی شخص پانی بھی نہین دیتا | گویا ولی شناس لوگ ولایت سے چلے گئے

یعنی تشنہ لب رند جو ہمیشہ شراب پیتے ہین اگر وہ پیاسے ہون تو شراب تو در کنار کوئی اونکو پانی بھی نہین دیتا اسکی وجہہ یہہ ہے کہ ولی شناس لوگ جن سے عارفان کامل مراد ہین دنیا سے چلے گئے اگر وہ ہوتے تو ولی را ولی می شناسد کے اعتبار سے رندونکو پہچان لیتے۔

یعنی آج جبکہ میں زندہ ہوں اور تیرا عاشق ہوں تو تو مجھپر رحم فرما کل کو جب مر جاؤنگا تو ندامت سے کیا فائدہ

ای آنکہ بتقریر و بیان دم زنی از عشق ۔ ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت

ای شخص کہ تو تقریر و بیان سے عشق کا دم بھرتا ہی ۔ ہم تجھ سے نہیں بولتے. ما بخیر و شما بسلامت

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا ۔ کاین طائفہ از کشتہ ستانند غرامت

ای فقیر دوستوں کی تلوار سے نالان نہو ۔ کہ این گروہ مری ہوؤں سے تاوان لیتا ہے

درخرقہ زن آتش کہ خم ابروی ساقی ۔ بر می شکند گوشہ محراب امامت

خرقہ کو آگ لگا کہ ابروے ساقی کا خم ۔ گوشہ محراب و امامت کو توڑ دیتا ہی

خرقہ کو آگ لگانا زہد و اتقا کو چھوڑ دینا ۔ یعنے اے مخاطب تو زہد و اتقا چھوڑ کر عاشق الٰہی ہو جا اسلئے کہ ابروی ساقی کا خم جس سے جمال معشوق حقیقی مراد ہی محراب امامت کے خم کو شکستہ کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عشق میں زہد و اتقا کی ضرورت نہیں رہتی ۔

حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ۔ بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت

ہرگز ایسا نہو گا کہ تیری جور و جفا کی شکایت کروں ۔ کیونکہ معشوق کا ظلم سراسر لطف و کرم ہوتا ہے

کوتہ نکند بحث سر زلف تو حافظ ۔ پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت

حافظ تیری زلف کی بحث کو کوتاہ نہیں کریگا ۔ کسواسطے کہ یہہ سلسلہ روز قیامت تک یونہیں جاری رہیگا

زلف کا اشارہ تعینات اور بیان عشق کی طرف ہے ۔ یعنے حافظ تیرے عشق و محبت کے ذکر کو مختصر نہیں کریگا کیونکہ یہہ ایسا طول و طویل اور دلچسپ ذکر ہے کہ اگر قیامت تک کرتے رہو تب بھی ختم نہو ۔ یا یہہ کہ عشق و محبت کا سلسلہ قیامت تک یونہیں چلا جائے گا یعنے عاشقان الٰہی یکی بعد دیگری پیدا ہوتے رہینگے پس میں اس ذکر کو کیوں چھوڑوں اور اللہ کا عشق کیوں نہ کئے جاؤں ۔

ساقی بخضر است و می آب حیات ۔ توبہ ز می چون کنم ہیہات ہات

ساقی سیر الخضر ہی اور شراب آبحیات ہے ۔ شراب سے کیسے توبہ کروں جلد شراب لا

ہات اسم فعل امر کے معنے میں ہی یعنی شراب لا یا شراب بخش ۔ ساقی سے مرشد کامل اور می سے محبت الٰہی مراد ہے آبحیات و سکی صفت کیونکہ عشق الٰہی کرکے انسان بقا باللہ ہو جاتا ہی ۔ باقی مطلب صاف ہی محتاج شرح نہیں ۔ بعض شارحین نے لفظ ہات کو ہیہات کا مخفف مانا ہی اور شعر کے معنے

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود زنہار ازین بیابان وین راہ بی نہایت

جس طرف سے کہ مین گیا سوای وحشت کے اور کچھہ نہ بڑھا ہرگز اس بیابان اور اس بی پایان راہ مین

مطلب یہہ کہ راہ عشق مین جو معرفت الہی ہے مین نے ہر چند تگ و دو کی مگر آخر کار سوائے وحشت کے اور کچھہ حاصل نہوا پس اس بیابان خونخوار مین کہ جو عشق کا بیابان ہے سوائے خونخواری کی کچھہ حاصل نہین اور اس بے پایان راہ معرفت کو جو مشکل الانقطاع کسی نوع سے طے کرنا ممکن نہین ہو سکتا

عشقت رسد بفریاد ور خود بسان حافظ قرآن زبر بخوانی با چاردہ روایت

عشق تیری فریاد کو پہونچے اگر خود حافظ کی طرح تو قرآن چودہ روایتون کے ساتھ حفظ یاد کرے

یعنے عشق تیری فریاد کو پہونچے ای مخاطب اگر تو حافظ کی طرح قرآن مع چودہ روایتون کے حفظ یاد کرے۔ یہہ چودہ روایتین وہ ہیں جو رسالہ تجوید مین لکھی ہوی ہین۔

یارب سببی ساز کہ یارم بسلامت باز آید و برہاندم از چنگ ملامت

یارب کوی ایسا سبب کر کہ میرا یار سلامتی سے لوٹ آئے اور مجھکو ملامت کے چنگل سے چھڑائے

یار سے مشاہدہ حق مراد ہی اور چنگ چنگل کا مخفف۔ یہہ غزل بطور مناجات کے ہے یعنے یا اللہ کوئی ایسا سبب کر کہ مشاہدہ حق پہر اپنا جلوہ بے کم و کاست مجھپر کرے اور طعنہ ہائی خلق سے جو اوسکی جدائی مین لوگ مجھپر مارتے ہین یعنے ملامت کرتے ہین رہائی دی۔

خاک رہ آن یار سفر کردہ بیارید تا چشم جہان بین کنمش جای اقامت

اوس سفر کرنیوالی یار کی خاک راہ ہی سے آؤ تا کہ چشم جہان بین مین اوسکی قیام کی جگہہ کرون

خاک رہ کنایہ ہے نشان یار سفر کردہ سی مراد تجلی محبوب شدہ مذکورہ بالا شعر کی توضیح ضرور نہین مطلب صاف ہے

فریاد کہ از شش جہتم راہ ببستند آن خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت

فریاد کہ شش جہت کی راہ روک لی ہے اوس خال و خط زلف و رخ عارض و قد نے

چونکہ معرفت الہی مین خال و خط وغیرہ یہہ لفظ ہین دیگر مقامات سے شش جہت لائی ہین یعنے جیسون نے میری راہ ہر طرف سے روک کر اپنا اسیر بنایا ہے

امروز کہ در دست تو ام مرحمتی کن فردا کہ شوم خاک چہ سود اشک ندامت

آج کہ تیری اختیار مین ہون رحم کر کل کو جبکہ خاک ہو جاونگا تو اشک ندامت سے کیا فائدہ

الٰہی ہی باقی اور جو کچہ ہی وہ سب (ٹہرا) فضول اور بیہودہ ہے۔

شیرینی از لب لعلش نہ چشیدیم و برفت **روی مہ پیکر او سیر ندیدیم و برفت**

ہمنے اوسکی لب لعل سے شربت نہ چکہا کہ چلا گیا ماہ پیکر کا چہرہ دل بہر کے نہ دیکہا کہ چلا گیا

یہ غزل حالت قبض وارادات مین لکھی ہے یعنے ہمنے اوسکی لب لعل سے شیرینی بہی جس کا کنایہ فضل ولطف کیطرف ہی حاصل نکی اور شیرین حاصل کرنا تو درکنار جی بہر کی صورت بہی نہ دیکہنے پائے تہے کہ وہ ہمسے علیحدہ ہو گیا۔

گوئی از صحبت ما نیک بتنگ آمدہ بود **بار بربست و بگردش نرسیدیم و برفت**

گویا ہماری صحبت سی بہا نتک تنگ آیا تہا کہ ہم اوسکی پاس تک بہی نہ پہونچے پہر اسباب باندہکر چلدیا

بسکہ ما فاتحہ و حرز یمانی خواندیم **وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت**

از بسکہ ہمنے سورۂ فاتحہ اور حرز یمانی کو پڑہا اور اوسکی واسطے سورۂ اخلاص کو بہی دم کیا مگر چلا گیا

حرز یمانی چند دعائیں ہین کہ جو حضور رسالت مآب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملک یمن کی سفر کیوقت تعلیم وتلقین فرمائی تہین اور اسیوجہ سے اونکا نام حرز یمانی ہو گیا ہی۔ سورۂ فاتحہ سورۂ الحمد سورۂ اخلاص قل ہو اللہ کو کہتے ہین۔ اور مطلب یہ ہی کہ ہمنے سورۂ الحمد اور دعای حرز یمانی محبوب کو سفر سے باز رکہنے کی لئے اور سورۂ اخلاص اس غرض سے کہ وہ ہمسے محبت کرے اور نہ جاے سب کچہ پڑہا اور دم کیا مگر وہ اسپر بہی چلا گیا۔ مصرعۂ ثانی مین اخلاص کا لفظ دم کرنے کے لئے بہت اچہا آیا ہے۔

سر ز فرمان خطم گفت مکش تا نروم **ما سر خویش ز خطش نکشیدیم و برفت**

کہا کہ میری حکم کے خط سے سرمت کہیچ تو نہین جاؤنگا ہمنے اپنی سر کو اسکی حکم کے خط سی نکہیچا اور (اسپر بہی) چلا گیا

یعنی محبوب نے مجہسے کہا کہ اگر تو میرے حکم سے سرتابی نکرے تو مین نجاؤں ورنہ چلا جاؤن گا۔ لہذا دوسرے مصرع مین کہتے ہین کہ مین نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکے حکم سے سر نہ پہیرا مگر وہ اسپر بہی چلا گیا اور نہ رکا یہ گویا خواجہ صاحب کسی کے سامنے معشوق کی شکایت کر رہے ہین۔

عشوہ میداد کہ از کوی ارادت نروم **دیدی آخر کہ چنان عشوہ خریدیم و برفت**

فریب دیا کہ مین کوچۂ ارادت سے نہ پہرون آخر کار تو نے دیکہا کہ مین نے کیسا دہوکا کہایا اور وہ چلا گیا

مذکورۂ بالا شعر کی توضیح ہے شرح طلب نہین۔

یون بیان کئے ہین کہ جب ہیرا ساقی خضر ہے اور شراب آبحیات تو ہیہات ہیہات کہ مین ایسے وقت مین شراب سے کس طرح توبہ کرون - خلاصہ یہہ کہ مین ایسے حالت مین کبھی توبہ نکرونگا۔

بادۂ تلخ از لب شیرین لبان　　در حلاوت می برد آب از نبات

شیرین لبون کی لب کی کڑوی باتین　　حلاوت مین مصری کی آبرو لیتے ہین۔

چون دم عیسی نسیم او ز لطف　　مردۂ صد سالہ را بخشد حیات

اوسکے لطف کی نسیم دم عیسی کی طرح　　مردہ صد سالہ کو زندگی بخشتی ہے

یعنے عیسی علیہ السلام کے دم کی طرح جو کہ مردونکو زندہ کر دیتی تہی اوسکی لطف کی نسیم سو برس کے مری ہوی مردونکو زندہ کرتی ہے۔

جز بآب آتشین یعنی شراب　　حل نمیگردد مرا این مشکلات

بجز آب آتشین یعنے شراب کے　　میری یہہ مشکلین حل نہین ہوتین

مطلب یہہ کہ یہہ مشکلین جو مجھے اس غفلت گاہ دنیا مین پیش آتی ہین یعنے معشوق حقیقی کو عشق سے باز رکہتی ہین وہ سوا شراب عشق و محبت پئے ہوے مجھسے حل نہین ہو سکین گی - خلاصہ یہہ کہ جب مین بادہ محبت پیتا ہون تو اسرار معرفت مجھپر ظاہر و ہویدا ہوتے ہین۔

روزی ما بین کہ از دیوان عشق　　جز می حمرا نشد ما را برات

ہماری قسمت کو دیکھ کہ دیوان عشق سے　　بجز شراب سرخ کا اور کوئی چیز نصیب مین نہ آئی

دیوان عشق سے مراد روز ازل - می حمرا شراب سرخ یعنے بادۂ عشق و محبت۔ مطلب یہ کہ روز ازل ہی سے سوائے عشق و محبت کا اور کوئی چیز ہماری حصہ مین نہین آئی۔

شاد باد ا روح آن رندی کہ او　　بر سر کوی مغان یابد وفات

اوس رندکی ار دلح خوش ہو جیسکو کہ　　کوچۂ مغان مین وفات پاجائے

کوی مغان سے مرشد کامل مراد ہے۔ باقی مطلب صاف ہے۔

حاصل عمر تو حافظ در جہان　・　بادۂ صافیست باقی ترّہات

اے حافظ تیری عمر کا حاصل جہان مین　　شراب صاف ہے باقی فضول

یعنی اے حافظ تیری عمر کا حاصل (جہان مین پیدا ہونے کا نتیجہ) شراب صاف یعنی خالص عشق

در سرکہ بنگری بغمی از تو مبتلاست
یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست

جسکو تو دیکھیگا وہ تیری غم مین مبتلاہی
مینے کوئی دل ہی ایسا نہ دیکھا کہ جو تیری عشق مین خراب نہو

یہ اشعار گویا محبوب حقیقی سے بطور عرض حال کرنیکے تصنیف کئے گئے ہین اور دنمین عاشق زار عشق کی حالت بیان کرتا ہے مطلب کچہ پیچیدہ نہین صاف ہے۔

ہر کہ بدست عشق تو شد کشتہ بردرت
او را در ان جناب سوال و جواب نیست

جو کوئی کہ تیرے عشق کے ہاتھ سے تیرے در پر قتل ہوا
اوسکے لئے اوس جناب مین سوال و جواب نہین

جو کوئی عشق الہی مین مرجای تو وہ شہید ہوتا اور درجہ شہادت پاتا ہے چونکہ قیامت کے دن شہیدون سے اعمال کی بازپرس نہوگی اسلئے خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ ای محبوب جو کوئی تیری محبت مین تیرے در پر فنا ہوا اوسکو درجہ شہادت ملا پس اوس سے بازپرس اعمال ہی نہ کیجائیگی۔

حافظ چو زر بتوبہ درافتاد و تاب یافت
عاشق نباشد آنکہ چو زر را بتاب نیست

جب حافظ نے زر کو برتن مین ڈالا روشنی پائی
وہ عاشق نہین کہ جسکے زر مین چمک نہین

معنی ظاہر ہین تشریح کی ضرورت نہین۔

خم زلف تو دام کفر و دین ست
ز کارستان او یک شمہ اینست

تیری زلف کا پیچ کفر و اسلام کے لئے دام ہے
یہ اوسکی کارستانی کا ایک شمہ ہے

یعنی اے محبوب تیری زلف کے پیچ مین مومن اور کافر دونون پہنستے ہین تیری عشق کے لئے کفر و اسلام کی قید نہین جو کوئی تجہسے محبت کریگا وہ گویا تیری زلف کا اسیر سمجھا جای گا اور زلف پر پیچ کا کسی کے دل کو پہانس لینا اوسکی ذرا سی کارستانی ہے۔

جمالت معجز حسن ست لیکن
حدیث غمزہ ات سحر مبین ست

(گو) تیرا جمال حسن و خوبی کا معجزہ ہے لیکن
تیری غمزہ کی باتین کھلا ہوا جادو ہے

بر آن چشم سیہ صد آفرین باد
کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست

اوس چشم سیاہ پر صد آفرین ہو
کہ عاشق کشی مین ساحر کامل ہے

عجب راہی ست راہ عشق ہیہات
کہ چرخ ہفتمش ہفتم زمین ست

افسوس عشق کی راہ عجیب راہ ہے
کہ اوسکا ساتوان آسمان ساتوین زمین ہے

شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن — در گلستان وصالش نخمیدیم و برفت

(خود) حسن و لطافت کی چمن مین خرامان ہوا لیکن — ہمنے اوسکی گلستان وصال مین خرام نکیا تہا کہ چلتا بنا

گفت از خود ببر دہر کہ وصالم طلبد — ما بامیدی وازخویش بریدیم و برفت

کہا کہ جو میرا وصل چاہے وہ اپنی سی قطع ہو جاے خودی کو چہوڑ دے — ہم اس امید پر اپنی سے جدا ہوی (مگر) وہ چلا گیا

صورت او بلطافت اثر صنع خداست — ما برویش نظری سیر ندیدیم و برفت

اوسکی صورت لطافت مین صنعت خدا کی شان ہے — ہمنے اوسکی چہرہ کو نظر بہر کر ند یکہا تہا کہ چلا گیا

یہ شعر بالکل سہل ہین اسلئے ہم انکی شرح جان کر چہوڑتے جاتے ہین اور صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کرتی ہین

ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردم — کای دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت

ہمنے حافظ کی طرح تمام رات نالہ و فریاد کی — افسوس کہ اوسکی وداع کو نہ پہونچی اور وہ رخصت ہوا

اس شعر مین روح یا دل متکلم سمجہا جائیگا۔ یعنی ہمنے حافظ کی طرح عمر بہر نالہ وزاری کی مگر افسوس کہ صبح کے وقت اوسکے رخصت کرنے کو بہی نہ پہونچے تہے کہ وہ رخصت ہوگیا۔ بعض نسخون مین بوداعش کی جگہ بوصالش ہے۔ اور بوصالش ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ بوصالش کے معنی اس جگہ اچہی طرح چسپیدہ ہوتے ہین۔

مارا از آرزوی تو غم پروائی خواب نیست — بی روی دلفریب تو بودن صواب نیست

مجہے تیری آرزو مین نیند کی پروا نہین ہے — بغیر تیری دلفریب صورت (دیکہے) رہنا ٹہیک نہین

اس مطلع کے اول مصرع کا مضمون عربی کے اس شعر کی مطابق ہے ۔ عجبا للمحب کیف ینام ۔ کل نوم علی المحب حرام

یعنی تعجب ہے کہ محبت مین کوئی کیسے سوتا ہے جبکہ تمام عاشقون پر نیند حرام ہوتی ہے ۔ اور دوسرا مصرع اسکا مصداق ہے۔ مَن کَانَ فِی ہٰذِہٖ اَعمٰی فَھُوَ فِی الاٰخِرَۃِ اَعمٰی ۔ یعنی جو آجکے روز دنیا مین اندہا ہے وہ قیامت کو بہی ضرور اندہا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جس کسی نے جمال دوست دیکہنے کی دنیا مین کوشش و فکر نہ کی وہ قیامت کے دن کیا دیکہہ سکیگا۔

در دور چشم مست تو ہشیار کس ندید — کو دیدہ کز تصور چشمت بخواب نیست

تیری چشم مست کے دور مین کسی کو ہشیار ندیکہا — وہ کونسی آنکہہ ہے کہ تیری آنکہ کے تصور سی خواب مین نہین

زجام عشق می نوشید حافظ مدامش مستی و رندی ازین است

حافظ نے اوسکی جام عشق سے شراب پی ہی — اسی سے ہمیشہ مستی و رندی مین رہتا ہے

یعنی حافظ جو ہمیشہ رند و مست رہتا ہے تو اوسکی یہی وجہ ہے کہ اوسنے جام عشق سے مئے محبت پی لی ہے۔

دیدی کہ یار جز سر جور و ستم نداشت بشکست عہد ما و از و ہیچ غم نداشت

تونے دیکھا کہ یار سواے جور و ستم کے خیال اور خیال نرکہتا تھا — ہم سے جو عہد کیا تھا اوسے توڑدیا اور اوسے کچھ غم نہین

اسکا مخاطب دل ہے یعنی اے دل تونے دیکھا کہ یار کو ہمپر سواے جور و ستم کرنیکے اور کچھ خیال نہ تھا کیونکہ اوسنے جو عہد وفا کا ہم سے کیا تھا اوسے توڑدیا اور اسکی کچھ پروا نہ کی کہ عہد شکنی اچھی بات نہین۔

یارب مگیرش ارچہ دل چون کبوترم افگند و کشت حرمت صید حرم نداشت

یارب اوسکو مت پکڑ اگرچہ دل کو کبوتر کی طرح — پکڑا اور مارڈالا اور حرمت صید حرم کا خیال نکیا

حرم خانہ کعبہ کے احاطہ کو کہتے ہین کہ جہان حلال حیوانات کا شکار بہی حرام ہے یعنی اوس جگہ کوی شکاری کسی پرند وغیرہ کو نہین پکڑتا نہ مارتا ہے ایسا کرنا خانہ کعبہ کی حرمت مین داخل ہے مگر اس موقع پر حرم سے مراد محبت الہی ہے یعنی اے اللہ میرے معشوق کو اس تقصیر مین ماخوذ نہ کیجو کہ اوسنے میرے کبوتر دل کو جو تیرے احاطۂ محبت مین پرواز کررہا تہا پکڑلیا اور مارڈالا۔ گو اوسنے صید حرم کی عزت نہ کی مگر مین چاہتا ہون کہ اوس سے مواخذہ نکیا جاے۔ کبوتر میرا تہا جب مین اوسے معاف کرتا ہون تو تو بہی معاف کردے۔

برمن جفا ز بخت بد آمد و گرنہ یار حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت

مجہپر جفا میری بدنصیبی سے ہوی ورنہ یار — ہرگز ظلم کی رسم اور ستم کا طریق نہین رکہتا

چونکہ جور و جفا کی نسبت معشوق کی طرف کرنا ترک ادب ہی اسلیئے خواجہ صاحب اوس سے احتراز کرکے فرماتے ہین جو کچہ جفا و جور مجہپر ہوا وہ بدنصیبی کے بس ہوکر ہوا ورنہ یار کا ہرگز یہ طریقہ نہین کہ وہ مجہپر ظلم و ستم روا رکہتا۔ چونکہ اوپر کے شعر مین یار کی صید حرم شکار کرنیکی عذرخواہی خود ہی خدا سے کرچکے ہین مگر اسمین بقدر راو وضاحت فرماتی ہین تو کچہ مجہپر گذرا وہ بخت بد کا نتیجہ تہا نہ یار کا قصور۔

دل این ہمہ جفا کہ بخواری کشید از و ہر جا کہ رفت ہیچ کسش محترم نداشت

باوجود اسکے کہ دل خواری کے ساتھ اوس سے جفا اوٹہاتا تہا — جس جگہ گیا کسی نے اوسکی عزت نہ کی

مطلب یہ کہ عشق کی راہ ایک ایسی عجیب راہ ہی جو معکوس ترقی رکھتی ہے۔ چونکہ ساتوان آسمان انتہائی اوج ہے اور ساتوین زمین انتہائے حضیض پس سالک راہ طریقت باعتبار اپنی علوی مرتبت کے آسمان ہفتم سے بہی اونچا اور بہ لحاظ اپنی عاجزی اور خاکساری کے ساتوین زمین سے بہی پست ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سالک اوسکی راہ مین جتنی ترقی کریگا اوتنا ہی خواری اور فروتنی کے سبب مائل بہ پستی ہوتا چلا جائیگا افسوس کہ سالکان راہ طریقت عشق کی ایسی ناہموار راہ اپنے سامنے طے کرنیکو کبھی رہتی ہین

تو پنداری کہ بدگو رفت جان برد — حسابش با کراما کاتبین ست

تو جانتا ہے کہ بدگو مرگیا اور جان کو لے گیا — اوسکا حساب کراما کاتبین کے پاس ہے

یعنی ای مخاطب تو یہ گمان کرتا ہے کہ بدگو طعنہ زن نے مر کر نجات پائی یہ ٹہیک نہین ہی کیونکہ اوسکا حساب کراماً کاتبین کے پاس ہی اور وہ ضرور اپنی کئی کی سزا پائیگا۔ کراما کاتبین دو فرشتے ہین جو کہ ہر آدمی کی نیک و بد اعمال روزانہ لکھتے جاتے ہین اور ہر وقت اعمالنامہ لکھنے کے لئے اوسکے ساتہ ساتہ رہتے ہین۔

ز چشم شوخ تو کی جان توان برد — کہ دائم با کمان اندر کمین ست

تیری چشم شوخ سے جان کب بچ سکتی ہے — کہ جو ہمیشہ کمان لئے ہوے گہات مین ہے

کمان سے ابرو مراد ہین۔ اور مطلب صاف ہی کہ تیری چشم شوخ جو ہمیشہ ابرؤن کے اندر قتل عاشق کی تاک مین بیٹہی رہتی ہی اوس سے جان عاشق بچے تو کیسے بچے۔

لبت را آب حیوان گفتم اما — چہ جای آب کان ماء معین ست

تیرے لب کو مین نے آب حیات کہا لیکن — پانی کہان وہ تو ماء معین ہے

معین بفتح میم و کسر عین بمعنی جاری و روان اور یہ لفظ معین صیغہ اسم مفعول ہی جسطرح کہ بیع سے مبیع بنتا ہی اسلئے عین سے معین بنا ہی ماء معین بہشت مین ایک نفیس چشمہ ہی ہے پس اسی وجہ ماء معین کو آبحیات پر فوقیت دی گئی۔ علاوہ اسکے چونکہ آب حیات کا منبع تاریکی مین ہے اور اسی اعتبار سے اوسکو آب ظلمات بہی کہتے ہین مگر ماء معین جو بہشت کی نہر ہے اور روشنی مین جاری ہے اسواسطے اوسکو آب حیات پر بدرجہا ترجیح ہوگی۔

مشو ای جان ز کید زلفش ایمن — کہ دل بردو کنون در بند دین ست

ای جان اوسکی زلف کے فریب سی بے فکر نہو — کہ دل لے گیا مگر ابہی دین کی فکر مین ہے

منعم از می مکن ای صوفیِ صافی کہ حکیم — در ازل طینت ما را زمی صاف سرشت

ای صوفیِ صافی مجکو شراب سی منع نکر کہ حکیم نے — ازل مین میری طینت کو شراب صاف سی بنایا ہی

صوفیِ صافی سے بطور استہزا کے واعظ یا ظاہری صوفی مراد لین گے اور مطلب یہ ہوگا کہ ای صوفی صاحب مجکو می نوشی سے کہ جسکا کنایہ عشق محبت کی طرف ہے منع نہ کیجئے کیونکہ خلاق عالم نے میری مٹی کا خمیر اسی شراب سی گوندہا ہی پس جسکی سرشت مین ہی شراب آمیز ہو وہ شراب (عشقبازی) سے کیسے باز رہ سکتا ہی اور آپ کا کہنا کیون مان سکتا ہے۔

صوفیِ صاف بہشتی نبود زانکہ چو من — خرقہ در میکدہ بارہن میِ ناب بہشت

صوفیِ صاف اسواسطے بہشتی نہین ہی کہ میری طرح — جبہ کو بہشتی میِ ناب کے تہخانون مین رہن کیا

یعنی صوفیِ صاف جو غیر خدا کی محبت سے پاک و صاف ہی بہشت کی لایق نہین ہے بلکہ سزاوار لقای الہی ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنی خرقۂ بہشتی کو محبت الہی مین فنا کر دیا ہے۔

لذت از حور بہشت و لب حوضش نبود — ہر کہ او دامن معشوق خود از دست بہشت

حور بہشت اور کنارہ حوض کوثر کے لذت اوسی نہین ہوگی — جس کسی نے کہ اپنی محبوب کے دامن کو ہاتہ سی چھوڑا

جس کسی نے اپنی معشوق کی دامن کو چھوڑا یعنی اوس سے جدا ہوا تو اوسکو وہ لذت نہ حور بہشت مین مل سکتی ہے نہ آب کوثر مین جو کہ اوسکی گرفتگی دامن مین ملتی تہی۔ اور یون بہی کہہ سکتے ہین کہ جس کسی نے محبوب حقیقی کا عشق چھوڑ کر بہشت کی لئے۔ بدو اتفاق کیا اوسکو باغ بہشت مین پہونچکر وہان کی حورون سے یا آب کوثر سے کیا لذت ملیگی۔ خلاصہ یہ کہ ان چیزون مین وہ لطف کہان جو عشق الہی مین ہے۔

حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد — باش فارغ زغم دوزخ و شادیِ بہشت

ای حافظ اگر لطف حق تیری شامل حال ہے تو — دوزخ کے غم اور بہشت کی خوشی سی تو فارغ ہوگیا

مطلب صاف ہی تشریح طلب نہین۔

ای نسیم سحر آرامگہ یار کجاست — منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست

ای نسیم صبح یار کی آرام کی جگہ کہان ہے — اور اوس ماہ عاشق کش عیار کا مقام کونسا ہی

شب تار است و رہ وادیِ ایمن در پیش — آتش طور کجا وعدۂ دیدار کجاست

اندہیری رات اور وادیِ ایمن کی راہ در پیش ہی — کہان طور کی آگ اور کہان وعدۂ دیدار

یعنی باوجود اسکے کہ دل نے بہت سی جفائین خواری و ذلت کی ساتھ محبوب سے سہین تہین لیکن اگر کہین او گیا تب بہی اوسکی عزت نہوئی اور وہان پر بہی طفیل سمجہا گیا چاہئے تو یہ تہا کہ محبوب ہی خوار سمجہتا اگر اوروں نے بہی اسکو ایسا ہی طفیل جانا کہ جیسا دوست جانتا تہا

ساقی بیار بادہ و با مدعی بگو — انکار ما مکن کہ چنین جام جم نداشت

ای ساقی شراب لا اور مدعی سے کہو — کہ ہمسے انکار نکر ایسا پیالہ جمشید کے پاس نتہا

ساقی سے مرشد بادہ سے بادۂ عشق مدعی سے حاسد بدگو مراد ہین۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے مرشد شراب محبت لا اور اگر حاسد از راہ حسد ہمپر طعنہ زنی کرے تو اوس سے ہماری جانب سے کہدے کہ وہ ہمارا انکار کیون کرتا ہے اسلئے کہ ایسا جام مصفا جیسا کہ ہمارا دل ہے جمشید کے پاس بہی نہ تہا اور جمشید اپنے پیالہ مین تو صرف دنیا کی ملکونکی ہی سیر کرتا تہا ہم اپنے ساغر (دل) مین عالم بالا کے کل حال دیکہتے رہتے ہین

ہر رہروی کہ رہ بحریم درش نبرد — مسکین برید وادی و رہ در حرم نداشت

جو مسافر کہ اوسکی در کے حریم پر راستہ نہ چلا — غریب نے جنگل تو طے کئے اور کعبہ مین نہ پہونچا

یعنی جس سالک کے ہاتہ اوسکی معرفت کی راہ نہ آئی وہ اوس غریب مسافر کی طرح ہے کہ جو راہ کعبہ پر خوف جنگل تو طے کرلی مگر کعبہ مین نہ پہونچ سکے خلاصہ یہ کہ اوسکی محنت

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت — برباد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت

وہ رند اور مست خوش وقت ہے کہ جسنے دنیا و آخرت کو — برباد کردیا اور کوئی غم کم و بیش کا نہ رکہا

حافظ ببر تو گوی فصاحت کہ مدعی — ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت

ای حافظ تو فصاحت مین سبقت کرجا کہ مدعی مین — کوئی ہنر نہین اور وہ خبر بہی نہین رکہتا

یعنی اے حافظ تو عشق مین ثابت قدم رہ اور سخنان معرفت کی فصاحت مین مدعی سے سبقت کرجا اسلئے کہ نہ تو اوسمین کچہ ہنر ہے کہ جو تیرا استعمال کرے اور نہ محبت کے حال سے اوسے خبر ہے کہ جو تیرا اسکو نہو شاید مدعی سے زاہد ظاہر پرست مراد ہے کہ جو عشق سے مس نہین رکہتا۔

بروای زاہد و دعوت مکنم سوی بہشت — کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت

ای واعظ چل مجہے بہشت کی طرف نہ بلا — کہ خدا نے ازل مین مجہی بہشت کے لئے نہین پیدا کیا

مطلب یہ کہ ای واعظ چل اپنا کام کر مجہے زہد و تقوی کی رغبت و نیز بہشت کی طرف نہ بلا اسلئے کہ اللہ تعالی نے ازل کی روز مجہکو بہشت مین جانیکی واسطے جہانکی سلطان عیش سے تو مین نہین پیدا کیا بلکہ اپنے عشق کیواسطے پیدا کیا ہے پس ہم اسکی محبت چہوڑکر بہشت کو نہ پکڑونگا

یک جو از خرمن ہستی نتواند برداشت — ہر کہ در راہ فنا در رہ حق دانہ نہ کشت

ایک جو بہی خرمن ہستی سے نہین اوٹہا سکتا — جسنے کہ دار فنا مین راہ حق کے لئے دانہ نہ بویا

یعنی جو شخص اسمای اللہ مین فانی ہوکر حق کے ساتہ باقی نہوا تو گویا اوسنے خرمن ہستی سے ایک جو بہی نہ حاصل کیا۔

تو و تسبیح و مصلی و رہ زہد و ورع — من و میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کنشت

تیری پاس تسبیح اور جای نماز اور طریقہ زہد و پرہیزگاری کا — میری پاس میخانہ اور سنکہ و راہ دیر و کنشت کی

عاشق خستہ ز درد غم ہجر تو بسوخت — **خود نپرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست**

عاشق خستہ تیری ہجر کے درد و غم سے جل گیا — تو نے خود نہ پوچھا کہ وہ عاشق غمخوار کون ہے

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولی — **عیش بی دوست مہیا نشود یار کجاست**

شراب اور مطرب اور گل یہ تمام موجود ہیں لیکن — عیش بغیر یار کے مہیا نہیں ہوتا یار کہاں ہے

بادہ سے ذکر محبوب کہ جو بیخودی کا سبب ہوتا ہے مطرب سے مرشد گل سے تجلی اور نیز بیان اسرار مقامات مراد ہیں۔ باقی مطلب صاف۔

عقل دیوانہ شد آن سلسلۂ مشکین کو — **دل ز ما گوشہ گرفت ابروی دلدار کجاست**

عقل دیوانی ہوئی وہ مشکین زنجیر کہاں ہے — دل نے ہم سے علیحدگی کی ابروے دلدار کہاں ہے

سلسلۂ مشکین زلف کو کہتے ہیں جس سے جذبۂ عشق مراد ہے اور ابروی مشاہدہ تجلیات۔ یعنی عقل دیوانی ہوئی ہے پس وہ سلسلۂ مشکین جذبۂ عشق کہاں ہے کہ جس سے اسنے باندھ کر ڈالا جائے اور دل جو ہم سے جدا ہوتا ہے لہذا اسکے لئے ابروی دلدار یعنی مشاہدہ تجلیات کی ضرورت ہے تاکہ یہ عاشق کو نہ چھوڑے۔

دلم از صومعہ و صحبت شیخ است ملول — **یار ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست**

میرا دل عبادتخانہ اور شیخ کی صحبت سے ملول ہے — ترسا بچہ یار کہاں اور خانۂ خمار کس جگہ ہے

یار ترسا بچہ سے مرشد کامل مراد ہے اور خانۂ خمار سے مقام عشق۔ یعنی میرا دل خلوت گزین اور شیخ کی صحبت سے جو زہد کی علامت ہے رنجیدہ ہوگیا ہے پس مرشد کامل اور مقام عشق کہاں ہے تاکہ اوسکی طرف متوجہ ہوں اور اپنی مراد حاصل کروں۔

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج — **فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست**

حافظ چمن دہر میں باد خزان سے رنجیدہ مت ہو — فکر معقول کر کہ گل بیخار کونسا ہے

یعنی ای حافظ تو اوس باد خزان سے جو چمن دنیا میں چلتی ہے رنجیدہ مت ہو اسواسطے کہ دنیا مانند گل کی ہے اور باد خزان خار کی طرح لہذا اور اسوچ تو سہی کہ دنیا میں وہ ایسا پھول کونسا ہے کہ جسمیں کانٹا نہو لہذا یہ لازمی بات ہے کہ چمن دہر بھی بیخزان نہوگا۔

خواب آن نرگس فتان تو بی چیزی نیست — **تاب آن زلف پریشان تو بی چیزی نیست**

اس نرگس فتان کی نیند بے نتیجہ نہیں ہے — اور اوس زلف پریشان کے پیچ و تاب بھی بے نتیجہ نہیں ہے

یہان شب تار سے اوس رات کی طرف اشارہ ہی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی ایمن مین آگ کے لئے تشریف لیگئے تہے۔ آتش طور سے تجلی مراد ہی۔ پس یہ مصرع رحمت الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہی اگر دوسرا اوسکے قہر کی جانب یعنی موسیٰ علیہ السلام کو رحمت کے وقت اندہیری رات اور وادی ایمن والا معاملہ پیش آیا تہا کہ اوس شب مین دولت رسالت اور اعجاز ید بیضا سے مشرف ہوی اور حالت قہر طور کی آگ سے نامزد ہوئی کہ تجلی کی ایک جہپک سے کوہ طور جل گیا اور موسیٰ بیہوش ہوکر گرے لہذا حافظ صاحب کا مطلب یہ ہی کہ سالک کو حالت قبض مین مضطرب ہونا چاہئے اسلئے کہ نہ تو وہان وعدہ دیدار مین کچھ دیر ہے اور نہ طور کو جلانے اور موسیٰ کو بیہوش کرنے مین ذرا تامل ہے خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائین پیمبری مل جائے ۔

ہر کہ آمد بجہان نقش خرابی دارد ۔ درخرابات نہ پرسید کہ ہشیار کجاست

جو کہ جہان مین آیا صورت فنا کی رکہتا ہے خرابات مین مت پوچھ کہ ہشیار کون ہے

خرابی۔ فنا خرابات مقام عشق ہشیار۔ باقی و باخود۔ مطلب یہ کہ جو کوئی اس دار فانی مین آیا اوسکا مدار فنا پر ہے کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ پس مت پوچھ کہ کون شخص باقی اور برقرار ہے اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو جو کوئی عشق کے جہان مین آیا وہ سراسیمہ اور لا یعقل ہوکر مقام فنا مین پہونچا اسلئے مقام عشق مین نہ پوچھ کہ ہشیار کون ہے۔

آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند نکتہا ہست بسی محرم اسرار کجاست

وہ شخص اہل بشارت ہی کہ جو اشارہ سمجہتا ہے اسمین بہت سی باریکیان ہین محرم اسرار کون ہے

یعنی عشق مین بہت سے نکات ہین لیکن جو محرم اسرار ہے وہ انکو جانتا ہی پس اوسکو بشارت ہو جو کہ جو اسرار عشق کو اشارہ اور رمز سے معلوم کرے۔

ہر سر موی مرا با تو ہزاران کارست ما کجائیم و نصیحت گر بیکار کجاست

میرا ہر بال تجہسے ہزارون مقصد رکہتا ہے ہم کہان اور بیکار نصیحت گو کہان

یعنی میرے سر کا ایک ایک بال تجہسے ہزار ہا آرزوئین رکہتا ہے پس نصیحت گو کی ملامت بیکار ہی۔ خلاصہ یہ کہ اہل دنیا جو ہماری معاملہ عشق مین وقوف نہین رکہتے اور طعن کرتے ہین کہان ہم عاشق اور کہان وہ ناآشنای محبت ہمارے اور اونکے درمیان مین بہت بڑا فرق ہے۔

دوش باد از سر کویت بگلستان بگذشت ای گل این چاک گریبان تو بیچیزی نیست

کل تیری کوچہ سے ہوکر صبا باغ کو گئی ہے ای گل یہ تیری گریبان کا چاک ہونا خالی از علت نہین ہے

یعنی ای عاشق تیرے یہ چاک گریبان جسمین سے مراد رسوائی و پریشانی ہے بے سبب نہین بلکہ عشق کی وجہ سے ہے کیونکہ کل باد فیض جسکا کنایہ عشق معرفت کی طرف ہے اوس محبوب کے کوچہ سے عاشق کے گلستان وجود مین ہوکر گذری۔ اسلئے تونے اپنا گریبان چاک کیا۔

درد عشق ارچہ دل از خلق نہان میدارد حافظ این دیدہ گریان تو بیچیزی نیست

دل اگرچہ عشق کا درد خلق سے پوشیدہ رکھتا ہے ای حافظ تیری یہ دیدہ گریانی بے سبب نہین ہے

یعنی ای حافظ اگرچہ تیرا دل درد عشق کو خلق سے چھپائے رہتا ہے لیکن اشکباری جو بلا وجہ نہین ہے صاف کہے دیتی ہے کہ تو کسی پر عاشق ہے۔

دیدمش دوش کہ سرمست و خرامان میرفت جام می برکف و در مجلس رندان میرفت

مین نے کل اوسے دیکھا کہ مست و خرامان جاتا تھا ساغر شراب ہاتھ مین اور رندونکی مجلس کی طرف گیا

ش کی ضمیر یا معشوق کی طرف یا مرشد کی طرف کو راجع ہے یعنی کل مین نے مرشد کو دیکھا کہ مے محبت سے مست جہومتا ہوا ہاتھ مین شراب معرفت کا پیالہ لئے ہوئے رندان (مریدان) کی مجلس مین کو گیا تھا تا کہ شراب معرفت سے سیراب کرے۔

مطلع ثانی

یار مہ چہرۂ من با دل گریان میرفت متنفر شدہ و زبندہ گریزان میرفت

میرا پیارا مہ پارہ با دل گریان گیا بندہ سے متنفر ہوکر بھاگا

چونکہ بعض نسخون مین اس غزل کا مطلع یہی ہے اور تمام غزل کا مضمون اس سے ربط رکھتا ہوا معلوم بھی ہوتا ہے لہذا ہم مطلع اول کی شرح کرنیکے بعد اسکی شرح لکھتے ہین چونکہ اسمین فیض دلدادیت یا عدم مشاہدہ کا مضمون ظاہر کیا گیا ہے اسلئے غزل کے کل اشعار کی جداگانہ شرح کی ضرورت نہین ترجمہ کافی ہے البتہ جہان لغات آئے ہین اونکو حل کر دیا گیا۔

چون ہمی گفتمش ای مونس دیرینۂ من سخت میگفت دل آزردہ و پریشان میرفت

جب مین نے اوس سے کہا کہ ای میری پرانی غمگسار سخت کہتا تھا دل آزردہ و پریشان گیا

نقش خوارزم و خیال لب جیحون می بست با ہزاران گلہ از ملک سلیمان میرفت

شہر خوارزم کا نقشہ و خیال کنارہ جیحون کا باندھتا تھا ہزارون گلو نکے ساتھ ملک سلیمان سے گیا

خواب کا اشارہ تغافل کی جانب اور نرگس فتان چشم مست یا فتنہ انگیز جس سے نقد ذات عبارت ہے
مست چشم اینجا بمعنی نقد ذات ÷ کو عیان بیند وجود کائنات ÷ زلف پریشان عالم کثرت
اور پیچ و تاب سے مقصود اوسکی آراستگی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ای محبوب اوس مشاہدہ ذات سے
تیرا تغافل یا اخفا کہ جو مجھے عالم اطلاق مین حاصل تہا اور اس آراستگی زلف پریشان یعنی ظہور عالم کثرت سے
کچھ نہ کچھ غرض ضرور ہے یعنی یہ سب باتین نہ خالی از علت ہین اور نہ ہماری پریشانی اور سرگردانی محض
برائے بیت ہے۔

ازلبت شیر روان بود کہ من میگفتم ÷ کاین شکر گرد نمکدان تو بی چیزی نیست

تیرے لب سے دودہ جاری تہا کہ مین کہا کرتا تہا ÷ کہ نمکدان کے آس پاس یہ شکر بے نتیجہ نہین ہے

نمکدان سے دہن اور شکر سے وہ ہی شیر مراد ہے۔ مجازی مطلب یہ ہے کہ مین تیرے ایام طفولیت مین کہا کرتا تہا
کہ اس دہن سے فتنے برپا ہونیوالے ہین۔ ہونٹون سے دودہ بہنا یا دودہ کی خوشبو دہن سے آنا شیرخوار
بچہ کی حالت طفلی ظاہر کرنیکے واسطے بولا کرتے ہین۔ پس ازلبت شیر روان بود سے زمانہ طفلی یعنی روز ازل
مراد ہے اور حقیقی اعتبار سے یہ مطلب ہے کہ روز ازل مین جب اللہ تعالی نے پوری طور پر اپنا ظہور مخلوق پر
نکیا تہا یعنی یہ تجلیات متنوعہ اور انوار متلونہ نہ تہین۔ تو مین اپنے آپ سے یہ کہتا تہا کہ اوسکا ہمپر یہ لطف
و افضال محض بے نتیجہ نہین ہے کبھی نہ کبھی خلق کرکے اپنا والہ و شیدا بنائیگا۔

چشمہ آبحیات ست دہانت اما ÷ زیر لب چاہ زنخدان تو بیچیزی نیست

تیرا مونہہ آب حیات کا چشمہ ہے لیکن ÷ لب کے نیچے چاہ زنخدان بہی بے سبب نہین ہے

جان من باد فدای تو یقین میدانم ÷ در کمان ناوک مژگان تو بیچیزی نیست

میری جان تجہپر قربان ہو مین یقین رکہتا ہون ÷ کمان مین تیرا ناوک مژگان بی علت نہین ہے

کمان سے ابرو مژگان سے پلکین مراد ہین۔ تیر و کمان کے واسطے یہ الفاظ لائے ہین مطلب صرف یہ ہے کہ
میری جان تجہپر نثار ہو جیو اسکا کچہ خوف نہین یہ نثار ہو ہی چکی ہے مگر کمان ابرو مین ناوک مژگان کا
ہونا بہی خالی از علت نہین

مبتلائی بغم و محنت و اندوہ فراق ÷ ایدل این نالہ و افغان تو بیچیزی نیست

تو غم و محنت اور رنج فراق مین مبتلا ہے ÷ ای دل تیرا نالہ و فریاد بے سبب نہین

اس عالم مین سالک پر ظاہر ہوے وہ درد کشون یعنی عاشقون کے مشاہدہ تجلی سے ظاہر ہوی۔

بیا و معرفت من شنو کہ در سخنم ز فیض روح قدس نکتۂ سعادت رفت

میری معرفت کی یاد سے سنو کہ میری کلام مین روح قدس کے فیض سے نکتۂ سعادت پہونچا ہے

یعنی ای طالب چونکہ معرفت مجھے یاد ہے اسلئے تو میری کلام مین جسکو روح القدس کے فیض سے نکتۂ سعادت پہونچا ہے معرفت کا حال پڑہ دوسرون کے سخن مین یہ اثر اسلئے نہین کہ اونکو باریکی کلام کے واسطے کسی کا فیض نہین پہونچا۔

مجو ز طالع مولود من بجز رندی کہ این معاملہ با کوکب ولادت رفت

میری طالع ولادت سے سواے رندی کے اور کچھ نہ ڈہونڈہ کیونکہ یہ معاملہ کوکب ولادت سے ہی چلا آتا ہے

یعنی میری کوکب ولادت کا یہی اثر تہا کہ جو کوئی اوسوقت پیدا ہوتا وہ سواے عشقبازی اور رندی کے اور کچھ نکرتا بس ای مخاطب تجکو مجھسے بہی سواے مستی اور رندی کے اور کسی کام کی امید نہ رکہنی چاہئے کیونکہ مین بہی اوسیوقت پیدا ہوا ہون۔

ز بامداد بدست دگر بر آمدہ وظیفہ مئی دوشین مگر زیادت رفت

صبح کو تو دوسرے طور پر بر آمد ہوا شاید کہ وظیفہ مئی دوشین کا زیادہ ہو گیا تہا

وظیفہ مئی دوشین سے مراد مشاہدات تجلیات ہین یعنی ای سالک آج تیرا حال کچھ اور ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تجکو رات مشاہدہ تجلی کا زیادہ ہوا ہے۔

مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسی دم چرا کہ کار من خستہ از عیادت رفت

مگر وہ عیسی دم طبیب معجزہ مین کوشش کرے اسواسطے کہ مجھ خستہ کا کام عیادت سے باہر ہے

عاشق کہتا ہے کہ عیسی نفس طبیب کو میرے زندہ کرنیکے لئے معجزہ کو کام مین لانا چاہئے اگر صرف عیادت ہی کو آیا تو عیادت سے میرا کام نہین چلے گا اسواسطے کہ مین اوسکی ہجر مین قریب المرگ ہون۔

ہزار شکر کہ حافظ ز راہ میکدہ دوش بکنج زاویہ و طاعت و عبادت رفت

ہزار شکر کہ کل میکدہ سے حافظ گوشہ طاعت و عبادت کی طرف گیا

یعنی بڑی شکر کی بات ہے کہ حافظ رندی کو چہوڑ چہاڑ کل میخانہ سے سیدہا محراب عبادت کی طرف گیا اور زاہد بن گیا بعض نسخون مین یہ شعر یون ہے ہزار شکر کہ حافظ براہ میکدہ دوش ؎ بکنج زاویہ و طاعت

خوارزم سے بہشت اور لب جیحون سے لب کوثر ملک سلیمان سے دنیا مراد ہے یعنی بہشت کا نقش اپنی آنکھون مین جمائے ہوئے حوض کوثر کا تصور کرتا ہوا دنیا کے ہزارون گلون کے ساتھ یہان سے سدہارا۔

میشد آنکس کہ چو او جان سخن می‌نشناخت — من ہمیدیدم و از کالبدم جان میرفت

وہ شخص کونسا ہی کہ جسنے اُس سخن کی جان کو نہ پہچانا — مین دیکہتا تہا کہ میری بدن سے جان جاتی تہی

گفتم اکنون سخن خوش کہ بگوید با ما — کان شکر لہجۂ خوشگوی سخندان میرفت

مین نے کہا کہ اب ہمسے میٹہی باتین کون کریگا — کہ وہ شکر لہجہ خوشگو سخندان تو چلا گیا

لابہ بسیار نمودم کہ مرا سود نداشت — زانکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت

مین نے بہت سی چاپلوسی کی لیکن اوسنی مجہی فائدہ ندیا — اسواسطے کہ رحمت سلطان کی نظر سی کام میرا گذر گیا

جب محبوب نے جانیکا قصد کیا تو اسلئے کہ اب اسرار معرفت ہمسے کون کہیگا مین نے اوسکی بہت سی چاپلوسی اور خوشامد کی لیکن وہ کچہ بہی سودمند نہوئی اسواسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضی یون ہی تہی۔ کہ معشوق ہمسے جدا ہوجاوے۔ چنانچہ اوسنے ایک نہ سنی اور چلا گیا۔

پادشاہا زکرم از سر جرمش بگذر — چہ کند سوختہ از غایت حرمان میرفت

ای پادشاہ اپنے کرم سے اوسکی گناہ سے درگذر کر — سوختہ دل کیا کرے کہ بے نصیبی کی غایت سی گیا

چون بشد آن صنم از دیدۂ حافظ غائب — اشک ہموارہ ز رخسار بدامان میرفت

جب کہ وہ محبوب حافظ کی نظرون سی غائب ہو گیا — آنسوون کا تار رخسارون سے دامن کی طرف گرتا تہا

معنی ظاہر ہین۔ شرح کی کچہ ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

ہر آن خجستہ نظر کز پی سعادت رفت — بکنج میکدہ و خانۂ ارادت رفت

ہر مبارک نظر جو طالب سعادت ہوا — میخانہ کے کونے اور خانۂ ارادت مین گیا

یعنی سعادت اوسی شخص کو ملی کہ جسنے میخانہ کے کونہ مین عزلت اختیار کی اور مرشد سے بیعت ہوا۔ میکدہ سے منزل عشق مراد ہے۔

ز رطل دردکشان کشف کرد سالک راہ — رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت

دردکشون کے پیمانہ سے سالک کی راہ کہلی — غیب کے بہید کہ جو عالم شہادت مین گئی

رطل یعنی مشاہدۂ تجلی اور عالم شہادت سے دنیا مراد ہے۔ یعنی جو کچہ کہ اسرار معرفت اور غیب کے بہید

اوسکی ذات مراد ہوگی۔ صبا کا کنایہ مرشد کی جانب حکایت زلف سے مقصود اسرار عشق ہے یعنی جب عاشق نے اپنی ذات کو آمادہ استگی دی تو مرشد نے اوسکو عشق کا قصہ بیان کر کے پشیمان کردیا کہ تجکو محض عشق کی وجہ سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ورنہ تو کہان اور یہ کمال کہان۔

کنون بآب می لعل خرقہ میشویم **نصیبۂ ازل از خود نمیتوان انداخت**

اب سکہ مین شراب سرخ سے خرقہ دہوتا ہون ۔ یہ نصیب ازلی کا سبب ہی اپنے آپ نہین ڈالا جا سکتا

شراب سے خرقہ دہونا بمعنی عشق کرنا۔ یعنی مین جو عشق کررہا ہون یہ از خود نہین کرتا ہون بلکہ ازل سی ہی میری قسمت مین لکہہ گیا ہی پس یہ شراب مین جبہ کا دہونا ازلی ہے کچہ آج سے نہین اور نہ مین نے خود بخود جبہ کو شراب سے رنگا ہے۔

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود **زمانہ طرح محبت نہ این زمان انداخت**

دونون عالمون کا رنگ نہ تہا مگر نقش محبت موجود تھا ۔ زمانہ نے کچہ بنیاد عشق کی اسوقت سی نہین ڈالی

یعنی کچہ عشق و محبت کی بنیاد کو زمانہ نے اسوقت سے نہین ڈالا ہے بلکہ یہ بنیاد اوسوقت سی پڑی ہوئی ہکہ جب دونون عالمون سے کوئی عالم ہی موجود نہ تہا۔

من از ورع می و مطرب ندیدمی ہرگز **ہوای مغبچگانم درین و آن انداخت**

مین زہد و تقوی کی وجہ سے می و مطرب کبہی نہ دیکہتا تھا ۔ لیکن مغ بچونکی ہوا نے مجکو اس این و آن مین ڈالا

مغ بچون سے معشوق لوگ مراد ہین یعنی مین تو بڑا پارسا تہا لیکن ان معشوقونکی خواہش نے مجھے می و مطرب اور اس اونہین سب ہی مین مبتلا کردیا۔

جہان بکام دل اکنون شود کہ دور زمان **مرا ببندگی خواجۂ زمان انداخت**

اب جہان دل کے مقصد ہین ہوجاوے گہ گردش زمانہ نی ۔ مجکو خواجۂ زمان کی بندگی مین ڈالا

خواجۂ زمان بمعنی مرشد کامل جہان بکام دل شدن بمعنی مقصود دل برآمدن۔ یعنی اب کہ گردش فلک نے مجکو مرشد کامل کی اطاعت مین لاڈالا ہے۔ بیشک مین اپنے دلی مقاصد مین کامیاب ہونگا اور مراد کو پہونچونگا

مگر گشایش حافظ درین خرابی بود **کہ قسمت ازلش در می مغان انداخت**

شاید کہ حافظ کا کشود کار اسی خرابی مین تہا ۔ کیونکہ قسمت ازلی سنے اوسی می مغان مین ڈالا

معلوم ہوتا ہی کہ شاید حافظ کی کامیابی اسی خرابی مین تہی جو قسمت ازلی نے اوسکو عشقبازی اور شرابنوشی مین

اسکا مطلب برعکس ہوتا ہے۔

خمی کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت — بقصد جان من زار و ناتوان انداخت

وہ خم کہ جو تیرے ابروے شوخ کی کمان میں ہے — مجھ زار و ناتوان کی جان کیواسطے ڈالا ہے

شراب خوردہ خوی کردہ کی شدی بچمن — کہ آب روی تو آتش در ارغوان انداخت

شراب پی کر عرق میں تر کب تو چمن میں گیا تہا — کہ تیرے چہرہ کی آب نے گل ارغوان میں آگ لگادی

عاشق پوچھتا ہے کہ ای محبوب تو مست و بیخود ہو کر عرق بر رو باغ میں کب چلا گیا تہا کہ تیرے چہرہ کی رونق نے گل ارغوان کو غیرت سے جلادیا۔ واضح ہو کہ گل ارغوان کی مشابہت معشوق کے چہرہ پسینہ دار سے دیجاتی ہے اور اوسی کی رعایت سے یہ مضمون لائے ہیں۔

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد — فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت

ایک ہی کرشمہ سے نرگس خود فروشی کرنے لگی — تیری آنکھ کے فریب نے سو فتنے جہان میں برپا کیے

یعنی ای محبوب نرگس صرف اوس ایک کرشمہ سے کہ جو اوسکو چشم معشوق سے تشبیہ دیجاتی ہے خود فروشی کرنے لگی یعنی شہرۂ آفاق ہوگئی۔ تو تیری نگاہ کہ جو ایسے ایسے صدہا فتنے جہان میں اوٹھاتی ہے کیون مشہور نہو اور عالم کو کیون اپنا مفتون و شیدا نہ بنائے۔

ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند — سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت

اس شرم سے کہ اوسکی نسبت تیرے چہرہ سے کی گئی — چنبیلی نے صبا کے ہاتھ سے اپنے مونہہ پر خاک ڈالی

ببزم گاہ چمن دوش مست بگذشتم — کہ از دہان تو ام غنچہ در گمان انداخت

میں کل بزم گاہ چمن میں مست ہو کر گذرا — اسلیے کہ غنچہ سے تیرے دہن کا یقین کرلون

یعنی کل میں مستی کی حالت میں باغ کی سیر کو اسلیے گیا کہ تیرے دہن سے غنچہ کو جو نسبت دیتے ہیں آیا یہ نسبت صحیح ہے اور میں اوسکا یقین کرون یا نکرون۔

بنفشہ طرۂ مفتول خود گرہ میزد — صبا حکایت زلف تو در میان انداخت

اپنے طرۂ مفتول میں بنفشہ نے گرہ لگائی — صبا نے تیری زلف کا قصہ درمیان لا ڈالا

طرۂ مفتول بمعنی طرۂ پیچیدہ خلاصہ یہ کہ بنفشہ نے اپنی طرۂ پیچیدہ میں گرہ لگائی یعنی اوسکو سنوار بنا کر آراستہ کیا تہا مگر صبا نے تیری زلف کا قصہ بیان کرکے اوسکو شرمندہ کردیا حقیقی طور میں بنفشہ سے عاشق طرۂ مفتول سے

شام سر زلف یعنی خوبی زلف جس سے دنیا مراد ہے مقصد ہے صبا کا اشارہ مرشد کی جانب لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین چونکہ مین عاشق ہون اور اوسکی خوبی کو پا گیا ہون اسلئے ہر صبح کو میری بحث مرشد سے اس بنا پر ہوتی ہے کہ وصف شام سر زلف مین جسکا اشارہ جذبۂ عشق کی طرف ہے دم نہ مارنا چاہئے اور نہ اوسکا پردہ فاش کرنا چاہئے تاکہ مدعیون کو قیل و قال کا موقع نہ ملے۔

من ازین طالع شوریدہ برنجم ورنہ — بہرہ مند از سر کویت دگری نیست کہ نیست

مین اس نصیب کم بخت کی وجہ سے رنج مین ہون ورنہ — کیا اور لوگ تیری کوچہ سے بہرہ مند نہین مین

یعنی مین اپنے شومی طالع سے رنج اوٹھاتا ہون ورنہ دوسری لوگ تیری کوچہ سے بہرہ مند ہو رہے ہین اگر میرا نصیب ایسا ہوتا تو مین بھی ضرور بہرہ مند ہوتا۔

از خیال لب نوشین تو ای چشمۂ نوش — غرق آب و عرق اکنون شکری نیست کہ نیست

ای چشمۂ نوش تیرے لب شیرین کے خیال سے — اب کون سی شکر ہے کہ غرق آب شرم نہین ہے

آب چشمم کہ برو منت خاک در تست — زیر صد منت او خاک دری نیست کہ نیست

میری آنکھہ کا آنسو کہ جسپر تیری در کی خاک کا احسان ہے۔ — کون سی در کی خاک ہے کہ جو اوسکے صدہا احسانون کے بار سے نہین ہے

ای محبوب چونکہ میری اشکون پر تیری در کی خاک کا احسان ہے اسلئے وہ کونسی دروازہ کی خاک ہے کہ جسپر میرے اشکون کے صدہا احسان نہون۔

از وجودم قدری نام و نشان ہست کہ ہست — ورنہ از ضعف در آنجا اثری نیست کہ نیست

وجود سے میرا صرف اسقدر نام و نشان معلوم ہوتا ہے کہ ہے — ورنہ ضعف کا کونسا اثر اوس جگہ ہے کہ نہین ہے

چونکہ مین مقام عشق مین ہون پس میرے وجود سے صرف اسقدر نشان باقی ہے کہ ہست کہہ سکتے ہین ورنہ جو کچھ اثر یا نشان کمال ضعف کا ہوتا ہے وہ سب مجھ مین موجود ہے۔ یعنی ضعف کمال کو پہونچگیا ہے اور کچھ باقی نہین رہا۔

شیر در بادیۂ عشق تو روباہ شود — آہ ازین راہ کہ در وی خطری نیست کہ نیست

شیر تیری جنگل عشق مین لومڑی ہو جاتا ہے — آہ کہ یہ راہ کہ جسمین بہت سی خطرے موجود ہین۔

یعنی تیرے بیابان عشق مین ڈر کر شیر بھی ہیبت کے مارے لومڑی ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے راہ عشق مین بڑے بڑے خطرے موجود ہین۔

توالدریا۔ مے مغان سے مراد اون لوگون کی محبت ہی کہ جو عشق الٰہی کی آگ مین اپنے آپکو سوختہ کردین۔

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست — منت خاک درت بر بصری نیست کہ نیست

تیرے چہرہ کے پرتو سے ہر نظر روشن ہے — تیرے در کی خاک کا احسان کونسی چشم پر نہین ہے

قاعدہ ہی کہ نفی کا نون نفی پر واقع ہو کر اثبات کے معنی دیتا ہے اسلئے نیست کہ نیست کے معنی ہے ہوے مطلب صاف ہی اور اسکا خطاب معشوق یا مرشد کی طرف سمجھنا چاہئے۔

ناظر روی تو صاحب نظرانند ولی — سر گیسوی تو در ہیچ سری نیست کہ نیست

تیری چہرہ کے دیکھنے والے صاحب نظر تو ہین لیکن — کون سر ہے کہ جسمین تیرے گیسو کا خیال نہین ہے

صاحب نظرون سے مراد وہ اولیار کامل ہین جو دیدۂ باطنی سے ہر شئی مین جمال باریتعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہین یعنی ہر چند کہ تیری قلبی محبت اولیاؤن سے مخصوص ہے لیکن مخلوق مین کوئی بہی ایسا نہین کہ جسمین عمومیت کے ساتہ جاری وساری نہو۔

اشک غماز من ار سرخ بر آید چہ عجب — خجل از کردۂ خود پردہ دری نیست کہ نیست

میرا چغلخور اشک اگر خون سی سرخ ہو تو کیا عجب ہے — کون پردہ دری جو اپنے کئے ہوے سے شرمندہ نہین ہوتا

یعنی اگر میرا اشک آنکہون سے مثل خون سرخ نکلتا ہی تو کچہ تعجب نہین اسلئے کہ یہ دل کا پردہ فاش کرنیوالا ہے اور اپنے پردہ کا فاش کرنیوالا ضرور شرمندہ وپشیمان ہوتا ہے۔

کمر کین بمن خستہ چہ بندی کہ ز مہر — بر میان دل و جانم کمری نیست کہ نیست

تو نے کمر کینہ کو مجہ خستہ کیلئے کیون باندہا کہ محبت کیلئے — میری دل اور جان کی کمر پر موجود ہے

تا بدامن نہ نشیند ز نسیمت گردی — سیل اشک از نظرم سر گذری نیست کہ نیست

تاکہ تیرے دامن پر ہوا سے گرد نہ جمے — سیل اشک میری نظر سے راہ گذر مین ہے

یعنی یہ میری گریہ وزاری تیری رہ گذر کو اسواسطے تر کرنیکے لئے ہی تاکہ جب تو راہ مین گذرے تو ہوا سے گرد اوڑکر تیرے دامن پر نہ جمے۔

تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزند — با صبا گفت و شنیدم سحری نیست کہ نیست

تاکہ تیری زلف کی سیاہی مین ہر جگہ دم نہ مارین — صبا کے ساتہ میری گفت وشنید سحر کو ہوتی ہے

طرف ہے اسیر ہین۔ ہر شخص وہ مومن ہو یا کافر ہشیار ہو یا مست نیک ہو یا بد بادشاہ ہو یا فقیر غرض کہ
اپنے اپنے خیال مین سب تیری طالب اور تیری ہی طرف کو رجوع کرنیوالے ہین یہانتک کہ تیری ہر مخلوق
وہ جاندار ہو یا بیجان درخت ہو یا پتھر پانی ہو یا ہوا تیری یاد سے غافل نہین وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

روی تو مگر آئینہ لطف الٰہی ست ، حقا کہ چنین ست درین روی و ریا نیست

تیرا چہرہ مگر لطف الٰہی کا آئینہ ہے — قسم خدا کی ایسا ہی ہو اور اسمین کچھ جھوٹ نہین

زاہد دہدم توبہ ز روی تو زہی روی ، ہیچش ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست

زاہد نے مجھے تیری روسے توبہ کرائی اوسکی عجیب صورت ہے — نہ اوسکو خدا سے شرم نہ تیرے روکی حیا

اسمین توبہ کرانیوالے زاہد کی مٹی پلید کی گئی ہے یعنی ای دوست زاہد مجھے تیری صورت دیکھنے سے توبہ
کراتا ہے۔ ذرا اوسکی صورت تو دیکھ کہ کیا معقول ہے جسکو نہ تو خدا سے شرم آتی ہے اور نہ تیری روکی
حیا کا خیال ہوتا ہے۔

نرگس طلبد شیوۂ چشم تو زہی چشم ، مسکین خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست

نرگس تیری آنکھ کا شیوہ طلب کرتی ہو کیسی عجیب آنکھ ہو — نہ اوس بیچاری کو تیری بھید کی خبر ہو نہ آنکھ مین حیا ہو

یعنی تیری آنکھ تو عجیب آنکھ ہے مگر نرگس اوسکا سا شیوہ اختیار کرنا چاہتی ہے تو اسکی وجہ یہ ہو کہ اوس
دکھیا کو تیرے بھید کی کیا خبر کہ اس چشم مین کیا بھید بھرا ہوا ہو چونکہ اوسکی آنکھون مین حیا نہین ہے شاید
اس وجہ سے وہ ایسی ناشایستہ حرکت کی مرتکب ہوئی اگر غیرت دار ہوتی تو چلّو بھر پانی مین ڈوب مرتی

از بہر خدا زلف میارای کہ ما را ، شب نیست کہ صد عربدہ با باد صبا نیست

خدا کے لئے زلف کو مت سنوار کہ ہماری — کوئی شب نہین ہوتی کہ سو جھگڑے باد صبا سے پیش نہ آتے ہون

ظاہری مطلب صاف ہے باطنی اعتبار پر زلف سے مراد عالم کثرت و تعین ہین سیار سے اونکا سنوارنا باد صبا سے
دم زندگی یعنی ای محبوب حقیقی تو عالم کثرت تعینات کو ہمارے واسطے آراستہ نفرما کیونکہ ہر شب باد صبا سے
(دم زندگی مین) ہو جھگڑے کرنے پڑتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ہم گرفتار دنیا ہونا نہین چاہتے اور تفکرات دنیا ہمکو مجبور
کرتی رہتی ہین۔

باز آی کہ بی روی تو ای شمع دل افروز ، در بزم حریفان اثری نور و ضیا نیست

ای شمع دل افروز لوٹ آکہ بغیر تیرے رخ روشن کے — عاشقونکی بزم مین ذرا بھی اثر روشنی کا نہین

نہ من دل شدہ از دست تو خونین جگرم | از غم عشق تو بر خون جگری نیست کہ نیست
مین ہی دلگیر تیرے ہاتھ سے خونین جگر نہین ہوا ہون | کون سا جگر ہے کہ جو تیرے عشق سے پر خون نہین

از سر کوی تو رفتن نتوانم گامی | ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست کہ نیست
تیری کوچہ سے مین ایک قدم بھی نہین سرک سکتا | ورنہ دل بیدل کے اندر کون سفر ہے جو نہین ہے

یعنی میرا دل ہر سفر کرنیکو طیار ہے یا وسمین بہت سے سفر ہین مگر تیرے کوچہ سے ایک قدم بھی سرکنے کا ارادہ نہین۔

تو خود ای شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر | کہ کباب از حرکاتت جگری نیست کہ نیست
ای شعلۂ رخشندہ تو خود اپنے خیال مین کیا رکھتا ہے | کون سا جگر ہے کہ جو تیری حرکتون سے کباب نہین ہوا

اے محبوب عالم جو کوئی جگر ہے وہ تیرے غمزہ و ناز کے شعلہ سے سینہ کباب ہو رہا ہے نہین معلوم کہ تو اس سوختگی جگرہا سے کیا مطلب رکھتا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز | ورنہ در مجلس رندان خبری نیست کہ نیست
راز کا پردہ سے باہر لانا مصلحت نہین | ورنہ کونسی خبر ہے کہ جو رندونکی مجلس مین نہین ہوجاتی

یعنی ہم رندلوگ جن سے عاشق مراد ہین راز کا افشا کرنا مصلحت نہین سمجھتے۔ ورنہ دونون جہان کا بھید ہم پر منکشف ہے۔

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است | در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست
سوای اس نکتہ کے کہ حافظ تجھسے ناخوش ہے | کونسا ہنر ہے کہ جو تیرے سراپا کے وجود مین نہین

یعنی ای محبوب تیری ذات سراسر متصف باوصاف حمیدہ ہے اور کوئی ہنر یا کمال ایسا نہین کہ جو تیرے سراپا مین موجود نہو البتہ حافظ تجھسے خوش نہین اسلیئے کہ تو اوس سے وفا نہین کرتا۔ چنانچہ اس سے پہلے کہہ چکے ہین جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب ؛ کہ خال مہر و وفا نیست روی زیبا را ؛ حقیقی اعتبار سے گو ایسا کہنا سخت بے ادبی ہے لیکن چونکہ عاشقان الہی مجذوب ہوتے ہین اسلیئے اونکے کہنے مین حرج نہین۔

کس نیست کہ افتادۂ آن زلف دوتا نیست | در رہ گذری نیست کہ دامی ز بلا نیست
کوئی ایسا نہین کہ جو تیری زلف دوتا کا اسیر نہو | ایسی کوئی رہ گذر نہین کہ جسمین بلا کا جال نہین ہے

یعنی ای محبوب حقیقی ایک مین ہی تجھپر عاشق نہین ہون بلکہ ہر دو عالم تیری زلف مین جسکا اشارہ جذبۂ عشق کی

یعنی بیچارہ عاشق ملامت کے تیرون کو کیسے روک سکتا ہی کیونکہ یہ تو اوسکی ازلی قسمت ہی اور کوئی بھائی ایسا نہین کہ جسکے پاس مقدر کی ضرب روکنے کے لئے ڈھال ہو۔

در صومعۂ زاہد و از خلوت عابد — جز گوشۂ ابروی تو محراب دعا نیست

عبادت خانہ مین زاہد کو خلوت مین عابد کو — تیرے گوشۂ ابرو کی سوا کوئی محراب دعا کی لائق نہین

خلاصہ یہ کہ زاہد عبادت خانہ مین عابد خلوت مین صوفی خانقاہ مین سب تیری ہی طرف کو متوجہ ہین کیونکہ تیری محراب ابرو کے سوا اور کوئی جگہ دعا کی نہین۔

ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ — فکرت مگر از عزت قرآن خدا نیست

ای کہ تونے حافظ کے دل کے خون مین چنگل تر کیا — شاید کہ تجھے قرآن خدا کی عزت کی فکر نہین

یعنی ای شخص تو جو حافظ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہی اور اوسکے دل کے خون مین اپنا چنگل ڈبونے کو پھرتا ہی شاید تیرے دل مین قرآن پاک کی عزت نہین اور نہ اسکا اندیشہ ہی کہ جو شخص قرآن کا حافظ ہو اوسکا قتل گناہ عظیم ہی حافظ صاحب چونکہ قرآن حافظ تھے اسلئے یہ لفظ لائے ہین۔ بعض نسخون مین عزت کی بجای غیرت ہی پس اگر اسکو غیرت پڑھین تو یہ معنی ہون گے کہ ای قاتل تجھکو قرآن پاک کی غیرت نہین جسمین اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ مَن قَتَلَ مُؤمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُہٗ جَہَنَّمُ خَالِدًا یعنی جسنے مومن کو جان بوجھکر قتل کیا اوسکی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا۔

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

میری مردمک چشم تیرا آشیانہ ہے — کرم کر اور تشریف لا کہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے

رواق منظر چشم یعنی آنکھ کی پتلی یعنی ای محبوب تیرے ملنے کی جگہ اپنی ہی آنکھ کی پتلی ہے پس کرم فرما اور شوق سے تشریف لا کہ یہ گھر تیرا ہی خانہ بے تکلف ہی اور اسمین سوای تیرے کسی دوسرے کی گنجایش نہین۔

بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل — لطیفہای عجب زیر دام و دانۂ تست

تونے عارفون کے دل کو خال و خط کی لطف سے لیلیا — تیرے دام و دانہ کی تہ مین عجیب عجیب لطیفے ہین

خط سے دام اور خال سے دانہ مراد ہی۔ حقیقی صورت مین زلف اور خط و خال کا کنایہ مصنوعات کی طرف یا جذبات عشق و مشاہدات تجلیات کی جانب ہوتا ہی اور مطلب یہ ہی کہ تونے عاشق کے دل کو بذریعہ اپنی مصنوعات کے لے لیا۔ اور اوسنے اپنے آپ کو بذریعہ مجاز کے پردہ کے پوشیدہ کرلیا یہ تیرے دام و دانہ کی تہ مین عجیب لطیفے ہین

دی میشد و گفتم صنما عہد بجا آر گفتا غلط الخواجہ درین عہد وفا نیست
کل جاتی وقت مین نے کہا کہ ای یار وعدہ وفا کر کہا کہ الخواجہ غلط یہ زمانہ ہی وفا کا نہین

کل جس وقت یار جانے لگا تو مین نے اوس سے وعدہ وفا کرنے کو کہا یعنی یہ کہا کہ مت جا تو نے تو بجا نیکا وعدہ کیا تہا مگر وہ یہ کہکر چلا گیا کہ الخواجہ مین کیا کرون اس زمانہ مین وفا کہین نہین۔

تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست جانان مگر این قاعدہ در شہر شما نیست
غریبون کی غمخواری ذکر جمیل کا سبب ہوتی ہی مگر ایجان تمہاری شہر مین یہ قاعدہ نہین

چون چشم تو دل می برد از گوشہ نشینان دنبال تو بودن گنہ از جانب ما نیست
جب تیری آنکہ گوشہ نشینون کا دل لیجاتی ہے تو تیرے پیچہے پڑنا ہماری طرف کا گناہ نہین ہے

یعنی جب تیری آنکہ ہم گوشہ نشین لوگون کا دل لئے جاتی ہے تو اوسکو لینے کے لئے تیرے پیچہے دوڑنے مین ہمارا کیا گناہ ہے کیونکہ جو کوئی کچہ لے بہاگتا ہے تو اوس سے چہین نے کے لئے پیچہے دوڑا ہی کرتے ہین۔

گر پیر مغان مرشد ما شد چہ تفاوت در ہیچ سری نیست کہ سری ز خدا نیست
اگر پیر مغان ہمارا مرشد ہوا تو کیا فرق ہے کوئی بہید ایسا نہین جو خدا کی بہید مین سے نہو

مطلب یہ کہ اگر ہمنے زہد و اتقا کو چہوڑ کر پیر مغان سے بیعت کر لی تو اسمین کیا فرق ہی اسلئے کہ جو خیال ہی اسیکی طرف سے ہے اور اوسی کی طلب کے لئے ہے پیر مغان کیا کچہ نہین سکہاتا اور کونسی ہدایت نہین کرتا کہ جو زاہد ہی کرتا ہے۔

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست
سورج کے مقابلہ مین کہنا کہ مین ہی چشمۂ نور ہون بزرگ لوگ جانتے ہین کہ سہا کو زیبا نہین

یعنی سورج کے سامنے سہا کا یہ دعوی کرنا کہ مین ہی چشمۂ نور ہون اوسکے لئے کبہی زیبا نہوگا اس بات کو عقلمند اور بزرگ لوگ جانتے ہین کہ اگر سہا ایسا کہے تو اوسکی یہ حماقت ہوگی اسیطرح اگر معشوقان مجازی اوس محبوب کی برابری کا دعوی کرین تو بہت ہی بیجا ہے یا اور معشوق میری معشوق کے سامنے ایسا کہین تو بہی صحیح نہین۔

عاشق چہ کند گر نخورد تیر ملامت با ہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست
عاشق کیا کرے اگر ملامت کے تیر نہ کہائے کیونکہ کسی بہادر کے پاس تیر قضا کی روک کیلئے ڈہال نہین ہی

تو خود چه لعبتی ای شهسوار شیرین کار — که توسنی چو فلک رام تازیانهٔ تست

ای شیرین کار شہسوار تو خود ہی کیا لعبت ہے — کہ فلک سا توسن بھی تیرا مطیع فرمان ہے

رام تازیانہ بمعنی مطیع فرمان۔ جیساکہ ترجمہ کیا گیا ہی۔ باقی مطلب صاف ہی محتاج شرح نہین۔ جسکا آسمان فرمان بردار ہے وہ ہی اسکا مخاطب سمجھنا چاہیئے۔

سرود مجلست اکنون فلک برقص آورد — که شعر حافظ شیرین سخن ترانهٔ تست

تیری مجلس کا راگ اب آسمان کو رقص مین لائیگا — اسلئے کہ حافظ شیرین سخن کے شعر تیری ترانہ مین ہین

مطلب صاف شرح کی ضرورت نہین ہے۔

ساقی بیا که یار ز رخ پرده برگرفت — کار چراغ خلوتیان باز در گرفت

ای ساقی چل کہ یار نے رخ سے پردہ ہٹایا — گوشہ نشینون کے چراغ نے تازہ رونق پائی

یہ غزل قبض کے بعد بسط کے حال مین لکھی گئی ہے کہ ای ساقی تجلی رخ محبوب نے پھر ظہور فرمایا جس سے گوشہ نشینون کے بزم چراغ کو تازہ رونق ہوئی پس اب تو بھی آ اور شراب معرفت پلا۔

آن شمع سرگرفته دگر چهره برفروخت — وان پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت

اگر اوس سرگرفتہ شمع نے چہرہ روشن کیا — تو اس پیر کہن سال نے نئے سر سے جوانی پائی

شمع سرگرفتہ کا اشارہ رخ یار کی طرف اور تجلی مشاہدات کی جانب ہی پیر سالخوردہ سے عشق مراد ہے یعنی جب اوس یار نے اپنے چہرہ سے نقاب اوٹھاکر پھر ظہور فرمایا تو یہ پیر کہن سال عشق بھی جو ایک مدت سے افسردہ اور نیم مردہ ہو رہا تہا از سر نو جوان ہو گیا۔

آن عشوه داد عشق که مفتی ز ره برفت — وان لطف کرد دوست که دشمن حذر گرفت

عشق نے وہ عشوہ دکھلایا کہ مفتی جی بہی بے راہ ہوگئے — دوست نے وہ مہربانی کی کہ دشمن نے پناہ مانگی

یعنی جب یار نے اپنا جمال باکمال دکھلایا تو عشق کے زور مین مفتی بہی فتوی دینا بھول گئے۔ اور جب دوست نے ظہور فرمایا تو وہ دشمن منکر جو ہمپر طعنہ زنی کیا کرتے تھے علیحدہ ہو گئے یعنی اونہون نے طعن سے پرہیز اختیار کر لیا۔

زنهار ازین عبارت شیرین دلفریب — گوئی که پسته تو سخن در شکر گرفت

اس شیرین اور دلفریب عبارت سے پناہ مانگتا ہون — گویا کہ تیرے دہن کے پستہ نے شکر سے جھگڑا کیا

جو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد | **کہ در چمن ہمہ گلبانگ عاشقانہ تست**

ای بلبل تیرا دل گل کی وصل سے شاد ہو جیو | کہ چمن بھر مین عاشقانہ آواز تیری ہی تو ہے

بلبل کو دعا دیتے ہین کہ ای بلبل تیرا دل گل کی وصل سے خوش ہو جیو کہ تمام چمن مین سوای تیری عاشقانہ آواز کے اور کسی کی سننے مین نہین آتی۔ حقیقی لحاظ سے گل کا کنایہ معشوق حقیقی کی طرف اور بلبل سے مرشد کامل مراد ہے یعنی ای مرشد کامل خدا کرے کہ تجھے معشوق حقیقی کا وصال ہو کہ اس چمن دنیا مین عاشقانہ آواز تیری سوا کسی اور کی نہین سنی جاتی۔

علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن | **کہ آن مفرح یاقوت در خزانۂ تست**

ہمارے ضعف قلب کا علاج اپنے لب کے حوالہ کر | کہ وہ مفرح یاقوتی تیرے خزانہ مین ہے

مفرح یاقوتی ایک قسم کی مقوی معجون کو کہتے ہین جسکا جزو اعظم یاقوت ہوتا ہے۔ یہان مقوی و مفرح قلب کا کنایہ اسرار عشق کی طرف ہی۔ خزانہ سے مقصود سینۂ مرشد جو معرفت کے نور سے منور ہوتا ہی اور چونکہ اسکا مخاطب مرشد ہی اسلئے کہتے ہین کہ ای مرشد کامل تو اپنے سینہ کے خزانہ سے مفرح یاقوتی یعنی حقائق و معارف کی باتین نکال کر سنا تاکہ دل کو فرحت حاصل ہو۔

بہ تن مقصرم از دولت ملازمتت | **ولی خلاصۂ جان خاک آستانۂ تست**

تیری ملازمت کی دولت سے بذریعہ تن کے قاصر ہون | لیکن جان کا خلاصہ تیری دہلیز کی خاک ہے

چہ جای من کہ بلغزد سپہر شعبدہ باز | **ازین حیل کہ در انبانۂ بہانۂ تست**

مین کس مین ہون بلکہ فلک شعبدہ باز بھی تھراتا ہی | ان حیلون سے کہ جو تیری مکر و فریب مین ہین

یعنی ای محبوب تیری فریب اور بہانے اسقدر ہین کہ جنسے آسمان باوجود اس شعبدہ بازی اور ستمگری کے تھراتا ہے تو پھر مین کس شمار و قطار مین ہون جو اونسے نہ تھراؤن۔

من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوخی | **در خزانہ بمہر تو و نشانۂ تست**

مین وہ نہین کہ ہر شوخ کو نقد دل دیتا پھرون | اس خزانہ کے مونہہ پر تیری ہی مہر اور تیرا ہی نشان ہے

یعنی اومین خزانہ پر جسمین نقد دل رکھا ہی تیرے ہی نام کی مہر لگی ہے پس مین وہ نہین ہون کہ سوای تیری اور جسین سے ہر شوخ حسین کو نکال کر نقد دل دیدیا کرون۔

یعقوب علیہ السلام نے ہجر فرزند مین کیا اچھی بات کہی تھی کہ فراق کا حال حیطۂ تقریر و تحریر سے باہر ہے دل پر وہ صدمہ گذرتا ہے کہ جسکو بیان نہین کر سکتے۔ اگر پیر کنعان سے عاشق اور یار سے معشوق مراد لین تب بھی یہی مطلب ہوگا۔

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر | **کنایتی ست کہ از روزگار ہجران گفت**

شہر کے واعظ نے ہول قیامت کی بات سنائی | (بلکہ) ہجر کی حالت کی طرف ایک اشارہ کیا ہے

نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز | **کہ ہرچہ گفت برید صبا پریشان گفت**

یار سفر کردہ کا نشان پھر کس سے پوچھوں۔ کہ | جو کچھ صبا علیحدہ شدہ نے بیان کیا وہ بھی ٹھیک بیان نکیا

فغان کہ آن مہ نامہربان دشمن دوست | **بترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت**

فریاد کہ اوس مہ نامہربان دشمن دوست نے | اپنے یارونکی صحبت ترک کردینی کی کیا آسان بات نکالی

غم کہن بمی سالخوردہ دفع کنید | **کہ تخم خوشدلی اینست پیر دہقان گفت**

پرانے غم کو دیرینہ شراب سے دور کیا کرو | بڈھے کسان نے کہا کہ خوشدلی کا تخم یہی ہے

لفظ دہقان باعتبار بیج بونیوالے کے لائے ہین اور حقیقی اعتبار سے اسکا کنایہ مرشد کی طرف ہوگا۔ یعنی مرشد نے فرمایا کہ اپنے پرانے غم کو پرانی ہی شراب سے دور کرتے رہا کرو کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ خوشدلی کا تخم یہی ہے یا اس سے خوشدلی پیدا ہوتی ہے۔

من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب | **کہ دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت**

مین اور مقام رضا اسکے بعد رقیب کا شکریہ | کہ دل کو تیری درد کی عادت ہوئی علاج چھوڑ گیا

یعنی اب رقیب کی شکایت کی ضرورت نہین بلکہ شکر کا موقع ہے اسواسطے کہ دل کو رقیب کی وجہ سے درد و غم اوٹھانے کی عادت ہوگئی اور مین نے اوسکا علاج چھوڑ دیا یا رقیب نے گو کسی دوسری غرض سے علاج کرنے کو منع کیا مگر چونکہ مجھے رنج و غم کی عادت ہوگئی ہے لہذا مین اوسکے مشورہ کا شکریہ ادا کرتا ہونگا۔

گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد | **کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت**

ہوا مین گرہ نہ لگا اگرچہ حسب مراد چلے | کہ یہ بات بطور مثال کے ہوا نے حضرت سلیمان سے کہی تھی

ہوا مین گرہ لگانا دنیا پر اعتبار کرنا۔ گرہ بباد مزن بمعنی دنیا پر اعتبار نکر۔ یعنی دنیا پر اعتبار نکرنا چاہیے گو وہ بالکل تیری موافق ہو۔ یہ بات خود ہوا نے بطور مثال کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہی تھی

مطلب یہ کہ مین تیری اس شیرین اور دلفریب عبارت سے پناہ چاہتا ہون کہ جسکی وجہ سے پستہ نے
جو ایک حقیر میوہ ہے شکر سے مقابلہ کی لڑائی کی گویا تیری باتین بہت ہی شیرین اور دلفریب ہین چونکہ
معشوق کے دہن کو پستہ سے تشبیہ دیتے ہین اسلئے پستہ دہن کے واسطے لائے ہین۔

بار غمی کہ خاطر ما خستہ کردہ بود ۔ عیسی دمی خدا بفرستاد و بر گرفت

غم کے بوجھ نے کہ ہمارے دل کو زخمی کیا تھا ۔ خدا نے عیسی دم کو بھیجکر اوس سے نجات دلوائی

یعنی اوس یار کے غم ہجر نے جو ہمارے دل کو زخمی کر دیا تھا خدا نے ہمارے مسیحا کو بھیجکر جان بچائی یعنی
غم کو خوشی سے مبدل کر دیا۔

ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن میفروخت ۔ چون تو در آمدی پی کار دگر گرفت

جو سرو قد کہ چاند سورج پر حسن فروخت کرتا تھا ۔ جب تو آیا تو اوسنے دوسرا کام اختیار کر لیا

جو معشوق مجازی کہ خوبصورتی مین چاند و سورج سے باتین کرتے تھے یعنی مہ و خور پر تفوق رکھتے تھے جب
تیرا ظہور ہوا تو او نہون نے اس غرور خوشی کو چھوڑ کر دوسری کام اختیار کر لئے۔

زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست ۔ کوتہ نظر ببین کہ سخن مختصر گرفت

اس قصہ کی آواز سے ساتون گنبد آسمان کے بھری ہوئی ہین ۔ (ہماری) کوتہ نظری کہ بات کو مختصر کر دیا ہے

یعنی قصۂ عشق وہ قصہ طویل ہے کہ جس سے ساتون آسمانون کے گنبد گونج رہے ہین مگر ہماری کوتاہ نظری یا
کوتاہ سخنی دیکھنا چاہئے کہ ہم اسکو مختصر کر رہے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ہم اپنی کوتاہ سخنی سے اس قصۂ عشق کا حال
مختصر کئے دیتے ہین ورنہ یہ بہت طویل ہے۔

حافظ تو این دعا ز کہ آموختی کہ یار ۔ تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

حافظ تونے یہ دعا کس سے سیکھی ہے کہ یار نے ۔ تیرے اشعار کا تعویذ بنایا اور اوسکو سونے مین لپیٹا

یعنی اے حافظ تونے دعا کی قبولیت کے لئے مانگنے کا ڈھنگ کہان سے اڑایا کہ تیرے کلام کو یار نے
تعویذ بنا کر سونے مین رکھا۔ یعنی تیرا کلام مقبول الہی ہو گیا۔

شنیدہ ام سخنی خوش کہ پیر کنعان گفت ۔ فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت

سنا مین نے کیا اچھی بات پیر کنعان نے کہی ۔ فراق یار وہ نہین کرتا کہ بیان کیا جاسکے

پیر کنعان سے حضرت یعقوب علیہ السلام اور یار سے اونکے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام مراد ہین یعنی

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم — کہ جانرا نسخۂ باشد ز نقش خال ہندویت

لوح بینش کی سیاہی کو مین اس غرض سے عزیز رکھتا ہون — کہ تیرے خال ہندو کے نقش سے جان کا نسخہ ملتا ہے

یہ اشعار نہ تو مشکل الفہم ہی ہین اور نہ انمین لغات ہین اسلئے ہم انکی شرح عمدًا چھوڑتے جاتے ہین اور صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہین۔

تو گر خواہی کہ جاویدان جہان یکسر بیارایی — صبا را گو کہ بردارد زمانی برقع از رویت

تو اگر چاہتا ہے کہ ہمیشہ جہان کو سنوارتا رہے — تو صبا کو حکم دے کہ دم تھوڑی دیر کیلیے مونہہ سے برقع اوٹھا دے

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی — بیفشان زلف تا ریزد ہزاران جان ز ہر مویت

اور اگر تو چاہتا ہے کہ فنا کی رسم کو عالم سے اوٹھا دے — تو زلف کو جھاڑ تاکہ ہزارون جانین ہر ایک بال سے نکل پڑین

یعنی اے محبوب حقیقی اگر تو چاہتا ہے کہ اس دنیا سے فنا کی رسم جاتی رہے تو تو اپنی زلف کو جھاڑ دے تاکہ وہ سب جانین جو تیری ایک ایک بال مین ہزارہا گرفتار ہین نکل پڑین اور نیستی کے رواج پر وہ دنیا سے اوٹھ جاے۔

من و باد صبا مسکین دو سرگردان بی حاصل — من از افسون چشمت مست و او از بوی گیسویت

مین اور غریب صبا دونون سرگردان اور بے حاصل ہین — مین تیری چشم کے سحر سے مست ہون اور وہ تیرے گیسو کی خوشبو سے

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جانان — وگرنہ کی گذر بودی سحرگاہان ازین سویت

مین لطف صبا سے نکہت جانان کا سپاس گذار ہون — وگرنہ تیرا صبح کے وقت اس طرف کو گذر کب ہوا

یعنی اے جانان تیری نکہت جسکا مین شکر گذار ہون صبا کی عنایت سے صبح کو میری پاس پہونچتی ہے ورنہ تو کب میری پاس ہو کر گذرا کہ جو تیری نکہت میری پاس پہونچتی بہلا تو سل دیگرے پہونچتی ہو۔

سواد دیدہ ہر وقتی بجوی دل ہمی دیدم — عزیزم دارم این ساعت سیاہ خال ہندویت

جسوقت کہ آنکھون کی سیاہی کو دل کے ساتھ دیکھتا ہون — اوسوقت مین اوسے تیری خال ہندو کی وجہ سے بہت عزیز سمجھتا ہون

یعنی اس سے پہلے مین سواد دیدہ کو اچھا نہین جانتا تھا مگر جب سے کہ تیری خال ہندو کی شباہت اوسمین پائی گئی مین اسکو بھی ہندو دوست رکھنے لگا۔

زہی ہمت کہ حافظ راست از دنیا و از عقبی — نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت

زہی ہمت کہ حافظ دنیا و عقبی کی جھگڑی سے چھوٹ گیا — سوای تیری کوچہ کی خاک کی کوئی چیز اسکی نظر مین نہین آتی

خلاصہ یہ کہ سوا اسے تیری کوچہ کی خاک کے کوئی چیز حافظ کی نظرون مین نہین سماتی بس وہ دنیا و آخرت کے تمام جھگڑون سے چھوٹ گیا۔

جو بالکل سچ ہے خلاصہ یہ کہ دنیا پر مغرور ہونا اور اوسکی ہوس کرنا چاہئے دیکھو تو سہی کہ باوجود اس عظمت و شوکت کے حضرت سلیمانؑ کیا ہوا اور وہ تمام سامان سلطنت و مملکت کے کہاں چلے گئے۔

مزن بچون وچرادم کہ بندہ مقبل — قبول کرد بجان ہر سخن کہ جانان گفت

چون وچرا مین دم نہ مار کہ مقبول بندہ نے — ہر ایک بات قبول کرلی کہ جو دوست نے کہی

خلاصہ یہ کہ بندہ مقبول وہ ہی ہے کہ جو راضی برضا رہے اور محبوب حقیقی کی بجاآوری اطاعت مین دم نہ مار سکے۔

بعشوہ کہ سپہرت دہد ز راہ مرو — ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستان گفت

جو کچھ فریب کہ آسمان تجھے دے راہ سے مت بہک — تجھسے کسنے کہدیا کہ یہ بوڑھی ترک دستان نے کہا

یعنی ہر فریب کہ جو آسمان تجھے دے اوسکی وجہ سے راہ راست کو نہ چھوڑ اور مغرور نہو تجھسے کسنے کہا کہ اس زال ترک دستان نے فریب کیا اور آخر الامر اپنی دام فریب مین نہ پہانسا۔

بیار بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش — بسی حدیث غفور و رحیم رحمان گفت

شراب لا اور پی اسلئے کہ کل پیر میکدہ نے — بہت سی باتین غفور اور رحمن و رحیم کی کہین تہین

پیر میکدہ سے مراد پیرو مرشد یعنی ای مخاطب خوب دل کہول کر شراب پی یعنی عشقبازی کر کیونکہ کل پیرو مرشد نے خدا کی یہ صفتین کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا رحمن ہے بیان فرمائی تہین پس جب ایسا بخشنے والا اور معاف کرنیوالا آقا مطلق ہی تو ہم شراب جس سی مراد وہ ہی شراب محبت ہے کیون نہ پئین۔

کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز — چہ این نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت

کسنے کہا کہ حافظ تیری فکر سے باز آگیا — مین نے یہ نہین کہا جسنے کہا اوسنے جہوٹ کہا

یعنی ای محبوب تجھسے کسنے کہدیا کہ حافظ نے تیرا عشق چہوڑ دیا واللہ مین نے ہرگز ایسا نہین کہا جس کسی تجھسے یہ بیان کیا ہے اوسنے مجہپر تہمت لگائی ہے۔

مدام مست میدارد نسیم جعد گیسویت — خرابم میکند ہردم فریب چشم جادویت

تیرے جعد گیسو کی نسیم مجھے ہمیشہ مست رکہتی ہے — تیری چشم جادو کا فریب ہر دم خراب کرتا ہے

خراب بمعنی مست اور حقیقی صورت مین فریب کا کہنا یہ ظہور وخفا کی جانب ہے باقی مطلب صاف۔

پس از چندین شکیبائی شبی یارب توان دیدن — کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت

ای رب تہوڑی شکیبائی سے کوئی رات تو دیکھنا لازم ہے — کہ تیری محراب ابرو مین ہمنے آنکہونکی شمع روشن کی

جوئندہ یابندہ۔ کسیکی محنت رائگان نہین جاتی جو تجھے ڈہونڈہے گا تو آخرکار اوسی مل ہی جائیگا۔

از روان بخشی عیسی نزنم پیش تو دم ؛ زانکہ در روح فزائی چو دمت قادر نیست

عیسی کی جان بخشی کا تیری سامنی دم نہ بہرونگا ؛ اسلیئے کہ وہ روح فزائی مین تیری دم کی طرح قدرت نہین

منکہ از آتش سودای تو آہی نزنم ؛ کی توان گفت کہ بر داغ دلم صابر نیست

مین کہ تیری آتش عشق مین آہ نکرون ؛ کب کہا جا سکتا ہی کہ میرے دل کا داغ صابر نہین ہے

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم ؛ کہ پریشانی این سلسلہ را آخر نیست

روز اول ہی مین جب مین نے تیری زلف کو دیکہا تہا کہا تہا ؛ کہ اس سلسلہ کی پریشانی کا سرا نہین ہے

روز اول بمعنی روز ازل یا روز ابتدائے عشق۔ سر زلف سے جذبۂ عشق مراد ہے یعنی مین نے جس روز کہ تیرا جذبۂ عشق معلوم کر لیا اوسی روز کہا تہا کہ اسکی سلسلہ وار پریشانی ختم نہوگی یعنی حوادثات اور بلیات عشق کی کبہی انتہا نہین ہوا کریگی۔

سر پیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست ؛ کیست آنکس کہ بپیوند تو در خاطر نیست

تجہسے ملجانیکا خیال صرف حافظ کی دلکو ہی نہین ہے ؛ وہ کون شخص ہے کہ جسکو تجہسے پیوند ہونیکا خیال نہین ہے

یعنی مین ہی تنہا تیرے عشق مین گرفتار ہو کر تجہسے پیوند ہونا نہین چاہتا ہون بلکہ کون ایسا ہے جو ایسی آرزو نہین رکہتا تا۔

بی مہر رخت روز مرا نور نماندہ است ؛ وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است

تیرے رخ کی سورج بغیر کسی روز میری لئی روشنی نہین ہے ؛ اور میری عمر بہر کے لئے سوای اندہیری رات کی کچہ نہین

ہنگام وداع تو زبس گریہ کہ کردم ؛ دور از رخ تو چشم مرا نور نماندہ است

تیرے وداع کے وقت جو زاری کہ مین نے کی ؛ تیری چہرہ سی دور ہون کہ میری آنکہین بے نور ہو گئین

یعنی تیری رخصت کے وقت جو گریہ وزاری کہ مین نے کی۔ اوس سے میری آنکہون مین روشنی نرہی بس وہ آنکہین جنمین نور نرہا ہو تیرے چہرہ سے علیحدہ ہی اچہی ہین۔

من بعد چہ سود ار قدمی رنجہ کند دوست ؛ کز جان رمقی در تن رنجور نماندہ است

میری بعد اگر دوست قدم رنجہ فرمای کیا فائدہ ؛ کہ جان سے ایک رمق بہی تن لاغر مین نہین رہی

ع بلبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم ؛ پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد۔

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست | دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست
میری آنکھ کی پتلی تیرے رخ کے سوا اور کسی کو دیکھنے والی نہیں | دل سرگشتہ بجز تیرے دوسرے کا ذکر کرنیوالا نہین

اشک احرام طواف حرمت می بندد | گرچہ از خون دل ریش دمی طاہر نیست
میرے اشک تیرے حرم کے طواف کیلئے احرام باندھتے ہیں | اگرچہ دل زخمی کے خون سے کسی وقت پاک نہیں ہوتے

قاعدہ ہے کہ طوف کعبہ کا احرام پاک ہوکر باندھتے ہین۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ اے محبوب حقیقی میرے آنسو تیرے حرم کے طواف کرنے کے لئے احرام باندھتے ہین باوجودیکہ وہ کسی وقت دل کے خون سے پاک و صاف نہین رہتے۔ علاوہ اسکے چونکہ عربی مین خون کو دم کہتے ہین اسلئے اس شعر مین خون اور دم کے الفاظ بھی رعایتی ہین۔

بستۂ دام قفس باد چو مرغ وحشی | طائر سدرہ اگر در طلبت سائر نیست
مرغ وحشی کی طرح قفس کے جال مین پھنس جائے | طائر سدرہ بھی اگر تیری طلب مین پھرنیوالا نہو

طائر سدرہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہین۔ یعنی اگر جبرئیل علیہ السلام بھی تیرے طالب نہون تو اونکو بھی وحشی طائر کی طرح قفس مین اسیر ہوجانا چاہئے۔

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار | مکنش عیب کہ بر نقد روان قادر نیست
مفلس عاشق نے اگر اپنے نقد دل کو نثار کیا | تو اوسپر عیب نہ لگا اسلئے کہ وہ سکہ مجری دینے پر قادر نہین

یعنی اگر مفلس عاشق کے پاس سکہ چہرۂ شاہی معشوق پر قربان کرنے کو ہون اور وہ اپنے دل کا کھوٹا نقد ہی نثار کرے تو اوسکو شرم مت دلا اسلئے کہ جو کچھ اوسکے پاس تھا وہ اوسنے موجود کردیا اور جو چیز اوسکی قبضۂ اقتدار سے باہر ہو وہ کہان سے لائے۔ خلاصہ یہ کہ عشق الہی اور اطاعت خداوندی ہر ہر شخص اپنی استعداد اور اقتدار کی موافق کرتا ہے پس حقیر عاشق یا ضعیف پرستش کنندہ کو حقارت سے دیکھنا نہین چاہئے اوسکی ذات مستغنی ہے وہ تھوڑے کو بہت اور بہت کو تھوڑا کردیتا ہے۔ بہت سی نذر گذراننے والے اوس بارگاہ عظیم مین اکثر نہین پھٹکنے پاتے اور حقیر پیشکش لیجانیوالے بسا اوقات مقبول ہوگئے ہین۔

عاقبت دست بران سرو بلندش برسد | ہر کرا در طلبت ہمت او قاصر نیست
آخرکار اوس سرو بلند تک پہونچنے کا | اوسکا ہاتھ جسکی ہمت تیری طلب مین قاصر نہین ہے

یعنی میری آنکھون کی پتلیان جو ہمیشہ خون ناب جگر مین غرقاب رہتی ہین اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوسکی محبت کا چشمہ ہمارے سینہ مین موج زن ہے

آب حیوان قطرهٔ از لعل ہمچون شکرش — قرص خور عکسی ز روی آن مہ تابان ماست

آب حیات اوسکے لب شکرستان کا ایک قطرہ ہے — آفتاب کا گھیرا اوسکے روے تابان کا ایک عکس ہے

تا نفخت فیہ من روحی شنیدم شد یقین — بر من این معنی کہ ما زان وی ہم وی زان ماست

جس وقت سے کہ مین نے نفخت فیہ من روحی کو سنا ہے — مجھے اس معنی کا یقین ہوگیا کہ ہم اوس سے ہین اور وہ ہم سے ہے

اللہ تعالی نے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کا اشارہ انسان کی طرف کو فرمایا کہ مین نے اوسمین اپنی روح پھونکی ہے لہذا خواجہ صاحب فرماتے ہین کہ جب سے ہمنے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کو سنا ہمکو اس بات کا یقین ہوگیا کہ ہم اوس سے ہین اور وہ ہمسے ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم اور وہ دو نہین۔ بلکہ ایک ہی ہین۔ اور صوفیای کرام کا یہی مذہب ہے کہ وہ ہی ایک چیز یعنی خدا عالم کثرت اور تعدد مین اپنی بیشمار صورتون کے ساتھ ظاہر ہوا ہے چونکہ خدا فانی نہین اسلئے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے اعتبار سے روح بہی فانی نہین وہ اپنی اوسی اصل مین ملجاتی ہے جہان سے جدا ہوئی تھی۔

ہر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب — محرم این سر معنی دار علوی جان ماست

ہر دل کو غیب کے بہید پر اطلاع نہین — اس بہید معنی دار علوی سے ہماری جان واقف ہے

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش — دین ما در ہر دو عالم صحبت جانان ماست

ای ذکر کرنیوالے دین کی شرح کب تک کہیگا چپ رہ — دونون جہان مین ہمارا دین اپنے یار کی صحبت ہے

یعنی ای واعظ دین دین پکارنے والے اور دین کی شرح بیان کرنیوالے چپ ہوجا اسلئے کہ یہان اور وہان صرف دوست کی صحبت مین رہنا ہی ہمارا مذہب ہے۔

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گذار — کان صنم از روز اول دارد درمان ماست

ای حافظ مرتے دم تک اس نعمت کا شکر ادا کئے جا — کہ وہ محبوب روز ازل ہی سے ہمارے درد کی دوا ہے

ای حافظ چونکہ محبوب حقیقی روز ازل سے ہی تیرے اوپر نظر لطف و عنایت مبذول کرتا اور تیری ہر مراد کو بر لاتا رہا ہے پس تو بہی اوسکی نعمت کا مرتے وقت تک شکریہ ادا کئے جا۔ مصرع

شکر نعمت ہای تو چندانکہ نعمت ہای تو۔

میرفت و خیال تو ز چشم من و میگفت — **هیهات ازین گوشه که معمور نمانده است**

تیرا خیال میری آنکھ سے گیا اور کہتا گیا — افسوس کہ یہ گوشہ آباد نرہا - ویران ہو گیا

نزدیک شد آندم که رقیبان تو گویند — **دور از درت آن خستۂ رنجور نمانده است**

وہ وقت قریب ہے کہ رقیب تجھسے کہین — تیرے در سے دور وہ خستہ اور پریشان نرہا

خلاصہ یہ کہ وقت موت کا اتنے قریب پہونچ گیا ہے کہ دربان تجھسے کہدینگے کہ اب ہی دور بارگاہ عالی پر عاشق بیمار و خستہ نہین رہا یعنی ہجر کے صدمون سے رحلت کر گیا۔

وصل تو اجل را ز سرم دور همی داشت — **از دولت هجر تو کنون دور نمانده است**

تیرا وصل موت کو میرے پاس سے دور رکھتا تھا — اب تیری ہجر کی بدولت دور نہین رہی

صبر است مرا چارۂ هجران تو لیکن — **چون صبر توان کرد که مقدور نمانده است**

تیرے ہجر کا علاج میرے لئے صبر تو ہے لیکن — صبر کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب مقدور اوسپر نرہے

در هجر تو گر چشم مرا آب نماند — **گو خون جگر ریز که معذور نمانده است**

اگر تیری جدائی سے میری آنکھ مین پانی نہین رہا — کہو کہ جگر سے خون بہا کہ معذور نہین ہے

یعنی اے محبوب اگر تیرے عشق مین گریہ و زاری کے سبب میری آنکھین خشک ہوگئین اور انمین آنسو کا پتہ نہین رہا تو اوس عذر کو قبول نکر کہدے کہ اگر آنکھون مین پانی نہین رہا تو عاشق آنکھون سے خون دل گرانے کے لئے مجبور نہین ہے اوسکو چاہئے کہ بجائے آنسوون کے خون رودے۔

حافظ ز غم از گریه نپرداخت بخنده — **ماتم زده را داعیۂ سور نمانده است**

حافظ غم و گریہ کی وجہ سے ہنسنے کی طرف متوجہ نہوا — ماتم زدہ کو خوشی کے داعیہ سے کیا کام

خلاصہ یہ کہ حافظ نے بسبب غم و زاری کے کبھی ہنسنے سے غرض نرکھی اسلئے کہ جو شخص ماتم زدہ ہو اوسے ادعائے خوشی و خرمی سے کیا کام۔

مدتی شد که آتش سودائی او در جان ماست — **وین تمنا بین که دائم در دل ویران ماست**

مدت ہوئی کہ اوسکی عشق کی آگ ہماری جان مین ہے — اس آرزو کو دیکھو کہ ہمیشہ ہمارے دل ویران مین رہتی ہے

مردم چشمم بخون ناب جگر غرق اند از آن — **چشمۂ مهر رخش در سینۂ نالان ماست**

میری آنکھونکی پتلیان خون ناب جگر مین اسلئے غرق ہین — کہ اوسکے چہرہ کی محبت کا چشمہ ہمارے سینۂ نالان مین ہے

اس غرض سے کہ مجھے اوس در سے خاص نیاز حاصل ہے۔

خمہا ہمہ در جوش و خروشند ز مستی ۔ وان می کہ درانجاست حقیقت نہ مجاز ست

تمام مٹکے مستی سے جوش و خروش مین ہین ۔ اور وہ شراب جو اوس جگہ ہے حقیقت ہی نہ مجاز

خمون سے طالبان حقیقت اور می سے مئ عشق مراد ہے درانجا کا اشارہ آستانۂ مرشد کی طرف یعنی وہ شراب کہ جو ہمارے مرشد کے پاس ہے وہ حقیقی ہے مجازی نہین اور اوسمین اشارہ ہے کہ طالب لوگ جوش و خروش سے مست اور نشہ مین متوالے ہورہے ہین۔

از وی ہمہ مستی و غرورست و تکبر ۔ وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیاز ست

اوس سے مستی اور غرور تکبر سرزد ہوتا ہے ۔ اور ہمسے لاچارگی اور عجز و نیازمندی کرنی ہے

مستی و غرور تکبر سے استغنای محبوب مراد ہے اور مطلب یہ کہ محبوب کا کام استغنا کرنا اور محب کا کام عاجزی اور نیازمندی سے پیش آنا ہوتا ہے۔

شرح شکن زلف خم اندر خم جانان ۔ کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ دراز ست

جانان کی زلف پیچ در پیچ کی شکن کا بیان ۔ مختصر نہین ہوسکتا کہ یہ قصہ طویل ہے

زلف کا پیچ در پیچ جس سے جذبۂ عشق مراد ہے اور عشق کا قصہ ایسا طول طویل ہے کہ جسکو کسی طرح مختصر کرکے بیان نہین کرسکتے۔

بار دل مجنون و خم طرۂ لیلی ست ۔ رخسارۂ محمود و کف پای ایاز ست

طرۂ لیلی کی خم کا بوجہ مجنون کے دل پر ہے ۔ محمود کا رخسارہ ایاز کے پاؤن کی تلوی کی جگہ ہے

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم ۔ تا دیدۂ من بر رخ زیبای تو باز ست

مین نے باز کی طرح آنکھون کو تمام عالم سے سی لیا ہے ۔ جب تک کہ میری آنکھین تیری رخ زیبا پر کہلین

قاعدہ ہے کہ باز کی آنکھین شکاری لوگ سی دیتے ہین لہذا حافظ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھین تمام عالم کے دیکھنے سے سی لین ہین یعنی دنیا مین سے مین کسی کو نہین دیکھونگا جسوقت کہ میری آنکھون کو تیری رخ زیبا کا دیدار میسر ہوگا اوسوقت کہولونگا۔

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نہ گفتیم ۔ با دوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

جو راز کہ ہم خلق سے چھپا دیتے اور نہ کہتے ہین ۔ دوست سے کہدیتے ہین کہ وہ محرم راز ہے

امروز شاہ انجمن دلبران یکیست | دلبر اگر ہزار بود دلبران یکیست
آج کے روز دلبرونکی انجمن کا شاہ ایک ہے | دلبر اگر ہزار ہون مگر جو دل لیگیا وہ ایک ہی ہے

یعنی دلبرون کی انجمن کا بادشاہ صرف وہ ہی ہے جو میرا محبوب ہی دنیا مین دلبر لاکہہ سہی مگر جو میرا دل لے گیا وہ صرف ایک ہی شخص ہے اس شعر مین دلبرون کا اشارہ حضور سرور کائنات کی طرف سمجہنا چاہئے۔

من بہر آن یکی دل و دین دادہ ام بباد | عیبم مکن کہ حاصل سر دو جہان یکیست
مین نے اوس ایک کیواسطے دل و دین برباد کردیا ہی | مجہے عیب نہ لگاؤ کہ حاصل دونون جہان کا ایک ہی ہے

سودائیان عالم پندار را بگوی | سرمایہ گم کنند کہ سود و زیان یکیست
عالم پندار کے سودائیون سے کہدو | سرمایہ کہو دین کہ نفع نقصان ایک ہی ہے

یعنی عالم مغرور کے عاشقون سے کہدو کہ وہ سرمایہ دنیا گم کردین اسلیئے کہ اسکا نفع نقصان سب برابر ہے خلاصہ یہ کہ ظاہری دولت وحشمت عقبی مین کام نہین آتی۔

خلقی زبان بدعوی عشقش کشادہ اند | ای من غلام آنکہ دلش با زبان یکیست
ایک خلق نے اوسکی عشق کے دعوی مین زبان کہولی ہے | ای مخاطب مین اوسکا غلام ہون کہ جسکا زبان و دل ایک ہے

یعنی اوسکے عشق کا دعوی تو ہر کس و ناکس کرنے لگتا ہی مگر اے مخاطب مین اوسکا غلام ہون کہ جسکا دل اور زبان ایک ہے یعنی جیسا کہ وہ زبان سے کہتا ہی ایسا ہی دل سے عاشق الہی ہی ہے یا یہ کہ میرا مرشد جسکا مین مرید ہون اوسکی دل و زبان ایک ہے۔

حافظ بر آستانہ دولت نہادہ سر | دولت دران سرست کہ با آستان یکیست
حافظ نے آستانۂ دولت پر سر رکہا ہے | دولت اوسی سر مین ہی جو ایک آستانہ پر ہو

مطلب یہ کہ حافظ نے جس آستانہ پر سر ٹیکا ہی اوس سے عالی کوئی آستان نہین ہے پس جو کچہ دولت وقت ہے وہ حافظ کے ہی سر مین ہے۔

المنة للہ کہ در میکدہ باز ست | زانرو کہ مرا بر در او روی نیاز ست
شکر خدا کہ میخانہ کا دروازہ کہل رہا ہے | اسواسطے کہ مجکو اوس در پر روی نیاز حاصل ہے

میکدہ سے مقام عشق محبت۔ یعنی خدا کا شکر کہ میرے لئی عشق و محبت کا دروازہ کہل رہا ہی اور یہ صرف

ایک ہی ہی ہین اور وہ سب جگہ تیری ہی سامنے مرتا۔

کنون کہ میدمد از بوستان نسیم بہشت — من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت

اب کہ باغ سے نسیم بہشت چل رہی ہے — مین ہون اور شراب فرحت بخش ہی اور یار حور سرشت ہی

بوستان سے مراد وجود سالک نسیم بہشت سے انفاس مقصود مین جو باغ وجود سے آتی رہتی ہین اور ویا او کی نسیم مین شراب ہی عشق و محبت اور یار حور سرشت سی عبارت مرشد کامل ہی یعنی جب تک کہ مین حالت حیات مین ہون اوسوقت تک عشق و محبت اور مرشد کامل کو نہین چھوڑونگا اور زندگی بھر منیر التعلق انسے رہیگا۔

چمن حکایت اردی بہشت میگوید — نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت

باغ اردی بہشت کی باتین کہتا ہے — وہ عاقل نہین کہ نقد کو چھوڑکر اودہار کرے

اردی بہشت اوس فارسی مہینہ کا نام ہے جو موسم بہار مین واقع ہوتا ہے۔ اور مطلب یہ کہ باغ موسم بہار کی باتین سناتا اور یہ کہتا ہے وہ بیوقوف ہے کہ جو نقد کو چھوڑکر اودہار کی امید کرے۔

بمی عمارت دل کن کہ این جہان خراب — دران سرست کہ از خاک ما بسازد خشت

دل کی عمارت کو شراب سی تعمیر کر کہ یہ جہان خراب — اس خیال مین ہی کہ ہماری خاک سی اینٹین بنائے

خلاصہ یہ کہ یہ جہان خراب اس خیال مین ہے کہ ہمین برباد کرکے ہماری خاک سے اینٹین بنای پس ای مخاطب تو اپنی عمارت دل کو عشق الہی سے تعمیر کر تا کہ بقا باللہ ہو جاے اور یہ زمانہ تجکو نیست و نابود نکر سکے کیونکہ عشق الہی مین فنا ہو نیوالا خدا کے ساتھ باقی ہوکر زمانہ کی دست برد سے محفوظ ہو جاتا ہی۔ تعمیر کی رعایت سے اینٹ کا لفظ لائے ہین۔

وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوی ندہد — چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت

دشمن سے وفا نہ ڈہونڈہ کہ روشنی نہین دیگا — جو تو عبادت خانہ کی شمع بتخانہ کی چراغ سی روشن کری

یعنی اگر تو کنشت مین پرستش کرکے اوس سے اپنے عبادت خانہ کی عبادت کا نتیجہ نکالنا چاہئے تو نہین ہو سکتا۔ وہ دشمن ہے اور دشمن سے وفا کی امید نہین رکھنا چاہئے۔ **فائدہ۔** گو صومعہ نصاری کی معبدگاہ کو کہتے ہین مگر یہان دیر کے مقابلہ مین خانقاہ کے معنی دیے رہا ہی۔

مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست — کہ آگہ است کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت

مجھ مست کا نام سیاہی ملامت سے نہ لکھہ — کون جانتا ہی کہ اوسکی پیشانی پر تقدیر نے کیا لکھا ہے

در کعبۂ کوی تو ہر آن کس کہ در آید ۔۔۔ از قبلۂ ابروی تو در عین نماز است

تیرے کوچہ کے کعبہ مین جو شخص کہ آجاوے ۔۔۔ تیرے ابرو کے قبلہ سے عین نماز مین ہوتا ہے

خلاصہ یہ کہ جو شخص تیرے کوچہ مین جو بمنزلہ کعبہ کے ہی چلا آوے تو وہ تیرے محراب ابرو کے قبلہ مین گویا عین حالت نماز مین ہے۔

ای مجلسیان سوز دل حافظ مسکین ۔۔۔ از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز است

ای ہم صحبتو حافظ کے دل کا سوز ۔۔۔ شمع سے پوچھو کہ سوز و گداز مین ہے

یعنی اے ہم صحبت لوگو میرے دل کا سوز شمع سے پوچھو جو کہ خود سوز و گداز مین رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دردمند کے حال کو دردمند ہی خوب جانتا ہے۔

پیرھن خوش میروی کاندر سراپا میرمت ۔۔۔ ترک من خوش میخرامی پیش بالا میرمت

میرا سرو کیا خوب چلتا ہی مین سراپا قربان ہو جاؤن ۔۔۔ میرا پیادہ کیا عمدہ ٹہلتا ہی مین اوسکی سامنے جاؤن

گفتہ بودی کی بمیری پیش من این تعجیل چیست ۔۔۔ خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میرمت

مجھے سامنے کہا تہا کہ تو کب مریگا یہ جلدی کیا ہی ۔۔۔ تو اچھا تقاضا کرتا ہی مین تقاضہ سے پہلے ہی مرتا ہون

عاشق مہجور و مخمورم بت ساقی کجاست ۔۔۔ گو خرامان شو کہ پیش قد رعنا میرمت

مین عاشق مہجور و مخمور ہون بت ساقی کہان ہے ۔۔۔ کہو کہ خرامان ہو تا کہ تیرے قد رعنا کی سامنے جان دون

آن زمان شد کہ تا بیمارم از مژگان او ۔۔۔ تو نگاہی کن کہ پیش چشم شہلا میرمت

اب زمانہ گذر گیا کہ مین تیری چشم کی مژگان کا زخمی ہون ۔۔۔ اب تو نگاہ مجہپر ڈال تا کہ تیری نظرونکی سامنے مرجاؤن

گفتہ لعل منت ہم درد و ہم بخشد شفا ۔۔۔ گاہ پیش درد و گہ پیش مداوا میرمت

تو نے کہا کہ لب لعل میرا تجکو درد بہی دیتا ہی اور شفا بہی بخشتا ہی ۔۔۔ تو کبھی مین درد سے اور کبھی علاج سے مرتا ہون

خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور ۔۔۔ دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میرمت

تو کیا اچھا چلتا ہے نظر بد تیرے سامنے سی دور ہو ۔۔۔ مین سر مین یہ خیال رکہتا ہون کہ تیرے قدمون مین مرجاتا

گرچہ جائی حافظ اندر خلوت وصل تو نیست ۔۔۔ ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میرمت

اگرچہ حافظ کو خلوت مین تیری وصل کی جگہ نہین ۔۔۔ ای محبوب تجہے سب جگہ اچہی ہین ہر جگہ تیرے سامنے مرتا

یعنی اگر حافظ کو تیری خلوت وصل مین جگہ نہین ملتی تو بہی کچہ حرج نہین اسلئے کہ تیرے واسطے سب جگہ

سزد کہ از ہمہ دلبران ستانی باج　　چرا کہ بر سر خوبان عالمی چون تاج

اگر تو تمام حسینون سے خراج لی تو جائز ہی　　اسلئے کہ تو خوبان جہان کی سر کا تاج ہو

یہ شعر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف مین ہے اور دلبرون سے اور تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہین۔ باقی مطلب ظاہر ہے۔

دو چشم شوخ تو برہم زدہ خطا و ختن　　بچین زلف تو ماچین و ہند دادہ خراج

تیری دونون آنکھون نے خطا و ختن کو درہم برہم کر دیا　　اور تیری زلف کی شکن کو ماچین اور ہند نے خراج دیا

خطا و ختن ماچین اور ہند یہ چارون نام ملکون کے ہین مگر مصرعۂ ثانی مین چین زلف کی صفت ہے ملک چین کے لئے نہین آیا ملک نکے نام کا لطف تو ظاہر ہے لیکن یہان اسکے معنی شکن کے ہین جیسا کہ ہمنے ترجمہ کیا ہے۔

بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید　　سواد زلف تو تاریکتر ز ظلمت داج

تیری چہرہ کی سفیدی مانند عارض آفتاب کی روشن　　تیری زلف کی سیاہی اندھیری رات سے زیادہ تاریک ہے

بیاض رو سے رحمت اور سواد زلف سے قہر مراد ہے۔ داج عربی مین اندھیری رات کو کہتے ہین۔ مطلب ظاہر ہے۔

لب تو خضر دہان تو آب حیوان ست　　قد تو سرو میان تو موی گردن عاج

لب تیری خضر اور دہن تیرا آب حیات　　قد تیرا سرو کمر تیری بال گردن ہاتھی دانت کی طرح گوری

ازین مرض بحقیقت کجا شفا یابم　　کہ از تو درد دل من نمیرسد بعلاج

اس مرض سے حقیقت مین کیسے شفا پاؤن　　کہ تجہسے میری درد دل کا علاج نہین ہوسکتا

یعنی مرض عشق سے حقیقت مین مجھے صحت نہوگی اسلئے کہ اے محبوب تو کچھ درد دل کا علاج نہین کرتا خلاصہ یہ کہ میری طرف متوجہ نہین ہوتا۔

دہان تنگ تو دادہ بآب خضر بقا　　لب چو قند تو برد از نبات مصر رواج

تیرے دہن تنگ نے آب خضر کو بقا رحمت کی　　تیری لب قند سان نے نبات مصر کو بیکار کر دیا۔

آب خضر سے آب حیات اور بقا سے زندگی مراد ہے نبات مصر مصری کے لئے آیا ہے لب قند اور نبات مصر کی رعایتین ظاہر ہین۔

گدا چرا نزند لاف سلطنت امروز — کہ خیمہ سایۂ ابرست و بزمگہ لب کشت

فقیر آج کسلیے لاف سلطنت کا نہ مارے — کہ سایہ ابر کا خیمہ (اوسکی چتر) اور بزمگاہ اوسکی دنیا ہے

لب کشت سے دنیا مراد ہے باقی مطلب صاف محتاج تشریح نہین

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ — کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہ بہشت

حافظ کے جنازہ سے دو چار قدم دریغ نکرو — اگرچہ غرق گناہ ہے لیکن بہشت کو جاتا ہے

مطلب صاف تشریح طلب نہین۔

درد ما را نیست درمان الغیاث — ہجر ما را نیست پایان الغیاث

فریاد کہ ہمارے درد کا درمان نہین — دوہائی ہے کہ ہمارا ہجر اختتام نہین رکھتا

دین و دل بردند و قصد جان کنند — الغیاث از جور خوبان الغیاث

دل و دین لے گئے اب جان کا قصد کرتے ہین — فریاد ہے خوبرویون کے ظلم سے فریاد

در بہای بوسۂ جانی طلب — میکنند این دلستانان الغیاث

فریاد کہ یہ دل لیجانیوالے۔ ایک بوسہ کی قیمت مین جان طلب کرتے ہین۔

خون ما خوردند این کافر دلان — ای مسلمانان چہ درمان الغیاث

ان کافر دلون نے ہمارا خون پی لیا — فریاد۔ کہ ای مسلمانون اسکا کیا علاج

داد مسکینان بدہ ای روز فضل — از شب یلدای ہجران الغیاث

ای محبوب وصل کے روز غریبونکی داد دے — جدائی کی اندھیری رات سے۔ فریاد

فضل سے مراد دولت دیدار محبوب حقیقی یا مرشد کامل کی صحبت۔ یعنی دیدار کے روز ہم غریبون کی داد دے کہ ہم پر ہجران کی شب تار بڑی سختی کرتی ہے۔

ہر زمانم درد دیگر می رسد — زین حریفان بر دل و جان الغیاث

ہر وقت تازہ درد ہو پہنچتا ہے — ان حریفون سے دل و جان پر فریاد

ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن — گشتہ ام سوزان و گریان الغیاث

حافظ کی طرح دن رات بیخودی سے — فریاد کہ مین سوزان و گریان ہو گیا ہون

ان اشعار کا مطلب صاف تھا اسلئے شرح کی ضرورت نہین سمجھی گئی۔

فتادہ در دل حافظ ہوای چون تو شہی / کمینہ بندہ خاک در تو بودی کاج

حافظ کو دل میں تیرے جیسے شاہی کی ہوس بھری ہے / ای کاش کہ وہ کمینہ تیرے در کی خاک ہوتا

کاج بمعنی کاش۔ کیونکہ فارسی میں شین معجمہ جیم سے بدل جاتا ہے۔

اگر بہ مذہب تو خون عاشق است مباح / صلاح ما ہمہ آنست کان ترا صلاح

اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون کرنا جائز ہے / تو ہماری بھی یہی صلاح ہے جو تیری ہے

یعنی اے محبوب اگر تیرے نزدیک عاشق کا خون کرنا درست ہی تو ہمیں بھی قبول ہے تو شوق سے قتل کر جا

سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات / بیاض روی تو تبیان فالق الاصباح

تیرے بالوں کی سیاہی بیان شب تاریک کا ہی / تیرے چہرہ کی سفیدی دلیل صبح کو ظاہر کرنیوالی کی ہے

فالق بمعنے شگافتہ کرنیوالا (اسم فاعل)، اصباح جمع صبح فالق الاصباح بمعنی سورج۔ مطلب یہ کہ تیری زلف تاریک ہے۔ اور تیرا رخ مثل آفتاب کے روشن۔ اصباح کا الف اگر زیر سے پڑھا جاوی تو واحد اور اگر زبر سے پڑھیں تو جمع کے معنی دیتا ہے۔

ز دیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار روان / کہ خود شنا نکند در میان آن ملاح

میری آنکھوں نے سو چشمے ایسے جاری ہوئے / کہ خود ملاح بھی اونکے دریا میں نہیں تیر سکتا

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح / وجود خاکی ما را ازوست قوت رواح

لب تیرا مثل آبحیات کے قوت روح کی ہے / ہمارے وجود خاکی کو اوس سے رزق روحانی ملتا ہے

ز چنگ زلف کمندت کسی نیافت خلاص / نہ از کمانچہ ابرو و تیر غمزہ نجاح

تیری کمند زلف کے چنگل سے کسی نے خلاصی نہ پائی / نہ کمانچہ ابرو اور غمزہ سے کسیکو رہائی نصیب ہوئی

بیا کہ خون دل خویشتن بحل کردم / اگر بمذہب تو خون عاشق است مباح

آ کہ اپنے دل کا خون میں نے تجھے معاف کر دیا / اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون کرنا درست ہے

ندا دلعل لبش بوسہ بصد تلبیس / نیافت کام دلم زو بصد الحاح

اوسکے لب لعل نے سو فریبوں سے بھی اپنا بوسہ نہ دیا / اور میرے دل کا مطلب سیکڑوں زاری سے بھی نکلا

صلاح و توبہ و تقوی ز ما مجو زاہد / ز رند عاشق و مجنون کسی نیافت صلاح

اے زاہد ہم سے پرہیزگاری اور توبہ تقوی نہ ڈھونڈھ / رند عاشق اور مجنون سے کسی نے پرہیزگاری نہیں پائی

چرا همی شکنی جان من ز سنگدلی دل ضعیف که هست او بنازکی چو زجاج

ای جان من سنگدلی سے کسواسطے توڑ ڈالتا ہے دل ضعیف کو جو شیشہ کی طرح نازک ہے

زجاج کانچ کے شیشہ کو کہتے ہین جو بہت نازک ہوتا ہے اوسکے تشبیہ دل سے دی گئی ہے اور سنگدلی معشوق کی صفت ہے۔ سنگ اور شیشہ کی رعایت ظاہر ہے۔

واضح ہو کہ معشوق سواے عاشقون کے غیر عاشق کے لئے سنگدل نہین ہوتا۔ معشوق مین چاہنے والونکے لئے بہت سی خوبیان پیدا ہو جاتی ہین منجملہ اونکے ایک خوبی سنگدلی کی بہی ہے ہمارا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص جس سے محبت کرے اپنے محب کے لئے سنگدل ہو جاتا ہے اگر اوسمین یہ صفت نہین تو وہ معشوق نہین چونکہ انسان کا انسان سے بوجہ ایک ہی اصل ہونے کے ازلی تعلق ہے اسلئے وہ دل محبت کرتا ہے اپنے محبوب دل کو صرف اس وجہ سے کہ اوسکے افعال اوسکی حسب خواہش نہین ہوتے ہمیشہ ستمگر جفاکیش دشمن جان سنگدل ظالم بے رحم وغیرہ وغیرہ خطابون سے مخاطب بناتا ہے اگر انصاف سے دیکہا جاے یعنی عاشق کے سوا کوئی غیر عاشق شخص معشوق کی ان صفتون کا امتحان کرے تو شاید انمین سے ایک بہی اوسمین موجود نہ پائے گا۔

یہ عاشق دل کی کمزوری تہی کہ اوسنے باوجود ایک اصل اور ایک ہی جنس سے ہونے کے کسی کو اپنے سے زیادہ سمجہ لیا اور اوسکو اپنی تمناؤن کا مرکز یا مراد قرار دیکر مرید ہو گیا ورنہ دونون برابر ہین اور ایک ہی درخت کی شاخین ہین مگر چونکہ عشق و محبت کا سلسلہ آسمان کے نیچے بہت وسیع ہے اسلئے عاشق کی سب شکایتین بجا اور معشوق کے سب افعال سراسر ظلم و جور سے پر ہوتے ہین جسم انسانی کے تمام اعضاؤن مین عشق کا تعلق زیادہ تر دل سے ہے اسلئے بسا اوقات کوئی شخص ایسے آدمی پر بہی عاشق ہو جاتا ہے جو ضرور ذرا بہی خوبصورت نہین ہوتا ہر عاشق زلیخا کی طرح یوسف سے ہی خوبصورت پر عاشق نہین ہوتا بلکہ بہت سی مخلوق مجنون کی طرح لیلیٰ سے سیاہ فام پر بہی فریفتہ ہوتے دیکہے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عشق و محبت صرف اوسی تعلق ازلی اور روحانی بنا پر ہے۔ انسان کو اگر ما سواے انسان کے کوئی اور چیز اچہی معلوم ہوتی ہو تو اوسکے نہ ملنے پر بے اختیار نہو گا اور معشوق کے ہجر مین کیسا بیچین اور از کار رفتہ ہو جائیگا یہی وصل بے استیاز کی بنا پر ہم عشق کو ازلی تعلق بتلا رہے ہین۔

کر سکتا۔ پس اگر تو اپنے کام سے غافل رہا تو مجھے خوف ہی کہ شاید تیرے لیے در مراد باز نہو۔

بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود — آنکہ جام صبوحش بنہد چراغ صباح

شراب لا کہ اوس کا دن بخیر تھا جس نے کہ صبح کی ... اپنی طلوع کا جام صبوح اور چراغ روشن کیا

چراغ صباح سے سورج مراد ہی مطلب یہ ہی جس نے کہ جام صبوحی کا آفتاب کے ساتھ رکھا یعنی صبح کے وقت شراب پی اوسکا دن بخیر و خوبی گذر گیا پس اے ساقی جلدی شراب دے آرام علی الصباح پیکر تمام دن آرام سے گذرے۔

کدام طاعت شایستہ آید از من مست — کہ بانگ شب نہ شناسد ز فالق الاصباح

مجھ مست سے کونسی طاعت پسندیدہ ہو کہ حالت یہ ہی کہ فالق الاصباح کی نسبت ہمیشہ بیخبر ہوں

فالق الاصباح چیرنے والا صبح کا یعنی خدا ... اور حق تعالیٰ ہی اور ... حال معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ اور ... اور نہیں معلوم ہے ایسی حالت میں مجھ مست ورند سے کونسی طاعت پسند کیجائے۔ خلاصہ یہ کہ انجام کا حال کسیکو بھی معلوم نہیں۔

زمان شاہ شجاع ست و حکمت شرع — براحت دل و جان کوش در مسا و صباح

شاہ شجاع کا عہد ہی اور حکمت شرع کا زمانہ ... اے دل و جان صبح و شام راحت میں کوشش کر

شاہ شجاع ایک بادشاہ کا نام تھا۔ مگر اسجگہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا مرشد کامل ہیں۔ یعنی اسے مخاطب شرع محمدی کا دور دورہ ہی جو حکمت کا زمانہ سمجھا جاتا ہی پس تو صبح و شام دل و جان کو راحت و آرام پہونچانے کی کوشش کیا کر۔

ہبوی صبح چو حافظ شبی بروز آور — کہ بشگفد گلِ عیشت ز شعلہ مصباح

صبح کی امید پر جب حافظ نے رات کا دن کیا — تاکہ تیرے عیش کا پھول نفتاح کی شعلہ سے کھلے

ہوتے صبح یعنی با امید وصل شب بروز آوردن۔ رات کاٹ کر دن لانا۔ شعلہ مصباح سے مراد آفتاب ہی یعنی حافظ نے تیرے وصل کی امید پر ہجر کی رات کو کاٹ کر دن نکالا شاید کہ اوس کے عیش کا پھول سورج کی روشنی سے ہی کھلے۔ خلاصہ یہ کہ وصل محبوب میسر ہو۔ قاعدہ ہے کہ ہر قسم کے پھول سورج کی روشنی سے کھلتے اور تمام صلح و ہوب کی گرمی سے پکتے ہیں۔

پیالہ چیست کہ بریاد تو کشیم مدام — و نحن نشرب شربا کذلک الاقداح

پیالہ کیا چیز ہے کہ تیری یاد میں ہمیشہ — ہم پینے کی چیز قدحوں کی طرح پیتے ہیں

پیالہ کیا چیز ہے۔ یعنی پیالہ بھر شراب کی اصل حقیقت ہی کیا ہے۔ ہم تو تیری یاد میں پینے کی چیز (شراب) قدح بھر بھر کے پیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اب پیالہ دو پیالہ سے سیری نہیں ہوتی بلکہ قدح سے ہوتی ہے

دعائے جان تو ورد زبان حافظ باد — مدام تا کہ بود گردش مسا و صباح

تیری جان کی دعا حافظ کے ورد زبان ہوجیو — ہمیشہ جب تک کہ صبح وشام چکر لگاتے رہیں

یعنی جب تک صبح وشام ہوتے رہیں یا دنیا قایم ہے اوسوقت تک حافظ کی دعا تیری جان کی سلامتی کے لئے ورد زبان رہی۔

ببین ہلال محرم بخواہ ساغر راح — کہ ماہ امن و امان است و سال صلح و صلاح

محرم کا چاند دیکھ کر شراب کا پیالہ پی — کہ یہ مہینہ امن وامان کا ہے اور یہ برس صلح و صلاح کا

چونکہ نیا سال محرم کے چاند سے شروع ہوتا ہے لہذا فرماتے ہیں کہ یہ شروع سال محرم کا مہینہ امن وامان کا ہے اور یہ سال صلح وصلاح کا پس تو شراب محبت پی اور عیش کر بعض نے لکھا ہے کہ شروع سال سے مراد ابتدائی زمانہ ربط سے ہے جب سالک پر واردات کا ظہور ہونا شروع ہوتا ہے

عزیز دار زمان وصال را کہ دمی — مقابل شب قدر است و روز استفتاح

زمانہ وصال کو عزیز رکھ کہ وہ دم — ۱۵ رجب کا دن ۲۷ رمضان کے مقابل ہوتا ہے

چونکہ علماء کے ظن غالب میں شب قدر ۲۷ رمضان المبارک کو ہوتی ہے اسلئے شب قدر کے لئے یہ رات مقرر کی گئی ہے۔ استفتاح کا دن ۱۵ رجب کو ہوتا ہے۔ باقی مطلب صاف ہے۔

نزاع بر سر دنیای دون کسی نہ کند — بہ آشتی بہرای نور دیدہ گوی فلاح

دنیا کے معاملہ میں جھگڑا کوئی نہیں کیا کرتا — صلح آشتی سے ای نور چشم بہتری میں سبقت لیجا

دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم — کہ کس درت نہ کشاید چو گم کنی مفتاح

ای دل تو اپنے کام سے فارغ ہو رہا ہے میں ڈرتا ہوں — کہ تجکو کوئی دروازہ نہیں کھولے گا اگر تو کنجی گم کردے

یعنی اگر تو اپنے ہاتھ سے کنجی کھودے تو تیرے واسطے کوئی در مقصود نہیں کھول سکتا یعنی مدد نہیں

نسیم مشک تاتاری خجل کرد شمیم موی عنبر بوی فرخ
مشک تاتاری کی ہوا کو شرمندہ کردیا زلف عنبر بوی فرخ کی مہک نے

اگر میل دل ہرکس بجا نیست بود میل دل من سوی فرخ
اگر کسی شخص کے دل کا میل کسی کیطرف ہوتا ہو تو میرے دل کا میل فرخ کی جانب ہے

یعنی اگر کسی کا دل کسی شخص کو پسند کرلیا کرتا ہے ۔ یا ایسا ہوا کرتا ہے کہ کوئی کسی پر عاشق ہوا تو میں نے فرخ کو پسند کیا ہے ۔ اور میں اوسپر عاشق ہوں ۔

غلام خاطر آنم کہ باشد چو حافظ چاکر ہندوی فرخ
میں اوسکی خاطر کا غلام ہوں جو حافظ کی طرح زلف فرخ کا نوکر ہو ۔

یعنی میں اوسکی خاطر کا غلام ہوں جو حافظ کی طرح فرخ کی زلف کا چاکر ہو ۔ خلاصہ یہ کہ میں فرخ تو فرخ بلکہ اوسکے غلام کا بھی غلام ہوں ۔

ابر آذاری برآمد باد نوروزی وزید دور می میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید
ابر بہار آیا اور ہوا نوروز کی چلی شراب کا دور چاہتا ہوں اور مطرب سے کہو کہ آوے

آذ فارسی مہینہ کا نام ہے ۔ باد نوروزی کا اشارہ مشاہدات تجلیات کی ابتدا کی طرف مطرب سے مراد مرشد کہ جو حالات حقایق اور معارف بیان کرتا ہے ۔ یعنی لمشاہدہ تجلیات کی ابتداہی میں مرشد کامل کو اور شراب محبت کو چاہتا ہوں کہ حالات عشق و محبت میں مرشد کامل کی زبان سے بیانات حقایق کی نغمہ سنجیاں سنو ۔

شاہدان در جلوہ و من شرمسار کیسہ ام ای فلک این شرمساری تا بکی باید کشید
معشوق جلوت میں اور میری ہمیانی خالی اسے فلک یہ خجالت کب تک اوٹھانی جائیگی

یعنی میرے پاس کچھ زر نقد بھی نہیں کہ جس سے معشوق کی خدمت کرسکوں ۔ پس اے فلک یہ ہیچار یہ شرمساری اور خجالت مجھے کب تک اوٹھانی پڑے گی حقیقی اعتبار سے یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ تجلیات کا ظہور ہو رہا ہے ۔ میرے پاس کچھ نہیں کہ اوسپر نثار کروں یعنی میں اسکی خوشی کی وجہ تہیدستی کچھ نہیں کرسکتا ہے بے زر عشق جھوٹا ہے ۔ عشق اوسی کا ہے کہ جسکے پاس کچھ نقد ہو معشوق پر نثار کرنے کو ہو ۔

دل من در ہوائے روی فرخ | بود آشفتہ ہمچون موئے فرخ
میرا دل چہرۂ معشوق کی ہوس مین ہے | مثل زلف فرخ نامی کے آشفتہ و پریشان ہے

فرخ حافظ صاحب کے معشوق کا نام ہے۔ لہذا فرماتے ہین کہ میرا دل روئے فرخ کی ہوس مین اوسی فرخ کی زلف کیطرح پریشان ہے۔ جسپر وہ ظاہری طور سے عاشق تھے۔ اور یہ تمام غزل اول سے آخر تک اوسی کے نام سے تصنیف ہوئی۔

بجز ہندوی زلفش ہیچ کس نیست | کہ برخوردار شد از روی فرخ
سوا اوسکی کالی زلف کے کوئی ایسا نہین ہے | کہ فرخ کی چہرے سے حظ اوٹھانیوالا ہوا ہو

سیاہ نیک بخت است آنکہ دایم | بود ہمراز و ہمزانوئے فرخ
وہ حبشی نیک نصیب ہے جو کہ ہمیشہ | فرخ کا ہمراز اور ہمزانو ہوتا ہو

سیاہ یعنی حبشی جسکا اشارہ زلف کیطرف ہے۔ یعنی سوائے زلف کے کوئی ایسا نہین کہ محبوب کا ہمیشہ ہمراز اور ہم صحبت بلکہ ہم بغل رہتا ہو۔

شود چون بید لرزان سرو آزاد | اگر بیند قد دلجوئے فرخ
سرو آزاد بید کی طرح کانپنے لگے | اگر فرخ کا قد دل پسند دیکھہ پائے

بدہ ساقی شراب ارغوانی | بیاد نرگس جادوئے فرخ
اسے ساقی شراب ارغوانی لا | فرخ کی نرگسین چشم جادو فریب کی یاد مین

ساقی سے مرشد کامل مراد ہے۔ صوفیای کرام کا قاعدہ ہے کہ معشوق حقیقی سے عشق کرنے کے لئے ظاہری طور پر کسی معشوق مجازی کی صورت کو دیکھکر یہ نتیجہ نکالا کرتے ہین کہ جب صورت ایسی اچھی اور دلفریب ہے تو اسکا بنانے والا کیسا ہوگا۔ چنانچہ اسی خیال کو وہ اپنے عشق کا مرکز قرار دیتے ہین۔ اور درحقیقت عشق حقیقی پر پہونچنے کا زینہ بھی یہی ہے لہذا خواجہ رح فرماتے ہین کہ اے مرشد کامل فرخ کی چشم عابد فریب کی یاد مین عشق حقیقی کا جام پلا تاکہ اوسکا سرور زیادہ ہو اور ہم اوسکی صورت کی یاد سے یہ خیال کرین کہ ایسی اچھی صورت کا بنانے والا بھی ضرور اچھا ہوگا۔

دوتا شد قامتم ہمچون کمانے | ز غم پیوستہ چون ابروی فرخ
میرا قد کمان کی طرح دوہرا ہوگیا | جب فرخ کی ابروؤن کے غم سے ملا

تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ که زد — **این قدر دانم که از شعر ترش خون میچکید**

عاشق کش تیر مین نہین جانتا کہ کسنے حافظ کی دلپر مارا — صرف اتنا جانتا ہون کہ اوسکی شعر سے تر خون ٹپکتا تھا

تیر عاشق کش سے عشق مراد ہی یعنی مجھے نہین معلوم کہ حافظ کے دلبر عشق کا تیر کسنے مارا ہان البتہ اتنا جانتا ہون کہ اوسکے اشعار اوسکی حال کے گواہ ہین یعنی ایسے اشعار سواے زخمی دل کے اور کوئی نہین پڑھ سکتا ۔

اگر آن طایر قدسی ز درم باز آید — **عمر بگذشته به پیرانه سرم باز آید**

اگر وہ محبوب پہر دروازہ سے پہر آوے — میری عمر گذشتہ پیرانہ سالی مین لوٹے

طایر قدسے مراد محبوب حقیقی - ز درم باز آید یعنی مجھپر ظہور فرماے - تو مین بڑہاپے مین نئے سر سے جوان ہوجاؤن ۔

دارم امید بدان اشک چو باران که دگر — **برق دولت که برفت از نظرم باز آید**

مین اپنی اون آنسوؤن بارانکی سے امید رکہتا ہون کہ شاید — برق دولت جو میری نظر سے چلی گئی تہی پہر آجاے

میرے آنسو کہ جو مینہ کی مثال رکہتے ہین اونکی وجہ سے مجھے امید ہی کہ شاید برق دولت جو میری نظر سے روپوش ہوگئی ہے پہر چمکنے لگے یعنی آہ و زاری سے معشوق کو اپنی طرف متوجہ کرون برق کا لفظ باران کی مناسبت سے لائے ہین ۔

گر نثار قدم یار گرامی نکنم — **جوہر جان بچہ کار دگرم باز آید**

اگر یار کے گرامی قدم پر نثار نہ کرون — تو میرا جوہر جان دوسرے کونسی کام مین آویگا ۔

آنکه تاج سر من خاک کف پایش بود — **از خدا می طلبم تا بسرم باز آید**

اوسکی خاک کف پا جو میرے سر کا تاج تہی — مین خدا سے چاہتا ہون کہ میرے سر پر آجاوے

کوس نو دولتی از بام سعادت بزنم — **گر ببینم که مه نو سفرم باز آید**

نو دولتی کا نقارہ بام سعادت پر بجاؤن — اگر مین یہ دیکہون کہ سفر سے میرا مہ نو لوٹ آیا

خواهم اندر عقبش رفت بیاران عزیز — **شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید**

یاران عزیز کی طرح مین اوسکے پیچہے جاؤنگا — جسم میرا اگر نا پہریگا تو خبر تو آئے گی ۔

یعنی مین معشوق کی مشایعت مین اوسکے پیچہے یار دوستون کی طرح جاؤنگا اور سے ہرگز

قحط جودست آبروی خود نمی باید فروخت **بادہ و گل از بہای خرقہ می باید خرید**

بخشش و کرم کا قحط ہے اپنی آبرو بیچنی نہیں چاہئے شراب اور گل جُبّہ کی قیمت میں خریدنا چاہئے

ایسے زمانہ میں جبکہ قحط الرجال ہے یعنی عارف کامل یا صاحب کرم نظر نہیں آتا تو ہر کس و ناکس سے التجا کرکے اپنی آبروریزی نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ خرقہ پارسائی کی قیمت میں عشق اور مشاہدہ محبوب حاصل کرنا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ پارسائی کو چھوڑکر رندی اختیار کرنا مناسب ہے۔

غالبا خواہد گشود از دولتم کاری کہ دوش **من ہمی کردم دعا و صبح آمین می دمید**

غالبا میری مراد حاصل ہوگی کہ کل میں دعا کرتا تھا اور صبح قبولیت کی ہوتی آتی تھی

یعنی یقینا میرا مطلب حاصل ہوگا اس اعتبار سے کہ کل جس وقت میں دعا مانگتا تھا تو صبح ہوتی آتی تھی جو دعا کی اجابت کا وقت سمجھا جاتا ہے۔ گویا میں دعا کرتا تھا اور صبح آمین کہہ رہی تھی۔

با لبی و صد ہزاران خندہ گل آمد بباغ **از کریمی گوییا در گوشہ بوئی شنید**

تبسم لب اور سو ہزار خندہ کے ساتھ معشوق باغ میں آیا گویا کہ کریم کرم کی بو گوشہ سے سنائی دی

دامنی گر چاک شد در عالم رندی چہ باک **جامہ در نیکنامی نیز می باید درید**

اگر حالت رندی میں دامن چاک ہوا تو کیا خوف نیکنامی کا بھی جامہ ضرور پھاڑنا چاہئے

یعنی اگر میں حالت رندی میں بدنام ہوا تو کیا فکر ہے اسلئے کہ نیکنامی میں بھی شہرت ہوتی ہے۔ غرضکہ اسمیں بھی نام ہوتا ہے اور اسمیں بھی نام ہی ہوا۔

این لطایف کز لب لعل تو من گفتم کہ گفت **وان تطاول کز سر زلف تو من دیدم کہ دید**

یہ لطیفے جو کہ تیرے لب لعل سے میں نے کہے اور کسی نے کہے اور وہ ظلم کہ جو میں نے تیری زلف سے دیکھا اور کسی نے دیکھا

عدل سلطان گر نپرسد حال مظلومان عشق **گوشہ گیران را ز آسایش طمع باید برید**

بادشاہ کا عدل اگر مظلومان عشق کا حال نہ پوچھے گوشہ میں بیٹھنے والوں کو آرام کی امید منقطع کردینی چاہئے

سلطان سے محبوب حقیقی مراد ہے اور مطلب صاف یعنی اگر محبوب حقیقی مظلومان عشق کی پرسش نہ کرے تو عزلت نشینوں کو آرام کی امید منقطع کردینی چاہئے۔ آسایش جسم آسایش دل کے متعلق ہے۔ جب معشوق کی بے توجہی سے دل بے چین ہوگا تو گویا جسم کو بھی ہجر میں راحت نصیب نہ ہوگی ❖

سیل است آب دیدہ و بر ہر کہ بگذرد ۔۔۔ گر خود دلش ز سنگ بود ہم ز جا رود

ہماری آنکھوں کا پانی رَو ہی جس پر ہو کر کہ گذرے ۔۔۔ اگر خود دل اوسکا پتھر ہو تو جگہ سی ٹلجاے

مطلب یہ کہ ہمارا سیل اشک ایسا تیز رو ہی کہ جس شخص کے پاس ہو کر گذری اگر اوسکا دل پتھر بنا ہوا ہو تب بھی جگہ سے ٹلجاتے ۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی ہماری گریہ وزاری کو دیکھنے تو چاہے وہ کیسا ہی سنگدل ہو مہربان ہوجائیگا ۔

ما را بہ آب دیدہ شب و روز ماجراست ۔۔۔ زین رہگذر کہ بر سر کویش چرا رود

مجھکو اشکوں سے شب و روز جھگڑا کرنا پڑتا ہی ۔۔۔ اس رہگذر مین کہ جو اوسکے کوچہ کی طرف کیوں چلی جاتی ہو

یعنی مجھکو اپنے آنسوؤں سے رات دن لڑائی کرنی پڑتی ہی کہ تم اس رہگذر مین جو کوچہ محبوب کو جاتی ہو نہ ہویا کرو ۔ خلاصہ یہ کہ اوسکے کوچہ مین جو مقام وصال ہی ۔ گریہ وزاری کا کیا نتیجہ ۔ یا یہ کہ مجھکو کوچہ محبوب مین اپنی گریہ وزاری سے تعجب آتا ہے ۔ علاوہ اسکے اس شعر مین ما را ۔ آب دیدہ ۔ اور ماجرا و سر کو ۔ اور رہگذر کی الفاظ قابل لحاظ ہین کہ کس ترتیب سے نظم ہوتے ہین

خورشید خاوری کند از رشک جامہ چاک ۔۔۔ گر ماہ مہرپرور من در قبا رود

شاہ خاور رشک سی کپڑے پھاڑ ڈالے ۔۔۔ اگر میرا مہرپرور ماہ لباس پہنے

حافظ بکوی میکدہ دایم بصدق دل ۔۔۔ چون صوفیان صومعہ دار از صفا رود

حافظ میخانہ کی گلی مین صدق دل سے ۔۔۔ اسیطرح جاتا ہے کہ جیسے صوفی لوگ عبادتخانہ خانقاہ کو

خلاصہ یہ کہ جسطرح صوفی لوگ صدق دل سے خانقاہ کو عبادت کے لئے جاتے ہین اسی طرح حافظ بھی عقیدتمندی اور صفائی قلب سے میخانہ کو جایا کرتا ہی ۔

دیگر

از سر کوی تو ہر کو بملالت برود ۔۔۔ نرود کارش و آخر بخجالت برود

جو کوئی کہ تیرے کوچہ سی ملال کرکے نکلے ۔۔۔ اوسکا کام نہ چلے اور آخر کار شرمندگی سی لوٹ آئے

یعنی جو سالک کہ تیرے کوچہ عشق سے اگر ملول ہو کر نکلے تو وہان سی نکلکر اوسکا کبھی کام نہ بنے گا اور نتیجہ مین شرمندہ ہو کر پھر تیرے کوچہ کو لوٹے گا ۔

سالک از نور ہدایت ببرد راہ بدوست ۔۔۔ کہ بجای نرسد گر بضلالت برود

جو سالک کہ ہدایت کی روشنی سی دوست کی راہ ڈھونڈے ۔۔۔ اگر گمراہ جاویگا تو منزل پر نہین پہونچے گا

بچھوڑ رونگا - بالفرض اگر یہ جسم ان تکالیف سے نجات پا کر نہ لوٹا تو میری خبر تو آئیگی یعنی لوگ یہ تو کہیں گے کہ فلاں نے فلاں کے اوپر جان دیدی

ما نغش غلغل چنگ است و شکر خواب صبوح — ورنہ گر بشنود آہ سحرم باز آید

چنگ کی آواز کا شور اور صبح کی میٹھی نیند اوسکو مانع ہے — ورنہ اگر سنے تو میری آہ سحر کی آواز (دل کی) آوے

چنگ سے عارف مراد ہے جسکی آواز صبح کو عاشقان الٰہی کی راحت افزائی کا باعث ہوتی ہے شکر خواب وہ نیند کہ جو بعد صبح کے ہو یعنی میٹھی نیند - مطلب یہ ہے کہ عارف کی ہوحق کا شور اور صبح کی خواب شیرین میری آواز محبوب کے کان تک نہیں پہونچنے دیتی - ورنہ اگر وہ میری آہ سحری سن لے تو ضرور واپس آجائے یعنی میری طرف متوجہ ہونے لگے -

آرزومند رخ شاہ چو ماہم حافظ — ہمتی تا بسلامت ز درم باز آید

اے حافظ میں مہ وش شاہ کے دیدار کا آرزومند ہوں — اے دل مدد کر تا کہ سلامتی سے میرے دروازہ میں پھر آوے

حافظ کا خطاب دل کیطرف ہے - اور دوسرے مصرعہ میں لفظ دل محذوف ہے - یعنی اے دل میں اوس سرو کے دیدار کا منتظر ہوں - پس تو میری مدد کر تا کہ وہ پھر بخیر و عافیت میری گھر آوے -

از دیدہ خون دل ہمہ بر روی ما رود — بر روے ما ز دیدہ ندانم چہا رود

آنکھوں سے خون دل یکسر ہمارے چہرہ پر جاتا ہے — نہیں معلوم کہ چہرہ سے آنکھوں پر کیا کچھ جاتا ہوگا

اس میں آہ و زاری ہجران کا بیان کیا ہے کہ میری انتہا ہی حالت ہجر محبوب میں حد سے گذر گئی -

ما در درون سینہ ہوای نہفتہ ایم — بر باد اگر رود سر ما زان ہوا رود

ہمنے سینہ میں ہوائے عشق پوشیدہ کر رکھی ہے — اگر ہمارا سر برباد ہو جاوے تو وہ ہوا بھی نکلجاوے

یعنی ہمنے اپنے سینہ میں عشق کی ہوا بھر رکھی ہے - اگر ہمارا سر جاتا ہے تو شاید سودائے عشق بھی جاتا رہے - ورنہ نہیں -

بر خاک راہ یار نہادیم روی خویش — بر روی ما رواست اگر آشنا رود

میں نے یار کی خاک راہ پر مونہہ رکھدیا ہے — اگر دوست ہمارے مونہہ پر قدم رکھے تو مناسب ہے

یعنی ہم نے اپنے مونہہ کو دوست کی راہ کا فرش کر دیا - اگر وہ ہمارے مونہہ پر پیر رکھکر گذرے تو زہے نصیب -

اس شعر کے مضمون سے مرشد ہو یا سالک دونوں مراد ہوسکتے ہیں یعنی مرشد یا سالک جو بھی معرفت حق کا جام ہاتھ میں رکھتا ہے۔ وہ گویا اپنے وقت کا جمشید ہے۔
یعنی جام جمشید اپنے جام میں دنیا کا حال دیکھ لیتا تھا۔ اسی طرح وہ بھی سب بھید معلوم کرسکتا ہے۔

آبی کہ خضر حیات ازو یافت | در میکدہ جو کہ جام دارد
وہ پانی کہ جس سے خضر نے عمر جاوید پائی | میخانہ میں ڈھونڈھ کہ جام موجود ہے

میخانہ سے وہی مقام عشق مراد ہے۔ یعنی وہ چیز کہ جس سے عمر جاوید ملتی ہے عشق کے جام میں ہے اور کہیں نہیں۔

سر رشتہ جان بجام بگذار | کاین رشتہ ازو نظام دارد
جان کا تعلق جام پر چھوڑ دے | کہ یہ سلسلہ اوس سے متعلق ہے
بیرون ز لب تو ساقیا نیست | در دور کسی کہ کام دارد
اے ساقی تیرے لب کے سوا نہیں ہے | زمانہ میں جو کوئی کہ کام رکھے

یعنی جو کوئی کہ زمانہ میں کچھ مقصد رکھتا ہے وہ مقصد تیرے لب کے بغیر نیست یا ہست نہیں ہوسکتا۔

ما و مے و زاہدان و تقوی | تا یار سر کدام دارد
ہم ہیں اور شراب زاہد لوگ ہیں اور تقوی ہے | دیکھیں کہ یار کس طرف متوجہ ہوتا ہے
بر سینہ ریش دردمندان | لعلت نمکی تمام دارد
دردمندوں کے زخمی سینہ پر | تیرا لب لعل تمام حق نمک رکھتا ہے
نرگس ہمہ شیوہای مستی | از چشم خوش تو وام دارد
نرگس نے تمام مستی کے شیوے | تیری چشم خوش سے وام لیکھے ہیں

یعنی نرگس نے یہ مستی کے تمام شیوے تیری آنکھ کے مشاہدہ سے حاصل کئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ عاشق لوگ تیری آنکھوں کو دیکھ کر خود بھی مستی اور ریا کی سیکھ گئے۔

خلاصہ یہ کہ سالک کو ہادی مطلق کی ہدایت سے یا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے یا مرشد کی ہدایت سے معشوق حقیقی کی راہ ڈھونڈنا چاہیے اگر وہ خود بخود وہان پہونچنا چاہے گا تو گمراہ ہو جائیگا۔ اور مقام عشق تک نہین پہونچے گا۔

گر زوی آخر عمر از می و معشوق بگیر
حیف اوقات کہ یکسر بہ بطالت برود

آخر عمر کا حظ معشوق و شراب سے حاصل کر
اون اوقات پر افسوس ہے کہ جو بیکار بیہودہ لعب مین صرف ہو جائین

ای دلیل دل گم گشتہ خدارا مددی
کہ غریب ار نبرد رہ بدلالت برود

اے دل گم گشتہ کی دلیل خدا کے واسطے مدد کر
کہ غریب اگر راہ پر نہ چل سکے تو دلیل سے چلا جائے

دلیل گم گشتہ کا اشارہ مرشد کامل کیطرف ہے۔ اور غریب کا اپنی جانب یعنی اے مرشد کامل برائے خدا مدد فرما۔ اور اس غریب گم کردہ راہ کو دلیل ہدایت سے راہ دکھا تاکہ یہ گم گشتہ راہ منزل مقصود پر پہونچ جائے۔

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است
کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود

طاعت اور معصیت کا حکم خاتمہ پر موقوف ہے
کوئی نہین جانتا کہ آخر مین کیا حالت گذریگی

یہ حال کہ فلان طاعت گذار اور فلان معصیت کار تہا نتیجہ مین معلوم ہوگا۔ اسوقت کسی کو خبر نہین کہ آخر مین کیا پیش آئے۔

کاروانی کہ بود بدرقہ اش لطف خدا
بہ تجمل بہ نشیند بہ جلالت برود

جس قافلہ کا رہنما لطف الٰہی ہو
وہ شوکت کے ساتھ قیام کرتا اور شان کے ساتھ جاتا ہے

مضمون ظاہر ہے توضیح طلب نہین۔

حافظ از چشمہ حکمت بکف آور جامی
بو کہ از لوح دلت نقش جہالت برود

اے حافظ دریائے حکمت سے پیالہ بھر لے
شاید کہ تیرے لوح دل سے جہالت کا نقش مٹ جائے

چشمہ حکمت سے مراد عشق محبت۔ یعنی اے حافظ تو عشق محبت کے دریا سے ساغر بھر لے شاید کہ خود بینی اور جہالت کا نقش جو تیرے لوح دل پر منقوش ہے کالعدم ہو جائے۔

دیگر

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد

جسکے ہاتھ مین جام ہے
وہ ہمیشہ جمشید کی حکومت رکھتا ہے

چشم من کردہ بہر گوشہ روان سیل سرشک ۔ تا سہی سرو ترا تازہ بآبی دارد
میری آنکھ نے ہر کونے کو اسلئے رو آنسو کی جاری کردی ۔ تاکہ تیرے سرو سہی کو پانی سے سیراب رکھے
قاعدہ ہے کہ درخت پانی سے سرسبز رہتا ہے لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے
آنسوؤں کی رو ہر طرف کو اسلئے جاری کی ہے کہ تیرے قد کا درخت تازہ و سرسبز رہے ۔ اور صاف
ظاہر ہے کہ عاشق کی گریہ وزاری معشوق کی رونق اور شہرت کا باعث ہوتی ہے ۔

غمزۂ شوخ تو خونم بخطا میریزد ۔ فرصتش باد کہ خوش رای صوابی دارد
تیرا غمزۂ شوخ میرا خون خطا سے بہاتا ہے ۔ اوسکو فراغت ہو کہ وہ نیک راے رکھتا ہے
فرصتش باد ۔ یعنے اوسکو کوئی مزاحمہ نہ پہونچے ۔ یعنی تیرا غمزہ جو میرا خون کرکے خطا کرتا ہے اوسکو
اس بات پہ کوئی رنج نہ پہونچے ۔ کیونکہ وہ نیک راے سے ہے ۔

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر ۔ ترک مست است مگر میل کبابی دارد
تیری چشم مخمور جو میرے دل سے جگر کا قصد رکھتی ہے ۔ یہ ترک مست شاید کباب کی خواہش رکھتا ہے

جان بیمار مرا نیست ز تو روی سوال ۔ ای خوش آن خستہ کہ از دوست جوابی دارد
میری جان ناتوان کو تجھسے سوال کی مجال نہیں ۔ اے وہ خستہ شخص خوش قسمت ہے کہ دوست سے جواب پائے
یعنی اے محبوب میری جان ناتوان کو تجھسے سوال کی مجال نہیں ۔ وہ عاشق خوش قسمت ہے کہ جو معشوق
سے سوال کرے اور جواب سے مشرف ہو ۔

کی کند سوی دل خستہ حافظ نظری ۔ چشم مستت کہ بہر گوشہ خرابی دارد
حافظ خستہ دل کیطرف کب نظر کرتی ہے ۔ تیری چشم مست کہ جسنے ہر طرف خرابی پہیلائی
چشم مست سے ذات سراسر استغنا مراد ہے ۔ باقی مطلب صاف ۔

دیگر

اگر ز بادہ غم دل ز یاد ما نبرد ۔ نہیب حادثہ بنیاد ما ز جا ببرد
اگر شراب غم دل کو ہماری یاد سے نہ بہلادے ۔ تو حوادثات کی غارتگری ہماری بیخ و بنیاد کو اکھیڑ دے
غم دل سے غم دنیا اور شراب سے عشق محبت مراد ہے ۔ یعنی اگر عشق حقیقی ہماری یاد سے
تفکرات دنیا کو نہ محو کردے تو حوادثات کی غارتگری ہماری بیخ و بنیاد کو جڑ سے اوکھاڑ کر
پھینکدے ۔

ذکر رخ و زلف تو دلم را | وردیست کہ صبح و شام دارد
میرے دلکو تیرے رخ و زلف کا ذکر | صبح و شام کا وظیفہ ہوگیا ہے
در چاہ ذقن چو حافظ ای جان | حسن تو دو صد غلام دارد
ای جان تیرے چاہ ذقن مین حافظ کیطرح | تیرا حسن دو سو غلام رکھتا ہے

یعنی اے دوست تیرا حسن حافظ سے دو سو غلام اپنے چاہ ذقن مین اسیر رکھتا ہے۔
خلاصہ یہ کہ حافظ کی طرح تجھپر بہت سے عاشق ہین +

دیگر

آنکہ از سنبل او غالیہ تابے دارد | باز با دل شدگان ناز و عتابی دارد
وہ کہ جس زلف سے غالیہ بھی پیچ و تاب کہاتا ہے | اسپر بھی عاشقون سے ناز و عتاب پسند کرتا ہے
از سر کشتہ خود میگذری ہمچون باد | چہ توان کرد کہ عمر ست و شتابی دارد
اپنے عاشق کے پاس سے ہوا کی طرح گذر جاتا ہے | کیا کیا جاے کہ عمر ہے جو جلدی کرتی ہے

چونکہ معشوق اپنے سرگشتہ عاشق کے پاس سے ہوا کیطرح جلد گذر جاتا ہے۔ اسلئے گویا وہ عمر کی مانند ہے کہ ادہر آئی ادہر چلی گئی یعشوق کے آنے اور چلے جانے کو عمر کی آمد و رفت سے تشبیہ دیگئی ہے +

ماہ خورشید نمایش ز پس پردہ زلف | آفتابی است کہ در پیش سحابی دارد
اوسکا ماہ خورشید نما زلف کے پس پردہ | آفتاب ہے کہ اپنے سامنے بادل رکھتا ہے

ماہ کا کنایہ معشوق کے چہرہ کیطرف اور خورشید نما اوسکی صفت ہے یش کی ضمیر معشوق کیطرف سمجھنی چاہئے یعنی تیرا چہرہ زلف کے پس پردہ اسطرح چھپا ہوا ہے کہ جسطرح بادل مین آفتاب چھپا ہوا ہو +

آب حیوان اگر اینست کہ دارد لب یار | روشن است اینکہ خضر بہرہ سرابی دارد
آبحیات اگر یہی ہے جو کہ لب یار کے پاس ہے | تو یہ صاف ظاہر ہے کہ خضر کو سراب سے بہرہ وری تھی

یعنی اگر آبحیات یہی ہے کہ جو لب معشوق مین ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو آبحیات خضر کو ملا وہ آبحیات نہین تھا بلکہ سراب تھا + حقیقت مین اصلی آبحیات ہمین حاصل ہے۔ علاوہ اسکے آب حیوان لب اور روشن۔ سراب کے الفاظ خضر کی رعایت سے آئے ہین

عشقیقی کے پاس پہونچا دے۔

دیگر

اگر روم ز پیش فتنہا برانگیزد — ور از طلب بنشینم بکینہ برخیزد

اگر اوسکے پیچھے جاتا ہون تو فتنے اٹھتے ہین — اور اگر طلب سے بیٹھتا ہون تو لڑائی بڑھتی ہے

یعنی اگر مین اوسکی محبت کا دم بھرتا ہون (عشق کرتا ہون) تو آفتون اور بلاؤن کا سامنا ہوتا ہے اور اگر اوس کی طلب سے باز رہکر کسی دوسرے سے التفات کرتا ہون تو وہ خفا ہوتا ہے۔

غرضکہ مین عجیب مصیبت مین گرفتار ہون۔

وگر برہگذری یکدم از وفاداری — چو گرد در پیش افتم چو باد بگریزد

اور اگر کسی وقت رہگذر مین وفاداری سے — مثل گرد کے اوسکی راہ مین پڑجاتا ہون تو وہ ہوا کیطرح بھاگتا ہے

چو گویمش کہ چرا با کسان بیامیزی — چنان کند کہ سرشکم بخون بیامیزد

جو اوس سے کہون کہ تو اوروں سے کیون ملتا ہے — تو وہ یہ کرے کہ میرے آنسو آنکھ مین خون ملادے

یعنی اگر مین اپنے معشوق سے کہدون کہ تو غیرون سے کیون رابطہ ضبط رکھتا ہے تو وہ میرے ساتھ یہ سلوک کرے کہ میری آنکھونسے بجاے اشک کے خون رلواے۔ خلاصہ یہ کہ اتنا کہنے سے وہ جور وستم اور زیادہ کریگا۔

وگر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس — ز حقۂ دہنش چون شکر فرو ریزد

اور اگر مین آدھا بوسہ بھی طلب کرون تو سیکڑون افسوس — اوسکی حقۂ دہن سے شکر کیطرح گرنے لگین

نیم کا لفظ قلت کے لئے آتا ہے جیسے کہ ایک آدہ بوسہ اردو کا محاورہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر مین اوس سے ایک کیا بلکہ نصف بوسہ بھی طلب کرتا ہون تو اوس کے مونہہ سے سیکڑون افسوس شکر کی طرح جھڑتے ہین یا افسوس کے معنی کلمات سخت مثل گالی وغیرہ کے ہون۔ اور شاید اسی رعایت سے شکر کا لفظ لائے ہین۔

من آن فریب کہ در نرگس تو می بینم — بس آبروے کہ در خاک رہ فرو ریزد

مین وہ فریب کہ جو تیری نرگسین چشم مین دیکھتا ہون — بہت سی آبرو کو گرد راہ مین برباد کرتا ہے

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست — کجاست شیر دلے کز بلا نہ پرہیزد

بیابان عشق مین فراز نشیب بہت دام بلا ہین — وہ شیر دل کونسا ہے کہ بلا سے نہ ڈرے

وگرنہ عقل بمستی فرو کشد لنگر   چگونہ کشتی ازین ورطۂ بلا ببرد
اور جو عقل مستی کا لنگر نہ ڈالدے   تو کس طرح کشتی اس ورطۂ بلا سے نکلے

مضمون شعر بالا کی توضیح ہے یعنی اگر عقل مستی کا لنگر اس حوادثات دنیا کے دریاے ناپیدا کنار میں نہ ڈالے تو کشتی جو کسیطرح اس بھنور سے پار نہین ہوسکتی ۔

طبیب عشق منم بادہ خور کہ این معجون   فراغت آرد و اندیشۂ بلا ببرد
مین عشق کا طبیب ہون شراب پی کہ یہ معجون   فراغت لاتی ہی اور اندیشۂ رنج کو دور کرتی ہی

یعنی اے عاشق دردمند مین اس عشق کا حکیم ہون اور میری تجویز تیرے واسطے یہ ہی کہ تو شراب پی یہ شراب محبت و طرفہ معجون ہے کہ تمام جھگڑے کے بکھیڑون سے فارغ کرتی اور سب فکرون اور بلاون کو دور کرتی ہی۔

دل ضعیفم ازان میکشد بطرف چمن   کہ جان ز مرگ بہ دلداری صبا ببرد
میرا ضعیف دل اسلئے مجھکو چمن کیطرف لئے جاتا ہے   کہ جان موت سے صبا کی دلداری مین نکلجاتے

چمن سے مجلس مرشد مراد ہے اور مطلب یہ کہ مرشد کامل کی دلداری مین میری جان مرگ کے پنجے سے بچ جائیگی اسلئے میرا دل مجھکو وہان لئے جاتا ہی۔

گذار بر ظلمات است خضر راہے جو   مبادکہ آتش محرومی آب ما ببرد
گذر ظلمات کیطرف ہی خضر سے راہ پوچھو   مباداکہ محرومی آگ ہماری پانی کو خشک کردی

ظلمات سی راہ عشق اور خضر سے مرشد کامل مقصود ہے یعنی اس تاریک راہ عشق مین مرشد سی راستہ معلوم کرنا چاہئے کہین ایسا نہو کہ محرومی کی آگ ہمارے اس آبرو کو سوختہ کردے ۔

فغان کہ با ہمہ کس بند کینہ باخت فلک   کسے نبود کہ دستے ازین دغا ببرد
زیاد کہ سب نے فلک کینہ ور سی بازی ہاری   کوئی ایسا نتھا کہ جو اس دغا سے جیت لے گیا ہو

بسوخت حافظ و کس حال او بیار نگفت   مگر نسیم پیامے خدای را ببرد
حافظ جل گیا اور کسی نے اوسکا حال یار سی نکہا   مگر اے نسیم کوئی پیام خدا کیلئے تو ہی پہونچادے

خدای را بمعنے خدارا یا برائے خدا یعنی حافظ آتش عشق مین سوختہ ہوگیا اور کسی نے اوسکا حال دوست سے نہ کہا اسے باد صبا تو ہی مہربانی کر اور خدا کے واسطے حافظ کا پیام محبوب

دلبر کہ جان فرسود ازو کام دلم نگشود ازو | نومید نتوان بود ازو باشد کہ دلداری کند

دلبر کہ جس سے جان تباہ ہوئی اور مقصد دل کا بھی پورا نہوا | اوس سے ناامید نہونا چاہئے شاید کہ دلداری کرے

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ

گفتم گرہ نگشودہ ام زان طرہ تا من بودہ ام | گفتا منش فرمودہ ام تا با تو طراری کند

میں نے کہا کہ میں نے اوس طرہ سے گرہ نہیں کھولی ہے جب سے کہ | فرمایا کہ مین نے اوسی حکم دیا ہی تاکہ تیری ساتھہ عیاری کرے

فرماتے ہین کہ مین نے کہا کہ ای محبوب مین نے جب سے تیرا عشق کیا ہی شدائد و بلیات عشق سے راحت نہین ملی جواب مین فرمایا کہ مین نے اوسکو حکم دیا ہے کہ تیری ساتھہ چالاکی کرکے تجھکو مصیبت ہجر مین گرفتار رکھی۔ خلاصہ یہہ کہ رنج و مصیبت تیری نام زد ہو چکے ہین۔

پشمینہ پوش تندخو کز عشق نشنیدست بو | از مستیش رمزی بگو تا ترک ہشیاری کند

اوس پشمینہ پوش تندخو سے کہ جس نے عشق کی بو نہ پائی ہو | اوسکی مستی کا ذرا سا حال کہو تاکہ ہشیاری چھوڑ دے

پشمینہ پوش زاہد خوش لباس جو تطاعت ریای کرتا ہو یعنے زاہد خوش لباس سے کہ جسنے عشق و محبت کی چاشنی نہین پائی ہو عشق کی مستی کا ذرا سا حال بیان کرو تاکہ ہشیاری چھوڑکر مست لایعقل بن جائے۔

چون من گدای بینشان مشکل بود یار فلان | سلطان کجا عیش نہان با رند بازاری کند

مجھسے بینشان گدا کو فلان محبوب سے یاری کرنا مشکل ہی | رند بازاری کیساتھہ کبھی بادشاہ خفیہ عیش کیا کرتا ہی

زان طرہ پر پیچ و خم سہلست اگر بینم ستم | از بند و زنجیرش چہ غم آنکس کہ عیاری کند

اوس طرہ پر پیچ و خمدار سے میری لئی ستم دیکھنا آسان ہی | جو شخص کہ عیاری کرتا ہو اوسکو قید و بیڑی سے کیا غم

یعنے مجھکو اوس طرہ پیچدار کے جور و ستم کی کچھہ پروا نہین اسلئے کہ جو شخص کہ عادی جرم ہو اوسکو قید و بند کی کچھہ فکر نہین ہوتی۔

شد لشکر غم بیعدد از بخت میخواہم مدد | تا فخر دین عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند

غم کا لشکر بیشمار ہوا اپنی قسمت سے مدد چاہتا ہون | جب تک کہ فخر دین عبد الصمد غمخواری کرے

عبد الصمد کا اشارہ مرشد کی طرف ہی یا خواجہ صاحب کے مرشد کا نام ہی بہرحال مطلب اس سے زیادہ توضیح نہین چاہتا

با چشم پرنیرنگ او حافظ مکن آہنگ او | کان طرہ شبرنگ او بسیار مکاری کند

اے حافظ اوسکی چشم پرنیرنگ سے اوسکی پاس کا قصد نکر | کہ اوسکا طرہ شبرنگ بہت مکاری کرتا ہے

تو عمر خواہ و صبوری کہ چرخ شعبدہ باز | ہزار بازی ازین طرفہ تر برانگیزد

تو عمر کا طالب ہو اور صبر کر کہ فلک شعبدہ باز | ہزار قسم تین طرفہ تر اٹھائے گا

طرفہ تر بمعنی ایک سے ایک زیادہ عجیب یعنی تو اپنی زندگی چاہ اور صبر کر۔ اگر تو زندہ رہا تو دیکھنا یہ فلک شعبدہ باز کیسی کیسی عجیب چالین چلتا ہے

بر آستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ | اگر ستیزہ کنی روزگار بستیزد

اے حافظ آستانۂ تسلیم پر سر جھکا دے | اگر جھگڑا کریگا تو زمانہ تجھسے آمادہ جنگ ہو جائیگا

یعنی اے حافظ تو آستانۂ تسلیم پر سر نیاز جھکا دے۔ اگر تمردی کریگا تو زمانہ تجھسے برسر پیکار ہوگا۔ اور تجھکو چین نہین لینے دیگا۔

آن کیست کز روی کرم با من وفاداری کند | بر جای بدکاری چو من یکدم نکوکاری کند

وہ کون ہے کہ از روی کرم مجھسے وفاداری کرے | مجھ سے بدکار کے اوپر کسیدم نیکوکار رہو

اول بہ بانگ نای و نی آرد بگوشم پیغام وی | وانگہ بیک پیمانہ می با من وفاداری کند

اول نے کے ساز و نغمہ سے اوسکا پیغام سنائے | پھر ایک پیالہ شراب سے میری رفاقت کرے

یعنی ایسا کون شخص ہے کہ اپنے کرم کے خیال سے میرے ساتھ وفاداری کرے۔ گو مین بدکار ہون مگر وہ مجھسے بدکار کے ساتھ بھلائی واحسان سے پیش آئے کہ اول تو مجکو بانسلی کے نغمہ کی آواز سے دوست کا پیغام پہونچائے۔ پھر پیالہ بھر شراب اپنے خم معرفت سے پلائے۔ واضح ہو کہ یہ خطاب مرشد کیطرف ہے + چونکہ مرشد کامل اول سخنان حقائق و معارف طالب حقیقت کو سناتا بعد ازان اسرار معرفت سے آگاہ کرتا ہے ایسی حالتین طالب پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے سادہ ریئے عرفان کا نشہ اوسکی رگ و پے مین ساری ہو کر عجیب سرور بخشتا ہے وہ ایسا سرور ہے کہ جسکی تشبیہ اس مجازی شراب کی نشہ سے بالکل نہین دیجا سکتی کیونکہ اوسین کیفیت کے سوا خمار کا نام نہین ہوتا اور نہ اوسکی اثر سے نفوس حیوانیہ کو تحریک ہوتی ہے جو اس نشہ کی خاص انخاص صفت ہے غرضکہ وہ ایسی حالت ہے جسکا بذریعہ حرف و صوت کے ظاہر کرنا ممکن نہین۔ قاعدہ ہے کہ اہل سماع صوفی زیادہ تر بانسلی کی آواز سے متاثر ہوتے ہین اور اسی غرض سے حافظ صاحب نے اول بانسلی کی آواز سے دوست کا پیغام سنانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اپنی جان قربان کروں

حافظ تو ترک غمزۂ خوبان نمیکنی   دانی کجاست جای تو خوارزم یا خجند

ای حافظ تو حسینوں کے غمزوں کو نہیں چھوڑتا   کیا تو جانتا ہے کہ تیری جگہ کہاں ہے خوارزم یا خجند ہے

خجند بضم خاء و بفتح (ج) خوارزم و خجند ترکستان میں دو قصبے ہیں جو حسینوں کے لئے مشہور ہیں۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اے حافظ تو معشوقوں کے غمزوں کے خیال کو نہیں ترک کرتا اگر ترک نہیں کریگا تو تجھے خوارزم و خجند کو بھیجدیا جائیگا جہاں کے حسین ستم پیشہ ہوتے ہیں اور عاشقوں کو خوب ستانا جانتے ہیں۔

اگر ز کوی تو بوی بمن رساند باد   بمژده جان جہان را بباد خواہم داد

اگر تیرے کوچہ سے ہوا میرے پاس خوشبو پہونچا دے   تو اس خوشخبری میں جہان کی جان نثار کروں

بباد کا لفظ مرادف ہے یعنے اگر ہوا تیری بو میرے پاس پہونچا دے تو میں اپنی تو اپنی بلکہ سارے جہان کی جان اس خوشخبری میں قربان کر ڈالوں یا اس خوشخبری کے بدلہ میں جہان کی جان ہوا کو دیدوں۔

اگرچہ گرد برانگیختے ز ہستے من   غباری از من خاکی بدامنت مفتاد

اگرچہ تونے میری ہستی کو ہوا میں اڑا دیا   لیکن میری خاک کا غبار تیرے دامن پر نہ پڑے

گرد برانگیختن برباد کردن۔ خلاصہ یہ کہ اگرچہ تونے میری ہستی کو برباد کر ڈالا لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری خاک کا غبار تیرے دامن پر پڑے اور اس سے تجھے تکلیف پہونچے۔

تو تا بروی من ای نور دیدہ در بستے   دگر جہان در شادی بروی من نکشاد۔

ای نور چشم جب سے کہ تونے مجھ پر خوشی کا دروازہ بند کیا ہے   تو کسی نے بھی در شادی میرے لئے نہ کھولا

خیال روی تو ام دیدہ میکند پر خون   ہوای زلف تو ام عمر میدہد برباد

تیرے رخ کا خیال آنکھوں میں خون کر دیتا ہے   اور تیری زلف کی خواہش عمر کو اکارت کئے ڈالتی ہے

نہ در برابر چشمی نہ غایب از نظری   نہ یاد میکنی از من نمیروی از یاد

تو نہ آنکھوں کے سامنے ہے نہ نظر سے غائب   نہ تو مجھے یاد ہی کرتا ہے اور نہ میری یاد سے فراموش ہوتا ہے

یعنے محبوب حقیقی نہ تو تو میری آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ اوسنے غایب نہ تو مجھے یاد فرماتا ہے (بلاتلب ہے) اور نہ میری یاد ہی سے جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تیرا حاضر و غائب یکساں ہے۔ عبارہ اسکے

یعنے اے حافظ اوسکی چشم عابد فریب کی وجہ سے اوسکی محبت کا دھیان نکر اسلیے کہ طرہ شبرنگ بہت سی مکاری کرنی جانتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ دلکو پھندے مین پھانس لیتا ہی۔

ای پستۂ تو خندہ زدہ بر دہان قند — مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند

ایکہ تیری پستہ دہن نے قند کا مونہہ چڑھایا — مین مشتاق ہون خدا کیلیے ایک تبسم کر

جائیکہ یار ما بشکر خندہ دم زند — ای پستہ کیستی تو خدا را دگر مخند

جسجگہہ کہ ہمارا یار تبسم کرتا ہو — ای پستہ تو کیا چیز ہی خدا کیلیے زیادہ ہنس

یعنے جہان کہ ہمارا معشوق تبسم فرماتا ہو ای پستہ تو خدا کیلیے وہان مت ہنس کیونکہ تیرا خندہ اوسکی تبسم کے سامنے محض بے حقیقت ہے۔

خواہی کہ برنخیزدت از دیدہ رود خون — دل در ہوای صحبت رود کسان مبند

اگر تو چاہتا ہی کہ تیری آنکھون سے خون کی ندی جاری ہو — تو دل انسان زادون کی ہوا صحبت مین نہ دی

یعنے اگر تو چاہتا ہی کہ تجھکو مصیبت مین خون کی آنسو نہ بہانا پڑین تو تو معشوق کا عشق نہ بلکہ عشق الٰہی کر جو رقابت وغیرہ سے پاک ہی

گہ طرہ مینمای و گہ طعنہ میزنی — ما نیستیم معتقد مرد خود پسند

کبھی تو طرہ دکھلاتا ہی اور کبھی طعنہ مارتا ہے — ہم خود پسند شخص کے معتقد نہین ہین

طوبی ز قامت تو نیارد کہ دم زند — زین قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند

طوبی کی کیا طاقت کہ تیری قد کی برابری کا دم بھرے — اس قصہ سے درگذر کرتا ہون کہ بات بڑہی جاتی ہی

نیارد بمعنے نتواند یعنے طوبی کی طاقت نہین کہ تیرے قد کی ہمسری کر سکے لہذا مین اس قصہ سے درگذر کرتا ہون ورنہ بحث کو طول ہوا جاتا ہے۔

ز آشفتگی حال من آگاہ کی شود — آنرا کہ دل نگشت گرفتار این کمند

میری پریشان حالی کب خبردار ہو سکتا ہی — وہ شخص کہ جسکا دل اس کمند مین گرفتار نہین ہوا

بازار شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست — تا جان خود بر آتش رویش کنم سپند

بازار شوق گرم ہوا وہ شمع رخ کہان ہے — تا کہ اپنی جان اوسکی آتش رخ پر سپند کرون

سپند کردن بمعنے نثار کردن۔ یعنے بازار شوق گرم ہو رہا ہے معشوق کہان ہی تا کہ اوسکے چہرہ پر

بیا بمیکدہ و ضع قرب جاہم بین ۔ اگرچہ چشم بما واعظ از حقارت کرد

شراب خانہ مین آ میرا قرب و مرتبہ دیکھ ۔ اگرچہ واعظ نے ہماری طرف حقارت کی نظر کی ہے

میکدہ سے مقام عشق یا عالم جبروت مراد ہے یعنی ای مخاطب عالم عشق یا عالم جبروت مین آ اور اوسجگہہ ہمارا مرتبہ محبوب حقیقی کے نزدیک دیکھہ تاکہ تجھکو حقیقت معلوم ہوجاے اگرچہ عالم ناسوت مین ظاہر مین واعظ ہمکو ذلیل و خوار سمجھتا اور ہمپر حقارت کی نظر ڈالتا ہے۔

نشان مہر و محبت ز جان عاشق جوی ۔ اگرچہ خانہ دل محنت تو غارت کرد

محبت و وفا کا نشان عاشق کی جان سے ڈھونڈھ ۔ اگرچہ تیری محنت نے خانہ دلکو برباد کردیا ہے

یعنے ای محبوب گو تیری ہجر کی محنت اور مصیبت نے عاشق کا خانہ دل ویران کرڈالا تاہم اگر پھر بھی تو مہر و وفا کا نشان پانا چاہتا ہے تو اوسکی جان سے ڈھونڈھ۔

اگر امام جماعت بجواندش امروز ۔ خبر دہید کہ حافظ بمی طہارت کرد

اگر آج بھی جماعت کا امام بلاے ۔ تو اوس سے کہدیجو کہ حافظ نے شراب سے وضو کیا

خلاصہ یہہ کہ حافظ شراب سے مست ہوکر پاک بھی نہین ہے اور تہایا بھی نہین ہے وہ آج نماز نفل کچھہ نہین پڑھے گا۔

بستر جام جم آنگہ نظر توانی کرد ۔ کہ خاک میکدہ کحل بصر توانی کرد

جام جم کے بھید پر اوسوقت نظر کی جاسکتی ہے ۔ کہ جب میکدہ کی خاک کو آنکھہ کا سرمہ بنالیا جاوے

جم سے مرشد اور جام سے ساغر عشق و محبت مراد ہے اور مطلب یہہ کہ مرشد کے جام کا راز اوسوقت دیکھا جاسکتا یا سمجھہ مین آسکتا ہے کہ جب میخانہ کی خاک جس سے مقام عشق متصور ہے بجاے سرمہ کے آنکھون مین لگائی جائے ورنہ ان آنکھون سے وہ راز کبھی دکھائی نہ دیگا

گدائی در میخانہ طرفہ اکسیریست ۔ گرین عمل بکنی خاک زر توانی کرد

میخانہ کے در کی فقیری طرفہ اکسیر ہے ۔ اگر تو اسپر عمل کرے سونا کرسکتا ہے

مباش بی می و مطرب بزیر چرخ کبود ۔ کزین ترانہ غم از دل بدر توانی کرد

نیلے آسمان کے نیچے بلا شراب و مطرب کے مت رہ ۔ اسلئے کہ یہہ ترانہ غم کو دل سے باہر نکال پھینکیگا

می سے عشق مطرب سے مرشد باصفا اسلئے کہ وہ حقائق اور معارف کے بیانات کرکے منتر شدون کو

غالق سے مخلوق کا تعلق ایسا زبردست ہے کہ تو وہ اوسے بہول سکے ہیں اور اوسمین شامل ہونیکی اجازت پاتے ہین۔

بجای طعنہ اگر تیغ میزند دشمن | ز دوست دست ندارم ہر چہ باداباد
طعنہ کی بجائے اگر دشمن تلوار بہی مارے | جو کچھہ ہو سو ہو ہم دوست سے دست بردار ہونگے

ز دست عشق تو جان رانمیبرد حافظ | کہ جان ز محنت شیرین نمیبرد فرہاد
حافظ تیری عشق کے ہاتہہ سے جان سلامت نہین لیجا یگا | کہ باوجود بڑی محنت کے بہی فرہاد اپنی جان سلامت نہ لیجا سکا

یعنے جب فرہاد عشق مین اپنی جان شیرین باوجود محنت کے بہی سلامت نہ لیگیا تو حافظ تیری عشق کے ہاتہہ سے کیسے جان بر ہوسکیگا۔

بآب روشن می عارفی طہارت کرد | علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد
اوس عارف نے شراب کے چمکدار پانی سے غسل کیا | یعنے کہ صبح کیوقت میخانہ کی زیارت کی

آب روشن می مضاف مضاف الیہ ہے بمعنے عشق و محبت ہے۔ اور میخانہ سے مراد عالم عشق۔ یعنی جس عارف نے کہ صبح کیوقت عالم عشق کی زیارت کر لی اوسنے گویا عشق الٰہی کے پانی سے وضو یا غسل کیا اور جو کچھہ ملوثات اوسکے دل مین تہی وہ سب دہو ڈالی۔ بعض نے علی الصباح سے روز ازل مراد لیا ہے یعنی طالبان حق اور عارفان کامل کو عشق آج سے نہین ہوا بلکہ روز ازل مین ہی اونکا قرعہ عشقبازی پر پڑا تہا جنہون نے کہ چشمہ عشق سے طہارت کی۔

ہمین کہ ساغر زرین خور نہان کردند | ہلال ابروساقی بہی اشارت کرد
جیسے ہی کہ سورج کے زرین ساغر کو پوشیدہ کیا | ابروی ساقی کے ہلال نے شراب کیطرف اشارہ کیا

یعنے جیسے ہی کہ سورج چہپا مرشد کامل نے طالبون کو می محبت سے سرمست ہونے اور ذوق حق کرنے کا اشارہ کیا۔

خوشا نماز و نیاز کسے کہ از سر درد | بآب دیدہ و خون جگر طہارت کرد
کسیکی نماز و نیاز اچہی کہ درد سر کیوجہہ سے | آنسون اور خون جگر سے وضو کر لیا

بہای بادہ چون لعل چیست جوہر عقل | بیا کہ سود کسی برد کین تجارت کرد
لعل کیطرح سرخ شراب کی قیمت کیا ہے جوہر عقل ہے | آ کہ اوس نے نفع اوٹہایا جسنے تجارت کی

یعنی اے دل اگر تو ریاضت کے فائدہ سے آگاہ ہو جائے تو اپنا سر اسطرح دیدے کہ جس طرح شمع
ہنسی کھیلتے اپنا سر کٹوا دیتی ہے۔

ولی تو تا لب معشوق و جام می خواہی ؛ طمع بدار کہ کار دگر تواسنے کرد

توجبتک لب معشوق اور جام شراب کا خواہان ہے ؛ امید ست رکھ کہ دوسرا کام کر سکے گا

گر این نصیحت شاہانہ بشنوی حافظ ؛ بشاہراہ طریقت گذر توانی کرد

اگر حافظ اس شاہانہ نصیحت کو سنے ؛ تو طریقت کی شاہ راہ سے گذر کر سکتا ہے

جتنے اشعار اس غزل میں ہین وہ سب عشق معرفت کی ہدایت سے بھرے ہوئے ہین لہذا مقطع مین حسب
قاعدہ اپنی طرف خطاب کرکے فرماتے ہین کہ اے حافظ اگر تو یہ مذکورہ نصیحتین جو ایک اعتبار سے شاہانہ طور
رکھتی ہین خوب گوش دل سے سنے گا تو طریقت کی شاہ راہ مین آسانی سے پہونچ جائیگا۔

بیا کہ ترک فلک خوان روزہ غارت کرد ؛ ہلال عید بدور قدح اشارت کرد

آ کہ ترک فلک نے روزہ کے خوان کو غارت کر ڈالا ؛ عید کے چاند نے قدح شراب کے دور کیطرف اشارہ کیا

اے ساقی آ کہ روزے تمام ہوے اور عید کے چاند نے قدح شراب کی اجازت دی علاوہ اس کے
پہلے مصرع مین ترک فلک کا خوان روزہ کو غارت کرنا اس اعتبار سے ہے کہ ترک لوگ اپنی
دستور کے موافق خوان یغما کو لوٹا کرتے ہین بہت ہی پر معنی ہے۔ اصطلاح مین ترک فلک مریخ
کہتے ہین جس سے یہان عشق مراد ہے۔ روزہ سے زہد و ورع ہلال سے جذبہ محبت متصور کرنا چاہئے
یعنے عشق نے ہمسے پرہیز گاری کو لوٹ لیا اور جذبہ محبت نے قدح شراب معرفت پینے کی طرف اشارہ
کیا پس اے ساقی مرشد کامل آ تا کہ مے عشق پیکر خوب مست ہون اور نشہ عرفان کے مزے لوٹین۔

ثواب روزہ و حج قبول آنکس برد ؛ کہ خاک میکدہ عشق را زیارت کرد

روزہ اور حج قبول شدہ کا ثواب وسے حاصل ہوا ؛ جسنے میخانہ عشق کی خاک کی زیارت کرلی

مقام اصلی ما گوشہ خرابات است ؛ خداش خیر دہاد آنکہ این عمارت کرد

ہمارا اصلی مقام گوشہ خرابات ہے ؛ خدا اوسے نیک اجر دے جسنے کہ یہ عمارت بنائی

گوشہ خرابات سے وہی مقام عشق مراد ہے یعنے مرشد کامل کو خدا نیک جزا دے جسنے یہ عمارت بنائی
یعنے مرشد و نکے دل مین بنائے عشق الٰہی قائم کی۔

وجد و سرور مین لاتا ہے۔ پس مطلب یہہ ہی کہ ای مخاطب تو دنیا مین بغیر عشق الٰہی اور مرشد کامل کے زرہ کسلئے کہ یہہ دونون دل کو دنیا کے غم سے پاک و صاف کرکے رجوع الی اللہ کردیتی ہین

بعزم مرحلۂ عشق پیش نہ قدمے — کہ سودہا بری ار این سفر توانے کرد

مرحلۂ عشق طے کرنیکا ارادہ سے قدم بڑہا — کیونکہ تو فائدہ اوٹہاینگا اگر اس سفر کو کرسکیگا

بیا کہ چارۂ ذوق حضور و نظم امور — بہ فیض بخشی اہل نظر توانے کرد

آکہ ذوق حضور اور انتظام امور کا علاج — اہل نظر کی فیض بخشی سے کیا جاسکتا ہی

ذوق حضور یعنے ذوق حضوری محبوب حقیقی۔ اہل نظر سے عارفان کامل مراد ہین۔ یعنی محبوب حقیقی کی حضوری کا شوق اور جملہ امور کا انتظام عارفان کامل کے فیض صحبت یا کرم بخشی سے پورا ہوسکتا ہے

گل مراد تو آنگہ نقاب بکشاید — کہ خدمتش چو نسیم سحر توانے کرد

تیری مراد کا پہول اوسوقت نقاب اوٹہائیگا (کہلے) — کہ اوسکی خدمت نسیم سحری کیطرح سکیگا کرنا

تو کز سرائے طبیعت نمیروی بیرون — کجا بکوی حقیقت گذر توانے کرد

تو کہ طبیعت کی سرای سے باہر نہین جاتا — تو کوچہ حقیقت مین کسطرح پہونچ سکیگا

سرائے طبیعت یعنی خواہش نفس یا ہوا و ہوس۔ یعنی جب تو ہوا و ہوس کی مقام سے باہر نہین نکلتا (ہوس دنیا نہین چہوڑتا) تو حقیقت کے کوچہ مین تیرا گذر کیسے ہوگا۔

جمال یار ندارد نقاب و پردہ ولی — غبار رہ بنشان تا نظر توانے کرد

یار کا جمال پردہ و نقاب نہین رکہتا و لیکن — راہ کی غبار کو صاف کرتا کہ نظر آسکے

غبار رہ کا کنایہ تعلقات دنیا اور جسم انسانی یا ہستی ظاہری سے ہے مطلب یہہ کہ جمال یار پر پردہ مقنع کچہہ نہین ہے لیکن پہلے تو ظاہری ہستی اور قید جسمانی سے قطع تعلق کری پہر اوسکو شوق سے دیکہہ لی جبتک تیری نظروں کی سامنی یہہ پردہ رہیگا اوسوقت تک جمال یار دکہائی نہ دیگا چنانچہ حافظ صاحب دوسری جگہہ فرماتی ہین سے حجاب چہرہ جان میشود غبار تنم ٭ خوشا دمی کہ ازین چہرہ پردہ بر فگنم ٭

دلا ز نور ریاضت گر آگہے یابی — چو شمع خندہ زنان ترک سر توانی کرد

ای دل اگر تو نور ریاضت سی آگاہی پائے — تو شمع کیطرح ہنستے ہوئی ترک سر کرسکتا ہی

قرة العین من آن میوهٔ دل یادش بود　　که خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد

میرا قرة العین جسکی یاد میرے دل کا میوہ ہو جیو　　خود تو سبکبار ہو گیا اور میرے کام کو مشکل کر گیا

سبکبار ہونا دنیا کے جھگڑے سے چھوٹنا جسم کے بار سے ہلکا ہو جانا میرا کام مشکل کر گیا یعنی میری زندگی کو تلخ کر دیا۔ یاد کو دل کا میوہ کہنے سے یہہ مراد ہے کہ اوسکی یاد دل کو اچھی معلوم ہوتی ہے؛

ساربان بار من افتاد خدا را مددی　　که امید کرمم همره این محمل کرد

ای شتربان میرا بوجھہ گر پڑا خدا کیلئے مدد کر　　کہ مجھے کرم کی امید نے اس محمل کے ہمراہ کیا ہے

شتربان سے مرشد مراد ہے۔ بوجھہ گر پڑنا معنے مبتلائے تفکرات ہو جانا۔ خلاصہ یہہ کہ ای مرشد کامل میں ہر آلام میں گرفتار رہوں خدا کیلئے میری مدد فرما اور مجھہ کو ان غموں سے چھڑا کیونکہ میں نے کرم کی امید پر تیرا دامن پکڑا ہے۔

روی خاکی و نم چشم مرا خوار مدار　　چرخ فیروزه طربخانه ازین کهگل کرد

میری خاکی رخ اور تری آنکھہ کو خوار و ذلیل نہ سمجھہ　　نیلگوں آسمان کے طرب خانہ کو اس سے کہگل کیا ہے

مطلب یہہ کہ میرے چہرہ کی مٹی اور آنکھوں کے پانی کو ذلیل نہ سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ آسمان کا طربخانہ جس سے عالم ملکوت مراد ہے انہی گارہ سے لیسا گیا ہے۔ خلاصہ یہہ کہ عارفوں کی ذات ملاء اعلیٰ تک کو زینت بخشتی ہے۔

آه و فریاد که از چشم حسود مه و مهر　　در لحد ماه کمان ابروی من منزل کرد

آہ و فریاد کہ ماہ و مہر کی حاسد آنکھہ سے　　میرے چاند کمان ابرو نے گور میں مقام کیا

نزدی شاه رخ و فوت شد امکان حافظ　　چکنم بازی ایام مرا غافل کرد

ای حافظ تو نے شاہ رخ نہ مارا اور امکان جاتا رہا　　کیا کروں کہ بازی ایام نے مجھے غافل کر دیا

شاہ رخ نہ مارنے کا مطلب شاہ شطرنج کو کشت دینا اور رخ کے مارنے سے ہوتا ہے فارسی محاورہ [illegible] نکردی یعنی جو کچھہ تجھے کرنا چاہیے تھا وہ نہیں کیا مصرع ثانی اسکا جواب ہے کہ بازی ایام نے مجھے غافل کرکے میرے اصلی فعل سے مجھے باز رکھا۔

بخت از دهان یار نشانم نمی‌دهد　　دولت خبر ز راز نهانم نمی‌دهد

نصیب یار کے دہن کا نشان نہیں دیتا　　دولت طالع مجھے پوشیدہ راز نہیں بتلاتا

نماز در خم آن ابروان محرابی کسی کند کہ بخون جگر طہارت کرد

وہ شخص اون محرابی ابروانکی خم مین نماز ادا کرے جسنے کہ خون جگر سے وضو کیا ہو

امام شہر کہ سجادہ میکشید بدوش بخون دختر رز جامہ اقصارت کرد

شہر کا امام کہ جو مصلے کندہی پر سے لئے پہرتا تھا اوسنی دختر رز کے خون سے خرقہ کو چہڑک لیا

دختر رز شراب انگوری یعنے شہر کے امام صاحب جو ایسا نیک متقی تہے کہ جائے نماز کندہی پر لئے پہرتے ہی اونہون نے شراب انگوری سے خرقہ زہد پر داغ لگائے خلاصہ یہہ کہ عشق کرنے لگے

فغان کہ نرگس جماش شیخ شہر امروز نظر بدردکشان از سر حقارت کرد

فریاد کہ شیخ شہر کی ڈہیٹہ آنکہہ نے آج عاشقون پر حقارت سے نظر کی

حدیث عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ اگرچہ صنعت بسیار در عبارت کرد

عشق کی حکایت حافظ سے سنو نہ واعظ سے اگرچہ اوسنے اوسکی عبارت مین بڑی اُستادی کی

یعنے عشق کی حکایت حافظ ہی اچہی بیان کرسکتا ہے اگرچہ واعظ اوسمین کتنا ہی تکلف پیچ ملائے تب بہی نہین بیان کرسکتا اسلئے کہ وہ حالت خود اوسپر نہین گذری اور حافظ پر گذری ہے۔

ببلبلی خون جگر خورد و گلی حاصل کرد باد غیرت بصدش حال پریشان دل کرد

بلبل نے خون جگر کہا کر گل حاصل کیا تہا باد غیرت نے سو طرح سے اوسکا دل پریشان کیا

یہہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے فرزند کی انتقال مین لکہی ہے۔ یعنی مین نے خون جگر کہا کر فرزند پایا تہا افسوس کہ باد بیماری نے میرا دل سو طرح سے پریشان کیا۔ خلاصہ یہہ لخت جگر کے صدمون مین مین سیکڑون طور سے پریشان ہون۔

طوطئی را بہوائی شکرین دل خوش باد ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد

طوطی کا دل شکرین ہوا سے خوش رہتا تہا ناگاہ سیل فنا نے اوسکی نفس امل کو باطل کردیا

طوطی سے خود اور ہواے شکرین سے حافظ صاحب کا نور نظر مراد ہے۔ سیل فنا کا اشارہ موت کی طرف ہے یعنے میرا دل اپنے نور نظر کو دیکہہ دیکہہ کر خوش ہوا کرتا تہا لیکن موت نے امیدون کے تمام نقوش کو کالعدم کردیا۔ امل یعنی زندگی نقش امل باطل کرنا یعنی زندگی کو خراب کردینا۔

اگر از بہر دل زاہد خودبین بستند
دل قوی دار کہ از بہر خدا بکشایند

اگر زاہد خودبین کے دل کیلئے بند کر لیا ہے
تو دل مضبوط رکھہ کہ خدا کیلئے کہولدینگے

در میخانہ ببستند خدایا مپسند
کہ در خانہ تزویر و ریا بکشایند

ای خدا میخانہ کے در کو بند کرنا پسند نہ کر
کہ ریا و فریب کا دروازہ کہول لیا ہی

یعنے ای اللہ تعالیٰ تو عالم عشق کے در کو بند کر لینا پسند نہ فرما اسلئے کہ اگر یہہ بند رہا تو ظاہری عابد مکر و فریب کے گہر کا دروازہ کہول لینگا اور اسمین مخلوق گہس جائیگی۔

گیسوی چنگ ببرید بمرگ می ناب
تا ہمہ مغبچگان زلف دوتا بکشایند

چنگ کے گیسو می ناب کے ماتم مین کاٹ ڈالو
تا کہ تمام مغبچے زلف دوتا کو کہولین

یعنے می ناب کے ماتم مین چنگ کا گیسو کاٹ دو تا کہ اور مغبچہ بہی اپنی اپنی زلفین اوسکی ماتم برپا کہولدین مرگ می ناب باعتبار پینی کی ممانعت کے لائے ہین۔

بصفای دل رندان صبوحی زدگان
بس در بستہ بمفتاح دعا بکشایند

صبوحی پینی والے رندون کے دلکی صفائی سے
بہت سے بستہ در دعا کی کنجی سے کہلجاتی ہین

نامہ تعزیت دختر رز بنویسید
تا حریفان ہمہ خون از مژہا بکشایند

دختر رز کے لئے نامہ تعزیت لکہو
تا کہ تمام حریف اپنی پلکون سے خون ٹپکادین

خلاصہ یہہ کہ ای یاران طریقت شراب کے ماتم مین تعزیت نامے لکہو تا کہ تمام عاشق اون کو پڑہین اور روئین۔

حافظ این خرقہ پشمینہ بہ بینی فردا
کہ چہ زنار ز زیرش بجفا بکشایند

حافظ تو اس خرقہ پوستین کو کل دیکہیگا
کہ کیسے زنار اوسکے نیچے سے بزور نکالی جاتے ہین۔

خرقہ پشمینہ سے لباس عریانی مراد ہے چونکہ خرقہ اسلام کی علامت ہے اور زنار کفر کی اسلئے یہہ دونون الفاظ ضد ہین۔ مطلب یہہ کہ اے حافظ تو فردائے قیامت کو دیکہیگا کہ کتنے مدعی اسلام جو ظاہر مین خرقہ عبادت پہنے ہوے تہے بغل مین زنار چہپائے ہوے نکلے یعنے اوس خرقہ کے نیچے زنار نکلا جو اسکا اصل مسلک تہا اور خرقہ نیچے زنار سے ظاہری اسلام اور دلی کفر مراد ہے۔

از بہر بوسۂ ز لبش جان ہمی دہم | اینم نمی ستاند و آنم نمی دہد

اوسکے بوسہ لب کے لیے مین جان دیتا ہون | (دگر وہ) نہ یہ مجھسے لیتا ہے اور نہ وہ مجھے دیتا ہے

مین چاہتا ہون کہ اوسکے بوسہ لب کی عوض مین جان دیدون مگر یار ایسا مستغنی ہے کہ نہ جان لیتا ہے اور نہ بوسہ دیتا ہے غرض کہ وہ اس قسم کا تقابض البدلین بھی نہین کرتا۔

مردم ز انتظار و درین پردہ راہ نیست | یا ہست پردہ دار نشانم نمی دہد

مین انتظار مین مر گیا اور پردے مین کوئی راہ نہ پائی | یا پردہ ہے مگر پردہ دار نشان نہین بتلاتا

پردہ کا کنایہ معرفت کی طرف اور پردہ دار سے عارف کامل مراد ہے یعنی مین انتظار مین مردہ ہو رہا ہون یا تو معرفت الٰہی کے پردہ کی کوئی راہ نہین یا مرشد کامل بھی مجھے نہین بتلاتا۔

شکر بصبر دست دہد عاقبت ولے | بدعہدی زمانہ امانم نمی دہد

آخر کار صبر و شکر ہی مدد کرتا ہے لیکن | زمانہ کی بدعہدی مجھے نہین [illegible]

خلاصہ یہہ کہ صبر اور شکر سے کام تو چل جائیگا یعنی گوہر مقصود ہاتھہ آئیگا لیکن حب زمانہ کی بدعہدی ہی چین لینے دے

زلفش کشید باد صبا چرخ سفلہ بین | کانجا مجال باد وزانم نمی دہد

اوسکی زلف باد صبا نے کھولی مگر چرخ سفلہ بین | اوس جگہہ مجھکو باد کے برابر بھی دخل نہین دیتا

یعنی اس چرخ سفلہ پرور کو دیکھو باد صبا کو تو اتنی قدرت ہے کہ وہ زلف محبوب کھول سکتی ہے لیکن مجھے اتنی بھی مجال نہین

چندانکہ بر کنار چو پرگار میروم | دوران چو نقطہ رہ بمیانم نمی دہد

ہم کنارہ پر پرکار کی طرح پھر رہے ہین | گردش زمانہ نقطہ کی مانند درمیان مین جگہہ نہین دیتی

گفتم روم بخواب کہ بینم جمال یار | حافظ ز آہ و نالہ امانم نمی دہد

مین نے کہا تہا سو جاؤن تا کہ جمال یار دیکھون | مگر حافظ اپنی آہ و نالہ سے مجھے چین نہین لینے دیتا

حافظ سے دل مراد ہے اور گفتم کی ضمیر متکلم حافظ صاحب کی طرف پھرتی ہے یعنی مین نے بہتیرا چاہا کہ سو جاؤن اور خواب مین جمال یار دیکھون مگر دل کی آہ و زاری کہان سونے دیتی ہے۔

بود آیا کہ در میکدہا بکشایند | گرہ از کار فروبستۂ ما بکشایند

شاید ایسا ہو کہ میخانہ کے در کو کھول دین | ہماری رکی ہوئی کام کی گرہ کو کھولین

یہہ غزل حالت قبض مین لکھی گئی ہے اور بسط چاہتی ہے۔

ادہنے شخص بلند مراد کیسے پا سکتا ہے۔

جز زلف تو ندارد دل عاشق میلی
سوائی تیری زلف کی عاشق کا دل کوئی خواہش نہیں رکہتا

آہ ازین دل کہ بصد بند نمیگیرد پند
اس دل پر افسوس کہ سو بندشونکی باوجود بہی نصیحت نہین پکڑتا

شب و روز ترا عاشق بدیل گوید
رات دن عاشق بدیل دعا مانگتا ہے

کہ مبیناد سہی قامتت از دہر گزند
کہ تیرا سہی قد زمانہ سی کوئی نقصان نہ دیکہے

باز ستان دل از آن گیسوی مشکین حافظ
ای حافظ اوس گیسوی مشکین سی دل واپس لی

زانکہ دیوانہ ہمان بہ کہ بماند در بند
اسواسطے کہ دیوانہ وہی بہتر جو قید مین رہے

مطلب صاف تشریح طلب نہین۔

بتی دارم کہ گرد گل ز سنبل سایبان دارد
مین ایسا معشوق رکہتا ہون کہ گل گرد سنبل کا سایبان

بہار عارضش خطی بخون ارغوان دارد
اوسکی عارض کی بہار خط خون ارغوان کا رکہتی ہے

یعنے مین ایسا معشوق رکہتا ہون کہ جو عارض کے گرد گل کی طرح زلف سنبل سی سائبان رکہتا ہی اور عارض کی بہار اوسکی خط رنگین سے خون کی طرح ارغوانی ہے۔ خط بخون کسی داشتن محاورہ فارسی اوسکی قتل کا سامان مہیا رکہنا۔

غبار خط بپوشانید خورشید رخش یارب
یا اللہ خط کا غبار اوسکی خورشید رخ کو نہ ڈہانکے

حیات جاودانش دہ کہ حسن جاودان دارد
اوسکو ہمیشہ کی زندگی دی کہ وہ حسن جاودانی رکہتا ہی

خلاصہ یہہ کہ یا اللہ خط کا غبار اوسکی چہرہ خورشید کو نہ ڈہکے اور اوسکو ہمیشہ کی زندگی عطا فرما کہ وہ لازوال حسن رکہتا ہے۔

چو عاشق میشدم گفتم کہ بردم گوہر معقصود
جب مین عاشق ہوا تہا تو کہا تہا کہ مین گوہر مقصود پالونگا

ندانستم کہ این دریا چہ موج بیکران دارد
مگر یہہ نجانا تہا کہ یہہ دریا بہت ہی بڑی موج رکہتا ہی

دریا سے دریائے عشق مراد ہے باقی مطلب صاف۔

چو در رویت بخندد گل مشو در دامش ای بلبل
جو گل تیری سامنے ہنسی تو ای بلبل تو اوسکی دام مین نہ پہنس

کہ بر گل اعتمادی نیست گر حسن جہان دارد
کہ پہول کا اعتبار نہین ہی گو وہ پورا حسن رکہتا ہی

خلاصہ یہ کہ ای عاشق اپنی آنکہو ظاہری معشوق پر فریفتہ نکر اسواسطے کہ یہ حسن بی اعتبار ہی۔

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند · کہ ببالای چمان از بن و بیخم برکند

اسکے بعد میرا ہاتھ اور اوس سرو بلند کا دامن ہوگا · کہ جسکی خرام ناز نے میری بیخ و بنیاد کو اوکھیڑ دیا

بیخ و بنیاد کو اوکھیڑنا تباہ و برباد کر ڈالنا یا عنان صبر ہاتھ سے چھوڑ دینا واضح ہو کہ حافظ علیہ الرحمۃ شاہ خجند کی بیٹی پر عاشق ہوگئے تھے۔ جب حالت ہجر مین صبر و قرار نہ رہا تو یہ غزل لکھکر بطور عریضہ کے اوسکے پاس بھیجی تھی۔ یعنے ابکہ مجھسے ضبط نہین ہوسکتا پس تمہارا دامن ہوگا اور میرا ہاتھ کیونکہ تمہاری طرز خرام نے مجھے تباہ کر دیا ہے۔

حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشای · کہ برقص آوردم آتش رویت چو سپند

مطرب و می کی حاجت نہین ہے تو برقع کھولدے · کہ مجھکو تیری چہرہ کی تاب مثل سپند رقص مین لا سکتی ہے

یعنی میری مست ہو کر ناچنے کو دی کو مطرب اور شراب کی ضرورت نہین صرف تو رخ سے برقع ہٹا دے مین سپند کی طرح اوسکی تاب سے رقص کرنے لگونگا۔

هیچ روی نشود آینۂ چہرۂ بخت · مگر آن روی کہ مالند بران سم سمند

کوئی چہرہ نصیب کے موںہہ کا آئینہ نہین · مگر وہ چہرہ جسپر سمند محبوب کا سم رگڑا جائے

خلاصہ یہہ کہ کوئی چہرہ ایسا روشن نہین کہ جسمین میرے نصیب کا عکس نظر آئے البتہ اوس مین نظر آسکتا ہے کہ جو معشوق کے گھوڑے کے سم سے رگڑ کر صاف کیا گیا ہو۔

گفت اسرار غمت ہرچہ بود گو میباش · صبر ازین بیش ندارم چکنم تا کی و چند

تیرے غم کا حال بیان کرتا ہون جو کچھ ہو کہ ہو تو جاوے · مین کیا کرون کہ اس سے زیادہ صبر نہین ہوسکتا

مکش آن آہوی مشکین مرا اے صیاد · شرم از آن چشم سیہ دار و مبندش بکمند

اے صیاد میری مشکین ہرن کو نہ مار · اوس سیاہ آنکھ کی شرم کر اور اسکو کمند سے نہ باندہ

آہوے مشکین سے معشوق اور صیاد سے اجل مراد ہے باقی مطلب صاف کنایہ اسکا حالت مجاز کی طرف سمجھنا چاہیے۔

من خاکی کہ ازین در نتوانم برخاست · از کجا بوسہ زنم بر لب آن قصر بلند

مین خاکی کہ اس در سے نہیں اوٹھ سکتا · اوس قصر بلند کے کنارہ پر کیسے بوسہ دون

مطلب یہہ کہ مین خاکی نژاد جو در معشوق پر پڑا ہون۔ اس بلند مرادیا اعلی مقصد کو نہین پہونچ سکتا

قاعدہ ہے کہ سرو کے درخت کو جو نہار کے کنارہ نصب کیا کرتے ہیں پس مطلب یہ ہے کہ
میری آنکھیں جو کثرت گریہ سے پانی کا چشمہ جاری رکھتی ہیں تو آپنے سروقد کو انکے قریب نصب کریں
خلاصہ یہ ہے کہ میری آنکھوں سے دور نہ ہوئے دوست

ز چشمت جان نشاید برد کز ہر سو کہ می بینم ۔ کمین از گوشہ کردست و تیر اندر کمان دارد
تیری چشم سے جان سلامت نہیں بچ سکتی کیونکہ جہاں تک میں دیکھتا ہوں ۔ گوشہ سے گہات لگائی ہے اور تیر کو کمان میں رکھتی ہے

بیفشان جرعہ بر خاک و حال اہل شوکت بین ۔ کہ از جمشید و کیخسرو ہزاران داستان دارد
تھوڑی سی شراب خاک پر ڈال اور اہل شوکت کے حال پر غور کر ۔ کہ جمشید و کیخسرو جیسے ہزاروں داستانیں ہیں

دستور ہے کہ شراب پینے والے تھوڑی سی زمین پر گرا دیتے ہیں ۔ لہذا حافظ صاحب فرماتے ہیں
کہ حسب دستور تھوڑی سی شراب زمین پر گرا اور غور کر کہ بڑے بڑے اہل شوکت مثل کیخسرو و جمشید کے
دنیا پر نہ رہے بہرحال انکی ... پانی ہیں اور زمین ... قصے کیا بلکہ ایسے ایسے بادشاہوں کے
ہزاروں قصے دنیا میں مشہور ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ دنیا بے ثبات ہے۔

چہ عذر از بخت خود گویم کہ آن عیار شہر آشوب ۔ بتلخی کشت حافظ را و شکر در دہان دارد
اپنی نصیب کے کیا شکایت کہوں کہ وہ عیار شہر آشوب ہے ۔ حافظ کو تلخی سے قتل کیا اور مونہ میں شکر رکھتا تھا

یعنی یہ میری نصیب کی برائی ہے کہ محبوب باوجود شکردہان ہونیکے مجھے تلخی (استغناء) سے قتل کیا۔

بہ حسن خلق و وفا کس بیار ما نرسد ۔ ترا درین سخن انکار کار ما نرسد
خلق و وفا و خوبی میں کوئی ہماری یار کو نہیں پہونچا ۔ اس باتمیں تیرا انکار ہمارے کام میں کیا خلل انداز ہوسکتا ہے

اگرچہ حسن فروشان بجلوہ آمدہ اند ۔ کسے بحسن و لطافت بیار ما نرسد
اگرچہ حسن فروش جلوہ دکھلاتے آئے ہیں ۔ لیکن کوئی ہمارے یار کی حسن کی لطافت کو نہیں پہونچا

یہ غزل حضور سرور کائنات کی شان میں ہے پہلے شعر کا یہ مطلب ہے کہ کوئی خلق و وفا میں آپکے برابر نہیں ہوا اس لئے
منکر ہے انکار سے ہمارے اعتقاد میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا ۔ دوسرے شعر میں حسن فروشوں سے انبیاء علیہ السلام مراد ہیں یعنی
گو اور بھی پیغمبر دنیا پر نازل ہوے مگر آپ کی حسن و خلق کو کوئی بھی نہ پہونچا۔

بحق صحبت دیرین کہ ہیچ محرم راز ۔ بیار یکجہت حق گذار ما نرسد
پرانی صحبت کے حق سے کہ کوئی بھی محرم راز ۔ ہمارے یار یکجہت حق گذار کو نہ پہونچا

خدارا داد من بستان ازو ای شحنۂ مجلس — کہ می با دیگران خوردہ ست و بامن سرگران دارد

ای شحنۂ مجلس خدا کے لیے اوس سے میرا فیصلہ کر — کہ اوسنے دوسرونکے ساتھ شراب پی اور مجھسے گران ہے

ازو کی ضمیر محبوب کی طرف ہے جس سے شاہد مقصود اور شحنۂ مجلس سے مرشد کامل مراد ہے باقی مطلب تشریح طلب نہین۔

چو دام طرہ افشاند ز گرد خاطر عاشق — بغماز صبا گوید کہ راز من نہان دارد

جو طرہ کا جال خاطر عاشق کی گرد سے جھاڑے — تو چغل خور صبا سے کہو کہ میرا بھید پوشیدہ رکھے

یعنے اگر معشوق اپنی زلف کے جال سے عاشق کی گرد کو جھاڑے تو ہوا سے کہدو کہ وہ اوسکی غبار کو اوڑا لے نہ پھرے اسلئے کہ میری عشق کا حال معلوم ہوجائیگا۔ گویا گرد کو اوڑانا بھی ہوا کی چغل خوری ہے کہ وہ عاشق کا راز افشا کردیتی ہے۔

ز خوف ہجرم ایمن کن اگر امید آن داری — کہ از چشم بد اندیشان خدایت در امان دارد

مجھ ہجر کی اندیشہ سے بیفکر کردے اگر تو یہہ امید رکھتا ہے — کہ دشمنون کی چشم بد سے خدا تجھے محفوظ رکھے

چہ افتادہ است در این رہ کہ ہر سلطان معنی را — درین درگاہ می بینم کہ سر بر آستان دارد

اس راہ مین کیا افتاد ہے کہ ہر بادشاہ معنوی کو — مین دیکھتا ہون کہ اس درگاہ کے آستانہ پر سر رکھتا ہے

سلطان معنی بمعنے عارف کامل و عاشق صادق۔ درگاہ سے مراد درگاہ محبوب حقیقی ہے یعنے کیا بات ہے کہ درگاہ محبوب پر ہر عارف و عاشق بصد نیاز سر تسلیم جھکائے ہوئے رہتا ہے

بفتراک ار ہمی بندی خدارا زود صیدم کن — کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

جو مجھے فتراک سے باندھتا ہے تو خدا کیلئے جلد شکار کر — کہ تاخیر مین آفتین ہین جو طالب کو نقصان پہونچاتی ہین

فتراک تسمہ کو کہتے ہین جو گھوڑے کی زین مین ماری ہوئی شکار کے باندھنے کو لگا ہوتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہہ کہ اے مرشد تو نے اگر مجھے ارادت کے فتراک مین باندھا ہے۔ تو میرا شکار بھی عشق الہی مین جلد کر کیونکہ دیر مین آفتین ہین جو طالب کو نقصان پہونچایا کرتی ہین

ز سرو قد دلجویت مکن محروم چشمم را — بدین سرچشمہ اش بنشان کہ خوش آب روان دارد

اپنے سرو قد دلجو سے میری آنکھونکو محروم مکر — اس سرچشمہ پر قائم کر کہ کیا اچھا آب روان رکھتا ہے

بسوخت حافظ و ترسم کہ شرح قصۂ او — بسمع پادشہ کامگار ما نرسد

حافظ جل گیا اور مین ڈرتا ہون کہ اوسکا قصہ ۔ ہمارے شہ کامگار کے کان تک نہ پہونچے

یعنی کہین ایسا نہو کہ حافظ کے آتش عشق مین جل جانے کا حال معشوق کو معلوم ہو جسنے اوحافظ
کے عشق مین جلکر سوختہ ہو گیا ہے۔

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید — نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

آ کہ شاہ کی نصرت کا جھنڈا آ پہونچا — فتح و بشارت کی خوشخبری چاند سورج تک پہونچی

کہتے ہین کہ یہ غزل تہنیت مین لکھی ہے اور اپنی آپکو مخاطب کرکے فرماتے ہین کہ آ او رسیر نصرت فتح کر کہ
فتحمند بادشاہ کا جھنڈا فتح کرکے پھرا اور خوشخبری فتح و بشارت مہر و ماہ تک پہونچی

جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت — کمال عدل بفریاد دادخواہ رسید

جمال بخت نے ظفر کے سبب نقاب اوٹھائی — کمال انصاف دادخواہ کی فریاد کو پہونچا

سپہر دور خوش اکنون کند کہ ماہ آمد — جہان بکام دل اکنون رسد کہ شاہ رسید

اب سپہر نے دورا چھا کیا کہ چاند نکلا — اب جہان دل کے مقصد کو پہونچیگا کہ شاہ آ پہونچا

ز قاطعان طریق آن زمان شوند ایمن — قوافل دل و دانش کہ مرد راہ رسید

راہ لوٹنے والون سے اوسوقت بیفکر ہونگے — دل و دانش کے قافلے کہ مرد راہ آپہونچا

قاطعان طریق سے شیطان و نفس امارہ اور مرد راہ سے راستہ کا محافظ مرشد مقصود ہے یعنی دل
و دانش کے قافلے اب نہین لوٹے جائینگے اسلئے کہ مرشد وقت آپہونچا مجازاً شعر کا اشارہ شاہ
کی طرف کو ہوگا کہ جو اس غزل کا مضمون ہے۔

عزیز مصر برغم برادران غیور — ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید

شاہ مصر برادران غیور کے زعم کے خلاف — قعر چاہ سے نکل کر چاند کی بلندی پر پہونچے

عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو کہتے ہین یعنی آپ کے بھائیون نے تو کنوئین کے قعر مین ڈالا تھا
مگر یوسف علیہ السلام اس پستی کے خلاف رتبہ مین چاند تک پہونچے یعنی مصر کے بادشاہ ہو گئے اسیطرح
ہمارا ممدوح دشمنون کے خلاف منشا فتح ظفر حاصل کرکے پھرا حالانکہ وہ اوسکا ظفریاب ہونا نہین
چاہتے تھے۔

صحبت دیرین اوس صحبت کیلئے آیا ہے کہ جو عالم اطلاق مین میسر تھی۔ کیمہت یار حق گذر اکا اشارہ
سرور انبیاء کی طرف ہی یعنی باوجود یکہ اور انبیاء مرسلین بہی عالم اطلاق مین ہم صحبت و محرم راز تھی
مگر پہر بہی تو وہ آپکی رتبہ کو نہین پہونچے

هزار نقد ببازار کائنات آرند   یکی بسکهٔ صاحب عیار ما نرسد
ہزارون نقد کائنات کی بازار مین لائی   لیکن کوئی بہی ہمارے صاحب سکہ کی برابر کہرانہ اوترا

دریغ قافلهٔ عمر آنچنان رفتند   که گردشان بهوای دیار ما نرسد
افسوس قافلہ عمر کا اسطرح چلے سے جاتے ہین   کہ اونکی گرد کی ہوا بہی ہمارے دیار تک نہین پہونچی

قافلہ عمر سے ایام عمر مراد ہین یعنے افسوس ہے کہ عمر کے دن برابر گذرتے چلے جاتی ہین اور ہمکو معلوم بہی نہین
ہوتا کہ ہمارے عمر کے ایام یون کم ہو رہے ہین۔

هزار نقش برآید ز کلک صنع یکی   بدلپذیری نقش نگار ما نرسد
صانع کی قلم سے ہزار نقش نکلتے ہین لیکن ایک بہی   ہمارے نقش کی دلپذیری کو نہین پہونچتا

اس مین پہلا مصرع دوسرے کا تابع ہے جسکے معنے دو طرح ہوسکتے ہین۔ اول تو یہہ کہ ہمارے نقش نگار کی دلپذیری
کو ہی نقش نہین پہونچتا یعنی جتنا ہمارا معشوق دلپذیر ہے ایسا کوئی نقش صانع کی قلم نے دلپذیر نہین بنایا۔ مگر اس
صورت مین نقش نگار محبوب کی صفت ہوگی جس سے محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہونگے۔ دوم
یہہ کہ اگر نقش نگار کے معنے نقش بنانیوالے کے لین تو یہہ مطلب ہوتا ہے کہ صانع کی قلم نے ہزار ہا نقش بنائے مگر کسیکی
کوئی دلپذیر نہ ہوا جیسا کہ منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی لکھگئے ہین ؎ شبیہہ نظر ہی کسیکی کہ کوئی
پوری نہین اوترتی + مٹا دی صانع ازل نے ہزارون نقش بنا بنا کر +

دلا ز طعن حسودان مرنج و ایمن باش   که بد بخاطر امیدوار ما نرسد
اے دل حاسدون کی طعنون سے رنجیدہ نہو اور بیفکر رہ   کہ ہمارے خاطر امیدوار مین بدی کو دخل نہین

چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را   غبار خاطری از رهگذار ما نرسد
اسطرح جی کہ اگر خاک رہ بہی ہو جاوے   تو بہی کسیکی خاطر کو ہماری رہگذر سے غبار نہ پہونچے

یعنی اسطور کی زندگی کر کہ اگر فروتنی سے راہ کی خاک ہی ہوجاسے تو کسیکی خاطر پر تیرا غبار اوڑکر نہ پہونچے
خلاصہ یہہ کہ اپنی زندگی مین کسی پر بار خاطر نہو اور کسیکو رنج نہ پہونچا۔

حالت ذوق مین اسرار الٰہی کے راز کو افشا نکردے۔

شکستہ وار بدرگاہت آمدم کہ طبیب ۔ بمومیائی لطف توام نشانی داد

ٹوٹے ہوئی کی طرح تیری درگاہ مین آیا ہون کہ طبیب نے تیرے لطف کی مومیائی کا پتہ بتلایا ہے

ٹوٹے ہوئے عضو کو مومیائی جوڑتی ہے اسلئے یہان ٹوٹے ہوئے سے ٹوٹے ہوئے عضو کی مراد لینا چاہئے

شب کی ضمیر محبوب کی طرف اور طبیب کا اشارہ مرشد کی جانب ہی مطلب ظاہر

برو معالجۂ خود کن ای نصیحت گوی ۔ شراب و شاہد و ساقی کرا زیانی داد

ای نصیحت گو جا اور اپنا علاج کر شراب معشوق اور ساقی نے کسے نقصان پہونچایا

یعنی ای واعظ جا تو اپنا علاج انہین تین سے طالب کر کیونکہ شراب اور معشوق و ساقی ایسی چیزین ہین

جنہون نے کسی کو کبھی نقصان نہین پہونچایا۔

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش ۔ کہ دست دادوہ دہش و ادناتوانی زاد

تن اوسکا صحیح و سالم دل اوسکا شاد اور خاطر اوسکی خوش کہ داد و دہش کے ہاتھ نے داد ناتوانی کی دی

گذشت بر من مسکین و با رقیبان گفت ۔ دریغ عاشق مسکین من کہ جانی داد

مجھ ناتوان کے پاس ہو کر گذرا اور رقیبون سے کہا میرے عاشق مسکین پر افسوس کہ اوسنے جان دیدی

خزینۂ دل حافظ زگوہر اسرار ۔ بمین عشق تو سرمایۂ جہانی داد

دل حافظ کے خزانہ نے گوہر اسرار کا عشق کی برکت کی وجہ سے جہان کو سرمایہ دیا

چونکہ حافظ کا دل عشق محبوب حقیقی کی برکت سے گوہر اسرار کا خزانہ تہا اسلئے اوسنے تمام جہان کو

سرمایۂ عشق و محبت پہونچادیا۔

بپیرانہ سرم عشق جوانی بسر افتاد ۔ وان راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد

پیرانہ سری مین ایک جوان کا عشق پیدا ہوا وہ راز کہ جو مین نے دل مین چھپایا تھا ظاہر ہو گیا

از راہ نظر مرغ دلم گشت ہواگیر ۔ ای دیدہ نظر کن کہ بدام کہ در افتاد

از راہ نظر میری دل کا مرغ ہواگیر ہو گیا ای آنکہ غور کر کسکے جال مین پہنسا

خلاصہ یہ کہ میرا دل ایک نظر مین ہاتھ سے جاتا رہا اور بے اختیار ہو گیا اے آنکہ تو نہین دیکھتی کہ کس

شخص کے جال مین پہنس گیا ہے۔

کجاست صوفی دجال چشم ملحد شکل بگو بسوز که مہدی دین پناہ رسید
دجال چشم اور ملحد شکل صوفی کہان ہے کہو جلجائے کہ دین کی پناہ مہدی آپہونچا
ملحد راہ حق سے پہرنیوالے بیدین اور فاسق کو کہتے ہین - صوفی سے مکار صوفی مراد ہے - مہدی دین پناہ مرشد - باقی مطلب صاف ہی -

صبا بگو کہ چہا بر سرم درین غم عشق ز آتش دل سوزان و برق آہ رسید
صبا بتادی کہ میری سر پر کیا کچہ اس غم عشق مین دل سوزان کی آگ اور آہ کی بجلی سے پہونچی گا
ز شوق روی تو جانان برین اسیر فراق ہمان رسید کز آتش برگ کاہ رسید
ای جانان تیری چہرہ کے شوق مین اس فراق کی اسیر پر وہ کچہ گذرا کہ جو آگ سے گہاس کے تنکے پر گذرتا ہی
یعنی جسطرح آگ گہاس کے تنکے کو ایک لپٹ مین جلادیتی ہے اسیطرح تیری فراق دیدنے عاشق زار کو ایک لپٹ مین جلاکر خاکستر کردیا -

مرو بخواب کہ حافظ بیارگاہ قبول ز ورد نیم شب و درس صبحگاہ رسید
سو نجا کہ حافظ بارگاہ قبولیت مین وظیفۂ نیم شبی اور درس صبح گاہی سے پہونچا ہی
خلاصہ یہ کہ ای مخاطب تو غافل نہو ہشیار رہ کیونکہ حافظ وظیفۂ نیم شبی اور دعا سے صبح کی وجہ سے بارگاہ قبولیت مین پہونچا ہے اگر تو یہ کریگا تو تو بہی مقبول ہوجائیگا - ہندی مثل ہے سویا سو کہویا جاگا سو پایا -

بنفشہ دوش بگل گفت و خوش نشانی داد کہ تاب من بجہان طرۂ فلانی داد
کل بنفشہ نے گل سے کہا اور اچہا پتہ بتلایا کہ مجکو جہان مین تاب فلان کے طرہ نے دی ہی
فلان کا اشارہ محبوب کی طرف بنفشہ سے عاشق اور گل سے مرشد مراد ہے یعنی کل عاشق نے مرشد سے کہا کہ مجکو جہان مین زلف محبوب نے پیچ و تاب مین ڈالا ہے خلاصہ یہ کہ اپنا اسیر بنالیا ہے -

دلم کہ گوہر اسرار بود دست قضا درش ببست و کلیدش بدلستانی داد
میرا دل کہ خزانہ اسرار کا تہا دست قضانے دروازہ اوسکا بند کرکے کنجی محبوب کو دیدی
دلستان سے محبوب حقیقی مراد ہی - اور مطلب یہ کہ میرا دل اسرار الہی کا خزانہ تہا چونکہ اسرار الہی ظاہر نہین کیے جاتے اس وجہ سی قضا و قدر نے اوسکا دروازہ بند کرکے کنجی محبوب کو دیدی تاکہ عاشق زار

گر جان بدہد سنگ سیہ لعل نگردد　با طینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد

اگر جان بھی دیدو تو سیہ پتھر لعل نہین ہوتا　طینت اصلی کا کیا علاج کیا جای کہ بدگہر واقع ہوای

یعنی جس طرح جان کہود ینے سے بہی سنگ سیاہ لعل نہین بنجاتا اسیطرح بدطینت و بدگہر کی افتاد مزاج کا علاج نہین ہو سکتا۔

حافظ کہ سر زلف بتان دستخوشش بود　بس طرفہ حریفی ست کش اکنون بسر افتاد

حافظ کہ جو معشوقون کی زلف کا عاشق تہا　اب ایک طرفہ حریف اوسکے پالے پڑا ہی

خلاصہ یہ کہ حافظ ہمیشہ معشوقون کا عشق کیا کرتا تہا مگر اب جو معشوق اوسکے پالے پڑا ہے وہ غضب کا حریف ہے۔

برید باد صبا دوشم آگہی آورد　کہ روز محنت و غم رو بکوتہی آورد

باد صبا کا قاصد کل میری پاس خوشخبری لایا　کہ محنت و غم کے دن اب رو بکمی رکہتے ہین

بمطربان صبوحی دہیم جامۂ پاک　بدین نوید کہ باد سحر گہی آورد

ہم اپنا جامہ پاک مطربان صبوحی کو دیتے ہین　اس خوشخبری پر کہ باد سحر نے سنائی ہے

یعنی کل مجہسے مرشد نے یہ بات کہی کہ ای طالب خوش ہو جا کیونکہ محنت و فراق کے دن اب آخر ہو چکے اور تجہپر مشاہدہ جمال ہونیوالا ہے۔ لہذا مین اس خوشخبری کی خوشی مین جو مرشد نے سنائی ہی اپنے کپڑے تک مطربان صبوحی کو اوتار دون گا۔ اتنی خوشی کرون گا۔

نسیم زلف توشد خضر راہم اندر عشق　زہی رفیق کہ بختم بہمرہی آورد

تیری زلف کی نسیم عشق مین میری خضر راہی ہے　میری نصیب نے اچہا رفیق میری ہمراہی مین دیا

مطلب یہ کہ خود تیری ہی زلف کی نسیم راہ عشق مین میری خضر بن گئی ہے مجہے اپنی نصیب پر ناز ہو کہ جسکی مدد سے ایسا عجیب راستہ بتانیوالا خضر میرا رفیق رہتا ہے۔

بیا بیا کہ تو حور بہشت را رضوان　درین جہان ز برای دل رہی آورد

آ آ کہ تجہہ حور بہشتی کو رضوان نے　اس جہان مین بندہ کے دل کے لئے بہیجا ہے

چونکہ معشوق کو حور بہشتی قرار دیا اور بہشت کا مالک رضوان ہے اسلئے یون کہا گیا کہ تجکو رضوان نے دنیا مین بندہ کے دل کی خاطر بہیجا ہے ورنہ رضوان سے خدا تعالی مراد ہے جو سب چیزون کا دنیا مین

دردا کہ ازان آہوی مشکین سیہ چشم | چون نافہ بسی خون جگر در دلم افتاد
حیف کہ اوس آہوی مشکین سیہ چشم سے | نافہ کی طرح بہت سی خون میری جگر مین ہوگئی

معشوق کی آنکہ کو سیاہی کی تعریف مین ہرن کی آنکہ سے تشبیہ دیا کرتے ہین اسلئے آہوی مشکین اور سیہ چشم صفت کی صفت ہی نافہ ہی سیاہ ہوتا ہے اور چونکہ ہرن کی ناف سے نافہ ملتا ہی اسلئے آہو کے لئے نافہ کا لفظ لائے ہین۔ مطلب کچہ ایسا پیچیدہ نہین۔

با رغم او عرض بہر کس کہ نمودم | عاجز شد و این قرعہ بنامم ز سر افتاد
جس کسی سے کہ اوسکے بار غم کا حال عرض کیا | عاجز ہوا اور اس قرعہ کو میری نام پر ڈالا

از رہگذر خاک سر کوی شما بود | ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد
تمہاری کوچہ کی رہ گذر کی خاک تہا؛ | جو نافہ کہ نسیم سحر کے ہاتہہ آیا

یعنی جو خوشبو کہ نسیم سحر کے ہاتہہ آئی تہی وہ تیرے کوچہ کی خاک کی تہی۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کی رہگذر کی خاک ہی معطر ہوتی ہے۔

مژگان تو تا تیغ جہانگیر بر آورد | بس کشتۂ دل زندہ کہ بر یکدگر افتاد
جب سی کہ تیری مژگان کی تیغ جہانگیر کہچی ہے | بہت سی زندہ دل ایکدوسری پر گری پڑی ہین

زندہ دل یعنی عاشق صادق۔ یعنی جب سے تیری مژگان کی جہانگیر تلوار کہچی ہے بہت سے عاشق کشتہ ہوکر یکے بر دیگرے گری پڑے ہین۔

این بادہ کہ پرورد کہ خمار خرابات | از بوی بہشتیش ز خود بیخبر افتاد
یہ شراب کسنے کہچی کہ میخانہ کا می فروش | اوسکی بہشتی بو سے خود خود بیخبر ہوکر گر پڑا

شراب سے عشق اور خمار خرابات سے مرشد مراد ہی یعنی یہ شراب محبت کسنے بنائی ہی کہ جسکی بہشتی خوشبو سے مرشد خود مست ہوکر گر پڑا۔

بس تجربہ کردیم درین دار مکافات | با دردکشان ہر کہ درافتاد بر افتاد
ہمنے بہت تجربہ کرلیا کہ اس دار مکافات مین | جو کوئی دردکشون سی اولجہا خراب و خستہ ہوا

دار مکافات دنیا۔ اور دردکشون سے عشاق الہی مراد ہین۔ یعنی جس کسی نے عاشقان الہی سے مزاحمت کی وہ خستہ و برباد ہوگیا۔

مباحثی کہ در آن حلقہ جنون میرفت ورای مدرسہ و قیل و قال مسئلہ بود

وہ بحث کہ جو اوس جنون کے حلقہ مین ہوتے تہے علاوہ مدرسہ کے اور مسئلہ کی گفتگو کے تہی

یعنی جو باتین کہ مجنونون کے حلقہ مین کہی جاتی تہین وہ ظاہری مباحثون اور مدرسہ کی گفتگوون کے علاوہ تہین خلاصہ یہ کہ وہان حقیقت کے مسئلے بیان ہوتے تہے۔

دل از کرشمۂ ساقی شکر بود ولی زنا مساعدت بخت اندکی گلہ بود

دل ساقی کے کرشمہ کا شکر گذار تہا لیکن اپنے نصیب کی نامساعدی سے کسیقدر گلہ ہی کرتا تہا

قیاس کردم از آن چشم جادوانہ مست ہزار ساحر چون سامریش در گلہ بود

مین نے اندازہ کرلیا اوس چشم جادو سان سے سامری جیسے ہزارون ساحر رونیوالے تہی۔

خلاصہ یہ کہ محبوب کی آنکہ ایسی مست اور جادو کنندہ ہے کہ سامری جیسے ہزارون جادوگر اوسکے مقابلہ مین روئے دیتے تہے سامری ایک جادوگر کا نام ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین تہا اور فرعون کی طرف سے آپ کے معجزون کے مقابلہ مین سحر کیا کرتا تہا۔

بگفتمش بلبم بوسۂ حوالت کن بخندہ گفت کیت بامن این معاملہ بود

مین نے اوس سے کہا کہ میرے لب کو اپنا بوسہ حوالہ کر ہنسکر جواب دیا کہ تیرا مجہسے یہ معاملہ کب ہوا تہا

معاملہ یعنی لین دین آتا ہے یعنی جب مین نے اوس سے بوسہ طلب کیا تو جواب مین ہنسکر کہا کہ میرا تیرا کوئی لین دین نہین پہر تو کیسا بوسہ مانگتا ہے

ز اخترم نظر سعد در رہ است کہ دوش میان ماہ و رخ یار من مقابلہ بود

میری اختر کی لئے نظر سعد تہی کہ کل چاند اور میرے یار کے چہرہ کے درمیان مقابلہ ہوا

جب درمیان چاند اور اوس ستارہ کے جو سعد ہو مقابلہ ہوجاتا ہے تو اوسکو نظر سعد بولتے ہین لہذا فرماتے ہین کہ میرے اختر کی نظر سعد تہی اسلئے کہ چاند سے اور چہرۂ یار سے کل مقابلہ ہوگیا تہا۔

دہان یار کہ درمان درد حافظ داشت فغان کہ وقت مروت چہ تنگ حوصلہ بود

دہن یار کہ جو حافظ کے درد کا علاج رکہتا تہا افسوس ہے کہ مروت کے وقت کیا ہی تنگ حوصلہ نکلا

دہن کے واسطے تنگ حوصلہ کا لفظ پرمعنی ہے یعنی افسوس کہ یار کا دہن مروت مین بہی تنگ حوصلہ نکلا جبکہ اوسکے پاس حافظ کے درد کا علاج تہا تو اوس نے عاشق کی دلجوئی نکردی۔

پیدا کرنیوالا اور بھیجنے والا ہے خلاصہ یہ کہ اسے حور نژاد خدا نے تجکو دنیا مین میری دل لگی کیواسطے پیدا کیا ہے۔

بخیر خاطر ما کوش کین کلاه نمد بسی شکست که بر افسر شهی آورد

ہماری خاطر کے ساتھ نیکی کی کوشش کر کہ یہ نمدہ کی ٹوپی بہت پست گئی ہے کہ جو تاج شاہی سمجھی جاتی ہی

چه نالها که رسید از دلم بخرگه ماه چو یاد عارض ان ماه خرگهی آورد

کیا کچھ نالے میری دل سے چاند کی خرگاہ تک پہونچے جب اوس ماہ پردہ نشین کے عارض کی یاد آئی

خرگہ بمعنی ڈیرہ خیمہ خرگہ ماہ مسکن چاند۔ ان ماہ خرگہی کے معنی اوس محبوب پردہ نشین کے لگئی ہین باقی مطلب صاف ہے۔

رساند رایت منصور بر فلک حافظ چو التجا بجناب شهنشهی آورد

حافظ فتح و نصرت کے جھنڈے کو فلک پر پہونچادے جو شہنشاہ کی جناب مین التجا کرے

یعنی عاشق اگر خدا کے حضور مین التجا کرے تو اپنی مقبولیت کے جھنڈے کو بام فلک تک اونچا کرالے۔

بکوی میکده یارب سحر چه مشغله بود که جوش شاهد و ساقی و شمع و مشعله بود

یارب میخانہ کی گلی مین صبح کیا مشغلہ تہا کہ شاہد اور ساقی شمع و چراغ کا جوش تہا

کوی میکدہ سے گوشۂ دل سحر سے ابتدای پیری یا مشاہدہ کی دریافت کا اول روز مراد ہی شاہد و ساقی کا کنایہ نقش امید کی جانب ہی کہ جسکو مبتدی ذکر کے وقت پیش نظر رکھتا ہی شمع و مشعلہ سی انوار الہی عبارت ہین یعنی پیری دلمین ابتدای مشاہدات کیسے ذکر و اشغال تہے نقش امید دل مین جوش زن تہا اور انوار الہی کے نزول کا فیض حالت سرور مین پہونچاتا تہا۔

حدیث عشق که از حرف و صوت مستغنیست بناله دف و نی در خروش و ولوله بود

عشق کی حکایت جو آواز اور حرف سی مستغنی ہے دف و نے کے نالہ سے شور و غوغا مین تہی

حرف و صوت سے مستغنی ہونا بمعنی تحریر و تقریر سے باہر ہونا۔ دف کا کنایہ بیدل عاشق کی طرف اور نے کا اشارہ ذاکر الہی کی جانب ہی یعنی گو عشق کی حکایت تحریر و تقریر سے باہر ہی لیکن وہ بیدل عاشق اور ذاکر الہی کے جوش و خروش سے شور و غوغا مین تہی۔

بادہ زیر خرقہ نہ امروز می کشیم — صد بار پیر میکدہ این ماجرا شنید

ہمنے جبہ کے نیچے شراب آج ہی نہین چھپائی تھی — بلکہ پیر میکدہ نے سو بار اس ماجری کو سنا ہے

یارب کجاست محرم رازی کہ یکزمان — دل شرح آن دہد کہ چہ دید و چہا شنید

یارب محرم راز کہان ہے کہ تہوڑی دیر — جو دیکھا اور جو کچہ سنا ہی دل اوسکو بیان کرے

یعنی میرا محرم راز عاشق کہان ہے کہ جس سے دل کچہ وہ باتین بیان کرے جو عشق محبوب مین سنی یا دیکھی ہین

ما می بہ بانگ چنگ نہ امروز می کشیم — بس دیر شد کہ گنبد چرخ این صدا شنید

ہمنے چنگ کی آواز پر شراب آج ہی نہین پی — مدت ہوئی کہ گنبد آسمان نی بہی یہ آواز سنی ہے

ساقی بیا کہ عشق ندا میکند بلند — آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

ای ساقی آ کہ عشق ندا بلند کرتا ہے — اوس شخص نے کہ جسنے کہا ہمارا قصہ ہم ہی سے سنا ہے

خلاصہ یہ کہ جو شخص ہماری باتین کہتا ہے یعنی عشق کی باتین معرض بیان مین لاتا ہے یہ اوسنے ہم ہی سے تو سنی ہین

پند حکیم عین صواب است محض خیر — فرخندہ بخت آنکہ بسمع رضا شنید

حکیم کی نصیحت عین صواب اور محض نیک ہے — وہ شخص فرخندہ بخت ہے کہ جو رضا کے کانون سے سنے

پند حکیم سے مرشد کی نصیحت مراد ہے یعنی جسنے مرشد کی نصیحت رضا کے کانون سے سنی اور اوسپر عمل کیا وہ بڑا مبارک نصیب ہے۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است بس — در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

حافظ تیرا وظیفہ دعا کرنیکا ہے اور بس — اس فکر مین نہ پڑ کہ کسی نے نسنا یا سنا

یعنی ای حافظ تیرا کام معشوق کو دعا کرنیکا ہے تجہے اس فکر سے کیا غرض کہ وہ اوسکو سنتا ہی یا نہین بندہ کو بندگی سے کام ہے اس سے بحث نہین کہ خالق اوسے قبول نکریگا یا کریگا۔

بر سر آنم کہ گر ز دست برآید — دست بکاری زنم کہ غصہ سر آید

اس فکر مین ہون کہ اگر ہاتہ آوے — تو اوس کام کو ہاتہ لگاؤن کہ جس سے غصہ دور ہو

غصہ یعنی رنج یہ میرا ارادہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ کام کرون جسکے ذریعے سے اس رنج و مصیبت سے نجات پاؤن

بوی خوش تو ہر کہ ز باد صبا شنید از یار آشنا سخن آشنا شنید

جس کسی نے کہ تیری بوئی خوش باد صبا سے سونگھی یار دوستون سے بات دوست کی سنی

باد صبا سے مرشد اور یار و آشنا سے بھی مرشد ہی مراد ہے۔ آشنا سے مقصود معشوق باقی مطلب صاف۔

این شکر سزا نبود دل حق گذار من کز غمگسار خود سخن ناسزا شنید

ای میرے حق گذار دل یہ اوسکی سزا نہ تھی کہ غمگسار اپنے سے نالائق باتین سنین

ای شاہ حسن چشم بحال گدا فگن کین گوش بس حکایت شاہ و گدا شنید

ای بادشاہ حسن فقیر کے حال پر نظر ڈال کہ ان کانون سے بہت سی باتین شاہ و گدا کی سنی ہین

یعنی اے حسن کے بادشاہ مجھ فقیر کے حال پر توجہ کر اور رحم فرما اسواسطے کہ مین نے بہت سی روایتین بادشاہون اور فقیرون کی سنی ہین کہ بادشاہون نے فقیرون پر رحم فرمایا ہے۔

خوش میکنم بباده مشکین مشام جان کز دلق پوش صومعہ بوی ریا شنید

مین بادۂ مشکین سے مشام جان کو خوش کرتا رہتا ہون کہ صومعہ کی دلق پوش سے مکر کی بو معلوم ہوئی

صومعہ کے دلق پوش سے ظاہری ریاکار صوفی مراد ہے یعنی مجھے صوفی کی ریاکاری معلوم ہوئی ہے اسلئے مین شراب پیتا ہون اور مشام جان کو خوش کرتا ہون ایسی عبادت ریائی سے شراب بہتر ہے۔

سر خدا کہ عارف سالک بکس نگفت در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

خدا کے راز کہ عارف و سالک نے کسی سے نہ کہے مین حیران ہون کہ بادہ فروش نے کہان سن لئے

عارف سالک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بادہ فروش سے مرشد کامل مراد ہین۔ لکہا ہے کہ معراج کو جب محبوب خدا خلوت سرای خاص مین پہونچے تو حق تعالی نے نوے ہزار باتین بتلائین جنمین سے تیس ہزار کے واسطے فرمایا کہ اے محمد انکو خاص و عام سب سے کہدینا۔ اور تیس ہزار کے لئے حکم دیا کہ انکو امت کے اہل لوگون سے کہنا اور نا اہلون سے مخفی رکہنا۔ اور تیس ہزار کے لئے قطعی ممانعت کردی کہ انکو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ ہمارے سر کے خاص اسرار ہین لہذا حافظ صاحب کہتے ہین کہ مین حیران ہون مرشد کامل نے وہ خاص خدا کے راز کہان سے معلوم کر لئے جو رسول خدا نے کسی کو نہ بتلائے تھے۔

خواہم شدن بمیکده گریان و دادخواه | کز دست غم خلاص من آنجا مگر شود

مین میخانہ مین گریان اور داد خواہ ہون گا | کہ اس جگہ دل کو غم کے ہاتھ سے خلاصی ہو جاتی ہے

این سرکشی که در سر سرو بلند تست | کی با تو دست کوته ما در کمر شود

یہ سرکشی جو تیرے قامت بلند کے خیال مین ہے | ہمارا کوتاہ ہاتھ تیری کمر مین کب پہنچ سکتا ہے

زین قصر سلطنت که تواش ماه منظری | سرها بر آستانه او خاک در شود

یہ قصر سلطنت کہ جسکا تو ماہ منظر ہے | بہت سے سر اوسکے آستانہ در کی خاک ہوتے ہین

از هر کناره تیر دعا کرده ام روان | باشد کزین میانه یکی کارگر شود

مین نے ہر طرف سے دعا کے تیر روانہ کئے ہین | شاید کہ کوئی اونمین سے کارگر ہو جائے

از کیمیای مهر تو زر گشت روی من | آری بیمن همت تو خاک زر شود

تیری کیمیائی محبت سے میرا مونہہ زر ہو گیا ہے | ہان ہان تیری ہمت کی برکت خاک کو کندن بناتی ہے

تیری کیمیای محبت سے میرا مونہہ زر ہو گیا ہے یعنی جب سے مین نے تیرا عشق کیا ہے اوسوقت سے میرا باعتبار رنگ کے مونہہ مثل سونے کے ہے اور یہ ٹھیک ہی ہے اسلئے کہ تیری ہمت کی برکت سے خاک سونا ہو جاتی ہے۔

ایدل حدیث ما بر دلدار عرضه کن | لیکن چنان مکن که صبا را خبر شود

اے دل ہمارا حال دلدار سے عرض کرنا | لیکن اس طور پر کہنا کہ صبا کو خبر نہو

خلاصہ یہ کہ اس طور پر ہمارا حال محبوب پر روشن ہو جائے کہ کسی دوسرے کو اسکی خبر نہو ورنہ اخفای عشق کا لطف جاتا رہیگا۔

روزی اگر غمی رسدت تنگدل مباش | رو شکر کن مباش که از بد بتر شود

کسی دن اگر تجھے غم پہونچے تو آزردہ نہو | جا شکر کر کہین ایسا نہو کہ بد سے بھی بدتر ہو جائے

یعنی اگر تجھے کسی روز غم و فکر سے سابقہ پڑے تو آزردہ مت ہو اور شکر کر کہین ایسا نہو کہ تو ناشکری کی علت مین برے سے بھی زیادہ برا ہو جائے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

ایدل صبور باش و مخور غم که عاقبت | از شام صبح گردد و از شب سحر شود

اے دل غم نہ کہا اور صبر کر کہ آخر کار | شام سے صبح اور صبح سے شام ہوا کرتی ہے

وہ کام عشق ہے اور رنج و مصیبت سے حوادثات دنیا مراد ہین۔

منظر دل نیست جای صحبت اغیار — دیو چو بیرون رود فرشتہ درآید

دل کا منظر صحبت اغیار کی جگہ نہین ہے — دیو باہر نکلے تو فرشتہ اندر آوے

صحبت اغیار یعنی اندیشہ ماسوا اللہ۔ دیو کنایہ شیطان یا نفس امارہ کی طرف اور فرشتہ کا اشارہ صفات حسنہ کی جانب ہے یعنی منظر دل سوای اللہ کے اور کسیکی فکر رکھنے کی جگہ نہین ہے اگر دل سے شیطان نکلے تو رحمن اندر گھسے۔

صحبت حکام ظلمت شب یلداست — نور ز خورشید خواہ بو کہ برآید

اہل دنیا کی صحبت اندھیری رات کی ظلمت ہے — خورشید سے روشنی مانگ شاید کہ امید برآئے

حکام سے اہل دنیا خورشید سے مرشد کامل مراد ہے نور سے نور عرفان مقصود ہے یعنی اگر تو قلبی نور حاصل کرنا چاہتا ہے تو مرشد سے مانگ شاید کہ تیری مراد برآوے۔ ورنہ اہل دنیا کی صحبت تو اندھیری رات سے زیادہ تاریک ہے۔

بر در ارباب بی مروت دنیا — چند نشینی کہ خواجہ کی بدر آید

بے مروت اہل دنیا کے دروازہ پر — کب تک بیٹھے گا کہ صاحب کب نکلین گے

یعنی ارباب دنیا کے دروازہ پر جو سخت بے مروت ہین تو کب تک اس امید مین بیٹھا رہیگا کہ کب صاحب خانہ نکلین گے تا کہ مین اونسے کچھ طلب کرون۔ خلاصہ یہ کہ اہل دنیا سے کچھ طلب نکر یہ بے مروت ہین نہ کچھ تجھے دیسکتے ہین اور نہ کچھ انکے پاس ہی ہے لہذا تو اہل دنیا کو چھوڑ کر اللہ والون سے لو لگا اور انہی سے مانگ وہ تجکو سب کچھ دیسکتے ہین۔

بگذر ازین روزگار تلخ تر از زہر — بار دگر روزگار چون شکر آید

اس زمانہ سے جو زہر سے بھی زیادہ کڑوا ہے گذر جا — کیونکہ دوسرا زمانہ شکر کی طرح میٹھا آتا ہے

یعنی یہ زمانۂ دنیا جو باعتبار حوادثات و بلیات کے زہر سے بھی زیادہ تلخ ہے اس سے جلد گذر جا۔ دوسرا زمانہ جس سے عالم موت مراد ہے بے غل و غش۔ یعنی شکر کی طرح میٹھا آئیگا انشاء اللہ۔ اور ممکن ہے کہ تلخ روزگار سے ابتدای عشق اور میٹھے زمانہ سے انتہاء عشق الہی مراد ہو اور اسکو بوجہ ناکامی تلخ اور اوسکو بوجہ کامیابی شیرین قرار دیا گیا ہو۔

صالح و طالح متاع خویش نمودند تا کہ قبول افتد و چہ در نظر آید
نیک بخت و بدبخت نے اپنا اپنا مال دکھلایا تاکہ جو نظر پر چڑھ جائے قبول ہو

یعنی زاہد اور عاشق دونوں نے اپنی اپنی پونجی منظور ہو جانیکے لئے پیش کین ہین اب جو ہی پسند آجاوے وہی مقبول ہے۔

بلبل عاشق تو عمر خواہ کہ آخر باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید
ای عاشق بلبل تو عمر تو مانگ کہ آخر الامر باغ سبز ہو جای اور اوسمین سرخ پہول آوین

خلاصہ یہ کہ سالک کو عمر درازی طلب کر کے معرفت مین کوشش کرنی چاہیے قاعدہ ہی کہ سرخ سرخ پہول سبز باغ مین آتے ہین اسیطرح عمر کے سبز باغ مین معرفت سکے پہول لگنے ممکن ہین جنسے مشاہدہ محبوب حقیقی مراد ہے۔

صبر و ظفر ہر دو دوستان قدیم اند بر اثر صبر نوبت ظفر آید
صبر و ظفر دونوں قدیم دوست ہین مگر صبر کے اثر سے ظفر کی باری آتی ہے

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ کے مصداق پر یہ دونوں لازم و ملزوم ہین۔ مگر پہلے صبر کرنا چاہیے تاکہ نتیجہ مین ظفر حاصل ہو۔

غفلت حافظ درین سراچہ عجب نیست ہر کہ بمیخانہ رفت بے خبر آید
اس سراچہ مین حافظ کی غفلت عجب نہین ہے جو کوئی میخانہ مین جای بے خبر ہو جاتا ہی

سراچہ اور میخانہ یہ دونوں لفظ اس شعر مین دنیا کے لئے آئے ہین یعنی اگر حافظ دنیا مین آکر بیخبر ہو گیا تو کوئی تعجب کی بات نہین اسلئے کہ جو کوئی شراب خانہ مین جاے گا وہ بیخبر و مست ہو گا۔

پیش ازینت بیش ازین غمخواری عشاق بود مہر ورزی تو با ما شہرۂ آفاق بود
اس سے پہلے تجھے عاشقوں کی غمخواری زیادہ تہی ہماری ساتہ تیری محبت ورزی مشہور عالم رہی

معشوق سے یا مرشد کامل سے خطاب ہی۔ باقی مطلب صاف تشریح طلب نہین۔

یاد باد این صحبت شبہا کہ با زلف توام بحث سر عشق و ذکر حلقۂ عشاق بود
وہ صحبت یاد ہو گی کہ راتون کو تیری زلف سے اور مجہسے سر عشق کی بحث اور حلقۂ عشاق کا ذکر رہتا تہا

حسن مہ رویان مجلس گرچہ دل میبرد و دین عشق ما بر لطف طبع و خوبی اخلاق بود
اگرچہ مجلس کے خوبرویوں کا حسن میرا دل و دین لیگیا تاہم ہمکو لطف طبع اور خوبی اخلاق کا عشق تہا

خلاصہ یہ کہ جب زمانہ ایکسان نہین رہتا یعنی کبھی صبح ہوتی ہے کبھی شام تو ہمیشہ غم ہی نہین رہیگا شام سے اگر غم مراد لین تو وہ بھی مدام نہین رہتی اور صبح سے اگر خوشی تصور کرین تو اوسکو بھی ہمیشگی نہین۔

در تنگنای حیرتم ای نخوت رقیب — یارب مباد آنکه گدا معتبر شود

مین رقیب کی نخوت سے حیرت کی غار مین ہون — یارب کہین ایسا نہو کہ وہ معتبر ہوجائے

یعنی رقیب اسقدر متکبر و معجب ہی کہ مجھے حیرت آتی ہے یا خدا فقیر کو اعتبار کا موقع نہ ہونے دیجو کیونکہ جب آدمی کو اوسکی حیثیت سے کچھ زیادہ رتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو وہ ہوش مین نہین رہتا۔ اسکی مثال فقیر کی سی ہی کہ اگر فقیر کو بہت سا نقد ملجای تو وہ پھر فقیر نہین رہیگا بلکہ امیر ہوجائیگا یہ صفت بھک منگی گدا کی ہے ہمنے محاورہ کی مطابق گدا کا ترجمہ فقیر کیا ہے ورنہ فقیر اور ہوتا ہے اور گدا اور۔

بس نکته غیر حسن ببايد که تا کسی — مقبول طبع مردم صاحب نظر شود

بس یہ باریکی ہی کہ بغیر حسن کے کوئی چاہی کہ کسی — صاحب نظر کی مقبول طبع ہوجای (تو نہین ہوسکتا)

مهر تو در درونم و عشق تو در سرم — با شیر در درون شد و با جان بدر شود

میری دل مین تیری محبت ہی اور میرے سر مین تیرا سودا — دودہ کی ساتہ اندر گیا ہے اور جان کی ساتہ باہر نکلیگا

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس — گر خاک او بپای شما پی سپر شود

حافظ پابوسی کے لئے قبر سے سر نکالے — اگر اوسکی خاک تمہاری پای بوس اور مدد گار ہوجاے

خلاصہ یہ کہ اگر حافظ کو مرنے کے بعد بھی تمہاری قدمبوسی نصیب ہو تو وہ قبر مین سے سر نکالے اور اپنی خاک کو تمہاری قدمون کے نیچے پامال ہونے کے لئے ڈال دے۔

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد — وجود نازکت آزرده گزند مباد

تن تیرا طبیبون کے ناز کا نیازمند نہو جیو — تیرا وجود نازک نقصان سے آزردہ نہو جیو

خلاصہ یہ کہ ای محبوب خدا کرے نہ تو کبھی بیمار ہو اور نہ تیرے وجود کو کسی قسم کا نقصان پہونچے۔

واضح ہو کہ یہ تمام غزل دعائیہ ہے۔

سلامت همه آفاق در سلامت تست — بهیچ عارضه شخص تو دردمند مباد

سلامتی تمام جہان کی تیری سلامتی سے ہے — کسی عارضہ سے تیرا جسم دردمند نہو جیو

یعنی حافظ کے اشعار جو معرفت کی دولت سے پر ہین آدم علیہ السلام کے زمانہ مین باغ بہشت کے پہولون یعنی گل نسرین ونسترن کے پتون پر لکہے ہوئے تہے۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام بہی معرفت الٰہی سے خوب واقف تہے کیونکہ اسرار معرفت نسرین کے پہول کی پنکہڑیون پر جابجا اونکو لکہے ہوئے ملتے تہے۔

تا ز میخانہ ومی نام ونشان خواہد بود　　سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود

جب تک میخانہ اور می کا نام ونشان رہیگا　　ہمارا سر راہ پیر مغان کی خاک بنا رہے گا

میخانہ سے مقام عشق اور می سے مئے محبت مراد ہے پیر مغان مرشد یعنی جب تک دنیا مین عشق ومحبت قایم ہین اور اونکا نام ونشان ہے اوسوقت تک ہمارا سر راہ پیر مغان کی خاک بنا رہیگا۔

حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش است　　ما ہمانیم کہ بودیم ہمان خواہد بود

ازل سے حلقۂ پیر مغان میرے کان مین ہے　　ہم وہی ہین جو تہے اور وہی ہو جاینگے

حلقہ بگوش ہونا غلام ہونا یعنی ہم ازل سے پیر مغان کے حلقہ بگوش ہین۔ اور ہمارا اعتقاد اسیر کہ جسکی ہم اصل ہین اول سے اوسمین شامل تہے اور آخر اوسمین ہی پہر ملجاینگے۔ خلاصہ یہ نہ کوئی خلل واقع ہوا ہے اور نہ واقع ہوگا۔

بر سر تربت ما چون گذری ہمت خواہ　　کہ زیارتگہ رندان جہان خواہد بود

جب تو ہماری مزار پر ہو کر گذرے ہمت کر　　کہ جہان کے رندون کی زیارتگاہ ہو جائیگا

یعنی میرے مرنے کے بعد جب تو مزار پر ہو کر گذرے تو دم تان کہڑے ہوکر فاتحہ پڑہنا اگر ایسا کریگا تو ہماری قبر جہان کے عاشقون کی زیارت گاہ بنجائیگی۔

سر زمینی کہ نشانی کف پای تو بود　　سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

جس زمین پر کہ تیری کف پا کا نشان پڑجائے　　وہ برسون تک صاحب نظرونکا سجدہ گاہ بنجاتا ہے

برو ای زاہد خود بین کہ ز چشم من وتو　　راز این پردہ نہان است نہان خواہد بود

اے زاہد خود بین جا کہ میری اور تیری آنکہون سے　　اس پردہ کا راز پوشیدہ رکہا گیا ہے اور پوشیدہ ہی رہیگا

خلاصہ یہ کہ زاہد جا اپنا کام دیکہ اور اس خیال باطل سے باز آ کیونکہ عالم سلوک کا راز میری اور تیری آنکہون سے پوشیدہ رکہا گیا ہے اور پوشیدہ ہی رہیگا اگر تو اسکو دیکہنے کی کوشش کرے تو یہ فضول ہے۔

یعنی اگرچہ مجلس کے مہرویون کا حسن میرا دل و دین دونون لیجاتا ہے تاہم مجھے زیادہ تر لطف طبیعت اور اخلاق پر عشق زیادہ ہوتا ہے نہ کہ ظاہری حسن پر محبت دلانے کے لئے صرف خوبصورتی ہی کافی نہین ہوتی بلکہ عادت و مزاج بھی اچھے ہونے چاہئین۔

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد ، دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود

صبح ازل کی ابتدا سے شام ابد کے آخر تک دوستی و محبت دونون یک عہد و پیمان پر تہین

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

معشوق کا سایہ اگر عاشق پر پڑا تو کیا ہوا ہم اوسکے محتاج تہے اور وہ ہمارا اشتاق تہا

معشوق سے مراد حق تعالی ہے اور اوسکے ساتھ بندون کی احتیاج ظاہر مگر اوسکا مشتاق ہونا باعتبار اسکے کہ ہم اوسکے مظاہر قدرت مین سے ایک مظہر تہے صحیح ہے علاوہ برین یہ بھی قاعدہ ہے کہ صانع اپنی صنعت کو دوست رکھتا ہی اسلئے اللہ تعالی بھی اپنی مصنوعات کا مشتاق سمجھا جائیگا۔

پیش ازین کین سقف سبز و طاق مینا بر کشید منظر چشم مرا ابروی جانان طاق بود

اس سے پہلے کہ یہ سبز چہت اور مینا کار طاق بنایا ابروی جانان کا طاق میری آنکہ کا منظر تہا

یعنی قبل اسکے کہ یہ سبز رنگ آسمان بنا گیا ہو ابروے محبوب حقیقی کا طاق میری چشم کا منظر رہتا تہا۔

اس شعر مین عالم اطلاق کا بیان ہے۔

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار دستم اندر ساعد ساقی سیمین ساق بود

تسبیح کا ڈورا اگر ٹوٹ گیا تو مجھے معذور رکہہ کیونکہ میرا ہاتہ ساقی سیمین ساق کے ہاتہ سے دبا ہوا تہا

بر در شاہم گدائی نکتۂ در کار کرد گفت بر ہر خوان کہ بنشستم خدا رزاق بود

شاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے مجھسے یہ نکتہ بیان کیا کہا کہ جس خوان پر کہ مین بیٹہا خدا رزاق تہا

یعنی بادشاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے مجھسے کیا اچھی بات بیان کی اوسنے کہا کہ جسکے خوان پر مین کہانا کہانے کو بیٹہا مین نے یہی سمجہا کہ رزق دینے والا خدا ہے نہ آقاے خوان۔ خلاصہ یہ کہ طلب روزی کی حاجت شاہ ہی پر نہین کرتا جس جگہ چاہتا ہون میری مقدار کا رزق مجھے خدا پہونچاتا ہی کیونکہ وہ رزاق ہے۔

شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد دولت نسرین و گل را زینت اوراق بود

حافظ کے شعر آدم علیہ السلام کے زمانہ مین باغ بہشت اندر گل نسرین کی دولت کے اوراق کی زینت تہی

یعنی ای محبوب جب تمام دنیا کی سلامتی تیری سلامتی پر موقوف ہے تو خدا نکرے کہ تیری جسم کو کوئی بیماری نہ پہونچے اور تو کسی عارضہ مین مبتلا نہو اسلئے کہ اگر تو دردمند ہوا تو جانیو کہ تمام عالم دردمند ہو گیا۔

درین چمن چو درآید خزان بیغمائی — رہش بسرو سہی قامت بلند مباد

اگراس باغ مین باد خزان غارتگری کو آوے — تو اوسکی راہ تیری سرو سہی قد بلند کی طرف نہوجیو

دران بساط کہ حسن تو جلوہ اندازد — مجال طعنۂ بدبین و بدپسند مباد

اوس بساط مین کہ جہان تیرا حسن جلوہ افروز ہے — حاسد کو طعنہ کی اور بدخواہ کو مجال نہوجیو

مجال صورت معنی بہمین ہمت تست — کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

مجال صورت و معنی کا تیری ہمت کی برکت سے ہے — اسلئے تو ظاہر مین بیمار اور باطن مین مغموم نہوجیو

صورت بمعنی ظاہر اور معنی بمعنی باطن یعنی چونکہ تیری ہمت کی برکت سے ظاہر و باطن کو رونق ہی اسلئے تیرا ظاہر بیمار اور باطن مغموم نہوجیو۔

ہر آنکہ روی چو ماہت بچشم بد بیند — بر آتش تو بجز چشم او سپند مباد

جو شخص کہ تیرا کا چاند سا مکھڑا چشم بد سے دیکھے — تیری آتش پر اوسکی آنکھہ بجز سپند کی کام کی نہوجیو

یعنی جو شخص تیری چاند سے چہرہ کو بد نظر سے دیکھے اوسکی آنکھہ تیری آتش پر وہ کام کرے کہ جو آگ پر سپند کیا کرتا ہے۔

شفا ز گفتۂ شکر فشان حافظ جوی — کہ حاجتت بعلاج گلاب و قند مباد

حافظ کی شکرفشان باتون سے شفا ڈھونڈ — کہ تجکو اپنی علاج کے لئے قند و گلاب کی حاجت نہو

یعنی ای طالب معرفت تیری صحت کے لئے حافظ کی شکرافشان باتین کافی ہین پس تجکو اپنے علاج کے لئے قند و گلاب کی کیا ضرورت ہی جبکہ حافظ کی باتین خود شکرافشان ہین

ترک من چون جعد مشکین گرد کاکل بشکند — لالہ را دل خون شود بازار سنبل بشکند

میرا معشوق جو جعد مشکین کاکل کے گرد چھوڑ دے — تو لالہ کا دل خون ہو اور سنبل کا بازار کھوتا

جعد مشکین سیاہ چوٹی کاکل زلف یعنی اگر میرا محبوب چوٹی اور زلف کو آراستہ کرے تو لالہ کا غم سے خون ہوجاے اور سنبل کو کوئی نہ پوچھے یہ تشبیہات ہین جنسے شاعری کی خوبی ہویدا ہی کاکل کو سنبل سے

ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز تا دگر خون دل از دیدہ روان خواہد بود

میرا عاشق کش ترک مست ہو کر آج باہر نکلا ہے دیکھئے کہ کسکا خون آج بہایا جائیگا

عیب مستان مکن ای خواجہ کزین کہنہ رباط کس ندانست کہ رحلت بچہ سان خواہد بود

ای خواجہ مستون کو عیب لگا کہ اس دیرینہ مسافرخانہ سے کوئی نہین جانتا کہ کس طرح رحلت ہوگی

خواجہ سے مراد زاہد کہنہ رباط سے دنیا مقصود ہے مطلب یہ کہ ای واعظ تو عاشقوں پر عیب نہ لگا اسلئے کہ یہ کسی کو نہین معلوم کہ دنیا سے کون شخص کس حال مین اوٹھیگا یعنی کوئی نہین جانتا کہ کسکا خاتمہ کفر پر ہوگا اور کس شخص کا ایمان پر۔

چشمم آندم کہ ز شوق تو نہد سر بہ لحد تا دم صبح قیامت نگران خواہد بود

میری آنکھ کہ جب تیری شوق مین قبر مین سر رکھی صبح قیامت تک تیری نگران رہیگی

بخت حافظ گر ازین گونہ مدد خواہد کرد زلف معشوق بدست دگران خواہد بود

حافظ کا نصیب اگر اسیطرح یاوری کرتا رہیگا تو زلف معشوق کی دوسرےکے ہاتھ پہنچ جائیگی

یہ استفہام ہے یعنی اگر حافظ کا نصیب ایسی یاوری نہین کریگا جیسی کہ اوسکو کرنی چاہئے تو ضرور محبوب کی زلف دوسرون کے ہاتھ پڑ جائیگی اور حافظ محروم رہ جائیگا۔

ترسم کہ اشک در غم ما پردہ در شود وین راز سر بمہر بعالم سمر شود

مجھے ڈر ہے کہ اشک ہماری غم کا پردہ در ہو جاے تا کہ یہ سربستہ بھید عالم مین مشہور ہو جائیگا

راز سر بمہر سے راز عشق مراد ہی اور سمر کے معنی مشہور ہو جانے کے ہین۔ یعنی کہین ایسا نہو کہ ہمارے اشک عشق کے پردہ در ہو جاوین اور راز محبت جو پوشیدہ رہنا چاہئے عالم مین شہرت پا جاے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر آری شود ولیک بخون جگر شود

کہتے ہین کہ مقام صبر مین پتھر لعل ہو جاتا ہے ہان ہو تو جاتا ہے لیکن خون جگر کے ساتھ ملکر ہوتا ہے

یعنی لوگ کہتے ہین کہ صبر کا پتھر لعل ہو جاتا ہے۔ بیشک صبر ایسی ہی چیز ہے کہ لعل ہو جاے۔ مگر اوسوقت تک نہین ہوتا۔ جب تک جگر کو خون نہین بنا دیتا یعنی جب تک کہ طالب صبر سے جگر کو خون نہین کر ڈالتا اوسوقت تک مقصود کو نہین پہونچتا تو اس اعتبار سے گویا پتھر لعل ہو جاتا ہی مگر خون جگر کے ساتھ مل کر۔ لعل کے واسطے خون جگر کا لفظ بہت عمدہ رعایت ہے۔

با ہیچکس نشانی زان دلستان ندیدم — یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد

کسی مین نشان اوس دلستان کا مینے نہین دیکھا — یا تو مجکو خبر نہین یا وہ نشان ہی نہین رکھتا

یعنی کسی معشوق کو مین نے اوس بے نظیر معشوق کا نظیر نہین پایا۔ پس یا تو مین خبر نہین رکھتا یعنی میری آنکھون مین اوسکا نظیر نہین جچتا یا درحقیقت وہ ہی اپنا ثانی نہین رکھتا ہی۔ پہر مجہے اوسکا نظیر دکھائی دینا کیسے ممکن ہے۔

ہر شبنمی درین رہ صد موج آتشین است — دردا کہ این معما شرح و بیان ندارد

ہر شبنم اس راہ مین سو موج آتشین کے برابر ہی — افسوس کہ یہ معما قابل شرح و بیان کے نہین

یعنی راہ عشق مین ہر بے حقیقت قطرۂ شبنم سو آتشین موجون کا حکم رکھتا ہی۔ پس افسوس کہ یہ معمای عشق بیان کرنیکی قابل نہین اور نہ کسی پر ظاہر ہوا۔

سر منزل قناعت نتوان ز دست دادن — ای ساربان فروکش کاین رہ کران ندارد

صبر کی منزل کو ہاتہ سے نہ جانے دینا — ای شتربان ٹہر جا کہ یہ راہ انتہا نہین رکہتی

ساربان سے سالک مراد ہی۔ یعنی ای سالک قناعت کو ہاتہ سے نہ چہوڑ اور منزل صبر پر آرام کر آگے بڑہنے کی ہوس نکر کیونکہ یہ راہ حرص بے پایان ہے اور اسکی انتہا نہین۔ اگر تو قناعت کو چہوڑ کر آگے بڑہے گا تو راہ سے بہٹک جائیگا۔

چنگ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت — بشنو کہ پند پیران ہیچت زیان ندارد

چنگ خمیدہ قامت تجکو عشرت کی طرف بلاتا ہی — سن لے کہ بڈہون کی نصیحت تجکو کوئی نقصان نہین پہونچائیگی

چنگ خمیدہ قد سے کہن سال مرشد اور عشرت سے عشق مراد ہی لہذا مطلب یہ ہی کہ ای نوجوان تجکو مرشد بزرگوار راہ عشق کی طرف بلاتا ہی تو جا اور اوسکی سن کیونکہ بڈہون کی نصیحت تیرے کام آئیگی اور تجہی کوئی نقصان بہی نہ دیگی۔ خمیدہ قامت کا لفظ پیر کے اعتبار سے لائے ہین۔

گر خود رقیب شمع است احوال از وی پوشان — کان شوخ سر بریدہ بند زبان ندارد

اگر رقیب خود شمع ہے تو اوس سے حال چہپا — کہ یہ سر بریدہ شوخ اپنی زبان کو لگام نہین دیتی

چونکہ شمع کا سر گلگیر سے کاٹ لیتی ہین اسلئے اوسکو سر بریدہ شوخ کہا۔ باقی مطلب صاف ہی کہ شمع تک سے حال عشق چہپانے کی ممانعت کی جارہی ہے۔

تشبیہ دیا کرتے ہین۔

در خرامان سرو گلنارش کند میل چمن | سرو را از پا در اندازد دل گل بشکند
اور جدہ سرو گلنار خرامان خرامان باغ کی طرف رخ کرے | سرو کو ٹہوکر سے مارے اور گل کی دلکو توڑ دے

تا خیال ابروی جانان ز چشمم دور شد | اندرین رہ سیلہا باشد کہ صد پل بشکند
جبسے کہ ابروی جانان کا خیال میری آنکہ سے دور ہوا ہے | راہ مین اتنی رو ین ہین کہ سو پلون کو توڑ دین

یعنی جب سے کہ ابروی جانان میری آنکہون سے دور ہوئی ہین مین اسقدر رویا ہون اور اتنی نرو ین آنسوون کی جاری ہوئی ہین کہ سو پلون کے توڑنے کو کافی ہون۔

چون نسیم صبحگاہی پردۂ گل بر درد | خار غم اندر دل مجروح بلبل بشکند
جب صبح کی ہوا گل کا پردہ پہاڑتی ہے | غم کا خار بلبل کے دل مجروح مین توڑتی ہے

یعنی جب صبح کی ہوا سے پہول کہلتا اور تر و تازہ ہو کر خوش و خندان ہوتا ہے تو بلبل کے دل مجروح مین اس وجہ سے خار چبہتا ہی کہ اوسکا معشوق کیسے جوبن پر ہے مگر اوسکے حال زار کی طرف توجہ نہین کرتا اور اوسکی طرف سے لاپرواہ ہے۔

حافظا این سر وحدت را ز دست خود مدہ | تا خیال زہد و تقوی را توکل بشکند
ای حافظ وحدت کا راز اپنے ہاتہ سے نہ دے | تاکہ زہد و تقوی کے خیال کو توکل توڑ ڈالے

خلاصہ یہ کہ ای حافظ یہ سر وحدت جو تو رکہتا ہی ہاتہ سے نہ چہوڑ۔ تاکہ زہد و تقوی کا خیال کہ مین ایسا متقی اور پرہیزگار ہون اوس توکل کو جو تو خالق حقیقی پر رکہتا ہی توڑ دے اور دور کر دے۔

جان بی جمال جانان میل جہان ندارد | ہر کس کہ این ندارد حقا کہ آن ندارد
جان جمال جانان کے بغیر جہان کی خواہش نہین رکہتی | جو شخص کہ یہ نہین رکہتا قسم خدا کی وہ وہ نہین رکہتا

یعنی اگر عالم مین دیدار جانان میسر نہو تو جان کو جہان مین سے کسی کی پروا نہین اور خدا کی قسم جسکو دیدار جانان میسر نہین اوسمین جان نہین گویا وہ مردہ ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ پیدائش انسان کی نفس ناطقہ کیلئے ہے اسلئے جان نے جو عالم لطیف سے عالم کثیف کی طرف میل کیا ہی وہ کمال حاصل کرنیکو کیا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دنیا مین کمال معرفت حاصل کرکے بحق سے واصل ہو جائے۔

پس عید کے چاند کو ابروے یار پر دیکھنا چاہیے تاکہ وہ ہی خوشی جو لوگون کو عید کا چاند دیکھنے سے ہوئی ہمکو ابروان یار کے دیکھنے سے ہو جو ہلال کی طرح ہین۔

شکستہ گشت چو پشت ہلال قامت من — کمان ابروی یارم کہ بار وسمہ کشید

میری پشت ہلال قامت جو شکستہ ہوئی ہے — ہین کمان ابروی یار ہون کہ بار وسمہ کا کھینچا ہو

مپوش روی و مشو در خطا ز تفرج حسن — کہ خواند خط تو بر روی وان یکاد دمید

مونہہ مت چھپا اور نظارہ حسن سے غصہ نہو — کہ تیرا خط تیری چہرہ پر آیت وان یکاد پڑہتا ہوا نکلا ہے

اس شعر مین آیت کریمہ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ کے مضمون کی تلمیح ہے اس آیت کو نظر بد کے واسطے باندہتے ہین۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب اپنی مونہہ کو مت چھپا اور نظارہ خلق سے درہم ہی نہو کیونکہ تیرا خط جو تیرے چہرہ پر نکلا ہے وہ گویا آیت وان یکاد الذین پڑہتا ہوا نکلا ہے اسلئے مبادا کہ تجکو کسی کی نظر بد سے نقصان پہونچے۔ پس تجکو کسی بدچشم کے نظارہ سے بھی خوف نکرنا چاہیے۔

مگر نسیم تنت صبح در چمن بگذشت — کہ گل ببوی خوشت ہمچو صبح جامہ درید

شاید کہ تیرے جسم کی ہوا صبح کو چمن مین پہونچی — کہ گل نے تیری خوشبو سے صبح کی طرح کپڑے پھاڑے

بیا کہ با تو بگویم غم ملالت دل — چرا کہ بی تو ندارم مجال گفت و شنید

آتا کہ تجھسے دل کے غم و ملال کا حال کہون — کسواسطے کہ سوا تیرے کسی سے مجال گفت و شنید کی

یعنی اے محبوب تو آتا کہ تجھسے ہجر کے غم و ملال کا حال بیان کرون کسلئے کہ تیرے سوا اس غم عشق کو کسی اور سے بیان کرنیکی مجال نہین رکھتا ہون۔

نبود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود — گل وجود من آغشتہ شراب و نبید

چنگ و رباب اور گل و شراب نہ تھے — کہ میرے وجود کی گل آغشتہ شراب اور مستی کی تھی

خلاصہ مطلب یہ کہ مین اوسوقت سے مست شراب عشق ہون کہ جب نہ تو چنگ و رباب کا نام و نشان تھا اور شراب و معشوق ہی کا پتہ تھا یعنی میرا عشق ازلی ہے امروزہ نہین۔

بہای وصل تو گر جان بود خریداریم — کہ جنس خوب مبصر بہرچہ دید خرید

اگر تیری وصل کی قیمت نقد جان ہو تو خریدار ہون — کہ اچھی چیز جس کسی مبصر نے دیکھی خرید لی

ذوقی چنان ندارد بی دوست زندگانی | بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد
مجھے بغیر دوست کے زندہ رہنے کا کچھ ذوق نہین | کیونکہ بی دوست زندگانی کچھ ذوق نہین رکھا کرتی

احوال گنج قارون کایام داد بر باد | در گوش گل فرو خوان تا زر نہان ندارد
گنج قارون کا قصہ کہ جسکو زمانہ نی برباد کردیا | پہول کے کان مین کہو تاکہ وہ زر کو پوشیدہ کرکے نرکہے

یعنی قارون کے خزانہ کا حال کہ کسطرح اوسکو قارون نے چہپا چہپا کر رکہا تہا اور پہر کیسے زمانہ نے برباد کردیا پہول سے کہدو تاکہ وہ اپنا زر (جو بن) جو چہپا کے رکہتا ہے صرف کردے اور زمانہ کی دست برد سے آگاہ ہوجائے کہ اسمین سب کو زوال ہوتا ہے۔

آنرا کہ خواندی استاد گر بنگری بتحقیق | صنعتگریست اما طبع روان ندارد
جسکو تو اوستاد کہتا ہے اگر غور سے دیکہے | تو کاریگری رکہتا ہی لیکن طبع کی روانی نہین رکہتا

یعنی ای مخاطب جسکو تو اوستاد کہہ رہا ہی اگر اسے بنظر تفحص دیکہے اور اصلیت پر غور کرے تو تجکو معلوم ہوجائے گا کہ یہ شخص صرف چالاک ہے اور طبیعت مین جوہر نہین رکہتا اسکا اشارہ جہوٹے مدعی کی طرف ہے کہ جسمین کچھ ہنر تو نہو اور طبعی فطرت سے پیری مریدی کرتا پہرے۔

ایدل طریق رندی از محتسب بیاموز | مست ست و در حق او کس این گمان ندارد
ایدل رندی کا طریقہ محتسب سے سیکہہ | کہ وہ مست تو ہی مگر اوسکے حق مین کوئی یہ گمان نہین کرتا

محتسب سے مرشد کامل مقصود ہی۔ اور خلاصہ مطلب یہ ہی کہ ایدل رندی کا طریقہ محتسب سے سیکہہ لے جو کہ باطن مین مست ہی مگر اپنے آپ کو مست نہین کہتا گویا وہ اپنا حال چہپاتا ہے اسیطرح تجکو بہی خلق سے اپنا بہید عشق بہی چہپانا چاہئے۔

کس در جہان ندارد یک بندہ چو حافظ | زیرا کہ چون تو شاہی کس در جہان ندارد
کوئی جہان مین ایک غلام بہی حافظ کی مانند نہین رکہتا | اسواسطے کہ تیری طرح بادشاہ بہی تو جہان مین کسی کو نہین میسر

یعنی جب تجہسا شاہ خلق مین کسی کو میسر نہین تو حافظ سا بندہ بہی جہان مین کسی کے پاس نہوگا۔

جہان ز ابروی عید از ہلال وسمہ کشید | ہلال عید بر ابروی یار باید دید
جہان نے ابروے عید پر ہلال کا وسمہ لگایا | عید کا ہلال ابروی یار پر دیکہنا چاہئے

خلاصہ یہ کہ جہان نے ہلال عید سے گویا ابروے عید پر وسمہ لگایا یعنی عید کو ہلال سے زینت بخشی

قاعدہ ہے کہ نظر کو سورج ہی سے روشنی ملتی ہے لہذا مطلب یہ ہی کہ تیرا جمال ہر نظر کے لئے روشنی ہو جیو اور تیرا چہرہ باعتبار خوبی اور معشوقون کے چہرون سے خوبتر ہو۔

همای اوج شاهین شهیرت را — دل شاهان عالم زیر پر باد

تیرے ہمای اوج کے شاہین کے شہپر کے لئے — شاہان عالم کا دل زیر پر کے ہو جیو

خلاصہ یہ ہے کہ تیرا عروج شاہان عالم کے عروج سے بھی بڑھ چڑھ کر رہے۔

دلی کو بستۂ زلفت نباشد — همیشه غرقهٔ خون جگر باد

وہ دل کہ جو تیری زلف کا اسیر نہو — ہمیشہ خون جگر مین غرق رہے

یعنی جس دل کو تیری زلف کا سودا نہو ہمیشہ خون جگر مین غرق رہے تو اچھا۔ خلاصہ یہ کہ گریان و پشیمان رہے۔

بتا چون غمزه ات ناوک گشاید — دل مجروح من پیشش سپر باد

اے صنم جب تیرا غمزہ تیر نکالے — میرا دل زخمی اوسکے آگے ڈھال ہو جیو

چو لعل شکرینت بوسه بخشد — مذاق جان من زو پر شکر باد

جو تیرا لب شکرین بوسہ عطا کرے — اوس سے میری جان کا مذاق پر شکر ہو جیو

مرا از تست هر دم تازه عشقی — ترا هر ساعتی حسن دگر باد

مجکو تجھسے ہر دم تازہ محبت ہے — تجکو ہر گھری نیا حسن ہو جیو

بجان مشتاق روی تست حافظ — ترا بر حال مشتاقان نظر باد

تیرے چہرہ کا حافظ جان سے مشتاق ہی — تجکو مشتاقون کے حال پر نظر کرنی چاہئے

ان سب اشعار کا زیادہ مطلب تشریح نہین چاہتا تہا اسلئے ہمنے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

چو رویت مهر و مه تابان نباشد — چو قدت سرو در بستان نباشد

تیری چہرہ کی مانند چاند و سورج نہین چمکتے — اور تیرے قد کی مثل سرو بھی باغ مین نہین ہے

چو لعل و لولوت در دلفروزی — دُر دریا و لعل کان نباشد

تیری لعل اور موتیون کی مانند دلفروزی مین — دریا کے موتی اور کان کا لعل بھی نہین ہے

چونکہ معشوق کے لب سرخ کو لعل سے اور دندان آبدار کو موتیون سے تشبیہ دیتے ہین اسلئے پہلے مصرع مین

یعنی اگر تیری وصل کی قیمت جان بہی ہو تو مین خریدار ہون اسواسطے کہ عمدہ جنس بصر جس قیمت مین ملے لیناہے - کیونکہ وصل تیرا عمدہ جنس ہے اور مین اوسکا مبصر ہون۔

مریز آب سرشکم کہ بی تو دور از تو | چو باد میشود و در خاک راہ می غلطید
میرا سرشک آب مت بہا کہ بغیر تیری تجہسے دور | جو ہوا ہوتا ہے تیری راہ کی خاک مین لوٹتا ہے

یعنی میرے اشک کی آبرو نہ بگاڑ اسواسطے کہ بغیر تیرے اوسکا حال یہ ہوجاتا ہے کہ راہ کی خاک مین لوٹتا ہے پس جب وہ تجہسے ایسی محبت رکہتا ہے تو اوسکی آبرو نہ بگاڑنی چاہیے۔

چو ماہ روی تو در زیر زلف میدیدم | شبم بروی تو روشن چو روز میگردید
جب تیرا چاند سا چہرہ زلف کے نیچے دیکہتا ہون | تو مجکو رات تیرے رخ پر دن کی طرح روشن ہوجاتی ہے

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام | بسر رسید امید و طلب بسر نرسید
میرا دم لبون پر پہونچا اور مطلب نہ نکلا | امید آخر ہو گئی اور طلب آخر نہوی

خلاصہ یہ کہ امید آخر ہوکر مبدل بہ یاس ہوگئی مگر طلب ختم نہوی اور نہ مطلب بر آیا۔

ز انقلاب زمانہ طمع مدار ای چرخ | چو صبح بر رخ عالم ازین صفت خندید
ای مخاطب انقلاب زمانہ سے امید نرکہہ کہ آسمان | مثل صبح کے رخ عالم پر اسیطرح سے ہنسا ہے گا

یعنی اے مخاطب تو زمانہ کے انقلاب سے یہ طمع نرکہہ کہ جس طرح آسمان عالم کے ساتہ اس وقت نیکی کر رہا ہے اسیطرح ہمیشہ کئی جائیگا۔ اور صبح کی طرح دنیا پر ہنستا رہیگا۔

دلم ز زلف تو شوریدہ بود میدانم | کہ پیش روی تو بر خود چو برق می خندید
مین جانتا ہون کہ میرا دل تیری زلف سے پریشان ہے | کیونکہ تیری رخ کی سامنے اپنی اوپر مثل برق کی ہنستا تہا

ز شوق لعل تو حافظ نوشت شعری چند | بخوان تو نظمش و در گوش کش چو مروارید
تیری لب لعل کے شوق مین حافظ نے چند شعر لکہے ہین | تو اوسکی نظم کو پڑہ اور کانون مین موتیونکی طرح ڈال

خلاصہ مطلب یہ کہ حافظ نے یہ چند شعر تیرے لب لعل کے شوق مین تصنیف کئے ہین تو انکو پڑہ اور کانون مین موتی کی طرح ڈال لے۔

جمالت آفتاب ہر نظر باد | ز خوبی روی خوبت خوبتر باد
تیرا جمال ہر نظر کے لئے آفتاب ہوجیو | تیرا روی خوب خوبی سے بہی خوبتر ہوجیو

چو آفتاب می از مشرق پیالہ برآید — ز باغ عارض ساقی ہزار لالہ برآید

جو می آفتاب مشرق کے پیالہ سے نکلے — ساقی کے باغ عارض سے ہزار لالے پیدا ہوں

می سے شراب عشق مراد ہے اور بوجہ صفائی اور روشنی کے اوسکو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہی پیالہ سے وجود سالک ساقی سے مرشد لالہ سے تازگی و فرخندگی مقصود ہیں۔ اور مطلب یہ کہ جب آفتاب عشق کا وجود سالک پر طلوع کرتا ہی تو اوسکے مرشد کو ہزاروں تازگیاں اور مبارکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

نسیم در سر گل بشکند کلالۂ سنبل — چو در میان چمن بوی آن کلالہ برآید

نسیم کلالۂ سنبل کو ہیچ سمجھنے لگے — جو باغ کے درمیان خوشبو اوس زلف کی آوے

نسیم اوس نرم و نازک ہوا کو کہتے ہیں جس سے ملکر پہولوں کی مہک آیا کرتی ہے۔ کلالہ کے معنی پیچیدہ بال یا کاکل یا گلدستہ کے ہیں اور یہ لفظ کلالہ بہی لکہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہی کہ جب چمن میں معشوق کی زلف کی بو آجاوے تو نسیم سنبل کی زلف کو ہیچ سمجہتی ہے اور زلف محبوب کے مقابلہ میں اوس [illegible] نہیں چلتی

حکایت شب ہجران نہ آن حکایت حالیست — کہ شمۂ ز بیانش بصد رسالہ برآید

شب ہجران کی حکایت حال کی شکایت نہیں — کہ اوسکا تہوڑا سا بیان بہی سو رسالوں میں سماجاے

ز گرد خوان نگون فلک مدار توقع — کہ بی ملالت صد غصہ یک نوالہ برآید

اوندہی آسمان کے خوان کی گرد سے توقع نہ رکہہ — کہ بغیر رنج اور سو غصہ کے ایک نوالہ بہی ملیگا

یعنی خوان آسمان سے جو اوندہا خوان ہے بالکل یہ توقع مت رکہہ کہ بغیر رنج اور سیکڑوں طرح کے غصہ کی تجکو ایک نوالہ بہی میسر ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ کہ خوان آسمان میں یہ نوالہ کہانیکے لئے ہزاروں غم و غصہ بہی کہانیکی ضرورت پڑتی ہے۔

گرت چو نوح نبی صبر ہست در طوفان — بلا بگردد و کام ہزار سالہ برآید

اگر تجہے حضرت نوح کی طرح غم کی طوفان میں صبر ہے — تو بلا لوٹ جائیگی اور ہزار سال کا خراب شدہ کام سنبہل جاے

مطلب یہ کہ اگر تجہے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح غم کے طوفان میں صبر ہے تو یاد رکہہ کہ صبر سے ساری بلائیں ٹل جائینگی اور مدتوں کے بگڑے ہوے کام درست ہو جائینگے۔

بسعی خود نتوان برد پی بگوہر مقصود — خیال باشد کاین کار بی حوالہ برآید

اپنی کوشش سے گوہر مقصود ہاتہہ نہیں آسکتا — یہ محض خیال ہی کہ یہ کام بغیر حوالہ کے نکل آئیگا۔

صرف استعارہ کے طور پر لعل و لولو کے الفاظ بجاے لب و دندان کے لائے ہین مگر انسے مراد لب اور دانت ہی سمجھنے چاہئین مطلب یہ ہے کہ دریا کے موتی تیرے دانتون سے اور کان کا لعل تیرے لب سے دلفروزی مین زیادہ نہین۔

میان خط سبزت لعل نوشین عجب گر چشمۂ حیوان نباشد

تیرے خط سبز کے درمیان سرخ ہونٹھ تعجب ہے اگر آب حیات کا چشمہ نہون

خط سبز سے ظلمات کا اور لب سرخ سے آب حیات کا استعارہ دیا گیا ہے باقی مطلب صاف ہی کہ خط سبز کے درمیان آب حیات کا ہونا تعجب ہوتا مگر نہین تعجب کی کوئی بات نہین اسلئے کہ سیاہی خط کی درمیان سرخ ہونٹ گویا آب حیات کا چشمہ موجود ہین۔

چو فندق پستہ اش خندد بحالم چرا بادام من گریان نباشد

پستہ اوسکا مثل فندق کی میری حال پر ہنستا ہی تو کسواسطے میرا بادام گریان نہو

فندق ایک ولایتی میوے کا نام جو بیر کی برابر اونگلیون کے اگلے پورؤن کی مشابہ ہوتا ہی پستے دہن معشوق مراد ہی۔ بادام کی تشبیہ آنکھون سے دیجاتی ہے لہذا مطلب یہ ہی کہ آنکھین کیون گریان نہون جبکہ اوسکا پستۂ دہن فندق کی طرح میرے اوپر ہنستا ہے۔

سواد کفر زلف او کہ دل را بروی تو ازان ایمان نباشد

اوسکی زلف کی سیاہی دل کے لئے کفر ہے تیری صورت کی قسم کہ ایمان نہین ہے

بتو نسبت نباشد ہیچ تن را نہ تن باللہ کہ مثلت جان نباشد

تجھسے کسی تن کو نسبت نہین تن کیا بلکہ خدا کی قسم کوئی جان تیری مثل نہوگی

تن کثیف چیز ہے اور جان لطیف اسلئے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ تیری تن کی مانند کوئی تن نہین اور تن کیا بلکہ خدا کی قسم کوئی جان بھی ایسی لطیف نہین ہوگی جیسا کہ تیرا تن لطیف اور سبک ہی۔

اگرچہ ہست شیرین شعر حافظ چو لعل خسرو خوبان نباشد

اگرچہ حافظ بھی شیرین شعر ہے لیکن مثل خسرو خوبان کے لعل کے نہین

خلاصہ یہ کہ گو حافظ کے اشعار شیرین ہین مگر معشوق کے لب لعل حافظ کے اشعار سے زیادہ شیرین سمجھنے چاہئین۔

کرون گا۔ اور عہد قدیم سے غالو ابلی کی طرف اشارہ ہے۔

نفاق وزرق نبخشد صفای دل حافظ　　طریق رندی وعشق اختیار خواہم کرد

ای حافظ حسد وفریب دل کو صفائی نہین بخشتے ہین۔ رندی وعشق کا طریق اختیار کرونگا مین

خلاصہ یہ کہ کینہ وفریب سے دل کی صفائی حاصل نہین ہوتی عاشقی اور بیباکی سے ہوتی ہے لہذا مین وہ ہی طریقہ عشق اختیار کرون گا جس سے کہ دل صاف ہوجائے۔

چہ مستی است ندانم کہ رو بما آورد　　کہ بود ساقی درین بادہ از کجا آورد

نہین جانتا ہون مین کہ کیا مستی ہی جو ہمپر طاری ہوئی　　ساقی کون تہا اور یہ شراب کہان سی لایا تہا

یعنی نہین معلوم کہ یہ کیسی مستی ہے جو ہمکو حاصل ہوئی ہے اور ساقی کون تہا اور ایسی مست شراب کہان سے لایا۔ واضح ہو کہ مستی سے مستی عشق اور شراب سے مے معرفت مراد ہی۔ ساقی کا کنایہ مرشد کامل کی طرف۔

دلا چو غنچہ شکایت ز بخت بستہ مکن　　کہ باد صبح نسیم گرہ گشا آورد

اے دل غنچہ کی طرح بخت بستہ سی شکایت نکر　　کہ ہوا صبح کی نسیم گرہ کہولنے والی کو لائی ہی

ای دل غنچہ کی طرح اپنے سربستہ نصیب کی شکایت نکر کیونکہ ہوا صبح کی نسیم کو جس سے مرشد کامل مراد ہی تیری عقدہ کشائی کو لائی ہے۔

رسیدن گل ونسرین بخیر وخوبی باد　　بنفشہ شاد وخوش آمد سمن صفا آورد

گل ونسرین کا پہونچنا خیر وخوبی کے ساتہ ہو جیو　　بنفشہ خوش ہی اور سمن صاف کی خوشامد کرتی ہی

علاج ضعف دل ما کرشمہ ساقی ست　　برآر سر کہ طبیب آمد و دوا آورد

ہماری ضعف دل کا علاج ساقی کا کرشمہ ہے　　سر اوٹہا کہ طبیب آیا اور دوا لایا ہے

صبا بخوشخبری ہدہد سلیمان ست　　کہ مژدہ طرب از گلشن سبا آورد

صبا خوشخبری مین سلیمان کا ہدہد ہے　　کہ مژدہ خوشی کا باغ شہر سبا سی لائی ہی

گلشن سبا سے کوئی محبوب مراد ہی جسکا اشارہ عالم لاہوت کی طرف سمجھنا چاہیے۔ صبا خوشخبری پہونچانے مین ہدہد سلیمان کی مانند ہو کہ جسنے شہر سبا اور اوسکی ملکہ بلقیس کے حال سے حضرت سلیمان کو آگاہ کیا لہذا اس موقع پر صبا سے مرشد کامل اور گلشن سبا سے عالم لاہوت مراد ہے جو مقام محبوب حقیقی کا ہے

یعنی یہ صرف خیال ہی خیال ہے کہ اپنی سعی سے کام پورا ہوگا یہ بات نہین بلکہ بغیر حوالہ تقدیر کے
کوئی کام نہین پورا ہو سکتا۔

نسیم وصل تو گر بگذرد بتربت حافظ — ز خاک کالبدش صد ہزار نالہ برآید
اگر تیرے وصل کی نسیم ہی حافظ کی قبر کے پاس ہوکر گذرے — تو اوسکے جسم کی خاک سے ہزار نالے پیدا ہون
مطلب صاف ہے تشریح طلب نہین۔

چو باد عزم سر کوی یار خواہم کرد — نفس ببوی خوشش مشکبار خواہم کرد
ہوا کی مانند ارادہ کوئی یار کا کرون گا مین — جان کو اوسکی خوشبو سے مشکبار کرونگا

ہر آبروی کہ اندوختم ز دانش و دین — نثار خاک رہ آن نگار خواہم کرد
جو آبرو کہ مین نے عقل اور دین سے جمع کی ہے — اوس معشوق کی خاک راہ کے قربان کر ڈالونگا

بہرزہ بی می و معشوق عمر میگذرد — بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد
بغیر شراب اور معشوق کے عمر بیفائدہ گذرتی ہے — بس آجکے روز سے مین اپنے آپکو بیکار کرون گا
یعنی عمر بے شراب و معشوق کے بیکار گذری جاتی ہے بس اسیقدر کافی ہے کہ آجکے روز سے می و معشوق اختیار کرون گا۔

صبا کجاست کہ این جان خون گرفتہ چو گل — فدای نکہت گیسوی یار خواہم کرد
صبا کہان ہے کہ اس جان خون گرفتہ کو مثل گل کی — گیسوی یار کی نکہت پر فدا کرون گا مین
صبا کا کنا یہ ملک الموت کی طرف ہے۔ گیسوی یار پر جان قربان کرنا یعنی جان جہان آفرین کو سپرد کردینا
یعنی ملک الموت کہان ہے کہ دوست کا پیغام دوست کو پہونچادے کہ عاشق اپنی جان خون گرفتہ کو
دوست کے اوپر قربان کرنی چاہتا ہے اسمین موت کی تمنا کی گئی ہے۔

چو شمع صبحدمم شد ز مہر او روشن — کہ عمر در سر این کار و بار خواہم کرد
اوسکی محبت سے روشن ہے کہ شمع صبحدم کی طرح — عمر اس کاروبار مین گذارون گا مین

بیاد چشم تو خود را خراب خواہم ساخت — بنای عہد قدیم استوار خواہم کرد
تیری چشم کی یاد مین اپنے کو خراب کرکے — عہد قدیم کی بنا کو مضبوط کرون گا مین
یعنی تیری چشم پر فریفتہ ہوکر اور تجھسے عشق و محبت کرکے اوس عہد کو جو روز ازل مین کیا گیا ہے مضبوط

بہ تنگ چشمی آن ترک لشکری نازم — کہ حملہ بر من مسکین یک قبا آورد

مین اوس ترک سپاہی کی تنگ چشمی پر ناز کرتا ہون — کہ جسنے مجھ مسکین اور اکہرا کپڑا پہننے والے پر حملہ کردیا

خلاصہ یہ کہ مین اوس ترک سپاہی کی تنگ چشمی کا قائل ہون کہ جسنے مجہ مسکین پر جبکہ مین نہ زرہ پہنے تہا نہ جلتہ اوڑہے تہا بلکہ اکہرے کپڑے پہنے تہا اپنی تلوار سے حملہ کردیا گویا مجہ بیکس ابد مجبور کو مار ڈالا۔

فلک غلامی حافظ کنون بطوع کند — کہ التجا بدر دولت شما آورد

اب حافظ فلک کی غلامی کی رغبت کرتا ہے — کیونکہ وہ تیرے در دولت پر اپنی التجا لایا

یعنی اب حافظ فلک کی غلامی کی طرف راغب ہوگا کیونکہ وہ خود سری چہوڑکر تیرے در دولت پر اپنی التجا لایا ہے۔

چو دست بر سر زلفش زنم بتاب رود — ور آشتی طلبم بر سر عتاب رود

جو اوسکی زلف کو ہاتہ سے پکڑتا ہون تو پیچ کہاتی ہے — اور جو آشتی سے طلب کرتا ہون تو غصہ لاتی ہے

چو ماہ نو رہ نظارگان بیچارہ — زند بگوشۂ ابرو و در نقاب رود

ماہ نو کی طرح ہمارے دیکہنے والون کا رستہ — گوشۂ ابرو سے لوٹتا ہے اور چہپ جاتا ہے

طریق عشق پر آشوب و فتنہ است ایدل — بیفتد آنکہ درین راہ باشتاب رود

ایدل طریق عشق پر آشوب اور فتنہ ہے — جو شخص کہ اس راستہ مین پڑے وہ جلد چلا جاتا ہے

یعنی راہ عشق وہ پر آشوب اور فتنہ کی راہ ہے کہ جو شخص اس راہ مین پڑتا ہے وہ جلد چلا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ راہ عشق مین کوئی زندہ نہین رہتا یہ زندہ نہ رہنا یا تو باعتبار اوسکے آیا ہے کہ دنیا کے مطلب کا نہین رہتا یا زندہ نہ رہنا بمعنی خودی سے بیخود ہو جاتا ہے۔

گدائی در جانان بسلطنت مفروش — کسی ز سایۂ این در بآفتاب رود

درجانان کی گدائی کو سلطنت سے نہ بدل — آدمی اس در کے سایہ سے آفتاب تک جاتا ہے

حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر — کلاہ داریش اندر سر آب رود

جب نخوت کی ہوا حباب کے سر مین بہر جاتی ہے — تو اوسکی کلاہ داری سراب مین چلی جاتی ہے

چاہئے کہ دنیا مین نخوت کو اپنے سر مین راہ نہ دے چنانچہ جب حباب کے سر مین نخوت کی ہوا بہر جاتی ہے تو اوسکی کلاہ داری تہوڑی دیر مین برباد کردیتی ہے۔ واضح ہو کہ حباب صرف ہوا ہوتی ہی جو پانی کے

خلاصہ یہ کہ مرشد کامل نے مقام محبوب کے حال سے آگاہ کرکے خوشخبری سنائی ہے۔

بچہ راہ میزند او مطرب مقام شناس — کہ درمیان غزل قول آشنا آورد

وہ مطرب مقام شناس کیا اچھا گاتا ہے — کہ غزل کے درمیان دوست کا قول لے آیا

مقام شناس مطرب کی صفت ہی یعنی مطرب گانے کا موقع اور وقت خوب پہچانتا ہے خلاصہ یہ کہ اپنے فن مین کامل ہے مگر مطرب مقام شناس کا اشارہ مرشد کی طرف سمجھنا چاہئے اور مطلب یہ کہ مطرب نے غزل خوانی کے درمیان حقائق و معارف کا بیان ہی کردیا اور محبوب حقیقی کے قول بہی عاشقون کو غزل گوئی کے پیرایہ مین سنادئے یعنی جب اونہی عاشقون کے سامنے معرفت کی غزل گائی تو اوسی کے ساتہ دوست کے معارف کا بیان ہی کردیا اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا مرشد کامل مقام شناس مطرب ہی کہ جو عاشقون کے دلون کو اپنے قبضہ مین کرنا خوب جانتا ہی۔

تو نیز بادہ بچنگ آر و راہ صحرا گیر — کہ مرغ نغمہ سرا ساز خوش نوا آورد

تو بہی شراب ہاتہ مین لے اور جنگل کی راہ پکڑ — کہ مرغ بولنے والا نغمہ سرائی اور خوش الحانی کرتا ہے

مطلب یہ کہ ای مخاطب بہار کا موسم ہے اور مرغ خوش نوا عمدہ بولیان بولتے ہین تو بہی ہاتہ مین شراب کی بوتل لیکر جنگل کو چلا ہے اور عیش و عشرت مین سعی کر اس موسم بہار مین تجکو مرغ خوش نوا سے پیچہے نہ رہنا چاہئے۔ بادہ بچنگ آر یعنی عشق حقیقی الہی کر راہ صحرا گیر یعنی سب سے الگ ہوکر مرغ نغمہ سرا خوش الحان سے مرشد مراد ہے باقی مطلب سمجہ مین آہی گیا۔

مرید پیر مغانم ز من مرنج ای شیخ — چراکہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

ای شیخ مجہسے رنجیدہ نہو مین پیر مغان کا مرید ہوگیا ہو — اسلئے کہ جسکا تو نے وعدہ کیا اوسنے اوسے پورا کردیا

یعنی اسے زاہد تو مجہسے رنجیدہ کیون ہوتا ہے مین پیر مغان کا مرید ہوگیا ہون اسلئے کہ تو نے شراب پلوانے کا وعدہ جس سے شراب طہور مراد ہے قیامت کے دن کو کیا تہا چونکہ پیر مغان نے قیامت کو نہین ٹالا بلکہ یہین پلوادی اسلئے مین تجہے چہوڑ چہاڑ اوسکا مرید ہوگیا ہون اور مرید ہوجانے کی یہی وجہ ہے کہ شراب جو میری مطلوبہ شی ہتی تو اوسکے پلوانیکا وعدہ قیامت کو کرتا تہا اور پیر مغان نے یہین پلوادی اور وعدہ کو تجہسے پہلے وفا کردیا۔ چونکہ نقد کے مقابلہ مین ادہار قابل اعتبار نہین اسلئے مین پیر مغان کا مرید ہون۔

یعنی ای محبوب کتنے ہی دن ہوئے کہ تو نے اپنی خیر و عافیت لکھکر نہ بھیجی میری پاس ایسا کوئی قاصد ہے کہ مین اوسکے ہاتھہ چند کلمے اشتیاق تجکو کہلا بھیجون۔

مابدان مقصد عالی نتوانیم رسید ہم مگر پیش نہد لطف شما گامی چند

ہم اوس مقصد عالی کو نہ پہونچ سکین گے ہان البتہ اگر تیرا لطف چند قدم آگے بڑھ آئے

اسکا خطاب مرشد کی طرف ہی یعنی ہم اوس مقصد عظمیٰ کو جو وصل محبوب حقیقی کے متعلق ہی نہ پہونچ سکینگے البتہ اگر تیرا لطف ہماری آرزو کے استقبال مین دو ایک قدم آگے کو بڑھ آئے تو مقصد دلی پاجانا ممکن ہے ورنہ نہین خلاصہ یہ کہ مرشد کے ہی طفیل مین وصال محبوب حقیقی ہمین ہو سکتا ہے۔

چون می از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب فرصت عیش نگہدار و بزن جامی چند

جب شراب مٹکے سے گھڑے مین پہونچ جائے اور گل نے نقاب گرا دی فرصت عیش کا خیال رکھہ اور چند پیالے پی

شراب کا مٹکے سے گھڑے مین پہونچنا گویا پینے کی لائق ہوجانا اور گل کا نقاب گرانا یعنی کھلنا یا موسم بہار کا آجانا خلاصہ یہ کہ ای سالک عشق و محبت باطن سے تیرے وجود مین آگئے ہین اور تیرا دل جو غنچہ کی طرح سربستہ تھا گل کی مانند شگفتہ ہوگیا۔ پس تو فرصت عیش کے موقع کو نہ چھوڑ اور چند پیالے تو شراب کے پی بھی جا بعد اسکے مشاہدہ تجلیات سے مسرور ہو۔

قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست بوسہ چند بیامیز بدشنامی چند

قند گل سے ملا ہوا میرے دل کا علاج نہین ہی بلکہ چند بوسے ایسے دے کہ جنمین گالیان ملی ہوئی ہون

یعنی میرے دل بیمار کا علاج گلقند سے نہین ہوگا۔ بلکہ ای محبوب مین اپنے اچھے ہوجانیکے لئے چند بوسے ایسے چاہتا ہون کہ جنمین گالیان ملی ہوئی ہون۔

ای گدایان خرابات خدا یار شماست چشم انعام مدارید ز انعامی چند

ای خرابات کے فقیرو خدا یار تمہارا ہے چند انعام پانیکی امید نرکھہ

زاہد از کوچہ رندان بسلامت بگذر تا خرابت نکند صحبت بدنامی چند

ای زاہد رندون کے کوچہ سے بچکر گذر جا تاکہ تجکو چند بدنامون کی صحبت خراب نکردی

چونکہ رند بوجہ رندی کے بدنام ہین پس ای زاہد تو انکے پاس سے بچکر چلاجا تاکہ انکی صحبت میں تو بھی بدنام نہو جائے۔

حلقہ میں پھنسکر بلبلہ سان پھرنے لگتی ہے جہان ہوا نکل گئی حباب ٹوٹا۔

شب شراب خرابم کند بہ بیداری ۔ وگر بروز حکایت کنم بخواب رود

رات کو شراب مجھے جگاکر خراب کرتی ہے ۔ اور جو دن کو بات کرتا ہون تو سوتی ہے

یعنی اگر رات کو شراب پیتا ہون تو وہ مجھے جگاکر خراب و پریشان کرتی ہے اور سونے نہیں دیتی اور اگر دن کو مونہہ لگاتا ہون تو سو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کچھ میری طبیعت اور وقت کے خلاف ہوتا ہی شراب وہ ہی کرتی ہے۔

مرا تو عہد شکن خواندہ و می ترسم ۔ کہ با تو روز قیامت ہمین خطاب رود

تو مجکو عہد شکن کہتا ہے مین ڈرتا ہون ۔ کہ تجکو قیامت کے دن یہی خطاب نہ دیا جاوے

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش ۔ کہ این معاملہ با عالم شباب رود

اے دل جب تو بڈھا ہو گیا ہے تو حسن و نازکی نہ بیچ ۔ کہ یہ معاملہ عالم جوانی مین اچھا معلوم ہوتا ہی

یعنی اے دل تو بوڑھا ہو کر غمزہ و نزاکت سے باز نہیں آتا یہ حسن و ناز کی جوانی ہی مین اچھی معلوم ہوتی ہے بوڑھے ہے غمزون کو کوئی پسند نہین کرتا۔

سواد نامۂ موی سیاہ چون شد طی ۔ بیاض کم نشود در صد انتخاب رود

سیاہ بالون کا سواد نامہ جب طے ہو گیا ۔ سپیدی کم نہین ہوتی اگر سو بار انتخاب کیا جاے

یعنی جب بالون کی سیاہی زائل ہو کر سفیدی آگئی تو چاہے سو بار او کھیڑ کر پھینکدو وہ ہرگز سیاہ نہون گے بلکہ سفیدی جمتے آئین گے۔

تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز ۔ خوشا کسیکہ درین راہ بی حجاب رود

اے حافظ تو خود اپنا ہی حجاب ہے درمیان سے اوٹھہ ۔ کیا اچھا وہ شخص جو اس راہ مین بی حجاب جاے

اے حافظ چونکہ تو خودی کا گرفتار ہے اسلئے اپنا حجاب آپ ہی ہو رہا ہے پس درمیان سے اوٹھہ یعنی اپنی نفی کرے تاکہ طالب و مطلوب کے درمیان سے حجاب اوٹھہ جاے اور کوئی روک ٹوک باقی نہ رہے۔

- حسب حالی ننوشتی و شد ایامی چند ۔ قاصدی کو کہ فرستم بتو پیغامی چند

کتنے ایک دن ہوے کہ تو نے حسب حال کچھ تحریر نکیا ۔ کون قاصد ہے کہ چند باتین تیری پاس کہلا بھیجون

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو — نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

تو نے شراب کی بہت سی عیب بیان کئی اب ہنر بھی کہو — چند جاہلوں کے دل کے لئے حکمت کی نفی

یعنی ای واعظ تو نے جاہل لوگونکے سامنے شراب کی عیب تو بہت سی ظاہر کئی مگر اوسکے ہنر بھی تو بیان کروی اور دل جاہل کے لئے حکمت الٰہی کی نفی نکر کیونکہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہین ہوتا خدا حکیم ہے اوسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین اور جو چیز کہ کائنات مین ہے اوسمین اگر بہت سی برائیان ہین چند بھلائیان بھی ضرور ہین۔ اسی اعتبار سے شراب بھی بالکل عیب دار نہین بلکہ کچھ نہ کچھ ہنر بھی ضرور رکھتی ہے

پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش — کہ مگو حال دل سوختہ با خامی چند

پیر میخانہ نے اپنے دُرد کش سے کیا اچھی بات کہی — کہ دل سوختہ کا تھوڑا سا حال بھی کسی خام سے نہ کہ

پیر میخانہ سے مرشد مراد ہے اور خام سے اہل ظاہر۔ خلاصہ یہ کہ پیر نے اپنے مرید سے کیا اچھی بات کہی کہ عشق کا راز کسی اہل ظاہر سے نہ کہو۔ کیونکہ جسکے دل پر عشق کی چوٹ نہ لگی ہو وہ عاشق کا حال کیا جانے۔

حافظ از تاب رخ مہر فروغ تو بسوخت — کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

تیری مہر فروغ رخ کی تاب سے حافظ جل گیا — ای کامگار کبھی تو ناکام کی طرف نظر کر

یعنی تیرے رخ کی تاب سے جو مثل آفتاب کی فروغ رکھتا ہے حافظ سوختہ ہوگیا۔ ای کامگار محبوب ہمارا ایک نظر ناکام کی طرف بھی ڈال دے۔ تاکہ اوسکا کام بنجائے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ کہ گلبن معرفت شرح دیوان حافظ کا
پہلا حصہ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ عیسوی مین مطابق
صفر المظفر سنہ ۱۳۲۲ ہجری چھپ کر
تمام ہوا
فقط